

”فَلَوْلَا تَقَرُّمِنْ كُلِّ طَرَفٍ لِمَنْهُمْ كَافَّةً لَيَحْقُقَنَّ إِلَى الَّذِينَ“..... (التوبة)

”قَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ نُبُوِّ اللَّهِ بِوَ غَيْرِ الْفَقْهَةِ فِي الدِّينِ“..... (الحديث)

ارشاد المفتین

(جلد چہارم)

(کتاب اصول)

فقیہ العصر، مفتی اعظم، شیخ الحدیث والتفسیر، ولی کامل

حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ

بانی جامعۃ الحمید لاہور

ناشر

مکتبہ الحسن

حق شریعت اردو بازار لاہور

﴿جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں﴾

ارشاد المقتبین (جلد چہارم)

نام کتاب:

حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ

مجموعہ فتاویٰ جات:

حضرت اقدس مفتی عارف اللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

باہتمام:

مفتیان و محققین جلد۱۰ الحمد للہ لاہور

صحیح وخراج:

مفتی محمد حامد علی ظہیری

کپورنگہ ترتیب و تدوین:

اکتوبر 2017ء

اشاعت اول:

قیمت:

مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور

ناشر:

ضروری توضیحات:

اگر چہ انسانی ہمدستی کے مطابق کوشش کی گئی ہے کہ فتاویٰ ارشاد المقتبین کی صحیح و خراج و کپورنگہ میں کسی قسم کی تقصیر غلطی نہ ہے، لیکن کبھی سمجھا کوئی غلطی رہ جاتی ہے اگر کسی صاحب کو ایسی غلطی کا علم ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ اسے ترمیم یا غلطیوں میں اس کی تصحیح ہو سکے، ادارہ آپ کے تعاون کا شکریہ ادا کرے گا۔ از سرچ

بسم الله الرحمن الرحيم

ارشاد المفتين (جلد چهارم)

اجمالی فہرست

كتاب الصلوة

☆ (۱)	الباب السادس:	في الحدث في الصلوة
☆ (۲)	الباب السابع:	في مفصلات الصلوة
☆ (۳)	الباب الثامن:	في صلوة الوتر
☆ (۴)	الباب التاسع:	في التواقل
☆ (۵)	الباب العاشر:	في قضاء الغوات
☆ (۶)	الباب الحادى عشر:	في سجدة السهو
☆ (۷)	الباب الثانى عشر:	في سجدة التلاوة
☆ (۸)	الباب الثالث عشر:	في صلوة المريض
☆ (۹)	الباب الرابع عشر:	في صلوة المسافر
☆ (۱۰)	الباب الخامس عشر:	في صلوة الجمعة

تفصیلی فہرست فتاویٰ ارشاد المفتین (جلد چہارم)

31

عز و عجب

کتاب الصلوٰۃ

الباب السادس فی الحدث فی الصلوٰۃ

صفحہ نمبر	عنوان مسئلہ	مسئلہ نمبر
34	دوران نماز وضو ٹوٹنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱)
35	دوران نماز وضو ٹوٹ گیا تب واپس آیا تو نماز ہو چکی تھی اب کیا کرے؟	مسئلہ نمبر (۲)
36	دوران نماز اگر غیبا جائے تو وضو پھر نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳)

الباب السابع فی مفسدات الصلوٰۃ

37	محل تکبیل سے سواہل فون بند کرنا:	مسئلہ نمبر (۴)
38	کیا نماز توڑ کر سواہل فون بند کیا جاسکتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۵)
38	دوران نماز ادھر ادھر کی ٹھانڈی پکڑنے سے ٹپک کرنا:	مسئلہ نمبر (۶)
39	شیشوں سے مزین عجب میں صامت کا حکم:	مسئلہ نمبر (۷)
39	نماز میں محل تکبیر کا حکم:	مسئلہ نمبر (۸)
40	نماز کے دوران کھلی کرنا:	مسئلہ نمبر (۹)
41	نماز میں فتور دینے والے اور لینے والے کی نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۰)
42	مساجد میں رکھی گئی ٹوپوں میں نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۱)
43	نماز کے دو تہجدوں میں سے ایک تہجد چھوڑ دیا تو نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۲)
43	بکھر کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۳)

43	مرد و عورت کا برباد کھڑے ہو کر جدا جدا نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۳)
46	نماز میں دُفعہ دوسرے کے لیے استغفار پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۱۵)
46	دوران نماز مصافحہ کرنے سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۶)
47	تصویر والا کپڑا پہننے سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۷)
47	جس کمرے میں تصاویر لگی ہوئی ہوں وہاں نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۸)
50	دوران نماز فون کی گھنٹی بج جانے تو بند کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۹)
50	دوران نماز سوائل فون کو بند کرنے کے احکام:	مسئلہ نمبر (۲۰)
52	دوران نماز جیب میں ہاتھ ڈال کر سوائل بند کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۱)
54	بگلی اور گیس کے پٹر کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۲)
55	بیزار گرد و غبار میں گدے ہونے ہوں تو نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۳)
56	پٹر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے:	مسئلہ نمبر (۲۴)
56	دوران نماز دونوں ہاتھوں سے قمیص کو پکڑنے سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۵)
58	دوران نماز کثیف عورت سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۶)
58	عورت کا سر کی مانند نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۷)
59	نہیب لائٹ کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۸)
59	خود آگ کا ذرہ منہ میں آنے سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۲۹)
60	دھم داکے شخص کا سہمیش آنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۰)
61	خارج صلوٰۃ سکری تحبیر پر انکان کی دوا لگی سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۱)
61	نماز کے دوران بچے کو سنا پڑنے سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۲)
63	لام کا سترہ فقہیوں کے لیے کافی ہے:	مسئلہ نمبر (۳۳)
64	نمازی کما کے سے گزرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۴)
65	کیا سترہ کے لیے ٹوپی یا چھتری میں کافی ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۵)

67	بلی کپ میں نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۶)
67	گھجور یا چائے کی ٹوپیوں میں نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۷)
68	مسجد میں اپنے لیے جگہ مختص کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۸)
69	دوران نماز آنکھوں کے کونے سے اور ہر اوپر دیکھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۹)
70	سرخ جلب جلد پہننا نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۰)
71	مسجد میں اپنے لیے جگہ مخصوص کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۱)
72	نماز کے بعد اگر کسی نے خبر دی کہ آپ نے رکعتیں کم پڑھی ہیں تو کیا کرے؟	مسئلہ نمبر (۴۲)
73	کیا شلوار کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا صرف نماز میں ضروری ہے؟	مسئلہ نمبر (۴۳)
74	شیشے کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۴)
74	جیب میں اگر نوٹ ہوں تو نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۵)
75	دوران نماز قرآن مجید ہاتھ میں پکڑ کر سنا کرنا:	مسئلہ نمبر (۴۶)
76	عمداً او لب پہننے سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۷)
76	دوران نماز اذان کا جواب دینے سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۸)
77	دوران نماز کسی کے جواب میں ورد پڑھنے سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۴۹)
78	غلل کثیر کسے کہتے ہیں؟	مسئلہ نمبر (۵۰)
79	ایکہ کن میں تین مرتبہ غاش کرنے سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۱)
79	سر، گردن اور کان چھپانے سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۲)
80	دوران نماز جسم کھیلانے سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۳)
81	سورۃ الفاتحہ کی کسی آیت کو بار بار پڑھنے سے نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۴)
82	تہی کا دوران نماز بوسہ لینے سے اس کی نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۵)
82	کیا مسبوق امام کے ساتھ مجدد مسجد میں شامل ہوگا؟	مسئلہ نمبر (۵۶)

الباب الثامن فی صلوة الوتر

84	تراویح کی نیت سے وتر کی جماعت میں شریک ہونا:	مسئلہ نمبر (۵۷)
84	دعائے قنوت کی جگہ شمار نہ کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۸)
85	وتر میں دعائے قنوت پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۵۹)
86	کیا دعائے قنوت پوری پڑھنا ضروری ہے؟	مسئلہ نمبر (۶۰)
87	دعائے قنوت سے پہلے درود پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۶۱)
87	قنوت وتر قنوت نازلہ کی کوئی دعا پڑھنی بہتر ہے؟	مسئلہ نمبر (۶۲)
89	وتروں کی جماعت کے بعد دعائے تحفہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۶۳)
89	مید کا چاند نظر آنے سے پہلے وتروں کو جماعت کے ساتھ پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۶۴)
91	جس نے عثمان کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو کیا وتر کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۶۵)
91	حق المذہب آدمی رمضان میں حرم میں وتر جماعت کے ساتھ اذان کرے:	مسئلہ نمبر (۶۶)

الباب التاسع فی التواضع

94	گھڑی کی وجہ سے پورا مہینہ مسجد میں نماز چھوڑنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۶۷)
94	تواضع تراویح کا حکم:	مسئلہ نمبر (۶۸)
95	فرض نماز مسجد میں پڑھ کر نماز تراویح گھر میں پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۶۹)
96	گھڑیوں کا تراویح کی جماعت میں شرکت کا ایک جا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۷۰)
97	تراویح کو در نماز جنازہ کے بعد اظہار دعائے تحفہ:	مسئلہ نمبر (۷۱)
98	شمع قرآن میں تعداد داخل الختم چار ہے ہوش الختم چار نہیں:	مسئلہ نمبر (۷۲)
99	شمع قرآن پر ہفتہ قرآن کا کچھ دیا جائے یا بیجا:	مسئلہ نمبر (۷۳)
100	تراویح میں شمع قرآن کے سو قح پر مٹائی تقسیم کرنا:	مسئلہ نمبر (۷۴)
101	نماز تراویح میں بچے کی امامت اور اقلہ ایک مسئلہ:	مسئلہ نمبر (۷۵)

102	امامت کے ضروری مسائل سے واقفیت اور تراویح میں جماعت کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۷۶)
103	تراویح کی جماعت میں امام کے بھول جانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۷۷)
104	آخر تراویح پڑھنے والے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۷۸)
105	نماز میں دورانِ عبادت قنوتِ کھڑی اسی رکعت میں لھجہ کرنا ضروری ہے:	مسئلہ نمبر (۷۹)
106	تراویح میں آیت کی کھڑی یا کسی آیت کے بعد جانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۸۰)
107	حافظ لڑکی کا تراویح کی جماعت کرنا:	مسئلہ نمبر (۸۱)
108	آخر رکعات تراویح پڑھنا اور غائب کو اہل پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۸۲)
109	تاہلغ بچے کی اقتداء مطلقاً درست نہیں:	مسئلہ نمبر (۸۳)
109	جماعتِ افطار کی وجہ سے مسجد کی جماعت کو ترک کرنا:	مسئلہ نمبر (۸۳)
110	بیس رکعات تراویح کا مسئلہ:	مسئلہ نمبر (۸۵)
111	تراویح کی چار رکعات کے بعد عاشق بیٹھ کر ذکر کرنا چاہیے:	مسئلہ نمبر (۸۶)
112	نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور دورانِ تراویح "صلاۃ رحمہ" کا خروگنا:	مسئلہ نمبر (۸۷)
112	نماز تراویح گھر میں ادا کرنے والے فرض عشاء مسجد میں باجماعت ادا کریں:	مسئلہ نمبر (۸۸)
113	ڈاڑھی کٹوانے والے کا تراویح پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۸۹)
114	صلاۃ صبح کی شرعی حیثیت:	مسئلہ نمبر (۹۰)
115	صلاۃ صبح باجماعت ادا کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۹۱)
115	قضاءِ عمری کی شرعی حیثیت:	مسئلہ نمبر (۹۲)
116	نمازِ عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۹۳)
117	امام کا فرض نماز کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۹۳)
117	بچہ شرعی گھروالوں کے ساتھ باجماعت تراویح پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۹۵)
118	خواتین کا تراویح باجماعت پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۹۶)
118	خواتین کا نماز تراویح کے لیے مسجد میں آنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۹۷)

مسئلہ نمبر (۹۸)	نماز تراویح گھر میں پڑھنے کا حکم:	120
مسئلہ نمبر (۹۹)	دروں کے ایک خاص طریقے کا حکم:	121
مسئلہ نمبر (۱۰۰)	تراویح میں قرآن پاک ہاتھ میں پکڑ کر پڑھنے کا حکم:	122
مسئلہ نمبر (۱۰۱)	نماز عشا اور تراویح گھر میں پڑھنے کا حکم:	123
مسئلہ نمبر (۱۰۲)	مورتوں کا گھر میں حافظ قرآن کے پیچھے تراویح پڑھنے کا حکم:	124
مسئلہ نمبر (۱۰۳)	بیضہ کرواؤں پڑھنے کی شرعی حیثیت:	125
مسئلہ نمبر (۱۰۴)	چند روزہ سالہ حافظ قرآن کا تراویح پڑھانے کا حکم:	125
مسئلہ نمبر (۱۰۵)	حلقہ کی مسجد میں تراویح کے باوجود گھر میں تراویح پڑھنا:	126
مسئلہ نمبر (۱۰۶)	تہجد کی کم سے کم کتنی رکعات ہیں؟	127
مسئلہ نمبر (۱۰۷)	تراویح کے پیچھے نفلوں کی نیت سے کھڑے ہونا:	128
مسئلہ نمبر (۱۰۸)	حافظ قرآن خواتین کا تراویح کی جماعت کرنا:	129
مسئلہ نمبر (۱۰۹)	اہل بیت علیہم السلام کا تراویح کا حکم:	130
مسئلہ نمبر (۱۱۰)	امام کو پختہ تراویح پڑھانے پر مجبور کرنا:	131
مسئلہ نمبر (۱۱۱)	جو شخص عشا کی جماعت میں شامل نہ ہو کیا وہ ترکی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے؟	133
مسئلہ نمبر (۱۱۲)	عصر کی اذان کے بعد نوافل پڑھنے کا حکم:	135
مسئلہ نمبر (۱۱۳)	مغرب کی اذان کے بعد نوافل ادا کرنے کا حکم:	136
مسئلہ نمبر (۱۱۴)	اذان المغرب کے بعد تہجد کرنے کا حکم:	137
مسئلہ نمبر (۱۱۵)	مغرب کی نماز سے پہلے تہجد اسہد پڑھنے کا حکم:	137
مسئلہ نمبر (۱۱۶)	مورتوں کی تراویح کے ایک خاص طریقے کا حکم:	138
مسئلہ نمبر (۱۱۷)	۱۲ سالہ بچے کو تراویح میں سامع بنانے کا حکم:	140
مسئلہ نمبر (۱۱۸)	نا بالغ تراویح میں امامت نہیں بن سکتا:	140
مسئلہ نمبر (۱۱۹)	نماز چاشت کا صحیح وقت کیا ہے؟	141

144	مسئلہ نمبر (۱۲۰)	سنت اور نوافل کے بعد اجتماعی دعا کا حکم:
144	مسئلہ نمبر (۱۴۱)	نماز تراویح کی شرعی حیثیت:
145	مسئلہ نمبر (۱۴۲)	سنت و نوافل اپنے کمرے میں پڑھنے کا حکم:
146	مسئلہ نمبر (۱۴۳)	لوائین کے نوافل کی تعداد اور وقت:
146	مسئلہ نمبر (۱۴۴)	چند سالہ لڑکے کا تراویح میں امامت کرنا:
147	مسئلہ نمبر (۱۴۵)	چار عورت کا بیڑہ کر تراویح ادا کرنا:
149	مسئلہ نمبر (۱۴۶)	امام مسجد کا عورتوں کو صلوٰۃ تصحیح کی جماعت کرنا:
150	مسئلہ نمبر (۱۴۷)	عورتوں کی جماعت کے بعد اجتماعی دعا کا حکم:
153	مسئلہ نمبر (۱۴۸)	نعم قرآن فی التراویح پر امام کو جب یہ پامیدی دینے کا حکم:
154	مسئلہ نمبر (۱۴۹)	مسجد میں کم ہوں تو گھروں میں قرآن کریم سنانے کا حکم:
155	مسئلہ نمبر (۱۵۰)	نماز استسکار کا صحیح طریقہ:
157	مسئلہ نمبر (۱۵۱)	گھر میں تراویح کی جماعت کرنا:
158	مسئلہ نمبر (۱۵۲)	تراویح میں باہر کے تکبیر پڑھ کر اسے کا حکم:
159	مسئلہ نمبر (۱۵۳)	عورتوں کا مسجد میں تراویح پڑھنے کا حکم:
160	مسئلہ نمبر (۱۵۴)	عورتوں کا تراویح کے لیے گھر سے نکلنا:
161	مسئلہ نمبر (۱۵۵)	مسجد کے حصول کرو میں عورتوں کا تراویح ادا کرنا:
163	مسئلہ نمبر (۱۵۶)	حلقہ کے بچوں سے نوافل میں قرآن پاک سننا:
164	مسئلہ نمبر (۱۵۷)	ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم:
166	مسئلہ نمبر (۱۵۸)	عورتوں کے بعد نوافل بیٹے کر پڑھے جائیں یا کڑے ہو کر؟
166	مسئلہ نمبر (۱۵۹)	عورتوں کا تراویح کی جماعت کرنا:
167	مسئلہ نمبر (۱۶۰)	صلوٰۃ تصحیح یا جماعت پڑھنے کا حکم:
168	مسئلہ نمبر (۱۶۱)	کیا استسکار کرنے کے بعد اس کام کا کرنا ضروری ہے؟

170	مرکز اسلو: صبح میں عورتوں کا نام پڑا:	مسئلہ نمبر (۱۳۲)
171	صلو: صبح باجماعت پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۳۳)
172	عزلی مسجد چھوڑ کر کسی دوسری جگہ نماز اور تراویح پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۱۳۴)
172	تراویح میں چیز راقی سے قرآن پاک پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۱۳۵)
173	ایساں ثواب کے لیے نفل پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۳۶)
174	کیا قہر کی مشکوں کو دودھ کر کے پڑھ سکتے ہیں؟	مسئلہ نمبر (۱۳۷)

الباب العاشر فی قضاء القوائت

175	فجر کی نماز بیش قضاہ کرنے کے پڑھنے والے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۳۸)
175	فرض ہونے کی صورت میں منہ منہ کو کھولنا گایا نہیں؟	مسئلہ نمبر (۱۳۹)
176	فی نماز کا قندہ:	مسئلہ نمبر (۱۴۰)
176	قضاء شدہ نمازوں کی واپسی کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۱۴۱)
177	نمازوں کے قضا کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۴۲)
178	میت کی طرف سے نمازوں کا قندہ:	مسئلہ نمبر (۱۴۳)
179	نہر مصر کے بعد قضا نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۴۴)
180	قضا نمازوں کو ادا کرنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۱۴۵)
181	ساقہ قضا شدہ نمازوں کو پڑھنے کا طریقہ:	مسئلہ نمبر (۱۴۶)
182	قضا نماز ادا کرنے کے لئے نیت کیسے کی جائے؟	مسئلہ نمبر (۱۴۷)
183	قضا نماز کے پہلے تھپہ میں درود شریف و دعا پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۴۸)
184	فجر کی شش قضا ہو جائیں تو کب پڑھیں جائیں گی؟	مسئلہ نمبر (۱۴۹)
185	فی نماز کا قندہ یہ کتنا ہے؟	مسئلہ نمبر (۱۵۰)
185	نماز فجر کے بعد قضا نماز پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۵۱)
186	نماز عصر کے بعد قضا عری پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۵۲)

187	قضا نماز میں کیا نیت کرے گا؟	مسئلہ نمبر (۱۶۳)
188	کیا سب کی طرف سے نمازوں کا فدیہ واجب ضروری ہے؟	مسئلہ نمبر (۱۶۳)
189	تختی کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۶۵)
189	فدیہ کے حکم میں درالگ نماز شمار ہوگی:	مسئلہ نمبر (۱۶۶)
190	بڑھا آدمی جس کو کوئی سورت یا آیت ہو تو قرأت کیسے کرے؟	مسئلہ نمبر (۱۶۷)
191	جماعت کھڑی ہو تو انحرکی سستی پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۶۸)
192	جس کی چھ نمازیں قضاء ہو جائیں تو کیا وہ صاحب ترتیب رہے گا؟	مسئلہ نمبر (۱۶۹)
194	کیا انحرکی سنتوں کی قضاء لازم ہے؟	مسئلہ نمبر (۱۷۰)
195	صاحب ترتیب پہلے قضا پڑھے یا ادا؟	مسئلہ نمبر (۱۷۱)
195	در پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ فرض نہیں ہوئے تو کیا دروں کی قضا ہے؟	مسئلہ نمبر (۱۷۲)
196	انحرکی جماعت کھڑی ہو تو سستی پڑھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۷۳)
197	کیا قضا نمازیں واجبہ استغفار سے معاف ہو سکتی ہیں؟	مسئلہ نمبر (۱۷۴)
198	صاحب ترتیب پہلے قضا نماز پڑھے گا:	مسئلہ نمبر (۱۷۵)
199	مقتدی مہدوق تشہید پر راجح ہے گا یا نہیں؟	مسئلہ نمبر (۱۷۶)

الباب الحادى عشر فى مسجدة السهو

200	ایک نماز میں کئی بار بھولا تو ایک جہد بھولا کی ہے:	مسئلہ نمبر (۱۷۷)
200	فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت فہم کرنے سے جہد بھولا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۷۸)
201	تیسری رکعت کے بعد حق تعالیٰ کی حمد اور بیٹھنے سے جہد بھولا حکم:	مسئلہ نمبر (۱۷۹)
202	بھولتا جہد کرنے سے جہد بھولا واجب ہے:	مسئلہ نمبر (۱۸۰)
203	سورت فاتحہ کے گھڑا کا مسئلہ:	مسئلہ نمبر (۱۸۱)
203	چار رکعت حلالی نماز میں تعدد اولیٰ میں بیٹھنا بھول چکے تو کیا کرے؟	مسئلہ نمبر (۱۸۲)
205	تراویح میں آخری تعدد میں بیٹھنے کی بجائے امام کھڑا ہو جائے تو کیا کرے؟	مسئلہ نمبر (۱۸۳)

206	مسئلہ نمبر (۱۸۴)	مقتدی مسبوق یا منرد اگر سوا دونوں طرف سلام پکیر دے تو کیا کرے؟
207	مسئلہ نمبر (۱۸۵)	مسبوق کے لیے ایک نماز میں دوسرے تہجد کو کرنے کی ایک صورت:
207	مسئلہ نمبر (۱۸۶)	دو در شریف کی کئی مقدار پڑھنے سے تہجد کو واجب ہوگا:
208	مسئلہ نمبر (۱۸۷)	صورت مکمل کرنے سے پہلے رکوع میں چلا گیا تو تہجد کو لازم ہے:
209	مسئلہ نمبر (۱۸۸)	صورت فاتحہ کے بعد ضم صورت بھول گیا اور رکوع میں پڑا تو کیا کرے؟
209	مسئلہ نمبر (۱۸۹)	مسبوق اگر امام کے ساتھ سلام پکیر دے تو کیا کرے؟
210	مسئلہ نمبر (۱۹۰)	تہجد کو واجب ہو اور اذان کیا جائے تو نماز واجب الیٰ عادہ ہے:
211	مسئلہ نمبر (۱۹۱)	قعدہ اذان میں بھول کر دو در شریف پڑھنے کا حکم:
211	مسئلہ نمبر (۱۹۲)	مسبوق امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پکیر دے تو تہجد کو ضروری ہے:
212	مسئلہ نمبر (۱۹۳)	مسبوق پر امام کا سلام پکیر کرنے کے بعد تہجد کو واجب ہو جائے تو کیا کرے؟
213	مسئلہ نمبر (۱۹۴)	قعدہ اذان میں واجب چھوڑنے سے نماز واجب الیٰ عادہ ہے:
214	مسئلہ نمبر (۱۹۵)	نماز میں صورت فاتحہ اور دوسری صورت میں سے کوئی ایک یا دونوں چھوڑنا:
215	مسئلہ نمبر (۱۹۶)	امام پانچویں رکعت کا رکوع کرنے سے قبل بیٹھ جائے تو تہجد کو واجب ہے:
215	مسئلہ نمبر (۱۹۷)	نماز میں صورتوں کو بغیر تہجد کے پڑھنے سے کو واجب نہیں ہوتا:
216	مسئلہ نمبر (۱۹۸)	مسبوق امام کے سلام پکیر کرنے کے بعد منرد کی صراحت ہے:
216	مسئلہ نمبر (۱۹۹)	مسبوق مقتدی امام کے ساتھ سلام پکیر دے تو کیا حکم ہے؟
217	مسئلہ نمبر (۲۰۰)	واجب بعد اذان میں چھوڑنے سے تہجد کو کفایت نہیں:
218	مسئلہ نمبر (۲۰۱)	قعدہ میں تشہد کی بجائے کوئی صورت پڑھنے کا حکم:
218	مسئلہ نمبر (۲۰۲)	مسبوق اگر سوگام سے پہلے پاس کے ساتھ سلام پکیر دے تو تہجد کو واجب نہیں:
219	مسئلہ نمبر (۲۰۳)	تہجد کو واجب نہ ہاں اذان کیا جائے تو نماز صحیح ہوگی:
220	مسئلہ نمبر (۲۰۴)	تہجد کو واجب ہو جائے تو امام کے ساتھ مسبوق بھی ادا کرے گا:
221	مسئلہ نمبر (۲۰۵)	قعدہ اخیرہ فرض ہے اگر چھوٹ جائے تو فرض نماز باطل ہو جائیگی:

222	مسئلہ نمبر (۲۰۶)	جمعو اور عیدین میں تہجد ہوگا حکم:
223	مسئلہ نمبر (۲۰۷)	تہجد ہوگا واجب تھا اور اذان کیا تو کیا حکم ہے:
224	مسئلہ نمبر (۲۰۸)	تہجد ہوگے بارے میں دو مسئلے:
225	مسئلہ نمبر (۲۰۹)	چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے تو کیا کرے؟
225	مسئلہ نمبر (۲۱۰)	"اللھم صل علی" تک درود پڑھا لیا تو تہجد سہواً لازم ہو گیا نہیں؟
226	مسئلہ نمبر (۲۱۱)	امام سہواً کرکڑا ہو گیا پھر مقتدی کے حق پر بیٹھ گیا تو نماز کا حکم:
229	مسئلہ نمبر (۲۱۲)	امام چوتھی رکعت میں بھول کر کرکڑا ہو گیا پھر تہجد سہوگی نہیں کیا تو نماز کا حکم:
230	مسئلہ نمبر (۲۱۳)	بعد میں آنے والا مقتدی امام کے ساتھ تہجد ہو کر سکے:
231	مسئلہ نمبر (۲۱۴)	مقتدی اگر بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو تہجد ہوگا حکم:
232	مسئلہ نمبر (۲۱۵)	امام نے آیت تہجد پڑھی اور تہجد نہیں کیا تو نماز کا حکم:
232	مسئلہ نمبر (۲۱۶)	امام پر تہجد سہواً لازم تھا اس نے نہیں کیا تو نماز کا حکم:
233	مسئلہ نمبر (۲۱۷)	نماز میں تہجد سہوگے واجب ہوگا ہے؟
235	مسئلہ نمبر (۲۱۸)	مقتدی اگر امام کے سلام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟
235	مسئلہ نمبر (۲۱۹)	مہبوب نے سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو تہجد ہوگا حکم:
237	مسئلہ نمبر (۲۲۰)	نماز عید میں تکبیرات کے وقت ہاتھ اٹھا بھول جائیں تو تہجد ہوگا حکم:
238	مسئلہ نمبر (۲۲۱)	امام نے دعائے ثنوت کی جگہ کواع کر لیا پھر قصد بیٹے پر دلیلی آیا کیا تو تہجد ہوگا حکم:
238	مسئلہ نمبر (۲۲۲)	مقتدی مہبوب امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو تہجد ہوگا حکم:
239	مسئلہ نمبر (۲۲۳)	قصد اولیٰ میں تشہد پڑھنے کا حکم:
240	مسئلہ نمبر (۲۲۴)	قصد اخیرہ چھوڑ کر پانچویں رکعت میں بیٹھ کر سلام پھیر دیا تو نماز کا حکم:
241	مسئلہ نمبر (۲۲۵)	عمو اگر کواع اور تہجد کی تسبیحات پھاڑنے سے نماز کا حکم:
243	مسئلہ نمبر (۲۲۶)	سورۃ الفاتحہ بھول کر دو بار پڑھنے سے نماز کا حکم:
244	مسئلہ نمبر (۲۲۷)	قصد اخیرہ میں قصد پایہ سہواً اگر تشہد سے تہجد ہوگا حکم:

244	مسئلہ نمبر (۲۲۸)	تقدہ اولیٰ میں گنہگار تہجد سے تہجد ہو گا حکم:
245	مسئلہ نمبر (۲۲۹)	اکیلہ آدمی نماز پڑھ رہا ہو ساتھ ہی صلاحت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے؟
246	مسئلہ نمبر (۲۳۰)	تیسری رکعت میں بیٹھ کر تقدیرینے سے کھڑا ہونے سے نماز کا حکم:
249	مسئلہ نمبر (۲۳۱)	میں بوقتِ امام کے سلام پھیرنے کے بعد تہجد ہو جاؤں تو کیا حکم ہے؟
249	مسئلہ نمبر (۲۳۲)	قیم میں فاتحہ یا سورت کی جگہ دعائے قنوت پڑھنے کا حکم:
250	مسئلہ نمبر (۲۳۳)	القنوت کی جگہ کوئی سورت پڑھنے سے تہجد ہو گا حکم:
252	مسئلہ نمبر (۲۳۴)	تہجد ہو کر نہ کرنے کا مسنون طریق:
253	مسئلہ نمبر (۲۳۵)	فرض کی تیسری رکعت میں سورت ماننے سے تہجد ہو گا حکم:
254	مسئلہ نمبر (۲۳۶)	نیت کرتے وقت ٹھہر کر پہلے عصر کا لفظ ماننے سے نفل کیا تو نماز کا حکم:
255	مسئلہ نمبر (۲۳۷)	اگر تہجد ہو کر نہ کیا جائے تو نماز اور اس میں کی گئی تلاوت دوبارہ لوٹائی جائے:

الباب الثانی عشر فی مجلۃ الصلاۃ

257	مسئلہ نمبر (۲۳۸)	نیت دیکھا رہا ہے آیت تہجد و سنت:
257	مسئلہ نمبر (۲۳۹)	آیت تہجد دیکھ کر نہ کرنے سے تہجد و تلاوت کا حکم:
257	مسئلہ نمبر (۲۴۰)	تہجد میں جا کر دعا مانگنے کا حکم:
258	مسئلہ نمبر (۲۴۱)	تہجد شکر کا حکم:
259	مسئلہ نمبر (۲۴۲)	نمازوں کے بعد تہجد شکر کو سنت سمجھ کر نہ کرنا صحیح ہے:
260	مسئلہ نمبر (۲۴۳)	تہجد شکر کا ثبوت:
261	مسئلہ نمبر (۲۴۴)	دورانِ نماز تہجد و تلاوت کا مسئلہ:
262	مسئلہ نمبر (۲۴۵)	دورانِ تلاوت تہجد و تلاوت کا مسئلہ:
263	مسئلہ نمبر (۲۴۶)	آیت تہجد کو صرف سمجھنے سے تہجد و تلاوت واجب نہیں ہوتا:
263	مسئلہ نمبر (۲۴۷)	سورت میں تہجد و تلاوت احتیاطاً حسن مآب پڑھنا چاہیے:
264	مسئلہ نمبر (۲۴۸)	مصلیٰ غیر مصلیٰ سے آیت تہجد سننے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۲۴۹)	کئی بجدہ عکالات ادا کرتے وقت آیات بجدہ کی تسبیح ضروری نہیں:	264
مسئلہ نمبر (۲۵۰)	ریڑھ اور لوڈ تنگی پر سنی ہوئی آیت پر بجدہ عکالات کا حکم:	265
مسئلہ نمبر (۲۵۱)	حائضہ عورت کے پاس اگر آیت بجدہ عکالات کی تو کیا اس پر بجدہ لازم ہے؟	267
مسئلہ نمبر (۲۵۲)	خبرج از صلوٰۃ بجدہ عکالات کی ادائیگی کا طریقہ:	267
مسئلہ نمبر (۲۵۳)	آیت بجدہ لکھنے سے بجدہ واجب نہیں:	268
مسئلہ نمبر (۲۵۴)	دوران نماز آیت بجدہ عکالات کی لیکن بجدہ نہ کیا تو کیا حکم ہے؟	268
مسئلہ نمبر (۲۵۵)	آیت بجدہ کا ترجمہ دینے سے ایک ہی بجدہ واجب ہے:	269

الباب الثالث عشر فی صلوٰۃ السریض

مسئلہ نمبر (۲۵۶)	کسی پر نماز پڑھنے کا شرعی حکم:	271
مسئلہ نمبر (۲۵۷)	وفاقی تو اذن درست نہ ہو تو نماز کا حکم:	280
مسئلہ نمبر (۲۵۸)	نمازی کا وہ بی جگر پر بجدہ لگانے کا حکم:	281
مسئلہ نمبر (۲۵۹)	شیخ فانی کی تحریف اور اس کا حکم:	281
مسئلہ نمبر (۲۶۰)	کسی پر نماز پڑھنے کے ایک طریق کا شرعی حکم:	283
مسئلہ نمبر (۲۶۱)	مسجد میں پڑی ہوئی مریدہ کرسیوں پر نماز کا حکم:	284
مسئلہ نمبر (۲۶۲)	مطہ و شخص کا بیٹھ کر نماز ادا کرنا:	285
مسئلہ نمبر (۲۶۳)	جو آدمی بجدہ کرنے پر قادر نہ ہو کیا اس سے قیام مسجد ہے؟	286
مسئلہ نمبر (۲۶۴)	زمین سے احوالی ذلت اونچے تختے پر نماز کا حکم:	287
مسئلہ نمبر (۲۶۵)	مریض یا مہینہ کر نماز پڑھنا کہ ہے:	288
مسئلہ نمبر (۲۶۶)	مطہ کی نماز کے بعض احکام:	289
مسئلہ نمبر (۲۶۷)	جس آدمی کو نظرات کی بیماری ہو اس کی نماز کا حکم:	290
مسئلہ نمبر (۲۶۸)	بغیر مطہ کے سنت مؤکدہ پڑھ کر پڑھنے کا حکم:	291

الباب الرابع عشر في صلوٰۃ المسافرين

مسئلہ نمبر (۲۶۹)	نماز قصر چھنے کا طریقہ:	293
مسئلہ نمبر (۲۷۰)	نماز قصر کے بارے میں:	293
مسئلہ نمبر (۲۷۱)	بس میں نماز پڑھنے کا حکم:	294
مسئلہ نمبر (۲۷۲)	نماز قصر کے مسائل:	295
مسئلہ نمبر (۲۷۳)	وطن اصلی کے بعد جدیلی کا حکم:	296
مسئلہ نمبر (۲۷۴)	سفر شری کہاں سے شروع ہوتا ہے؟	297
مسئلہ نمبر (۲۷۵)	سسران میں نماز قصر کا حکم:	298
مسئلہ نمبر (۲۷۶)	مسافر اگر تنہا امام کی اقتداء کرے تو قعدہ رکعت کی نیت ضروری نہیں:	299
مسئلہ نمبر (۲۷۷)	سفر میں صحت و فوائض پڑھنے کا حکم:	300
مسئلہ نمبر (۲۷۸)	ملک کی سرحدوں پر فوجی مسافر ہیں کے باقیم؟	300
مسئلہ نمبر (۲۷۹)	چھاؤنی سے باہر غیر آباد علاقے میں فوجی کپ لگانے والے فوجیوں کی نماز کا حکم:	301
مسئلہ نمبر (۲۸۰)	یہاں کے وطن اصلی کے علاوہ دوسری جگہ گئے ہوں تو وہاں نماز کا حکم:	302
مسئلہ نمبر (۲۸۱)	مسافر پر جسکی نماز لازم نہیں:	302
مسئلہ نمبر (۲۸۲)	وطن اقامت سے شری سفر کے بعد واپسی پر وہاں نماز کا حکم:	303
مسئلہ نمبر (۲۸۳)	شہر سے دور شری مسافت پر تکبیر پڑھنے والے فوجیوں کی نماز کا حکم:	304
مسئلہ نمبر (۲۸۴)	مسافر مقتدی کا باقیم امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ایک مسئلہ:	304
مسئلہ نمبر (۲۸۵)	عام مسافر ہوتا قصر پڑھانے کا:	305
مسئلہ نمبر (۲۸۶)	چند دن سے زائد تکلیف میں نماز پڑھنے کا حکم:	305
مسئلہ نمبر (۲۸۷)	مسافر بچے کے لئے شہر سے خروج ضروری ہے:	306
مسئلہ نمبر (۲۸۸)	شہر سے باہر شری مسافت پر ملازمت کرنے والے کی نماز کی ایک صورت:	306
مسئلہ نمبر (۲۸۹)	سفر شری تحقیق ہو جائے اور نیت ۱۵ دن سے کم قیام کی ہو تو قصر کرے گا:	307

308	مسئلہ نمبر (۲۹۰)	سفر شری کی مقدار مسافت فرمید ہے خوف خطر سے پر نہیں ہے:
309	مسئلہ نمبر (۲۹۱)	سفر میں سنتوں اور فرائض کا حکم:
310	مسئلہ نمبر (۲۹۲)	وطن اصلی ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں:
311	مسئلہ نمبر (۲۹۳)	وطن اصلی میں پوری نماز پڑھی جائے گی:
312	مسئلہ نمبر (۲۹۴)	شرعاً تقیم ہونے کے لیے نیت اقامت ضروری ہے:
312	مسئلہ نمبر (۲۹۵)	اپنے گھر میں ہمیشہ پوری نماز پڑھنا:
313	مسئلہ نمبر (۲۹۶)	سسرال میں نماز پوری پڑھے یا قصر؟
314	مسئلہ نمبر (۲۹۷)	سفر شری کے وقت عورت اپنے سسرال میں پوری نماز پڑھے گی:
314	مسئلہ نمبر (۲۹۸)	شادی کے بعد عورت اپنے خاوند کے تابع ہوتی ہے:
316	مسئلہ نمبر (۲۹۹)	مستقل رہائش جس جگہ اختیار کی جائے وہ وطن اصلی بن جاتا ہے:
316	مسئلہ نمبر (۳۰۰)	مستقل رہائش کا ایک اور مسئلہ:
317	مسئلہ نمبر (۳۰۱)	دوران سفر حجر کی شقیں پڑھنے کا حکم:
318	مسئلہ نمبر (۳۰۲)	عارضی طور پر مقیم رہا کر لازم وطن اصلی میں پوری نماز ادا کرے گا:
319	مسئلہ نمبر (۳۰۳)	سفر شری کی مسافت اس کی پیدائش اور نماز کا حکم:
319	مسئلہ نمبر (۳۰۴)	حالت سفر میں مسافر متقی ادا کرے گا یا نہیں؟
321	مسئلہ نمبر (۳۰۵)	وطن اصلی کو عارضی طور پر چھوڑنے سے اس کی اصلیت ختم نہیں ہوتی:
321	مسئلہ نمبر (۳۰۶)	دستا اقامت کا حکم:
322	مسئلہ نمبر (۳۰۷)	دوران سفر نماز ادا کرنے کا طریقہ:
322	مسئلہ نمبر (۳۰۸)	کیا مسافر لازم نماز قصر پڑھے گا:
323	مسئلہ نمبر (۳۰۹)	دوران سفر رانچہ اور کنڈیکٹر کی نماز کا حکم:
323	مسئلہ نمبر (۳۱۰)	ایک مقام کی جانب دو الگ الگ راستوں سے جاتے ہوئے نماز ادا کرنے کا حکم:
324	مسئلہ نمبر (۳۱۱)	وطن اصلی چھوڑ کر دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کرے:

325	مسئلہ نمبر (۳۱۲)	مسافر اگر منجم نام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے کیسے پڑھتا ہے؟
326	مسئلہ نمبر (۳۱۳)	وطن اصلی میں ہر حال پوری نماز ادا کی جائے گی:
326	مسئلہ نمبر (۳۱۴)	وطن اصلی اگر مسکو چھوڑ دے تو اس کی اصلیت ختم ہو جاتی ہے:
327	مسئلہ نمبر (۳۱۵)	ارایہ حضرات پوری نماز ادا کریں یا قصر کریں؟
328	مسئلہ نمبر (۳۱۶)	سفر میں قصر کی بجائے پوری نماز پڑھنے کا حکم:
329	مسئلہ نمبر (۳۱۷)	آپ کی ضرورت ہو جائے نماز مستحب ہو جائے سکونت میں نماز پڑھنے کا حکم:
330	مسئلہ نمبر (۳۱۸)	مستقل رہائش دہلی جگہ ہی وطن اصلی ہے:
331	مسئلہ نمبر (۳۱۹)	تعلیفی جماعت کا کسی شہر میں ۱۵ دن یا اس سے زیادہ تکبیل میں نماز کا حکم:
333	مسئلہ نمبر (۳۲۰)	سرکاری سادست کی جگہ وطن اقامت بننے کی ایک صورت:
334	مسئلہ نمبر (۳۲۱)	نماز قصر اور اس کی اور تنگی کا طریقہ:
335	مسئلہ نمبر (۳۲۲)	مقیم حضرات اگر قصر نماز پڑھیں تو پوری نماز ادا کرنا ضروری ہے:
336	مسئلہ نمبر (۳۲۳)	وطن اصلی کی حدود سے باہر نکلنے پر سفر شری شروع ہوتا ہے:
336	مسئلہ نمبر (۳۲۴)	مستقل سکونت جہاں اقامت کی جائے وہ وطن اصلی بن جاتا ہے:
337	مسئلہ نمبر (۳۲۵)	تین یا چار رکعت اہل نماز میں مسافر نام کے پیچھے منجمین کی نماز کا طریقہ:
338	مسئلہ نمبر (۳۲۶)	سفر شری کا حکم صرف نیت پر نہیں بلکہ حدود شہر سے باہر نکلنے پر ہے:
339	مسئلہ نمبر (۳۲۷)	کسی جگہ اقامت کی نیت کے بعد چھ دنوں سے پہلے اس کو چھوڑ دے تو نماز کا حکم:
339	مسئلہ نمبر (۳۲۸)	ایام حج میں آفاقی مٹی، عرفات اور مزدلفہ میں قصر نماز پڑھیں گے:
340	مسئلہ نمبر (۳۲۹)	منجم کا وقت جمعہ اہل ہونے کے بعد شہر سے نکلتا ہوا نہیں:
341	مسئلہ نمبر (۳۳۰)	سفر کا دورہ رکھنے والے کو وقت سے پہلے نماز ادا کرنا درست نہیں:
342	مسئلہ نمبر (۳۳۱)	وطن اقامت سے سفر پہ جانے کے بعد نیت اقامت نہ کرنے بعد پڑھنے کا حکم:
342	مسئلہ نمبر (۳۳۲)	سفر میں وتر پڑھنا ضروری ہے:
343	مسئلہ نمبر (۳۳۳)	مسافر کتنے سفر قصر کرے گا؟

343	کیا وطن اقامت مغربی سے باطل ہو جاتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۳۳)
345	مقیم مقتدی مسافر نام کے پیچھے لڑا کس طرح مکمل کرے گا؟	مسئلہ نمبر (۳۳۵)
346	کسی جگہ ۱۴ دن غم کرنے کا ارادہ ہو تو لازماً تضرع میں جائے گی:	مسئلہ نمبر (۳۳۶)
347	چلے میں جانے والے قطعی حضرات لڑا پر ہی چڑھیں گے یا تضرع کریں گے؟	مسئلہ نمبر (۳۳۷)
347	درس میں مقیم اور مسافر ہونے میں اساتذہ کی نیت معتبر ہوگی یا ظاہر کی؟	مسئلہ نمبر (۳۳۸)
348	کیا مسافر مسجد میں دوسری جماعت کروا سکتے ہیں؟	مسئلہ نمبر (۳۳۹)
349	کیا ایک جگہ مقیم ہونے کے لیے صرف نیت اقامت کافی ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۴۰)
351	کیا وہاں سفر میں سنتیں اور فوٹو ادا کیے جائیں گے؟	مسئلہ نمبر (۳۴۱)
351	مہاجر اگر اپنے وطن میں واپس آئے تو لڑا پر ہی چڑھے گا یا تضرع؟	مسئلہ نمبر (۳۴۲)
352	مغربی کے ارادے سے نکلے والا اگر راستہ میں کہیں غمیر جائے تو کیا حکم ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۴۳)
353	ایک ضلع میں مختلف عجموں میں تھکیل ہو تو لڑا کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۴۴)
355	ہوائی سفر میں انسان مسافر کب بنتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۴۵)
356	کیا وطن اقامت میں ہر دفعہ اقامت کی نیت ضروری ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۴۶)
358	تونس سے لبنان لڑا کر کے لیے آنے والا مسافر ہوگا یا عجم؟	مسئلہ نمبر (۳۴۷)
360	قرآن پاک سے تضرع لڑا کا ثبوت:	مسئلہ نمبر (۳۴۸)
361	مغربی میں پیدل کا اعتبار ہے یا سواری کا:	مسئلہ نمبر (۳۴۹)
363	جو شخص ہمیشہ سفر میں رہے اس کے لیے تضرع کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۵۰)
363	آویز مغربی مسافر کب بنتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۵۱)
364	مسافر اپنے وطن سے گزرتے ہوئے پہلی نماز چڑھے گا:	مسئلہ نمبر (۳۵۲)
365	ایک سختی میں اگر چہ وہاں غمیر نے کی نیت نہ ہو سواری جماعت مسافر ہے:	مسئلہ نمبر (۳۵۳)
366	۶ دن یا ۱۳ دن ایک جگہ رہنے والا مسافر ہوگا:	مسئلہ نمبر (۳۵۴)
367	لامرمت کی جگہ ۶ دن قیام کرنے والا مسافر ہوگا یا عجم؟	مسئلہ نمبر (۳۵۵)

368	کیا سفر شری سُنیں پڑھے گا؟	مسئلہ نمبر (۳۵۶)
369	غیر شری سفر کی حیت کرنے والا اگر شری سفر کا ارادہ کر لے تو نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۵۷)
370	شہر کی حد سے باہر نکلنے والا سفر چھٹے ہے گا:	مسئلہ نمبر (۳۵۸)
372	مہیال میں رہنے والا وطن اصلی میں مقیم ہوگا یا سفر؟	مسئلہ نمبر (۳۵۹)
373	مسافر اگر وقت کے بعد گھر پہنچ جائے تو کیا حکم ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۶۰)
374	قوائی کے مختلف فرقی مسافر ہوں گے یا محرم؟	مسئلہ نمبر (۳۶۱)
375	دوران سفر پاک ہونے والی عورت قصر کرے گی یا تمام؟	مسئلہ نمبر (۳۶۲)
375	حالت سفر میں قضاء ہونے والی نماز میں قصر کی جائے گی:	مسئلہ نمبر (۳۶۳)
376	کتاب سے فیصل آبدار دست کے لیے آنے والے کی نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۶۴)
376	کیا جنگل وطن اقامت بن سکتا ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۶۵)
378	دیہات کے مدارس کے طلباء مسافر ہوں گے یا محرم؟	مسئلہ نمبر (۳۶۶)
379	مک سے باہر سفر کرنے والے لیے قصر نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۶۷)
380	مکان کو چھوڑ کر جب لاہور کو وطن اصلی بنالیا تو مکان میں قصر ہوگی:	مسئلہ نمبر (۳۶۸)
381	کیا گھر سے نکلنے والی انسان مسافر شمار ہوگا؟	مسئلہ نمبر (۳۶۹)
382	مسافر اگر بھول کر پوری نماز پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟	مسئلہ نمبر (۳۷۰)
383	قریب اذان سے ہری پور جانے والے کے لیے قصر نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۷۱)
384	مسافر اپنے وطن سے گزرتے ہوئے پوری نماز پڑھ لے گا:	مسئلہ نمبر (۳۷۲)
385	ایک ہی شہر میں اگر ۲۵ دن کی تکمیل ہو تو جب مقیم ہوں گے؟	مسئلہ نمبر (۳۷۳)
386	مذارت کی جگہ پر ایک ہفتہ رہنے والا مسافر شمار ہوگا:	مسئلہ نمبر (۳۷۴)
387	وطن اصلی کو جب مستقل نہ چھوڑا تو اس میں اقامت ہوگا:	مسئلہ نمبر (۳۷۵)
388	قصر اور اقامت میں اقتدار آخری وقت کا ہے:	مسئلہ نمبر (۳۷۶)
389	دست اٹھانے والے ٹرک ڈرائیوروں کے قصر اور اقامت کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۷۷)

390	۵ یا ۱۰ اذان کی اہمیت سے علاحدہ آئے والا مسافر ہوگا:	مسئلہ نمبر (۳۷۸)
391	ہر وقت میں ۵ اذان پڑھا اور کسی رہنے والا پانچ اور میں قصر کرے گا:	مسئلہ نمبر (۳۷۹)
391	جوزا یا پھر مسلسل سفر میں ہو وہ مسلسل قصر کرے گا:	مسئلہ نمبر (۳۸۰)
392	مکی میں قصر ہے یا اتمام؟	مسئلہ نمبر (۳۸۱)
412	شرعی مسافت پر ملازمت کرنے والے کی نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۸۲)
414	وطن اصلی کی رہائش اگر مستقل ترک نہ کی ہو تو نماز کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۸۳)
415	ہوائی جہاز میں نماز چھٹے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۸۴)

الباب الخامس عشر فی صلوٰۃ الجمعة

417	جمعہ النبی:	مسئلہ نمبر (۳۸۵)
418	جمعہ کی شرائط:	مسئلہ نمبر (۳۸۶)
419	گاہوں میں جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۸۷)
420	جمعہ کی اذان اول سے فاتحہ کے تمام ہونے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۸۸)
421	گاہوں میں نماز جمعہ:	مسئلہ نمبر (۳۸۹)
422	ہرم جہاز جمعہ پر ایک شریک کا جواب:	مسئلہ نمبر (۳۹۰)
423	تین سو گھر والے گاہوں میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۹۱)
424	عیق کی نماز سے جہاز جمعہ پر استعمال کا جواب:	مسئلہ نمبر (۳۹۲)
425	مورتوں کی نماز جمعہ میں شرکت کی نایک صورت:	مسئلہ نمبر (۳۹۳)
426	"القصہ فی القصر" گاہوں میں جمعہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں مفصل فتویٰ:	مسئلہ نمبر (۳۹۴)
439	مورت کا نماز جمعہ پڑھنا اور پڑھانا:	مسئلہ نمبر (۳۹۵)
440	باہرہ جمعہ چھوڑ کر غیر پڑھنا:	مسئلہ نمبر (۳۹۶)
442	سونا کاتے والے گاہوں میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۹۷)
442	جمعہ عیدین کے لیے مسلم حاکم کا ضرر ہونا ضروری نہیں:	مسئلہ نمبر (۳۹۸)

443	مسئلہ نمبر (۳۹۹)	گر جاگھڑیں جھوڑا عیدین چھوٹا:
444	مسئلہ نمبر (۴۰۰)	شہر کی مارکیٹ کے ایک کمرے میں نماز جھوڑا کر:
444	مسئلہ نمبر (۴۰۱)	در کشاپ میں نماز جھوڑا:
445	مسئلہ نمبر (۴۰۲)	شہر سے تین کلومیٹر دور قلعہ گری میں نماز جھوڑا:
447	مسئلہ نمبر (۴۰۳)	شہر میں جس جگہ پر گناہ نماز ادا نہ ہو وہاں جھوڑا:
447	مسئلہ نمبر (۴۰۴)	میانوالی کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں نماز جھوڑا:
448	مسئلہ نمبر (۴۰۵)	والہ شہاب خیل میں جھوڑا:
450	مسئلہ نمبر (۴۰۶)	سرحدی حفاظت کے لیے متعین سکاڈ سے گاؤں جھوڑا کر:
451	مسئلہ نمبر (۴۰۷)	نماز جھوڑا کے لیے اقامت کہنا ضروری ہے:
452	مسئلہ نمبر (۴۰۸)	جھوڑے فرض کے بعد چار سنتوں کا ثبوت:
453	مسئلہ نمبر (۴۰۹)	ایک ہزار افراد والی آبادی (سیار) میں جھوڑا:
454	مسئلہ نمبر (۴۱۰)	شہر سے آٹھ کلومیٹر دور گاؤں میں نماز جھوڑا:
455	مسئلہ نمبر (۴۱۱)	آری کے تحت حساس سرکاری ادارے میں نماز جھوڑا:
456	مسئلہ نمبر (۴۱۲)	چند سو آبادی والا علاقہ "ٹنگور" زیر قبضہ بلوچستان میں نماز جھوڑا:
457	مسئلہ نمبر (۴۱۳)	چوسو افراد والی نئی میں نماز جھوڑا:
459	مسئلہ نمبر (۴۱۴)	ایک سو نوے مکانات پر مشتمل گاؤں میں نماز جھوڑا:
460	مسئلہ نمبر (۴۱۵)	چھ کلومیٹر شہر سے دور قلعہ گری میں نماز جھوڑا:
461	مسئلہ نمبر (۴۱۶)	مارکیٹ میں غیر وقف شدہ جگہ میں نماز جھوڑا:
462	مسئلہ نمبر (۴۱۷)	خطیب جھوڑے سے پہلے تہنہ و تحسین چھوٹا:
463	مسئلہ نمبر (۴۱۸)	قریب صغیر میں نماز جھوڑا عیدین جائز نہیں:
464	مسئلہ نمبر (۴۱۹)	قیام جھوڑے کے لیے شہر یا قریب کبیرہ کا ہونا شرط ہے:
466	مسئلہ نمبر (۴۲۰)	اذان جھوڑے کے بعد کھانا چھوٹا:

467	فیئس و اہل قدرت میں نماز جو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۲۱)
468	قریب صلیبہ میں نماز جو جائز نہیں:	مسئلہ نمبر (۳۲۲)
469	دو تین گھرانوں پر مشتمل ایک گاؤں میں نماز جو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۲۳)
470	نماز جو فوت ہو جائے تو طہورہ و طہورہ نماز ظہیر ادا کرے:	مسئلہ نمبر (۳۲۴)
470	مصر جامع کی تعریف اور انھیں اختلاف:	مسئلہ نمبر (۳۲۵)
472	نماز جو کے ہم جواز کی ایک صورت:	مسئلہ نمبر (۳۲۶)
473	جہاں جو جائز نہ ہو وہاں نماز جو ادا نہیں ہوتی بلکہ ظہر واجب الادا ہے:	مسئلہ نمبر (۳۲۷)
475	دوسوکانوں پر مشتمل اڑے دوسرے سے متصل آبادی میں نماز جو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۲۸)
476	شہر سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر سوکانات پر مشتمل گاؤں میں نماز جو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۲۹)
477	قریباً پچیس سو افراد پر مشتمل گاؤں (جیڈی ٹی گروٹ) میں نماز جو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۳۰)
478	جہاں صلوٰۃ جو جائز نہیں وہاں صلوٰۃ جمعیہ بھی جائز نہیں:	مسئلہ نمبر (۳۳۱)
479	نماز جو کے لئے اذان عام شرط ہے:	مسئلہ نمبر (۳۳۲)
480	بلا ضرورت ایک شہر میں کثیر جو مختلف سمت ہے:	مسئلہ نمبر (۳۳۳)
481	سرحدی علاقے بھر اور یہاں میں مذمتی پخت کے جو چھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۳۴)
482	جو کی شرائط چھری نہ ہوں اور مرد و عورتوں سے جو چھایا جاتا ہو تو کیا کیا جائے؟	مسئلہ نمبر (۳۳۵)
483	شہر سے دور تین میل کے فاصلے پر واقع گاؤں میں نماز جو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۳۶)
484	جو کی ادائیگی کے لئے حاکم مجاز (اسدی منج) کا ہونا شرط ہے:	مسئلہ نمبر (۳۳۷)
485	چار جزائر پر مشتمل آبادی میں نماز جو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۳۸)
487	تین سو گروہوں پر مشتمل آبادی میں نماز جو کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۳۹)
488	جہاں شرائط جو پوری نہ ہوں وہاں مسجد قائم میں بھی جو چھوڑ دینا ضروری ہے:	مسئلہ نمبر (۳۴۰)
489	جہاں جو چھنے کی شرائط موجود ہوں اس جگہ کے طلعات میں بھی جو جائز ہے:	مسئلہ نمبر (۳۴۱)
490	تیسری میں نماز جو اور ایک مشقت سے کم و از حد رکعتوں کے لئے مت کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۴۲)

491	مسئلہ نمبر (۳۳۳)	جہاں شراک جہت پائی جائیں وہاں غلام کی اجازت کے باوجود جہت پر نہیں:
492	مسئلہ نمبر (۳۳۴)	چند سو آہ دی والے چھوٹے گاؤں میں نماز جہک کھم:
493	مسئلہ نمبر (۳۳۵)	ایک بزرگ گھروں پر مشعل گاؤں موضع "ہالی سنگ" میں جہک کھم:
494	مسئلہ نمبر (۳۳۶)	دورانِ خطبہ صفا جہت میں پکڑا اور دہ خطبوں کے درمیان بیٹھا:
495	مسئلہ نمبر (۳۳۷)	دو گھروں پر مشعل گاؤں "بھٹوال" میں جہک کھم:
496	مسئلہ نمبر (۳۳۸)	ایک سو پچیس گھروں پر مشعل چھوٹی بستی میں نماز جہک کھم:
497	مسئلہ نمبر (۳۳۹)	پرچن بھڑی وردوئی کی دکان میں صحت جہت کے لئے کافی نہیں:
499	مسئلہ نمبر (۳۴۰)	سرکاری سکول لڑکے کی مشین اور پتھر سڑک صحت جہت کے لئے کافی نہیں ہیں:
500	مسئلہ نمبر (۳۴۱)	قریب صفحہ میں جہت اور عیدین جائز نہیں:
501	مسئلہ نمبر (۳۴۲)	پچی کر (خسٹیل گلی مروت جوں) میں نماز جہک کھم:
502	مسئلہ نمبر (۳۴۳)	شہر گولڈی (خسٹیل گلی مروت) میں نماز جہک کھم:
503	مسئلہ نمبر (۳۴۴)	جہاں عیدوار سے جہت چاری ہوا اور شراک پوری نہ ہوں وہاں صحت اور بصیرت سے فوراً جہت چھوڑ دینا ضروری ہے:
504	مسئلہ نمبر (۳۴۵)	عید اور جہت ایک دن میں جمع ہو جائیں تو جہت کی فرضیت ماقاد نہیں ہوتی:
506	مسئلہ نمبر (۳۴۶)	خطبہ جہت شراک جہت میں سے ہے اور یہ کسی حال میں بھی ساتھ نہیں ہوتا:
507	مسئلہ نمبر (۳۴۷)	پاٹری سکول، ڈاکٹر اور گوشت کی دکان میں موجود ہونے سے جہت جائز نہیں ہوتا:
508	مسئلہ نمبر (۳۴۸)	نماز جہک بدل نماز قہر ہے:
509	مسئلہ نمبر (۳۴۹)	صحت جہت کے لیے امام کے علاوہ تین مقتدیوں کا ہونا شرط ہے:
510	مسئلہ نمبر (۳۵۰)	بڑے قصبے سے ایک گلو بھڑا اور چھوٹے دیہات میں نماز جہک کھم:
511	مسئلہ نمبر (۳۵۱)	جہت دوسری اذان کی شرعی حیثیت:
511	مسئلہ نمبر (۳۵۲)	نماز جہت کی شرائط:
512	مسئلہ نمبر (۳۵۳)	گاؤں "تھروڑ" (خسٹیل قصور) میں نماز جہک کھم:

513	مسئلہ نمبر (۳۶۳) جمعہ کے بارے میں مفتی کفایت اللہ کی ایک عبارت پر اشکال اور اس کا جواب:
515	مسئلہ نمبر (۳۶۵) ”گھوٹی“ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:
516	مسئلہ نمبر (۳۶۶) جمعہ و عیدین کی نماز کا ایک مسئلہ:
516	مسئلہ نمبر (۳۶۷) عورت کا نماز جمعہ و عیدین کے لئے گھر سے دیر نکلتا اور اہمیت کرا:
518	مسئلہ نمبر (۳۶۸) نیک شہر کی کسی مساجد میں نماز جمعہ کا حکم:
519	مسئلہ نمبر (۳۶۹) شہر کے ساتھ غیر متصل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:
520	مسئلہ نمبر (۳۷۰) نماز جمعہ کے بارے میں بعض مسائل:
521	مسئلہ نمبر (۳۷۱) موضع ”چمیل خورہ“ (ضلع کوہستان) میں نماز جمعہ کا حکم:
522	مسئلہ نمبر (۳۷۲) خطبہ جمعہ میں بعض ذکر اٹھ فرض ہے:
523	مسئلہ نمبر (۳۷۳) قریب کیروے متصل ایک ٹل میں جمعہ کا حکم:
524	مسئلہ نمبر (۳۷۴) مہندہ انجمنی کے ایک گاؤں (خوجہ) میں نماز جمعہ کا حکم:
525	مسئلہ نمبر (۳۷۵) گاؤں (جٹوالہ شیرخان) میں نماز جمعہ کا حکم:
526	مسئلہ نمبر (۳۷۶) نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے سہرہ شریف:
527	مسئلہ نمبر (۳۷۷) جنگل کے قریب ایک گاؤں (کنک) میں نماز جمعہ و عیدین کا حکم:
528	مسئلہ نمبر (۳۷۸) کم آبادی والے گاؤں میں دو عین جگہ نماز جمعہ پڑھنا:
529	مسئلہ نمبر (۳۷۹) جس جگہ کھانے پینے کی اشیاء دستیاب ہوں مگر مستحق بارگاہت وہاں جمعہ کا حکم:
530	مسئلہ نمبر (۳۸۰) ایک مسجد میں لکھنؤ دوسری مسجد میں فرض کی نیت سے نماز جمعہ پڑھنا پڑھنا:
531	مسئلہ نمبر (۳۸۱) شہر سے باہر فارم کی چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ کا حکم:
532	مسئلہ نمبر (۳۸۲) کئی سالوں سے چوری نماز جمعہ کا عدم شرائط کی وجہ سے ہندوستان میں شریعت ہے:
533	مسئلہ نمبر (۳۸۳) جمعہ کی دو رکعت فرض ہیں یا واجب؟
534	مسئلہ نمبر (۳۸۴) آبادی سے باہر در سے نماز جمعہ شہر کی مسجد میں مکمل کر:
535	مسئلہ نمبر (۳۸۵) ڈیرہ ہواو بمالی کے انچ پروجیکٹ میں نماز جمعہ کا حکم:

536	سکول یا پھنری اور چندکانوں پر مشعل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۸۶)
537	چند سو پچاس افراد پر مشعل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۸۷)
539	استکلا بہت نماز جمعہ (موضوع میرا عظیم محن خیل لگ سرت خوں):	مسئلہ نمبر (۳۸۸)
540	چھوٹے گاؤں میں اگر پچاس سال سے جمعہ پڑھایا جاتا ہو اس کا کیا حکم ہے:	مسئلہ نمبر (۳۸۹)
542	جمعہ کی پہلی اذان زوال کے فوراً بعد پڑی چاہیے:	مسئلہ نمبر (۳۹۰)
542	نماز جمعہ پڑھانے میں کتنی تاخیر کی گھاٹل ہے:	مسئلہ نمبر (۳۹۱)
544	نماز جمعہ سے باہر ایک دور میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۹۲)
545	خطبہ جمعہ میں کسی بزرگ آدمی کی تعریف کرنا:	مسئلہ نمبر (۳۹۳)
546	جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا:	مسئلہ نمبر (۳۹۴)
547	مقامی ملائکہ کسی گاؤں کو قریب پکیر قرار دیتے اور جمعہ قائم کرنا جبکہ قریب پکیر نہ ہوں:	مسئلہ نمبر (۳۹۵)
547	قریب پکیر کسی کے کہنے سے قریب پکیر نہیں بنتی:	مسئلہ نمبر (۳۹۶)
548	دوران خطبہ چند چیزیں کرنا:	مسئلہ نمبر (۳۹۷)
549	خطبہ جمعہ کے دوران خاموشی دہانے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۹۸)
549	علاقہ ہمزوی میں نماز جمعہ کو قائم کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۳۹۹)
551	جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی رکعات سنت ہیں؟	مسئلہ نمبر (۵۰۰)
552	پانچ سو آبادی والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۰۱)
553	کیا جمعہ سے پہلے والی مشعل کو کدو میں یا بعد والی؟	مسئلہ نمبر (۵۰۲)
554	دھواں گاہ میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۰۳)
555	شہر سے ایک کلومیٹر دور ہستی میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۰۴)
556	مرکزی مسجد کے ہوتے ہوئے پھوٹی مسجد میں نماز جمعہ قائم کرنا:	مسئلہ نمبر (۵۰۵)
556	نوشہال سنگھ میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۰۶)
558	استکلا راضی عظیم مفتی حمید اللہ خان، جلد۱۱، حصہ ۱، عظیم آقا اور نوحہ روزانہ اور:	مسئلہ نمبر (۵۰۷)

562	دو ہزار روای آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۰۸)
563	جہاں جمعہ کی شرائط موجود ہوں اس سے دو گلو میٹر دور ڈیڑھ میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۰۹)
564	جس ٹیکٹری میں چٹائی نہ ہو تو اس میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۱۰)
565	بارہ گھروں والی کھیتی میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۱۱)
566	چک حیدری میں نماز جمعہ چھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۱۲)
567	چائے کی بوندی میں نماز جمعہ چھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۱۳)
569	150 گھروں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۱۳)
569	شہر سے پانچ گلو میٹر دور گھر میں نماز جمعہ چھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۱۵)
570	دو ہزار روای آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۱۶)
571	ذکر کے مرکز میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۱۷)
572	دوران خطبہ اچھ ہاتھ نہ لگنے پر کئے گئے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۱۸)
572	تین سو روای آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۱۹)
573	موضع پکارہ سڑک میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۲۰)
574	بڑی جامع مسجد کے ہوتے ہوئے مارکیٹ میں نماز جمعہ چھنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۲۱)
575	اگر کسی علاقہ میں شرائط جمعہ مفقود ہو جائیں تو جمعہ ادا کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۲۲)
576	گاؤں میں تبدیلی میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۲۳)
576	ساتھ گھروں والے گاؤں میں جمعہ ادا کرنے کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۲۳)
577	سڑک سے سٹھ سو روای آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۲۵)
578	خانوئیل میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۲۶)
579	شہر سے دس گلو میٹر دور دیہات میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۲۷)
581	پانچ روای گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۲۸)
583	موضع محمودہ میں نماز جمعہ کا حکم:	مسئلہ نمبر (۵۲۹)

585	مسئلہ نمبر (۵۳۰)	ایک ہزار کی آبادی والے گاؤں میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
586	مسئلہ نمبر (۵۳۱)	ٹی، تار، پٹی، کھنٹی میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
587	مسئلہ نمبر (۵۳۲)	واضع شاہدوں میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
589	مسئلہ نمبر (۵۳۳)	چھ ہزار والی آبادی میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
591	مسئلہ نمبر (۵۳۴)	گاؤں، پتھراؤ میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
592	مسئلہ نمبر (۵۳۵)	تین چار ہزار آبادی والے قصبہ میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
593	مسئلہ نمبر (۵۳۶)	صداع آباد کوئی میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
594	مسئلہ نمبر (۵۳۷)	جمود کا خطبہ ایک آدمی دے اور نماز دوسرا پڑھ جائے:
595	مسئلہ نمبر (۵۳۸)	جمود جمود اور وجوب جمود کی شرائط:
597	مسئلہ نمبر (۵۳۹)	پانچ سو گھر والی آبادی میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
598	مسئلہ نمبر (۵۴۰)	سوا سھل میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
599	مسئلہ نمبر (۵۴۱)	گاؤں اور قصبہ میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
601	مسئلہ نمبر (۵۴۲)	مراۓ نورنگ کے ساتھ گاؤں میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
602	مسئلہ نمبر (۵۴۳)	مختصر خطبہ پڑھنے سے نماز جمودا کرنے کا حکم:
603	مسئلہ نمبر (۵۴۴)	شہر سے چودھار گھر دور شہر میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
604	مسئلہ نمبر (۵۴۵)	گاؤں و علاقہ گھڑی میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
605	مسئلہ نمبر (۵۴۶)	خانہ خلیل منڈال میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
607	مسئلہ نمبر (۵۴۷)	گاؤں میں کوئی خطبہ کوئی نماز جمودا کرنے کا حکم:
608	مسئلہ نمبر (۵۴۸)	شہر کے قریب چھوٹے گاؤں میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
610	مسئلہ نمبر (۵۴۹)	ارضی کے درمیان بنائی ہوئی آستی میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
611	مسئلہ نمبر (۵۵۰)	بڑے گاؤں سے ۱۵ کلے کے فاصلے پر موجود چھوٹے گاؤں میں نماز جمودا کرنے کا حکم:
612	مسئلہ نمبر (۵۵۱)	چالیس گھروں والے گاؤں میں نماز جمودا کرنے کا حکم:

613	مسئلہ نمبر (۵۵۲)	گاؤں یا سرہاسلامہ میں نماز جمعہ کا حکم:
614	مسئلہ نمبر (۵۵۳)	تخلیفی جماعت میں شرکت کی بناء پر نماز جمعہ کیوں؟
615	مسئلہ نمبر (۵۵۴)	موضع پر یا ذیل تحصیل کی میں نماز جمعہ کا حکم:
618	مسئلہ نمبر (۵۵۵)	ایک سواری گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:
620	مسئلہ نمبر (۵۵۶)	جن کو جمعہ کی نماز نہ ملے اور وہ ظہر و آفتاب میں گئے یا جماعت کے ساتھ؟
621	مسئلہ نمبر (۵۵۷)	آئین کی بلند نگ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:
622	مسئلہ نمبر (۵۵۸)	چھ سو پچاس افراد والی ہستی میں نماز جمعہ کیوں نہیں ہے:
624	مسئلہ نمبر (۵۵۹)	تقریر کے بعد خطیب نمبر پر بیٹھا ہے یا پیچھے اتر جائے؟
625	مسئلہ نمبر (۵۶۰)	شہر سے تین میل دور گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:
626	مسئلہ نمبر (۵۶۱)	شہر سے ۱۳ کھو میٹر دور گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:
628	مسئلہ نمبر (۵۶۲)	گاؤں یا دیہات میں والی میں نماز جمعہ کا حکم:
631	مسئلہ نمبر (۵۶۳)	حویلی گھرانہ والی میں نماز جمعہ کا حکم:
632	مسئلہ نمبر (۵۶۴)	20 گھرانوں پر مشتمل ہستی میں نماز جمعہ کا حکم:
633	مسئلہ نمبر (۵۶۵)	گاؤں یا دیہات میں ہستی پر چاروں طرف سے نماز جمعہ کا حکم:
635	مسئلہ نمبر (۵۶۶)	۱۲ گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:
636	مسئلہ نمبر (۵۶۷)	نماز جمعہ میں تعلیل افضل ہے:
637	مسئلہ نمبر (۵۶۸)	مروٹھی ملتان میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:



عرض مرتب!

اللہ تعالیٰ نے دین کے جو احکامات سرور کائنات ﷺ کے واسطے ہم تک پہنچائے ہیں اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے ان پر عمل کرنا ہمارے لیے لازم و ملزوم ہے۔ وہ مختلف شعبہ جات میں تقسیم ہیں، بعض احکامات کا تعلق انسان کے مفاد کے ساتھ ہے اور بعض احکامات کا تعلق انسان کی عبادات کے ساتھ ہے اور بعض احکامات کا تعلق انسان کے معاملات کے ساتھ ہے اور بعض احکامات کا تعلق انسان کی اخلاقیات کے ساتھ ہے مگر ان و حدیث میں ان تمام احکام کے قواعد و ضوابط اور اصول اور کلیات کو ایضاً بیان کیا گیا ہے، اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان تمام احکامات کی تفصیل اور قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا حل فقہاء کرام نے بڑی محنت، جانفشانی اور خدا وادارہ چھوڑی عرصہ جتنوں کو بردہ کا دلاتے ہوئے اور بڑی ہی عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے ان تمام جزئیات کو اپنی کتب فقہ میں بیان کر کے امت محمدیہ ﷺ پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے، اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت کا راستہ تحقیق کر دیا ہے۔ جس طرح ان کا یہ احسان عوام پر ہے اس سے بڑھ کر یہ احسان آج کے دور کے علماء کرام پر بھی ہے کہ ان کے سامنے جزئیات کا ذخیرہ موجود ہے، مگر فقہاء کرام نے یہ محنت نہ کی ہوئی تو جیسے آج کے دور میں علمی اضطراب بہت زیادہ ہو چکا ہے تو مسائل بتلانے میں اور ان مسائل کا استنباط کرنے میں بہت دقت پیش آتی تھی، اللہ تعالیٰ پوری امت کے تمام فقہاء و محدثین اور مفسرین کو اپنی مثال میں مثال اور مطاف فرمائے (آمین)

اب موجودہ دور کے اعتبار سے دو اصطلاحیں نظر آتی ہیں، ایک یہ کہ علماء عربی کتب سے دور ہو کر اردو کتب کی طرف مائل ہیں جس کی وجہ سے علماء میں عربی و فارسی کی کمی ہوتا جا رہا ہے اور عربی کتابوں کا فہم بھی کم ہوتا جا رہا ہے اس بات کا احتیاط یہ تھا کہ ان فقہ اور فتویٰ کی عربی کتابوں کو اردو میں منتقل کیا جائے یا اردو میں ان مسائل کو جمع کر کے ترتیب دیا جائے تاکہ ان مسائل کو سمجھنے میں اور اس مجموعہ کو امت کے دوسرے افراد تک پہنچانے میں آسانی ہو۔ اس لیے علماء کرام نے بہت ساری عربی کتب کے اردو تراجم کیے، اور مفتیان کرام نے فتویٰ کے باب میں بہت سارے اردو فتاویٰ مرتب فرمائے جن میں لاکھوں مسائل موجود ہیں، اور وہ مسائل امت کی رہنمائی کے لیے چھپ کر منظر عام پر آ گئے ہیں، اور امت مسلمہ ان سے مستفید ہو رہی ہے۔

اور دوسری بات یہ تھی آج کے دور میں ہر آدمی ہر عالم سے اس کی بات کے حوالہ کا طلب گار ہے کہ آپ نے جو بات کی ہے اس کا حوالہ کیا ہے؟ اگرچہ ایک غیر عالم کے لیے ایک مستحق عالم کی بات ہی حوالہ ہے، قطع نظر اس بات

ہے یہ دوسرا بات کا متقاضی ہے کہ عالم کے پاس اپنی ہر بات کا حوالہ موجود ہو تاکہ وہ مکلفین ہوں اور یہ بدگمانی نہ کریں کہ یا اپنی طرف سے ہی کوئی بات کر رہے ہیں۔

الحمد للہ! فتاویٰ "نور شاہ العقیقین" "نور دونوں باتوں کا مجموعہ اور ایک حسین نگاشت ہے۔ جس میں محام کو پیش آمدہ مسائل کا جواب درود میں دیا گیا ہے اور ہر مسئلہ کے ساتھ اس مسئلہ کا خلاصہ اور عربی حوالہ بھی موجود ہے، ہر آدمی کے لیے مسائل سمجھنا بھی آسان ہو گیا اور ہر مسئلہ کا حوالہ اور دلیل بھی ساتھ دے کر دی گئی ہے۔

جس طرح اللہ والوں کا فیضان ان کی زندگی میں جاری ہوتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی ان کا فیضان جاری رہتا ہے، اور فتویٰ کا یہ مجموعہ اس محترم مفتی حید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ کا ایک عظیم علمی فیضان ہے، جس طرح پہلے فقہاء کرام کی کی ہوئی محنت آج تک اس امت کے کام آ رہی ہے اور امت اس سے فائدہ اٹھ رہی ہے، اسی طرح یہ فتاویٰ جو کہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی علمی زندگی کا نچوڑ ہے جس میں مسائل کا بیان بھی ہے اور فقہی اصول اور کلیات کو بھی بیان بھی کیا گیا ہے یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ربی دنیا تک ایک عظیم علمی سرمایہ کے طور پر اہل علم اور محام اس کی دینی، رہنمائی اور علمی پیاس کو بجھا تارے گا۔

فتاویٰ "نور شاہ العقیقین" کی تیسری جلد میں کتاب اصولۃ کے مسائل شروع ہوئے تھے اور اس جلد میں شروع کے پانچ ابواب باب اول تک کے مسائل آ گئے تھے مطلب چوتھی جلد میں باب الحدیث فی اصولۃ سے لے کر باب الحجۃ تک کے مسائل کو ترتیب دے کر نکال کر دیا گیا ہے، مزید یہ کہ اس جلد میں حضرت کے لکھے ہوئے اہم تفصیلی فتاویٰ جلد مثلاً جمعنی اقربنی کا تفصیلی فتویٰ، مثنیٰ میں تصریح ہے یا اتمام؟ کرسی پر لٹاؤ جھنے کا حکم، سارے مضامین میں حرم میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھنے کا حکم وغیرہ تفصیلی فتاویٰ جات کو شامل کتاب کیا گیا ہے (الحمد للہ ذالک) اور کتاب اصولۃ کے جدید مسائل جلد نمبر پانچ میں انشاء اللہ تعالیٰ مکمل ہو جائیں گے، اور وہ جلد بھی مختصر بہ ذریعہ ربی سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ جائے گی۔

اس کتاب میں جو خوبی نظر آئے وہ محض اللہ کے فضل و کرم سے ہے اور جو کمی کو تباہی نظر آئے وہ بندہ کی کم فوجی اور غفلت کا نتیجہ سمجھا جائے، اگر برعکاس کرام اور مفتیان کرام سے گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران مسائل یا کرامت کی کوئی عقلی محسوس کریں یا کسی چیز کو کامل اصلاح سمجھیں تو بندہ کو مطلع فرمائیں، تاکہ اس بعد ازین میں اس کی تصحیح ہو سکے اور مسائل گھر کرامت کے سامنے آ سکیں۔

آخر میں انتہائی مشکور ہوں اپنے تمام اساتذہ اور اکابرین کا خصوصاً جانشین حضرت مفتی اعظم، بیکر اعظم و محبت، ہمد شہقت حضرت اقدس مفتی عارف اللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا جنہوں نے ہر معاملہ میں بھرپور مدد و

اور بہترین رہنمائی فرمائی، واللہ تعالیٰ ان کا سایہ شفقت و حمایت کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم فرمائے اور ہمیں ان کے علوم اور فیضان سے مال مال فرمائے (آمین)۔

اور ان تمام حضرات کا بھی شکور ہوں جنہوں نے اس کمائی کی ترتیب صحیح اور ترجیح پر کام کیا اور تعاون فرمایا، اور کتاب میں دیے گئے عربی حوالوں کو ان کے اصل مراجع سے بڑی جستجو اور جانفشانی سے تلاش کیا، میری مراد مفتی دین محمد صاحب مدرس جامعہ الحمید مفتی محمد راجہ صاحب مدرس جامعہ عربیہ قادیان، بہاولنگر، مفتی محمد امیر سعید صاحب مقصود جامعہ الحمید اور ان کے رفقاء جنہوں نے دن رات ایک کر کے بڑی محنت سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ہم کو مدد و اکمل کیا۔

اور ان تمام حضرات کا بھی شکور ہوں جنہوں نے دیکھا تو قلم فیہ مشغول سے نوازا، واللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنی شانِ ابرجِ جلیل عطا فرمائے، اور استاذی کے اس فیض سے ہم سب کو حکم و مقرر نصیب فرمائے، اور استاذی کے لگائے ہوئے نکلشن کی آبیاری فرمائے اور اس کو دن دگنی اور رات چنگنی ترقی نصیب فرما کر چہارواں تک عالم میں اس کا فیض پہنچائے، اور اس جامعہ کو پورے عالم کے لیے رشد و ہدایت کا عظیم مرکز بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم و علی آلہ واصحابہ و ازواجہ و اتباعہ اجمعین ۔

والسلام

دعاؤں کا طلب نگار

محمد حامد علی نقیسی

یکے از حلقہٴ دانش حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ

غلام احمد صاحب جامعہ الحمید عظیم آباد راجہ پور

۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

﴿الباب السادس في الحدث في الصلاة﴾

دوران نماز وضو ٹوٹنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱): محترم و کرم جناب حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ !

میریانی فرمایا کہ معذرت فرمائی کہ سوال کا جواب عطا فرمائیے کہ ایک شخص اجتماعت فرض نماز ادا کر رہا ہے اور اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ جب ایک شخص نماز جمعہ کی بدعت میں صف اول میں کھڑا ہے اور اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر ایسا واقعہ ہو جائے تو جس طرح سے بھی صفوں سے باہر نکلتا آسانی سے ہو کر وضو کرے۔ اگر جماعت ختم نہ ہوئی ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے اور یہی حکم جو کا بھی ہے۔

”منہا اذا كان مقصديا ان يعود الى الإمام إن لم يكن فرغ الإمام“ ... (الہندیہ :

۹۵/۱)

البدۃ نماز میں بناء کرنے کی چند شرائط فقہاء کرام نے بیان فرمائی ہیں:

- ۱۔ کہ حدث ایسا ہو جو موجب وضو ہو اور اس کا وجود ثابت نہ ہو اور آفات نہ ہو جس سے بعض احتیاطی نہ ہو۔
- ۲۔ محدث کوئی انفرادی وضو کرنے کے لیے کوئی ناپاؤ نہ ہو۔
- ۳۔ نماز کے ممانی کوئی فعل بھی نہ کرے۔
- ۴۔ اگر صاحب ترتیب ہو تو حدث ساری کے بعد فراموش نہ کرے۔
- ۵۔ اگر محدث امام ہے تو وہ اپنے شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کرے جو امتداد امامت کے قائل ہو۔
- ۶۔ اگر محدث مقتدی ہے تو جب تک امام صاحب نماز سے فارغ نہ ہوں بناء کر سکتا ہے امام کے سلام کے بعد نہیں کر سکتا۔ یعنی جہاں سے نماز ٹوٹی تھی وہیں سے آ کر نماز شروع کرے۔

”من سبقه حدث تواضعا وبني كذا هي الكثرة... منها أن يكون الحدث موجبا لوجوبه

ولا يفسد وجوبه وإن يكون سببا لا اختيار للعبد... منها أن ينصرف من مصلحته

حتى لو أدى وكذا مع الحدث لو مكث مكانه فلو ما يؤدى وكذا لفسدت صلاحته ..

منہا ان لا یتظہر حدثہ السابق بعد الحدث السماوی . منہا ان لا یتذکر طائفة بعد الحدث السماوی وهو صاحب ترتیب کذا علی البحر الرائق ومنہا ان کان إماما ان لا یستخلف من لا یتصلح للإمامۃ" ... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/ ۹۳، ۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز وضو ٹوٹ گیا یا جب واپس آیا تو نماز ہو چکی تھی اب کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ پڑھتے ہوئے یا نماز عید پڑھتے ہوئے اگر وضو ٹوٹ جائے یعنی جماعت میں شریک ہونے کے بعد وضو ٹوٹ جائے اور آدمی وضو کرنے کے لیے چلا جائے اور جب واپس جماعت میں شریک ہونے کے لیے آئے تو جماعت ہو گئی ہو تو اپنی نماز جمعہ یا عید پر کیا نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال نماز عید کے فوت ہو جانے کا غلطہ ہو تو اصلی کے لیے قیام کرنا جائز ہے، اہل بیت جمعہ کے لیے قیام کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ جمعہ کا غایت موجود ہے دونوں کے فوت ہو جانے کی صورت میں عید کی نماز بالکلیہ نہیں پڑھ سکتا، اہل بیت جمعہ کی نماز کی جگہ عید کی نماز پڑھ سکتا ہے، کیونکہ عید کی نماز جمعہ کا خفیہ ہے۔

"ولا يجوز للمقتدى ان لم يحفظ ثبوت الصلوة لثبوتها والايحوز ولو احدث احدهما بعد الشروع فيها بالنييم نييم وبني بلا خلاف وكذا بعد الشروع بالوضوء ان يحافظ ذهاب الوقت بالاجماع وان لم يحفظ ذهابه فان كان يروجوا ادراك الامام قبل الفراغ لا يباح له النييم بالاجماع وان لم يروج ادراكه قبل الفراغ نييم وبني عندنا في حيلة وحمد الله تعالى خلافا لهما في كذا في النهاية والاصل ان كل موضع بثبوت هذه الاداء لا الى خلاف فانه يجوز له النييم وما يثبوت الى خلاف لا يجوز له النييم كالجمعة كذا في الجوهرۃ الشيرة" ... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/ ۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز اگر غصہ آجائے تو وضو اور نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نماز باجماعت کے دوران سوچا ہے تو کیا اس کا وضو قرار دیتا ہے یا ٹوٹ ہے یا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ بالا مسئلے میں دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر عینت مستونہ کے ساتھ نماز پڑھے اور غصہ کی وجہ سے اس کی عینت مستونہ میں تغیر نہ آئے تو وضو قرار دے گا۔

(۲) اور اگر عینت مستونہ کے ساتھ نماز نہ پڑھے تو غصہ کی وجہ سے اس کی نماز اور وضو ٹوٹ جائے گا۔

”مستطبة النوم مضطجعا في الصلاة وفي غيرها بلا خلاف بين العلماء وكذا النوم منور كما بان نام على احد وركبه هكذا في البدائع وكذا النوم مستطبا على قفاه هكذا في البحر الرائق ولو نام قاعدا واجعا اليه على عقيقه شبه المنكب لا وضوء عليه وهو الاصح كذلك محيط السرخسي ولو نام مستندا الى مال الزيل عه لسقط ان كانت مقعده زائلة عن الارض نقض بالاجماع وان كانت غير زائلة فالصحيح ان لا ينقض هكذا في التبيين ولا ينقص نوم القائم والقاعد ولو في السرج او المحمل ولا الرامح ولا الساجد مطلقا ان كان في الصلاة وان كان خارجا كذلك الا في السجود فانه يشترط ان يكون على الهيئة المستوية له بان يكون والعاطفة عن المخذية مجالبا عضديه عن جنبه وان سجد على غير هذه الهيئة تنقض وضوءه كذا في البحر الرائق“۔۔۔ (فتاوى الهندية: ۱/۱۴)

”و النوم مضطجعا لو تمكنا او مستندا الى شيء لو ازيل لسقط“۔۔۔ (مختار: ۱/۲۹)

والله اعلم بالصواب

باب السابع فیما یفسد الصلوة وما یکره فیها

عمل قلیل سے سوہاگل فون بند کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۰) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں ساز و مل فون بجتی شروع ہو جائے تو نمازی کیا کرے؟ کیا حالت نماز میں عمل قلیل کے ذریعے سے سوہاگل بند کر سکتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نمازی کو یہ دست اپنائی چاہئے کہ نماز سے پہلے اپنا سوہاگل فون کو بند کر دے یا کم از کم اس کی فون (گھنٹی) ہی کو خاموش (silent) کر دے، اگر اتفاق سے گھنٹی بند کرنا بھول گیا اور دوران نماز فون (گھنٹی) بجنے لگے تو اگر ممکن ہو تو عمل قلیل کے ذریعے (ایک ہاتھ جیب میں ڈال کر) سوہاگل فون کو بند کر دے اس سے نماز میں کوئی خرابی نہ آئے گی مگر سوہاگل بند نہیں کیا اور گھنٹی بجتی رہی تو نماز درست ہو جائے گی لیکن دوسرے نمازیوں کے لیے سخت ناگواری اور خدشہ و حضور میں غلطی کا باعث ہوگی۔

”وإنشأ بالأكمل والشرب إلى أن كل عمل كثير فهو مفسد والنقوا على أن الكثير مفسد والقليل لا أتمكن الاحتراز عن الكثير دون القليل (القولہ) لم يحصلوا فيما يعين الكثرة والقللة على القول أحدھا ما احتراز العامة كمذاقی الخلاصة والحاجة أن كل عمل لا يشك الظاهر أنه ليس في الصلوة فهو كثير وكل عمل يشبه على الظاهر أن عامله في الصلوة فهو قليل قال في البدائع وهذا أصح وتابعه الشارح والوالد الجي وقال في المحيط أنه الأحسن قال المصادر الشهيد أنه الصواب“۔۔۔ (المحرر الرافق: ۳/۱۹۰ ص ۳)

”(قولہ الا لحاجة) كتحك يده لشيء أكله وأضره وسلت عرق يؤلمه ويشغل قلبه“۔۔۔ (رد المحتار: ۳/۷۳ ص ۳)

”و حاصلہ ان کل عمل ہو مفید للمصلی فلا یس بہ اصلہ ماروی ان الیسی یشغله عرق فی صلاۃ فسلط العرق عن جبینہ ای مسحہ لانہ کان یؤذہ لکان مفیداً“۔۔۔ (رد المحتار: ۳/۷۳ ص ۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کیا نماز کو ذکر سوپاگل فون بند کیا جاسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز سائز والی فون بجنی شروع ہو جائے تو نماز کی کیا کرے؟ کیا نماز کو ذکر سوپاگل بند کر دے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

دوران نماز سوپاگل فون کے بجنے سے نمازیوں کے فطوح میں غلط واقع ہونا کوئی ایسا عذر نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے نماز توڑنے کی گنجائش ہو کیونکہ اگر نماز کی کو کوئی ضرورت یا حاجت ہو تو اصلاح مسئلہ کے لیے نماز میں عمل قبیل کی گنجائش ہے اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

”ويذكره ان يطلب بيده الذهب والبرق من الاعمال الحاجة بعمل قليل كذا في المختار خاتمة“.... (المفتية: ۱۰۹/۱)

” (ی) ذکر (کلمہ) ای رفعہ و تولیٰ اب کمشعر کم او ذیل (و عیثہ بہ) ای بغیرہ و جسدہ للہی الا لحاجة ولا یاس بہ“ .. (المرالمختار: ۹۱/۱)

” (قولہ الا لحاجة) کحک ہلہ لشیء کلمہ واضرہ و سلت عرق یؤلمہ و یعمل قلبہ“ (ردالمحتار: ۴۴۳/۱)

”و حاصلہ ان کل عمل ہو مفید للمصلی فلا یاس بہ اصلہ ماروی ان النبی ﷺ عرق فی صلاتہ فسلط العرق عن جیبہ ای مسح لانه کان یؤذہ فکان مفیداً“ .. (ردالمحتار: ۴۴۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز اوپر اوپر دیکھنا اور کپڑے ٹھیک کرنا:

مسئلہ نمبر (۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے دوران زیادہ تر لوگ سر کو اوپر اٹھا کر دیکھتے ہیں اور کپڑے کو باپہ دھیک کرتے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ایسا کرنا مکروہ ہے۔

”يُكْرَهُ لِلْمُصَلِّي أَنْ يَبْعَثَ بِنُفْسِهِ أَوْ جَسَدِهِ أَوْ أَنْ يَكْثُرَ ثَوْبُهُ بَلَنْ يَرْفَعُ ثَوْبَهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ أَوْ مِنْ خَلْفِهِ إِذَا تَرَادَّ السُّجُودُ، كَذَلِكَ مَعَ مِرَاحِ الثَّوْبِ“۔۔۔
(التهذيب: ۱/۵۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شیعوں سے حریم محراب میں امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے متعلق کہ محراب میں شیعہ کی چھوٹی چھوٹی گھریں کو جو ذکر، راقش و زیچائش کی جاتی ہے، اور یہ چھوٹے چھوٹے شیعہ کے گھر کے امام صاحب اور معتدلوں کے اکیال کا کھس جاتے ہیں اس طرح امام کے سامنے کئی اکیال تصویریں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اس طرح نماز میں غفلت نہیں ہوگا امام صاحب اور نمازیوں کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

محراب میں آرائش و زیچائش کے لیے لگے ہوئے شیعہ میں اگر امام اور معتدلوں کا کھس نظر آئے اور وہ اس طرف متوجہ ہو اور شروع صلوٰۃ فوت ہو جائے تو اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

”وَيُكْرَهُ بِحَضْرَةِ كُلِّ (مُتَابِعِلِ الْبَالِ) كَوَيْمَةِ (و) بِحَضْرَةِ مَاتِيْعِلِ بِالْعَشْوَعِ“۔۔۔ (حاشية الطحطاوى: ۳۶۰)

”وَلَا يَأْسُ بِنَفْسِهِ عَمَلًا مَحْرَبًا“ لِمَا فِيهِ يَكْرَهُ لِمَا فِيهِ يَلْهِي الْمُصَلِّيَ الْخ“۔۔۔ (الترغيب المحظر على الروا: ۱/۵۸۶)

”وَمَحَلُّ الْأَعْيَالِ فِي هَيْئَةِ نَقْشِ الْمَحْرَبِ أَمَّا نَفْسُهُ فَيُكْرَهُ لِمَا فِيهِ يَلْهِي الْمُصَلِّيَ كَمَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ وَغَيْرِهِ“۔۔۔ (المعجم الوافي: ۲/۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں عمل کی شرح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام صاحب دوران نماز اپنے

معمول کے مطابق صرف ایک رکن میں جسم پر تین مرتبہ غارش کرے، چہ چنگھان کو غارش کا مرض نہ ہو تو نماز کی جماعت اور انگی درست ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں محل کثیر سے نماز قاسد ہو جاتی ہے، محل کثیر کی علامہ شائی نے پانچ توضیحات بیان کی ہیں ان میں سے ان کے بارے میں یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کو کوئی دوسرا کہنے والا یقین کے ساتھ یہ کہے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا بلکہ اس صورت میں اگر امام صاحب کی حالت کو اس اصول سے دیکھا جائے گا کہ اگر ان کے اس فعل کی وجہ سے کوئی دوسرا شخص ان کو یقین کے ساتھ نہ رنج الزما تصور کرتا ہو تو نماز قاسد ہے اور اگر یہ شخص نماز قاسد نہیں ہے۔

”ويفسدها كل عمل كبير ليس من افعالها ولا اصلاحها وفيه احوال خمسة: احدها ما لا يشك بسببه الناظر من بعدلى فاعلم انه ليس فيها ان شك انه فيها ام لا فقليل (ففيه وفيه احوال خمسة احدها ما لا يشك) صححه في البدائع وتابعه التزيلى والوالى الحى وفى المحيط انه الاحسن وقال الصنائع الشهداته الصواب وفى الخانية والخلاصة انه اختيار العامة“۔۔۔
(الفرع مع الرد: ۱/ ۳۶۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز کے دوران کھلی کرت:

مسئلہ نمبر (۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام صاحب دوران نماز اپنے معمول کے مطابق صرف ایک رکن میں جسم پر تین مرتبہ غارش کریں، چہ چنگھان کو غارش کا مرض نہ ہو تو نماز جماعت کی اور انگی درست ہو جائے گی یا نہیں؟

۲۔ کئی افراد نماز جماعت میں جمعہ اور کرتے ہیں جب دائیں طرف سلام پھیرتے ہیں تو ابھی طرح نماز میں کو پچھاتے ہیں پھر، کئی طرف بھی جکی سوا لہٹیں آتا ہے، یہ بندہ کی نماز کو کس حال میں داخل کرتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں ایک ہی رکن میں بغیر ہذر کے تین دلوں کا تاریکی کرنے سے نماز کا سدود جائے گی۔
ہذا نماز باجماعت کی ادائیگی درست نہ ہوگی۔

۲۔ سلام بخیر جتہ اتی تاخیر کرنا کہ ایک نظر سے لوگوں کو پہچان لے تو کوئی حرج نہیں ہے البتہ زیادہ تاخیر کرنا مناسب نہیں ہے۔

”قوله كالحر كات الثلاثة المعويات كثير حتى لو روح على نفسه بروحة ثلاث مرات أو حرك موضعين جسده كذلك أو رمى ثلاثة أحجار أو نفع ثلاث شعرات لغير كفاية على الولاء فسدت صلاته وإن فصل لا تفسدون كثير بوفى الصلاة وإن حرك ثلاثي ركن واحد فسد صلاته إذا رفع يده في كل مرة والألأ تفسد لأنه حرك واحد“..... (الطحاوی: ۱/۳۲۳) (والمحیط: ۱/۱۶۵)

”الثالث: الحركات الثلاث المصوية كثير والأقليل“..... (رد المحتار: ۱/۳۶۲)

”قولہ ولفظ السلام۔۔۔۔۔ وفی قولہ لفظ السلام إشارة إلى أن الالتفات به بمسار یا ساریس یوجب وإتمامه على ما یأتی فی الزاواج السلام فقط دون علیکم“..... (البحر الرائق: ۱/۵۲۵)

”وفی المسجی ولم یذكر قبل ما یحول به وجهه وقدر وفی حديث ابن مسعود أنه علیه السلام كان یسلم عن یمیه حتی یری یمین عنده الأيمن وعن یساره حتی یری یمین عنده الأيسر“..... (أبضا: ۱/۵۸۰)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں فتح دینے والے اور لینے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰): کیا نماز ہے جہاں میں کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام نماز جو پڑھا رہا ہے ایک بڑی آیت پڑھ رہا ہے دوسری آیت کے آخری الفاظ کے لیے امام نے جھک کر کیا تو مستثنیٰ نے اتر دیا اور امام نے اتر لے لیا

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ظن فحیح کی نماز میں واقع ہوا یا امام کی نماز میں؟ یا سب کی نماز یا محض ظن و اعادة ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرتفعہ میں شقاق کی نماز فسد ہوئی ہے اور نہ امام کی نماز۔

"والصحيح أنها لا تفسد صلاة الفاتح بكل حال ولا صلاة الإمام لو انحله عنه علي

الصحيح هكذا في الكافي" (الهندية: ٩٩/١)

"بخلاف فتحه عنى امامه لانه لا يفسد مطلقا الفاتح وأخذ بكل حال قوله بكل

حال أى سواء قرأ الإمام قدر ما يجوز به الصلاة أم لا انتقل إلى آية أخرى أم

لا تذكر الفتح أم لا هو الأصح فهو" . . (المرو مع الرد: ٣٦٠/١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مساجد میں رکھی گئی فوجوں میں نماز پڑھنے کا حکم:

مطلب نمبر (۱۱): کیا فرماتے ہیں مستفیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی فوجیاں پہنچی درست ہیں یا اس

میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؟ مسجد میں فوجیاں رکھ کر درست ہیں یا غلط؟ مزید یہ کہ اگر ایک مسجد کی فوجی اٹھا کر دوسری مسجد

میں ثواب کی نیت سے رکھ دیں کیا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز کے بے عمدہ لباس ہونا چاہیے، قرآن تعالیٰ: "عَلِمُوا أَن يَنْصَلُّكُمْ عَنِ ذَٰلِكَ مَجْلِدٌ" (سورۃ اعراف)

اور ایسا لباس بڑی تقریبات وغیرہ میں بہکن کر جانا مقبوض سمجھا جاتا ہے اور اس میں نماز مکروہ ہے، بناء بریں ان فوجیوں کا

استعمال بھی مکروہ ہوگا، اہل بیت اگر عموماً ہوں تو کراہت نہ ہوگی اور جس مسجد کی جیں ای میں ان کو استعمال کیا جاسکتا ہے

دوسری مسجد میں ان کو رکھنا درست نہیں ہے۔

"(و کبرہ تنالہ . .) (و صلواتہ) (فی ثیاب البذلۃ) (و ہی ما یلبس فی طبیعت

ولا ینادھب بہا الی انکابر" . . (فتاویٰ الحکام: ٣٥٥/١ ج ٣)

"وروی عن عمر و رضی اللہ عنہ انه رأى رجلاً فعل ذلک فکان اراہیک

لو كنت ارسلتك الى بعض الناس اكتب لهم في كتابك هذه فقال لا فقال

عمر (رضي الله عنه بالله اسحق ان يتبين له...) (الميجر: ۶۸/۳) (ب)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز کے دو جہدوں میں سے ایک جہد چھوڑ دیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نماز میں دو جہدوں میں سے ایک جہد چھوڑ دیا یا دوسری رکعت میں وہ چھوڑا ہوا جہد بھی کر لیا تو اب ایک رکعت میں تین جہدے کیے تو اس حالت میں جہد بھرا کرنے سے نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اس صورت میں جہد بھرا کر لیا تو نماز ہو جائے گی۔

"مصلی الاربع الاربع راسه عن الركوع من الركعة الثالثة فذكر انه

ثم يسجد في الثانية الاسجد واحدة فانه يسجد تلك السجدة ثم يشهد

لثانية ثم يسجد للثالثة مسجدين ثم يتم صلاته لان عوده الى السجدة

المحترمة لا يوطئ الركوع ويلزم السهو لانه اخر السجدة في الركعة الثانية

عن محلها"۔۔۔ (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۴۶)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بڑے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳): محترمہ کرم حضرت مفتی حیدر اللہ بن صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته!

ہماری مسجد میں ایک مسئلہ پیش ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سوئی گیس کا بیڑ جہد کی جگہ نہیں ہونا چاہیئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ شرط غنیہ دینی آگ نہیں ہے تو صرف سردیوں میں کرہ گرم کرنے کے لیے سٹے بیڑ لگائے ہیں، بعض دلو نمازیوں میں غلط بھی ہو جاتا ہے کہ نماز میں اکثر مشابہت کے خیالات آتے رہتے ہیں مگر ابھی تک صحیح

صورتِ حاملِ معلوم نہیں ہو رہی کہ اس طرح کرنے سے نماز ہو جاتی ہے کہ نہیں؟ اس مسئلہ کا کل قرآن اور سنت کی روشنی میں دیکھ کر اسے حل کیا جائے گا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے، آمین۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورتِ مسئولہ میں گیس وغیرہ کے بیفر سامنے رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جبکہ عیدۃ النحر کی وجہ سے واضح رہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کی عبارت دونوں قسم کی ہیں۔

”ومن توجه إلى صلواته إلى نور فيه نار توفد أو كانوا في نار يكره ولو توجه إلى السبيل أو إلى سراج لم يكره كذا في المحيط السرخسي وهو الأصح كذا في عزالة الفتاوى“.... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۰۸)

”ان بعضهم قال تکرہ الی شمع أو سراج كما لو كان بين يديه كانوا في نار يكره أو نار موقدة أو ظاهرة أن الكراهة في الموقدة متفق عليها كما في المحبر كامل“.... (رد المحتار: ۱/۴۸۴)

”قوله وظاهره ان المراد بالموقدة الخ نعم ظاهره ذلك ولكن ظاهره ايضا ان عدم الكراهية ليهما قول ضعيف ومالي العناية لا يقتضي انها متفق عليها بل يصح التشبه على جعل الكراهة على القول المعتمد“.... (تقريرات والقي: ۱/۸۵)

”وصار كما اذا صلى إلى شمع أو سراج على ما قالوا (قوله على ما قالوا) يشعر بالخلاف وقيل يكره والصحيح الاول لانهم لا يبعدونه بل انصرام جمر أو نار الخ“.... (فتح القدیر: ۱/۳۶۳)

”وذكر الامام الحرمي وأختلف فيمن صلى وبين يديه شمع أو سراج فقبل يكره كما لو كان بين يديه كانوا في جمر أو نار موقدة والصحيح انه لا يكره لان السراج أو الشمع لا يبعد احد عن ظهر الدين الاصل ان كل ما يقع تشبها بهم لهما يعممونه يكره الاستقبال في الصلوات له وهم يبعدون الجمر يبعدون الضرام لان الاستقبال إلى الضرام يكره لانه لا يملك عن

الجمر وقاٹوا ايضا يذكرو الصلوة الى تورد مطوح الراس فيه ناراً - (الكفاية

على المنهج القدير : ۱/۳۶۳)

داخل رہے کہ حمرہ کے بارے میں جو مخصوص قصود عرفہ م کی وجہ سے قائم ہے یہ یہاں گنج نہیں ہے، کیونکہ جو بھی چیز آگ کی وجہ سے سرخ ہو کر آگ کا کام دینے لگ جاتی ہے وہی حکماً حمرہ ہے چاہے اس کا مادہ کوئلہ ہو یا لہو یا ہوا، نیز جب ایک چیز کے بارے میں کراہت واجبہ میں تردد ہو تو ترجیح کراہت کو ہوتی ہے، اس لیے کہ مباح کو چھوڑنا مکروہ کے مرتکب ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔

”الشيء اظهر دنيين الاباحة والمكروهة ترجيح المكروهة لان ترك المباح اولي

واسحق من ارتكاب المكروه“

نیز واضح رہے کہ جب تک کفار کی وجہ سے کراہت بھی کراہت تحریمی ہے، جیسا کہ علامہ انور شاہ اعظمی رحمہ اللہ سے بول چال کی بحث میں صاف بخوبی معارف السنن: ۱/۱۰۶، نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

”ثم ان البول قاتما وان كانت فيه رخصة والمنع للناذية لا للتحريم كما قاله

الترمذي ولكن اليوم الفتوى على تحريمه نولي حيث اصبح شعار المعبر

المسكين من الكفار واعلى الادب ان الباطلة“

بیشک واضح اور درجہ بالا پر قیاس کرنا گنج نہیں ہے، سابقہ عبارات سے فرق واضح معلوم ہو رہا ہے، لہذا تقاضی عبارات اور تردیدیں کر لیتے، اگر ہم دلائل کی وجہ سے اصولی طور پر عدم حجاز کا فتویٰ حق یا قطعی ہے، لہذا بظہر سانے رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مرد و عورت کا بیدار کھڑے ہو کر چننا چنانچہ نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنی کسی عزم و عہد کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے جبکہ نماز اپنی اپنی پڑھ رہے ہوں نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مرد و عورت اگر نماز اپنی اپنی پڑھ رہے ہوں تو نماز فاسد تو نہیں، اہل بیت مکروہ ہوگی۔

”لمحاذاة المصلية لمصل ليس في صلاحها مكر وهذه لا مفيد لفتح“۔ (ترجمہ)

رد المحتار: ۱/۳۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں دفع دوسرے کے لیے متفقہ پر حجت:

مسئلہ نمبر (۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نماز کے اندر دوسرے سے جان چھڑانے کے لیے نمازی آدمی ”سبحر اللہ“ وغیرہ چھ لے تو کیا نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر دوسرا سورۃ غرت کے متعلق ہو تو مستفقہ رکعت کی وجہ سے نماز قاسم نہ ہوگی اور اگر دوسرا سورۃ بقرہ کے متعلق ہو تو نماز قاسم نہ ہوگی۔

”المصلى اذا مومنه الشيطان فذل (لا حول ولا قوة الا بالله) ان كان ذلك

في امر الاخرة لا يفسد صلاته وان كان في امر الدنيا يفسد صلاته“۔

(التارغیة: ۱/۳۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز صراط کرنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے دوران کوئی شخص صراط کرے تو کیا اس عمل سے نمازی کی نماز قاسم ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر نمازی نے نماز کے دوران کسی سے صراط کر لیا تو اس سے نماز قاسم نہ ہو جائے گی۔

”ويستبصر بالسلام بلسانه ونوره، اور بالسلام بالمصاحفة لانه كلام

محي“۔۔ (حاشیۃ المحیطی علی مراغی الفلاح: ۳۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تصویر والا کپڑا پہنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر تصویر سامنے لگی ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

تصویر نماز کے سامنے لگا نہیں لگی ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہے نیز تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

”وینكره ان يصلیٰ و بین یدیه او فوق رأسه او علیٰ یمنیه او علیٰ یساره او علیٰ لولیه

تصاویر“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۰۷)

”وینكره ان یكون فوق رأسه او خلفه او بین یدیه او یحاذیہ صورة حیوان لانه

یشبه عباده انما و الله كما راعی امامہ ثم فوقه ثم یمنیه ثم یساره ثم خلفه“۔۔

(حاشیہ الطحطاوی علی مرقاۃ المفاتیح: ۳۶۴)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جس کمرے میں تصاویر لگی ہوئی ہوں وہاں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) کیا ایسے کمرہ میں جہاں جانوروں کی ماسٹانوں کی تصویریں یا درختوں دریاؤں وغیرہ کی تصویریں لگی ہوئی ہوں وہاں نماز ادا ہو سکتی ہے؟

(۲) کیا نماز کی نیت دل میں کر لینا کافی ہے یا زبان سے بھی ادا کرنا ضروری ہے؟

(۳) کچھ لوگ سنت نماز کے بعد نماز پڑھتے ہیں اور فرض نماز کے بعد نماز نہیں پڑھتے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) صورت مسئلہ میں جس کمرے کے اندر جاندار کی تصویر لگی ہوئی ہو چاہے لوح ہو یا سیٹھ ہو سامنے ہو، دائیں ہو یا بائیں ہو تو اس کمرے کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے، غیر جاندار کی تصویر کا کوئی حرج نہیں ہے مگر سیٹھیں وغیرہ۔
- (۲) نماز کی نیت دل میں کر لینا کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں۔

(۳) ہر نماز کے بعد دعا کرنا چاہے فرض ہو یا نفل مرغوب و مطلوب فی الشریعہ ہے البتہ اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعا کرنی چاہیئے اور انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعا کرنی چاہیئے۔

(۱) ”وَلَيْسَ ثَوْبٌ فِيهِ تَعَالِيلٌ ذِي رُوحٍ وَإِنْ يَكُونُ فَوْقَ رَأْسِهِ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ بِحِذَائِهِ يَمِينُهُ أَوْ سِمَةٌ أَوْ مَحَلٌ مَسْجُودٌ (وقوله وليس ثوب فيه تعاليل)..... والتعاليل خاص بمشال ذي الروح وماتى ان غير ذي الروح لا يذكره قال الفهستاني وفيه اشعار بأنه لا يذكره صورة الرأس وفيه خلاف كما في اتخاذها كذا في المحيط قال في البحر وفي الخلاصة وتكره التصاویر علی الثوب صلی فیہ اولا انتهى وهذه التكرهات تحریمية“۔ (درمع الرذ: ۱/۳۷۹)

”ويكره ان يصلی وبين يديه او فوق رأسه او على يمينه او على يساره او على ثوبه تصاویر“۔ (فتاویٰ خانیا علی هامش الہندیہ: ۱/۱۱۹)

(۲) ”المعتبر في النية عمل القلب ولا يشترط التلفظ عندنا“..... (فتاویٰ سر اجیہ: ۶۱)

”اما اصلها ان يقصد بقلبه فان قصد بقلبه وذكر بلسانه كان الفضل“..... (مخانیہ علی هامش الہندیہ: ۱/۸۰)

”والحق انهم انما ذكروا العلم بالقلب لافادة ان النية انما هي عمل القلب وانه لا يعتبر باللسان“۔ (نہج الرائق: ۱/۳۸۲)

(۳) ”تم يدعوا بحاجته لقوله تعالى (فاذا فرغت فانصب) والى ربك فارغب) قيل معناه اذا فرغت من الصلاة فانصب للدعاء ورجع الى الله تعالى بالاستجابة وكان رسول الله في اخر صلاته يدعو ذبالته من المعفر والمائم ومن فتنة المتحيا والممات“۔ (مسودہ السرخسی: ۱/۱۲۴)

”وعن أبي امامة قال قيل يا رسول الله اني الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخير ودير الصلوات المكتوبات“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۳/۴۳)

”وعن عقبه بن عامر قال امرني رسول الله ﷺ ان اركع بالعمودات في دير كل صلاته“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۳/۴۴)

"من قال دبر كل صلاة سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين ثلاث مرات فقد اكتمل بالجرب الاولى من الاجر"۔۔۔ (کنز العمال : ۲/۶۰)

"یہاں سلیم اذامیلتی المکتوبہ لقولی سبحان اللہ عشرًا واللہ اکبر عشرًا والحمد لله عشرًا لم یلی ما شئت فانه یقول لک نعم ثلاث مرات "۔۔۔ (کنز العمال : ۲/۶۰)

"الا اعلمکم شیء یدرکون بہ من سفکم ویسبون بہ من بعدکم ولا یكون احد الغفل منکم الا من صبح مثل ما صبحتم تسبحون وتکبرون وتحمدون فی دبر کل صلاتہ ثلاثا وثلاثین مرة "۔۔۔ (کنز العمال : ۲/۵۷)

"وعن ثوبان رضى الله عنه قال كان رسول الله ﷺ اذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا وقال اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام"۔۔۔ (مرآة المفاتيح ۳/۳۵)

"من صلى فريضة لله دعوة مستجابة ومن حسم القرآن لله دعوة مستجابة"۔۔۔ (کنز العمال : ۲/۳۴)

"عن ابي موسى الاشعري رضى الله عنه دعا النبي ﷺ بماء فتوضا لم رفع يديه فقال اللهم اغفر لعبيدين همار ورايت يابض ابطيه فقال اللهم اجعله يوم القيامة فوق كثير من خلقك من الناس "۔۔۔ (طبقات الباقى : ۶/۲۳۷)

"ثم يدعون لانفسهم والمسلمين بالادعية الماثورة الجامعة لقول ابي امامة ليل يارسول الله اى الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخير ودبر الصلوات المكتوبات ولقوله ﷺ واللہ انی لا احک او صبحک بامعاذ لا تدعن دبر کل صلوة ان تقول اللهم اعنى ذكرك وشكرك وحسن عبادتك "۔۔۔ (مرآة الفلاح : ۷۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

دوران نماز فون کی گھنٹی بج جائے تو بند کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نماز چھو رہا ہے اور دوران نماز فون کی گھنٹی بج رہی ہے تو کیا وہ فون کی جیب سے نکال کر بند کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ نماز سے قبل موبائل فون کو ضرور بند کرنا چاہئے بصورت دیگر دوران نماز اگر گھنٹی بج جائے تو موبائل فون کو ٹیبلٹ سے بند کر دیں۔

”ويفسدھا کل عمل کثیر یس من اعمالھا ولا اصلاحھا ولیہ احوال حمصہ
اصحھا ملائشک بسببہ النطر من بعد فی فاعله انه یس لیہا وان شک انه
لیہا ام لا لقلیل“۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۴۶۱)

”العمل الکثیر یفسد الصلوٰۃ والقلیل لا کذا فی محیط السرخسی وایختلوا
فی الفاصل بیتھا علی ثلاثة اقوال الاول ان ما یقام بالمدین عاده کثیر وان
فعله ید واحصہ۔ قلیل وان فعل یدین کنزع القمص وحل السراویل
ولیس الفلسوفه ونزعها ونزع اللجام هكذا فی التبین وکل ما یقام ید
واحصلہویسر عالم بکثر“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۰۴، ۱۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز موبائل فون کو بند کرنے کے احکام:

مسئلہ نمبر (۲۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جماعت میں شریک نمازی کی فون بجتی ہے فون مارا جائے یا کاٹا جائے اور موبائل کی جیب سے کاٹا جائے اور آف والا ٹیبلٹ سے دیکھ کر بند کرتا ہے تو کیا نماز ٹوٹی یا نہیں؟

دوسرا شخص جیب کے اوپر سے ہی بلیئر دیکھے یا شخص کوئی موبائل آف کرنے کے لیے داتا ہے نماز ٹوٹی

یا نہیں؟

تیسرا شخص جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے اپنی انگلیوں سے آف ٹیبلٹ کا اندازہ لگا داتا ہے اور آف کر داتا ہے نماز ٹوٹی

یا نہیں؟

ایک شخص عداوت والی نون پانچ بغیر ساز کے لگا تا ہے نماز میں پانچ منٹ تک یہی کیفیت راقی ہے، تو کیا نماز ٹوٹی یا نہیں؟

چوتھے شخص کے موہاں میں ساز لگانے یا شریعت کے خلاف نونیں چار منٹ تک نماز میں یہی کیفیت راقی ہے تو کیا نماز ٹوٹی یا نہیں؟

جماعت کی نماز اور ظہرو کی نماز میں موہاں بند کرنے کے احکامات میں کوئی فرق ہے؟
مسجد میں موہاں کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر ایک شخص بیٹھ مسجد میں رہتا ہے اسکا کاف وغیرہ میں تو کیا وہ موہاں استعمال کر سکتا ہے؟

اگر نون شریعت کے خلاف نہ ہو تو تبلیغی حضرات کے لیے مسجد میں موہاں کا استعمال کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) نماز سے قبل موہاں بند کرو، چاہے یہ اس کی آواز بند کر دیتی چاہے نہ ہو اگر کسی وجہ سے موہاں کی گھنٹی بند کرنا بھول جائیں تو دوران نماز قبل کیل کے اسیے سے بند کر لیا جائے، لہذا صرف یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ دوران نماز حجب میں ہاتھ ڈال کر کسی بھی نون کو بند کر دیا جائے اور باقی نون تمام صورتوں سے بچا جائے جو کہ سوال میں مذکور ہیں کیونکہ ان سے عمل کثیر لازم آتا ہے، واضح رہے کہ موہاں کی گھنٹی اگر کسی گانے یا کسی موسیقی پر مشتمل ہو تو چونکہ اس کا منہ ایسے بھی حرام ہے اس لیے ایسی نون لگانا ناجائز نہیں ہے، اور قرآنی آیات اور فقہی اشعار کی صورت میں نون رکھنا اس لیے درست نہیں ہے کہ بیان کی غلطی کے خلاف ہے۔

(۲) مسجد میں ضرورت کی بنا پر موہاں نہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۳) محکمہ کی ضرورت نہ ہونے پر مسجد میں موہاں کے ذریعہ ضروری بات کرنے کی اجازت ہے۔

”ومثلہ ما لو شمر اللوحۃ لم یعمل لافراک الرکعة مع الامام واذا دخل فی الصلاة کذلک والصلوات لکراۃ لعل الافضل ارجاء کعبہ فیہا یعمل للیل او تر کھما لم ارہ والاظہر الاول بدلیل قوۃ الاثنی ولو سقطت للسنوۃ فاعادتها الفضل فامل هذا“۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۳۷۳)

”القول الثانی ان ما یعمل عادة بالینین کثیر وان عمل بواحدہ کالتعمم وهذا سر اول وما عمل بواحدہ قلب وان عمل بہما کحل السراویل ونس

القلسوة وترعها الا اذا تكررت للاعتقالية وضعفه في البحر بانه قاصر عن العبادة

ملا يميل باليد كالمنضغ والقبيل "۔۔۔ (النور المختار: ۲۶۴/۱)

"قال ابن مسعود صوت النور والفاء يثبت التفاق في القلب كما يثبت الفاء

الثبات "۔۔۔ (النور على هامش الرد: ۲۳۵/۵)

"ويكره تحريما صحت ان اعتقده قرية والا لاحتديث من صحت تحريمها يجب

ان الصمت كما في الغرر الاذا كان عن شر لحدث وحم الله امرأ تكلم فغم

اوسكت فسم وتكلم الاخير وهو ما لا تم فيه ومنه المباح عند الحاجة اليه

لا عند عدمها وهو محمل ما في الفتح انه مكروه في المسجد باكل الحسنة

كما ان اكل النار الحطب كما حقه في النهر "۔۔۔ (النور على هامش الرد:

۲/۱۳۷)

"فلا ينبغي له ان يشغل بامر الدنيا بمر"۔۔۔ (فتاوى شامی: ۲/۱۳۶)

"وقد كرهوا والله اعلم ونحوه لاعلام حسم الدرس حين

يقرو "۔۔۔ (النور المختار على هامش رد المحتار: ۳۰۶/۵)

"قوله لاعلام حسم الدرس اما لانهم يكن اعلاما بانتهاءه لا يكره لانه

ذكره في موضعين بخلاف الاول لانه استعمله آلة للاعلام ونحوه اذا قال الداعل

بذلك مثلا لعدم الجلس بجمعه ليهيئ له محلا يوقروه واذ قال الحارس

لان الله الا الله ونحوه يعلم باستيفائه فلم يكن المقصود الذكر اما اذا جمع

القصد ان يعتبر الغالب كما اعتبر في نظائره "۔۔۔ (فتاوى شامی: ۲/۳۰۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز جیب میں ہاتھ ڈال کر سواہل بند کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (n): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مشائخ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز جیب

میں سواہل فون موجود ہے اس کو نماز کی حالت میں جیب میں ہاتھ ڈال کر آف کر سکتے ہیں۔ یا اس کی گھنٹی بج جائے

تو اس کو دوران نماز جیب میں ہاتھ ڈال کر اس کو بند کر سکتے ہیں؟ جواب مرحمت فرما کر عرض اللہ بخیر ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر اس طریق سے سوہاگل فوان بند کیا جائے کہ باہر سے آنے والا شخص اس کو نماز سے خارج نہ کرے تو نماز قاسمہ ہوگی یعنی محل لیل کے ساتھ بند کر دینا چاہئے۔

"ويفسد بها العمل الكثير لا القليل والفصل بينهما ان الكثير هو الذي لا يشك الناظر لفاعله انه ليس في الصلاة وان الشبهة لغيره لليل على الاصح وقيل في تفسيره غير هذا كانه ركعات الثلاث المعويات كثير ودونها قليل قوله هو الذي لا يشك الناظر الخ قال ابن امير حاج والمراد من الناظر من لا علم له بكونه في الصلاة والالتمن المعلوم انه لو شاهد شروع انسان في الصلاة لم راي منه ما يوجبها كان تناول منقوشا وروح راسه او لحيته مرات معويات لانه يفسد جميعا انتفاع التيقن بانه ليس في الصلاة" - (طحاوای علی مرآی الفلاح: ۳۲۲، ۳۳۳)

"ويفسد بها كل عمل كثير ليس من اعمالها ولا لاصلاحها وفيه قولان خمسة اصحها ما لا يشك بسببه الناظر من بعيد في فاعله انه ليس ليلها وان شك انه ليلها ام لا القليل لكنه يشك بمسئلة المس والتقبل لتمام (قوله وفيه قولان خمسة اصحها ما لا يشك الخ) صححه في التذائع وتابعه الزيلعي والبولواحي وفي المحيط انه الاحسن وقال الصدر الشهيد انه الصواب وفي الخاتبة والخلاصة انه اخبار العامة وقال في المحيط وغيره رواه النجاشي عن اصحابنا حلية . القول الثاني ان ما يعمل عادة باليدين كثير وان عمل بواحدة كالتعميم وشال السراويل وما عمل بواحدة للليل وان عمل بهما كحل السراويل ونس القفلسوة ونزعها الا اذا تكررت فلا معوية وضبطه في البحر بانه قصير عن افادة ما لا يعمل باليد كالمضغ والقبيل . الثالث الحر كرات المعوية كثير والالليل . الرابع ما يكون مقصود التفاعل بان يردد له مجلسا على حدة قال في الصارح حلية وهذا القائل يستدل بامرة فاصلة فلمسها زوجها او قبلها بشهوة او مضى صبي ليلها وخرج اللبن ففسد صلاحها بالحامس الشخص في راي المصنف لان استكره فكثير والالليل قال القهستاني وهو شامل للكل

والقرب الی قول ابی حنیفۃ قال لانه لم یقدر فی مثله بل یفرض الی ربحی
المبتلی ا قال فی شرح النعمۃ ولكنه غیر مضبوط وتفویض مثله الی ربحی
العوام محال لانہی واكثر الفروع اوجمیعہا مفرع علی الاولین والظاهر من
ثانیہما المس حار جاعن الاول لان ما یقام بالیدین عادة یقلب عن الناصر انه
لیس فی الصلاۃ وكذا القول من اعتبر التکرار فلا یستوی الیۃ لانه یقلب الظن
بذلك فلذا اختاره جمهور المشائخ "..... (شرح مختار مع شامی: ۱/۳۶۱)
"وكل عمل قليل بطير عذر فهو مكروه كذا في البحر الرائق"..... (فتاویٰ
الہندیہ: ۱/۱۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نکلی اور گیس کے بیڑ کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲): کیا نماز میں معتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکلی یا گیس کے بیڑ کے سامنے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر بیڑ انسانی قدر سے اوپر گیا ہو تو پھر بھی جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو اس کی وجہ برائے صریح بیان فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بیڑ اگر نمازی کے سامنے ہو اور ہو یا نیچے دیواروں صورتوں میں آتش پرستوں کی مشابہت کی وجہ سے نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوگی یا اور اگر دائیں یا بائیں یا پیچھے ہو تو نماز جا کراہت ادا ہو جائے گی۔

"ذكر ذلك في الفتن كتاب الكراهية وبعده الصحيح انه لا يكره ان يصلی
وبين يديه شمع او سراج لانه لم يبعدهما احدو المجوسی بعدون
الجمر لا النار الموقدة حتى قيل لا يكره الی النار الموقدة وظاهره ان المراد
بالموقدة التي لها لهب لكن قال فی العناية ان بعضهم قل ذکره الی شمع او
سراج كما لو كان بين يديه كالون لیه جمر او نار موقدة وظاهره ان الكراهية فی
الموقدة مطلق عليه كما فی الحمر تامل"۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۳۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بیڑا اگر دیر میں لگے ہوئے ہوں تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳): بخیر مت جب حضرت اقدس مفتی اعظم صاحب

عرض یہ ہے کہ ہمارے محلے کی جامع مسجد کی سامنے والی دیواروں پر سومقی، چاندی اور بیڑا کیس والے لگے ہوئے ہیں جو کہ نماز کے وقت میں جلائے جاتے ہیں اور میں جماعت کے وقت وہ جل رہے ہوتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

میں، بیڑا چاہے اگر نماز میں نمازی کے سامنے جل رہے ہوں تو اس صورت میں اس کے سامنے نماز پڑھنے والے شخص کی نماز مکروہ ہے اس لیے مذکورہ اشیاء سامنے کی بجائے دائیں یا بائیں ایسی جگہ لگائی جائیں جہاں وہ کسی نمازی کے سامنے نہ آتی ہوں، مفتی بقول کے مطابق مفتی، کوئی آگ اور انگارے دونوں کا حکم ایک ہے۔

”ومن توجه فی صلوٰۃ الی تنور فیہ نار تنورہ او کانون فیہ نار یکرہ ولو توجه الی قندیل او الی سراج لم یکرہ کذلکی محیط السراج عسی وهو الاصح کذلکی حزانة الفتاویٰ“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۸/۱۰۸)

”وایکرہ ان یصلیٰ بین یدہ تنور او کانون فیہ نار موقوفہ لانہ یشبہ عبادۃ النار وان کان بین یدہ سراج او قندیل لایکرہ لانہ لایشبہ عبادۃ النار“... (فتاویٰ حبان علی ہامش الہندیہ: ۱/۱۱۹)

”و لایکرہ صلوٰۃ الی ظہر قاعدہ او قائم ولو یحدث الاذاغیف الغلط بحدیثہ ولا الی مصحف او سیف مطلقا او شمع او سراج او نار موقوفہ لان المحجوس اسماعید الجمر لا یشتر الموقدۃ قیۃ (وقولہ قیۃ) ذکر ذلک الی القیۃ فی کتاب الکراہیۃ ونصہ الصحیح انه لایکرہ ان یصلیٰ بین یدہ شمع او سراج لانہ لم یحدثہما احدوا المحجوس یحدثون الجمر لا یشتر الموقدۃ حتی قبل لایکرہ الی النار الموقدۃ وہ وظاہرہ ان المراد بالموقدۃ الی لہالہب لکن قال فی العناية ان بعضهم قال فیکرہ الی شمع او سراج کما لو کان بین یدہ کانون

فیہ جمر اونار موقدۃ او وظاہرہ ان الکراۃ فی الموقدۃ مطلق علیہا کما
فی المحرم تامل۔۔۔ (الدرع الرد: ۱/۳۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

طر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے:

مسئلہ نمبر (۱۳): کیا طرے میں مقیمان کرم اس مسئلہ کے بارے میں کہ موسم سرما میں مساجد کے اندر نمازی کے
سامنے دانی دیا دریں ہیست یا بعد کی جگہ فرش پر سوئی گیس یا بجلی کے پٹر رکے ہوتے ہیں اس صورت میں نماز کی
ادا کی کا کیا حکم ہے؟ مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں نمازی کے سامنے یا بعد دانی جگہ کے سامنے سوئی گیس یا بجلی والا پٹر رکھا
ہو تو نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لیے کہ بجلیوں اور گیس پرستوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے، اگر دائیں یا بائیں
پڑھنے کی طرف ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

”قال فی العناية ان بعضهم قال ذکرہ الی شمع لوسراج کما لو کان بین یدہ
کما تون فیہ جمر اونار موقدۃ او وظاہرہ ان الکراۃ فی الموقدۃ مطلق علیہا
کما فی المحرم تامل۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۳۸۲)

”ومن لوجه فی صلاۃ الی نور فیہ نازق لوقد او کانون فیہ نار مکرہ و تو یوجہ الی
لتندیل اوالی سراج لم یمکرہ کذا فی محیط السرحی۔۔۔ (فتاویٰ
الہندیۃ: ۱/۱۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز دونوں ہاتھوں سے قمیص کو پکڑنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴): محترم و کرم جناب مفتی صاحب نظام الملک رحمۃ اللہ علیہ کا
خداوند کریم آپ کو صحت اور زندگی عطا فرمائے (آمین)

ایک طویل عرصہ ہوا آپ کی محفل میں ایک مسکرتا تھا کہ دوران قیام نمازی اگر دونوں ہاتھوں میں ایک ہی وقت میں کسی چیز کو پکڑ لے مثال کے طور پر بعض لوگ اپنی قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیتے ہیں قمیص کو درست کرنے کے لیے تو کیا ایسا کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ برائے سرکاری اس کی صحیح صورت حال سے مطلع فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے پکڑ لینے سے نماز ٹوٹ نہیں جاتی البتہ بلا ضرورت ایسا کرنا احتیاطاً اور نماز کے ادب کے منافی ہے۔

”العمل الكثير يفسد الصلاة والتلايل لا كذا في محيط السرخسي واخلطوا في الفاصل بينهما على ثلاثة اقوال الاول ان مايقام باليدين عادة كثير وان فعله بيد واحدة كالتعميم وليس القميص وشدا السراويل والرمي عن القوس ومايقام بيد واحدة قليل وان فعل بيدتين كشزع القميص وحل السراويل وليس القنسوة ونزعها ونزع اللجام هكذا في التبيين وكل مايقام بيد واحدة فهو يسير مالم يتكرر كذا في فتاوى قاضي خان والثاني ان يفرض الي راي المبطل به وهو المصلي فان استكره كان كبيرا وان استقله كان قليلا وهذا القرب الاقوال الي راي ابي حنيفة رحمه الله تعالى والثالث انه لو نظر اليه ناظر من بعيد ان كان لا يشك انه في غير الصلاة فهو كثير مفسد وان شك فليس يفسد وهذا هو ”الاصح“... (فتاوى الهندية: ۱۰۱، ۱۰۳، ۱/۱)

”ويكره نزع القميص والقنسوة وليسهما وعلع الخف في الصلوة بعمل يسير“... (فتاوى القائل خانية: ۱/۱۱۹)

”ويكره المصلي ان يمض يديه او لحيته او جسده“... (فتاوى الهندية:

۱/۱۰۵)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

دوران نماز کشف محرمت سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷): کیا طہارتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر غفلت کی وجہ سے کسی آدمی کی دوران نماز کشف محرمت ہو جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں اگر کشف محرمت کی حالت میں ایک رکن ادا کر لیا تو ہر نماز کا سد ہو جائے گی اور اگر کشف محرمت ہوتے ہی دوبارہ حرکۃ حجاب یا تو ہر نماز کا سد نہیں ہوگی، مگر رکن تو ادا نہیں کیا لیکن کشف محرمت اتنی دیر ہاں میں رکن کو ادا کیا جاسکتا تھا تو اس صورت میں اختلاف ہے، واضح رہے کہ یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ جب کشف محرمت عورت پر ہوا اور عمار کی صورت میں ہر حال میں نماز کا سد ہو جاتی ہے۔

”وان انكشفت عورتہ فی الصلاة لفسرها بلامكث حلات صلاته اجماعا وان اداى وكذا مع الانكشاف فسدت اجماعا وان لم يزد له لكن مكث قلتر ما يمكن الاثناء تفسد عتدائی يوسف رحمه الله تعالى خلا لا المحمدر حمد الله ولا نص عن ابي حنيفة رحمه الله كذا في شرح النقاية“۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۵۸)

”وانكشفت عورتہ القیما اذا تعد ذلك فسدت صلاته قل ذلك لوكثر وان لم يتعمد فان سجد مع ذلك اور كعب فسدت صلاته علم ذلك، او لم يعلم وان لم يزد كذا ومكث فان كان بعدوه لا تفسد فی قولهم وان وجد سبلا من التعدد عنها لمكث من غير علر اختلفت الروایات فيه وظاهر الرواية عن محمدر حمد الله تعالى ان صلاته تفسد وقيل قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى فی هذا كقول محمدر حمد الله تعالى“۔۔ (فتاویٰ خانیہ: ۱/۱۳۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورت کا مرد کی مانند نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸): کیا طہارتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا مرد کی طرح نماز پڑھنا مخصوص ہے یا عورت کی طرح کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ کیا اس طرح نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

عورت کے لیے کچھ اعضاں میں مرد کی طرح نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ بعض افعال عورت کے لیے سحر کے مختلف ہیں۔

”والمرءة ان تخطض فلا بد من غسلها وتلفق بطنها بغسلها لانه اسمر وحر وناظي الخزان انھا تختلف الرجل في عسرة وعشرين“..... (ترمذی مختار مع رد المحتار: ۱/۳۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نیوب لائٹ کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب کے سامنے بجلی کی نیوب لائٹ جل رہی ہو تو شرعی مسئلہ کیا ہے کہ اس کو بند کر دینا چاہیے یا نہیں؟ اگر وہ جل رہی ہو اس کے سامنے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ تھوٹی کس بہت پر عمل کرنے میں ہے؟ اگر کوئی شخص اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد اس لیے نماز دوہرائے کہ نیوب لائٹ کی وجہ سے تھوٹی کی نماز نہیں ہوتی تو اس کا عمل ٹھیک ہے یا نہیں؟ نماز دوہرائی جائے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نیوب لائٹ چراغ اور موسم حق کے حکم میں ہے اس کے آگے جھٹنے نماز پڑھنے کی بات نہیں پڑتا۔
”الصحيح انه لا يكره ان يصلی وبين يديه شمع او سراج لانه لم يحددهما احد“..... (رد المحتار: ۱/۳۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خوراک کا ذرہ دہش میں آنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو دن نماز اگر دہش میں خوراک کا ذرہ آجائے تو اسے ہر نکال دینا چاہیے یا نگل لینا چاہیے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

دوران نماز اگر منہ میں خوراک کا ذرہ آ جائے تو اسے نکال دینا چاہئے، البتہ اگر نگل جائے اور اس کی مقدار چنے کی مقدار سے کم ہے تو نماز ناسد نہ ہوگی۔

”وفی باب الحدث من الاصل اذا كان بين استانه شيء فابطعه لا يفسد صلاته لان ما بين استانه يباح لريقه ولهذا لا يفسد الصوم قالوا وهذا اذا كان بين استانه قليل دون الجمعة لانه يفسى بين الاستان عادة فاما اذا كان اكثر من ذلك ففسد صلاته“۔ (المحیط البرہانی: ۲/۱۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ذم دے شخص کا مسجد آئے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸)۔ کیا کرامتیں ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہیں ایک شخص کے پاس میں گھر اور سیاہ دھم ہے جب وہ شخص مسجد آئے گا تو اس کے ذم کے بدیہی وجہ سے لوگوں کا مسجد میں غیر محکم ہوتا ہے، کیا ایسے شخص کا مسجد آنا ناجائز ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ایسے شخص کو جس کے ذم سے بدیہاتی ہے اور اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو، مسجد میں آئے شرعاً ممنوع ہے۔

(”قولہ واکمل نحو التوم) ہی قبصل ونحوہ مدالہ والحقہ کریمہ للحدیث الصحیح فی النہی عن قربان اکل التوم والبصل المسجد قال الامام العینی فی شرحہ علی صحیح البخاری قلت علی النہی اذی الملائکۃ واذی المسلمین ولا یختص بمسجدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بل الكل سواء لروایۃ مساجدنا بالجمع اختلافنا من شذو یلحق بمناس علیہ فی الحدیث کل مالہ والحقہ کریمہ ما کولاً او غیرہ وانما خص التوم هنا بالذکر ولی غیرہ ایضا بالبصل والکراث لکنرا اکلهم لہذا کذا لک الحق بمنہم بذلك من ینہی بخر لوبہ جرح لہ والحقہ“۔ (رد المحتار: ۱/۳۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خارج صلوٰۃ منکر کی تعمیر پر ارکان کی ادائیگی سے نوازا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں جس کی ادائیگی کے وقت مسجد کی نیچے والی منزل اور اوپر والی منزل دونوں نمازیوں سے بھری ہوئی تھیں اور منکر ان میں ایسا شخص تھا جو کہ نماز سے خارج تھا تو انہوں نے ارکان نماز کی تعمیر میں ارکان کے دربارتہ غلبہ امر یہ ہے کہ اس طرح نمازیوں کا ایسے آدمی کی تعمیر کے ساتھ ارکان نماز ادا کرتا جو نماز میں شامل نہیں ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مباحثات فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر تعمیر ایسے شخص نے کی ہے جو نماز میں شریک نہیں تھا تو جن نمازیوں نے اس کی تعمیر پر عمل کیا تو ان کی نماز فاسد ہوگئی ہے۔

"المبلغ اذا قصد التبليغ فقط خاليا عن قصد الاحرام فلا يصح له ولا لمن يصلي بتبليغه في هذه الحالة لانه القصد بمن لم يدخل في الصلاة فان قصد بتكبيره الاحرام مع التبليغ للمصلين فلذلك هو المقصود منه ذرعا كذا في فتاوى الشيخ"۔۔۔ (فتاوى شامی: ۱/۳۵۱)

"قالوا يسن جهر الامام بالتكبير بقدر الحاجة لتبليغ من خلفه فلوزاد على ذلك زيادة لاحشة فانه يكره ليعلم في ذلك بين تكبيرة الاحرام وغيرها لم اذا قصد الامام او المبلغ الذي يصلي خلفه بتكبيره الاحرام مجرد التبليغ خاليا عن قصد الاحرام للصلاة فان صلاته تبطل وكذا الصلاة من يصلي بتبليغه اذا علم منه ذلك واذا قصد التبليغ مع الاحرام فانه لا يضر بل هو المطلوب"۔۔۔ (كتاب الفقه على مذهب الاربعة: ۱/۲۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز کے دوران بیچ کو سناٹا پڑنے سے نوازا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر نماز کے وقت میں گھر میں

ہوتا ہوں، میری ایک پھوٹی سی بٹی ہے جو کہ اختیارات پر مبنی وقت میری گود میں بٹھاتی ہے، یا مسجد کی جگہ پر بیٹھ جاتی ہے، کیا لڑکے دوران یہ ممکن ہے کہ میں اس کو ہٹا کر ایک طرف کروں اور نماز بھی ادا ہوتی رہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر آپ ایک ہاتھ سے بٹی کو ہٹا کر ایک طرف کر دے اور نماز جاری رکھتے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

”العمل الکبیر یفسد الصلاة والقلیل لا کذا فی محیط السرخسی....“

ان ما یقام بالیدین عادة کثیر وان فعله یدو احدة کالعمم ولیس القصص

وفسد السراویل والرمی عن القوس وما یقام یدو احدة قلیل“.... (فتاویٰ

الہندیہ: ۱/۱۰۱)

”ولی الظہیریۃ قال بعضهم کل عمل یقام بالیدین عادة فهو کثیر وان فعل

یدو احدة وما یقام یدو احدة فهو سیر وقال بعضهم کل عمل یشک الماظر

فی عامله انه فی الصلاة اولیس فی الصلاة فهو سیر وکل عمل لا یشک

الماظر انه لیس فی الصلاة فهو کثیر ولی الضحری وهو المختار“.... (فتاویٰ

الفتاویٰ حنفیہ: ۳۳۸، قدیمی کتب خانہ)

”والمفتوا عنی ان الکثیر مفسد والقلیل لا.... ثم اختلفوا فيما بین الکثرة

والقلة علی الوال احدها ما اختاره العامة کما فی الخلاصة والنجاة ان کل

عمل لا یشک الماظر انه لیس فی الصلاة فهو کثیر وکل عمل یشبه علی

الماظر ان عامله فی الصلاة فهو قلیل قال فی البدایع وهذا صحیح وناجی الشراح

والولوالجسی وقال فی المحيط انه الاحسن وقال الصدر الشہید انه

الصواب“.... (المحرر اثاق: ۳/۴۰)

”عن ابی قتادة الانصاری ان رسول الله ﷺ کان یصلی وهو حامل امامة بنت

زینب بنت رسول الله ﷺ ولائی العاص ابن ربيعة بن عبد شمس فاذا سجد

وضعاها اذا قام حملها“.... (صحیح البخاری: ۱/۷۴)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے:

مسئلہ نمبر (۳۳): کیا فرماتے ہیں مقتدین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز یا جماعت کے لیے سترہ صرف امام صاحب کے لیے ہی کافی ہے؟ جو لوگ مجدد و مجددہ اپنی نماز پڑھتے ہیں ان کے لیے سترہ کا الگ اہتمام کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ ہماری مسجد یعنی مسجد شہداء میں جب جماعت کی نماز ہوتی ہے تو لوگوں کو زیادہ نمازی ہونے کی وجہ سے جماعت کے ساتھ چاٹ میں نماز ادا کرنی پڑتی ہے، چاٹ میں جو نمازی ہوتے ہیں ان کے آگے گھڑی دو یا تین جگہ کھڑی کر کے اوپر لہا پائس ہاندھ دیتے ہیں، شمل اور جنوب کی طرف سترہ کے لیے اور لوگ نماز سے غائب ہونے کے بعد چاٹ میں جہاں بیٹھا رکعت فرض نماز کے بعد اہل سنت و اہل فہم و غیرہ الگ الگ پڑھ رہے ہوتے ہیں، آج ان کے آگے سے گزر جانا گناہ نہیں ہے، کیونکہ جو پائس اوپر شمل اور جنوب کی جانب ہاندھا گیا ہے مذہبن سے تقریباً دو فٹ اونچا ہوتا ہے، اور کوئی چیز اونچا دیکھی نہیں آئی جاتا، آپ بتائیں کہ یہ طریقہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ پائس اور زمین کے درمیان کھلا راستہ ہوتا ہے آدمی بیٹھ کر اس کے پیچے سے گزر سکتا ہے اس مسئلہ میں آپ ہماری راجدائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

یا جماعت نماز میں امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے۔

”وَكُفْتُ سِتْرَةَ الْأَمَامِ لِلْكَفْلِ أَلَا“ .. (البحر المختار علی هامش رد المحتار):

(۱/۳۷۴)

سترہ کے لیے ایک ہاتھ (ڈایڈ ہنڈ) کے بقدر لہا ہونا ضروری ہے، اور صورت مذکورہ شریعت کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے سترہ میں داخل نہیں ہے، لہذا آگے سے گزرنا درست نہیں ہے۔

”سِتْرَةُ الْفَقْرِ ذِرَاعٌ طَوِيلَةٌ وَخَلَطُ اصْبَعٍ لِيُظَاهَرَ بِفَرْقِهِ فَوْنُ الثَّلَاثَةِ ذِرَاعٍ عَلَى

حَذَاهُ حَاجِبِيَّةٌ لَا يَمْنُ عَيْنِيهِ وَالْأَيْمَنُ الْفَضْلُ“ .. (البحر المختار علی هامش

رد المحتار: ۱/۳۷۴)

”قَالَ فِي الْبَحْرِ وَاسِهِ لَا اعْتِبَارَ بِالْعُرْوَى وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ الْمَذْهَبُ“ ..

(البحر الرائق: ۲/۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نمازی کے گزرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازی جو نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے گزرتا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ وقت ضرورتاً ہی کیا کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نمازی کے سامنے سے گزرنے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر نمازی صحرا یا پڑی مسجد میں ہو جس کی مقدار چالیس / چالیس شرعی گز ہو تو مسجد کی جگہ کو دیکھتے ہوئے اس کی نظر جہاں تک چلتی ہے اس کے اندر اندر سے گزرتا جائز نہیں ہے اس کے باہر سے گزرتا سکتا ہے بلکہ اگر کمرے یا چھوٹی مسجد میں ہو تو مطلقاً اس کے سامنے سے گزرتا جائز نہیں ہے لہذا سترہ کا احتمال رکھنا چاہیے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے میں گناہ گار ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ

- (۱) اگر نمازی نے گزرنے کا راستہ بند نہ کیا ہو بلکہ گزرنے کے لیے دوسرا راستہ بھی موجود ہو تو گزرنے والا گناہ گار ہوگا۔
- (۲) اور اگر راستہ بند کر دیا ہے تو نمازی گناہ گار ہوگا۔
- (۳) اور اگر نمازی نے راستہ بند کر دیا ہے لیکن ساتھ گزرنے کے لیے دوسری جگہ موجود ہے تو گزرنے کی صورت میں دونوں گناہ گار ہوں گے۔
- (۴) اور اگر نمازی نے راستہ بند تو نہیں کیا لیکن گزرنے والے کے لیے سوئے اس کے سامنے گزرنے کے کوئی اور صورت نہیں تو کوئی بھی گناہ گار نہیں ہوگا۔

”وبكره السماران بحر بين يدي المصلي لقول النبي ﷺ لو يعلم العار بين يدي المصلي ما عليه من الوزر لكان ان يقف لرجلين خيره من ان يمر بين يديه ولم يواظب يوما او شهرا اوسه ولم يذكر في الكتاب قدر المرور واحتلف المشايخ فيه قال بعضهم قدر موضع السجود وقال بعضهم مقدار الصفيين وقال بعضهم قدر ما يقع بصره على ما لو صلى بدخول وطمأناه ذلك لا يكره وهو الاصح“..... (بدائع الصنائع : ۱/۵۰۹)

”وذكر القاضي عياض في شرحه ان المسجد اذا كان كبيرا لم يحكمه حكم

الصحراء وفي الذخيرة من الفصل التاسع ان كان المسجد صغيرا يكره في
اي موضع يمر واليه اشار محمد في الاصل قوله ان كان المسجد صغيرا
وهو القل من سبعين ذراعا وليل من اربعين وهو مختار الفهستاني
عن الجواهر..... (البحر الرائق مع منحة العالق : ٢٨/٢٩)

”والدلائل بعض الفقهاء ان هذا صورا اربعة الاولى ان يكون للمار مندوحة
عن المرور بين يدي المصلي ولم يتعرض المصلي لذلك فيختص المار
بالاثم ان مر بالثانية مقابلتها وهي ان يكون المصلي تعرض
للمرور والمار ليس له مندوحة عن المرور فيختص المصلي بالاثم دون
المار بالثالثة ان يتعرض المصلي للمرور ويكون للمار مندوحة فيان كان
اما المصلي فلنعرضه واما المار لمروره مع امكان ان لا يفعل الرابعة ان
لا يتعرض المصلي ولا يكون للمار مندوحة فلا ياتم واحدهنهما كذا نقله
الشيخ تقي الدين ابن دقيق العيد رحمه الله تعالى.....
(رد المحتار : ١/٣٦٩)

”ويعرزنها بدفع الامام وكذا المنفرد في الصحراء ونحوها سرة بقدر خراج
طولا وغلظ اصبح ليدخلها من غير“ . (الدر المختار هي رد المحتار :
١/٣٤٠، ٣٤١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا ستر کے لیے ٹوپی یا چھتری ہونا کافی ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۵) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازی کے آگے سے گزرنا کیسا ہے؟
بعض لوگ ٹوپی رکھ کر اور بعض لوگ چھتری لگا کر گزر جاتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہ گناہ ہے، ستر وہ کم از کم ڈیز جو فٹ
ہونا چاہئے، بعض کہتے ہیں کہ ٹوپی یا چھتری بھی کافی ہے، بعض کہتے ہیں کہ نمازی کو پہننے کے گزرنے والے کو خود رک
دے شرعی حیثیت بیان فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر نماز پڑھنے والا چھوٹی مسجد یا مکان میں ہو جس کا رقبہ ۳۰۰×۳۰۰ ہاتھ سے کم ہو تو اس میں نمازی کے آگے سے گزرتا بغیر سترہ کے جائز نہیں ہے۔

اور اگر بڑی مسجد ہو جس کا رقبہ ۳۰۰×۳۰۰ ہو یا زیادہ ہو، یا محراب میں ہو تو بغیر سترہ کے مسجد کی جگہ سے کم از کم دو صف کا حاصل چھوڑ کر گزر سکتا ہے۔

سترہ کی مقدار کم از کم ۷ ہاتھ ہو اور موٹائی شہادت کے آگے کے برابر ہو، نیز نمازی سامنے سے گزرنے والے کو روک سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ ہاتھ سے دُور کے، بلکہ اشارے سے یا آواز بلند کرنے سے یا بیچ کے ساتھ یا قراوت کے ساتھ روکے، البتہ بیچ اور اشارہ دونوں کا کرنا مکروہ ہے۔

”وَمِنْ مَوْضِعَاتِ الْمَسْجِدِ أَوْفَى مَسْجِدٍ كَبِيرٍ بِمَوْضِعِ سَجُودِهِ فِي الْأَمَامِ
أَوْ مَرْوَةٍ يَمِينُ يَدِهِ أَلَى حَائِطِ الْقِبْلَةِ فِي بَيْتٍ وَمَسْجِدٍ صَغِيرٍ فَإِنَّهُ كَقِبْلَةٍ وَاحِدَةٍ
(قَوْلُهُ فِي الْأَمَامِ) هُوَ مَا احْتَارَهُ شَمْسُ الْإِئِمَّةِ وَقَانِي عِلْمٍ وَمَا حَبِطَ الْمُهْدِيَّةُ
وَالْمُحْسِنَةُ فِي الْمَحِيطِ وَمَسْجِدُهُ الْبَرِيقِيُّ وَمَقَابِلُهُ مَا مَسَّحَهُ الْمَعْمُورُ نَاشِي
وَمَا حَبِطَ الْبِدَائِعِ وَاعْتَارَهُ الْخَيْرُ الْإِسْلَامُ وَرُجِعَهُ فِي الْتِهَابَةِ وَالْفَتْحِ إِنَّهُ قَلْبُ
مَا يَنْقُصُ بَصَرُهُ عَلَى الْعَارِ لَوْ صُلِيَ بِخُشُوعٍ أَوْ رَأْيَا بَصَرُهُ أَلَى مَوْضِعِ سَجُودِهِ
وَأَرْجَحُ فِي الْعِنَايَةِ الْأَوَّلَى أَلَى الثَّانِي بِحُمُلِ مَوْضِعِ السَّجُودِ عَلَى الْقَرِيبِ مِنْهُ
وَعَالِفِهِ فِي الْبَحْرِ وَمَسْجِدِهِ الْأَوَّلِ وَكُنْتُ لِمَا عَقَلْتَهُ عَلَيْهِ عَنِ التَّجَسُّسِ
مَا يَنْدَلُ عَلَى مَا فِي الْعِنَايَةِ لَرَأَيْتُهُ . . (قَوْلُهُ فِي بَيْتٍ) قَاعُهُ وَتَوَكُّبُهُ أَوْ فِي
الْقَهْطَانِي وَيَنْبَغِي أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ أَيْ فِي حُكْمِ الْمَسْجِدِ الصَّغِيرِ الدَّارِ وَالْبَيْتِ
(قَوْلُهُ وَمَسْجِدٍ صَغِيرٍ) هُوَ الْقَلْبُ مِنْ صَفِينِ ذَوَاعِمٍ وَقَلْبُ مَنْ أَرْمَعِينَ
وَهُوَ الْمُخْتَارُ كَمَا اشَارَ إِلَيْهِ فِي الْجَوَامِعِ الْقَهْطَانِي (قَوْلُهُ فَإِنَّهُ كَقِبْلَةٍ وَاحِدَةٍ) أَيْ
مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ لَمْ يَجْعَلِ الْفَاصِلَ فِيهِ بِقَلْبِ صَفِينِ مَا تَعَا مِنْ الْإِتْدَاءِ تَتَرَدَّدُ لَهُ
مَنْزِلَةُ مَكَانٍ وَاحِدٍ بِخِلَافِ الْمَسْجِدِ الْكَبِيرِ فَإِنَّهُ جَعَلَ فِيهِ مَانِعًا لِكُلِّ مَا يَجْعَلُ
جَمِيعَ مَا يَمِينُ يَدِي الْمَصْلُحِي أَلَى حَائِطِ الْقِبْلَةِ مَكَانًا وَاحِدًا بِخِلَافِ

مسجد الکبیر والصغراء فانہ لو جعل كذلك لزم الحرج علی العارۃ فالنصر
 علی موضع السجود هذا ما ظهر فی "۔۔ (در مختار مع الشامی: ۱/۳۶۹)
 "ورجح فی فتح القدير انه لا فرق بين المسجد وغيره ای فی انه یکره المرور
 فیما یقع علیہ بصره "۔۔۔ (مسحۃ الخائف حاشیۃ البحر الرائق: ۲/۳۹)
 " (ویظهر الامام فی التصغراء سترۃ یقلد ذراع) بیان لاقبلها والظاهر ان المراد
 به ذراع اليد كما صرح به الشافعية وهو یران (ویدفعہ بتسیح) لوجہ بطلان
 الاشارة ولا یزاد علیہا عندنا لیسعانی لانیہما فانہ یکره "۔۔۔ (در مع الرد:
 ۱/۳۷۳ تا ۳۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فی کیپ میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فی کیپ میں نماز ہو جاتی ہے یا سہوئی
 ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

فی کیپ پیرے میں حاکم نہ ہو تو نماز ہو جائے گی۔

"وقد ثبتا بما ذكرنا تنبها حسنا وهو ان مسحة السجود على الكور اذا كان
 على الجبهة او بعضها اما اذا كان على الرأس فقط وسجد عليه ولم تصب
 جبهته الا وجهه على القول بتعينها ولا والله على ما يقابل لا تصح اه فالهم
 "۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۳۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مجھ پر یا کسی کی ٹوپیوں میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں نظام کی طرف

سے مجبور کی ٹوپیوں میں کی جاتی ہیں یا پلاسٹک کی یا کپڑے کی ٹوپیوں ہوتی ہیں ان کا پہننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
آپ حضرت قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کریں کہ ان ٹوپیوں کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

فقہاء نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھنے کو مکروہ کھلا ہے جس میں زیادہ میل، ٹیکل ہو یا اس کپڑے کو پہن کر آدمی معزز لوگوں کے سامنے جائے تو عار محسوس کرے، اور مسجد میں رنگی ہوئی ٹوپیوں میں یا کپڑوں پہنیں پائی جاتی ہیں (میل، ٹیکل، معزز لوگوں کے سامنے پہننے کو عار یا ہذا ان ٹوپیوں کے استعمال سے چٹا چپٹے، اہستہ اگر کسی جگہ ایسی ٹوپیوں کا اہتمام ہو جس میں یہ باتیں نہ ہوں ان کا استعمال بالکل جائز ہے، اور ان ٹوپیوں کے استعمال کو حرام کہنا بالکل درست نہیں ہے۔

”وتمثلک بکسرہ الصلاة فی ثياب البذلة وروی بن عمر عنی اللہ عنہ رأی رجلاً فعل ذلک فقال لو کنت ارسلتک الی بعض الناس اکت لعمہ فی ثیابک هذه فقال لا فقال عمر اللہ حق ان یترین له “.... (المحیط
البرہانی: ۲/۱۳۹)

”قولہ وحاصلہ فی ثیاب بذلة.... قال فی البحر وفسرها فی شرح الوکایة
بما یلہ فی بیتہ ولا ینذهب بہ الی الاکابر والظاہر ان الکراہة
لتریبہ“.... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسجد میں اپنے لیے جگہ قفل کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے اندر اپنے لیے جگہ قفل کرنا کیسا ہے؟ اور بھرے میں جاتے وقت گھنٹوں سے پہلے ہاتھ دھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مسجد میں نماز کے لیے جگہ قفل کرنا مکروہ ہے اور بھرے میں جاتے وقت گھنٹوں سے پہلے زمین پر ہاتھ دھنا بھی مکروہ ہے مگر بھڑکی جگہ سے دھست ہے۔

”وَيُكْرَهُ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يَخْصُ لِنَفْسِهِ مَكَانًا فِي الْمَسْجِدِ يَصَلِّي فِيهِ كَذَٰلِكَ

الْإِسْرَافِيَّةُ“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۸/۱۰۸)

”وَيُكْرَهُ وَضْعُ الْيَدِ قَبْلَ الرُّكُوعِ إِذَا سَجَدَ وَوَلَعَهُمَا الْبَلْهَمَا إِذَا قَامَ الْأَمْنُ عَلَيْهِ

كَذَٰلِكَ الْمَنِيَّةُ“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۷/۱۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز آنکھوں کے گونے سے اور اور برد رکھنے، حکم:

مسئلہ نمبر (۳۹): کیا فرماتے ہیں علماء وعظامہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں آنکھوں کے گونے سے اور اور برد رکھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جب تک چہرہ نہ پھرا تو آنکھوں کے گوشوں کے ذریعے اور اور برد رکھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ بغیر ضرورت کے دیکھنا منوع و مخصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے تاہم امام کے لیے مقتدر ہیں یہ نظر رکھنے کی نیت سے آنکھوں کے گوشوں سے دیکھنے کی وجہ سے، جیسا کہ حضور ﷺ کیا کرتے تھے۔

”وَيُكْرَهُ أَنْ يَلْتَفِتَ بِمَنْةٍ أَوْ سِرَّةٍ بَيْنَ يَحْوِلَ بَعْضُ وَجْهِهِ عَنِ الْقِبْلَةِ فَأَمَّا أَنْ يَنْظُرَ

بِمَوَاقِعِهِ وَلَا يَحْوِلَ وَجْهِهِ فَلَا يَنْهَى بِهِ كَذَٰلِكَ فَتَاوَى قَاضِي حَافِي“۔۔۔ (فتاویٰ

الہندیہ: ۶/۱۰۸)

”وَلَدَنْصَرُ حُرَا بَيْنَ الْمَقَاتِلِ الْمَصْرُ بِمَنْةٍ وَسِرَّةٍ مِنْ غَيْرِ تَحْوِيلِ الْمَوْجِدِ اصْطِلَاحًا

غَيْرِ مَكْرُوهِ مَطْلَقًا وَالْأَوَّلَى تَرْكَهُ لِعَبْرِ حَاجَةِ لِحُولِهِ وَالْأَوَّلَى تَرْكَهُ لِعَبْرِ حَاجَةِ نِي

لِيَكُونَ مَكْرُوهُ هَاتِفًا بِهَا كَمَا هُوَ مَرْجِعٌ خِلَافَ الْأَوَّلَى كَمَا هُوَ وَبِهِ صَرَحَ فِي النَّهْرِ

وَفِي الزَّيْلَعِيِّ وَشَرَحَ الْمُنْتَظَى لِلْبَاقِي أَنَّ مَبَاحَ لِأَنَّهُ مَبْنِيٌّ كَانَ يَلَا حِظَّ اصْحَابِهِ

فِي صَلَاتِهِ بِمَوَاقِعِهِ وَالْعَمَلُ الْمَعْرُوفُ إِذَا عَمِدَ عَدَمُ الْحَاجَةِ لِلْإِنْسَانِي

مَابَهَا“۔۔۔ (البحر الرائق مع منحة الخائف: ۳/۳۷)

”و لا یاس بالنظر بموق عینه یمنه وسره من غیر الحویل الوجه والا ولی فرقہ
 لغير حاجة لمالیه من ترک الادب بالنظر الی محل السجود ونحوه
 كما تقدم“ . . (حاشیۃ الطحطاوی علی مواہی الفلاح : ۳۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرغلب علیہ اور روشنی کے لئے کلمہ:

مسئلہ نمبر (۳۸) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سرغلب جب جہنم کی روشنی
 میں نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے یا مکروہ ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ہر رنگ اور ہر قسم کے غلب کی روشنی میں نماز غیر کراہت کے گنج ہے۔

”لا ینکیرہ لہ العرجہ لمصحف أو سیف معلق أو ظهر قاعد لیصحب أو شمع
 أو سراج علی الصحيح“ . . (مواہی الفلاح : ۸۴)

”و اذا کان التمثال منطرح الرأس ہی ممحور الرأس فلیس بتمثال فلا ینکیرہ لہ
 لا یبعد بدون الرأس و صار کما اذا مضی الی شمع أو سراج علی ما قالوا قوله
 علی ما قالوا اشارہ الی ان لہ اختلاف المتأخرین حیث قبل بکفرہ التوحہ الی
 الشمس أو السراج أو الشمع والمختار الہ لا ینکیرہ“ . . (الہدایۃ شرح الہدایۃ:
 ۲/۵۸)

”و لا یشی (مصحف أو سیف مطلقاً أو شمع أو سراج) أو سراج نوراً لأن
 المجوس المائید الجمر لا النار الموقدۃ قیہ (قوله قیہ) ذکر ذلک فی القیہ
 فی کتاب الکراہیۃ ونصبہ الصحيح لہ لا ینکیرہ ان یصلی و بین یدہ شمع
 أو سراج لانه لم یعدہما احد“ . . (الترغیب الرہ : ۱/۴۸۲)

واضح ہے کہ اس سرغلب سے وہ سرغلب مراد نہیں ہے جو مسجدوں میں منورہ اوقات میں جایا جاتا ہے
 بلکہ وہ سرغلب مراد ہے جو روشنی کے لیے جلایا گیا ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسجد میں اپنے لیے جگہ مخصوص کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۶) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

- (۱) مؤذن اور منکر جو مقررہوں کیا وہ مسجد میں امام صاحب کے ہاتھں پیچھے اپنی جگہ مختص کر کے وہیں ہر وقت صلی رکھ کر جگہ رک سکتا ہے؟ امام کے دائیں یا بائیں اپنے لیے کوئی خاص جگہ حتمی کر سکتا ہے؟
- (۲) اگر اس کی مختص کردہ جگہ پر کوئی دوسرا نمازی جو اس کے مؤذن دینے سے پہلے مسجد میں آجائے اور شریعت سے مؤذن کی جگہ پر بیٹھ جائے تو اسے ہٹایا جا سکتا ہے یا نہیں؟
- (۳) اگر وہ شریعت نمازی جو مؤذن کی غیر حاضری میں جب مؤذن اپنے گھر میں ہو امام صاحب کے پیچھے بیٹھ جائے اور کہنے پر بھی جگہ نہ چھوڑے تو اسے جھگڑے میں گڑھاں نمازی پر ہے یا مؤذن ادا نہ نکالے مسجد پر؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) بشرط صحت سوال کسی شخص کے لیے مسجد میں اپنے لیے کوئی خاص جگہ متعین کرنا درست نہیں ہے بلکہ جو شخص پہلے پہنچ جائے وہ جس جگہ چاہتا ہے بیٹھ سکتا ہے۔

”وبكره للامتنان ان يخص لنفسه مكانا في المسجد يصولي فيه كذا في

الفتاوى الحنفية: ۱/۱۰۸

- (۲) اگر کوئی شخص پہلے سے آکر مسجد میں کسی جگہ بیٹھ جائے تو دوسرے آدمی کے لیے اس کو اس جگہ سے ہٹانے کا اختیار نہیں۔

”وبكره تحريم الوطء فوقه والبول والغوط.... والخصيص مكان لنفسه

وليس له ادعاج غيره منه ولو من غير ما قبله وليس له قال في القنية له في

المسجد موضع معين يواطى عليه وقد شغله غيره قال الارزاعي له ان يزوجه

وليس له ذلك عندنا اهـ لان المسجد ليس ملكا لاحد بغير حق النهاية

--- (ترويع الشامی: ۵۸۳، ۱/۳۹۰)

- (۳) مذکورہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ اس آدمی کے بیٹھنے سے کسی قسم کے ناسازگاری نہ پیش نہ ہو اور اگر اس کے بیٹھنے سے جھگڑا اور تشدد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے یا اس سے عام لوگوں کو نقصان ہو تو اس صورت میں اس شخصے ہونے آدمی کو ہٹایا جا سکتا ہے۔

”والمراد بها التي لا تنظر العامة والا ارجح القاعدة فيها مطلقا“۔ (فتاویٰ

خاص: ۱/۳۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز کے بعد اگر کسی نے خبر دی کہ آپ نے رکعتیں کم پڑھی ہیں تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۳۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے عشاء کی نماز مکمل کی تو ساتھ والے ساتھی نے بتایا کہ آپ نے تین رکعتیں پڑھی ہیں تو کیا اب اس نماز کو دوبارہ پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نمازی کو اگر مکمل یقین ہو کہ میں نے چار رکعت مکمل پڑھی ہیں تو بتانے والے کی بات کو قبول نہ کرے اور بتانے والا شخص اگر عادل ہو اور نمازی کو اس کی بات کے صحیح و جھوٹ ہونے میں شک ہو تو احتیاطاً نماز کو لوٹالے، اور اگر بتانے والا شخص قاضی ہو تو اس کی بات کو تسلیم نہ کرے، اور اگر بتانے والے دو عادل شخص ہیں اور نمازی کو ان کی بات میں شک ہو تو اپنے شک کو چھوڑ کر ان کی بات کو تسلیم کر لے اور اپنی نماز کو لوٹالے، اور اگر امام کو شک ہو اور دو عادل شخص خبر دیں تو نماز کو لوٹا کر واجب ہے، اور ایک عادل شخص کی وجہ سے لوٹنا مستحب ہے۔

”رجل صلی وحده او صلی بقوم فلعلمهم اخبره رجل عادل شك صليت الظهري ثلاث ركعات قالوا ان كان عبد المصلي انه صلي اربع ركعات لا يلتفت الي قول المخبر وان شك المصلي في قول المخبر انه صادق او كاذب روى عن محمد انه يعيد احتياطاً وان شك في قول رجلين عدلين اعادة صلاته وان لم يكن المخبر عدلاً لا يقبل قوله والى الظهيرية قال محمد بن الحسن اما ان قال يعيد بقول واحد عدل بكل حال“۔ (الامام عناية: ۵۳۴، ۱، تقریج کتب حاشیہ)

”قوله اخبره عبد تقدم ان الشك عارض الصلوة لا يعتبر وان هذه الصورة مستثناة ولابد بالعادل ان لا يخبره عدلان لرمه الا بعد بقولهما ولا يعتبر مثله وان لم يكن المخبر عدلاً لا يقبل قوله اعداد وظاهر قوله اعداد احتياطاً لوجوب

لكن في التارخاية اذا شك الامام فاحيره عدلان يجب الاخذ بقولهما لانه
لو اعيه عدل يستحب الاخذ بقوله "..." (فتاوى شامی: ۱/۵۸۸)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا ظلواریں گنتوں سے لوچ رکھنا صرف نماز میں ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۴۳) : کیا نماز میں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ظلواریں گنتوں سے نیچے ہونا صرف نماز میں مکروہ ہے یا نماز سے باہر بھی؟ اور اسی طرح صرف نماز میں گنتوں سے لوچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ظلواریں گنتوں سے نیچے ہونا دونوں حالتوں (نماز، غیر نماز) میں مکروہ ہے، اگر نماز سے پہلے گنتوں سے نیچے ہونا نماز کی حالت میں اوپر کرنا ضروری ہے، لہذا صرف نماز کی حالت میں اوپر کرنا مکروہ نہیں ہے جیسا کہ ذیل کی حدیث میں صراحتاً اس کا حکم موجود ہے، لہذا بعض حضرات کا یہ کہنا کہ صرف نماز میں لوچ کرنا مکروہ ہے یہ قول درست نہیں ہے۔

"ويكفره السر جبال السرو يدل النبي على ظهور القدمين" ... (فتاوى شامی:

۵/۳۳۳)

"وعنه قال قال رسول الله ﷺ بينما رجل يمر ازاره من الحبلاء مصف به

لهن حين جعل في الارض الى يوم القيامة" ... (مرقاۃ المفاتیح: ۱/۹۷)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر نماز میں بھی ظلواریں گنتوں سے اوپر دیکھنے کا حکم ہے، اسی طرح اور بھی بہت سی احادیث موجود ہیں جو غیر نماز میں بھی مناعت پر دال ہیں۔

"حدثنا موسى بن اسماعيل نا ابا نايحي عن ابي جعفر عن عطاء بن يسار

عن ابي هريرة قال بينما رجل يمشي مسبلا ازاره فقال له رسول الله ﷺ

اذهب لتوضأ فذهب لتوضأ ثم جاء فقال اذهب لتوضأ فقال له رجل يا رسول

الله مالک امرته ان يتوضأ ثم سكت عنه فقال انه كان يمشي وهو مسبلا ازاره

وان الله لا يقبل صلوة رجل مسبل " - (صنن ابی داؤد: ۲/۲۱۰)

معلوم ہوا کہ اگر شواہد فقہوں سے نیچے ہو تو نماز میں اور گنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شیشے کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مسجد کے اندر نماز پڑھ رہا ہے اس کے سامنے شیشہ لگا ہوا ہے جس میں ساری صورت نظر آتی ہے، آیا اس کی نماز ہو گئی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرائط سوال صورت مسئلہ میں شیشے کے سامنے نماز ہو جاتی ہے البتہ اگر شیشہ خشوع و خضوع میں نقل ہو تو بجز نماز کر دہ ہے۔

”بقي من المكروهات اشیاء اخر ذكرها في العمية ونورد الايضاح وغيرهما منها
الصلوة بحضور ما يفسد الخيال ويغل بالخشوع كحزبة ولهو ولعب“۔
(فتاویٰ حامی: ۸۳ ص ۱/۴۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جیب میں اگر نوٹ ہوں تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نوٹ (پیسہ) جیب میں ہو اور کسی طرح نماز پڑھ لے جب کہ نوٹ پر تصویر ہوتی ہے اور تصویر شریعت محمدیہ میں حرام ہے، تو کیا اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ نیز تصویر کے بارے میں آخر مرجع کا مسئلہ ایک ہی ہے یا الگ الگ ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں نماز ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

”لا يكره ان يمسك في الصلاة صورة او كس فيه دنانير او دراهم او ما صور من غير
لاستحوا“۔ (البحر الرائق: ۲/۴۸)

”والی الخلاصة من کتاب الکراهية وجل صلی وعنه ذراهم وفيها تماثيل

مذک لا یس بھ لصرھا“۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۵۰)

تصویر جس طرح انسان کے نزدیک حرام ہے اسی طرح باقی سب اشیاء کے نزدیک بھی حرام ہے۔

”وظاهر کلام النووی فی شرح المسلم الإجماع علی تحريم تصوير صورة

الحيوان لانه قال أصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صور الحيوان حرام

شديد التحريم وهو من الکتاب لانه متعود عنیه بهذا الوعيد الشديد المذكور

فی الاحادیث یعنی مثل ما فی الصحیحین عنہ ﷺ انہ الناس علی ما یورم

التیامه المصورون یقال لهم صیور ما خلقهم“۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز قرآن مجید ہاتھ میں پکڑ کر سہل کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں جس جگہ تلاوت میں قرآن

مجید سنا رہا ہوں وہاں سامع حائل نہیں ہے، اور وہ قرآن ہاتھ میں لے کر سنتا ہے کیا اس کی شرعاً اجازت ہے؟

اور کیا اس سے نماز کا سوا کچھ نہیں ہو جاتی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سامع کا قرآن مجید کا ہاتھ میں لے کر تلاوت پڑھنا اور حافظہ کو نقل کرنا چاہئے نہیں ہے مگر حافظہ اس کے تالے

پر لٹکی ہو کر دست کرے گا تو اس کی تلاوت بھی ٹوٹ جائے گی جس کی وجہ سے تمام جماعت کی تلاوتیں ہوگی۔

”لان السلقن من المصحف تعلم ليس من اعمال الصلوة وهذا يوجب التسوية

بين المحمول وغيره ففسد بكل حال وهو الصحيح هكذا فی الکافی“

۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عمر ادا جب پھوڑنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نماز کے اندر عمر ادا جب پھوڑ دے تو کیا اس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر فاسد نہیں ہوتی تو کیا آخر میں سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز کے اندر عمر ادا جب کو پھوڑنے سے آدمی گناہ گار ہو پاتا ہے اور نماز واجب الاعداء ہو جاتی ہے اگر اعداء نہ کیا تو فرض صرفاً ہو جائے گا لیکن نماز مکروہ قریبی ہوگی۔

”وإن كان تركه الواجب عمداً لم يوجب عليه إعادة الصلوة تعظيماً عليه
لجبر قصاتها لئلا تكون مكتملة ومقطعة القرض بالاولى وقيل تكون الثانية قرضاً
لهي المعسفة ولا يسجد في الترك العمدة للسهو لانه أقوى“ (مواقی
القلاج: ۴۶۴)

”وظاهر كلام الجرم الظهير انه لا يجب السجود في العمدة وانما يجب الاعادة
جبر التقصاة كذا في طيحه رائق“ .. (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز اذان کا جواب دینے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مؤذن نے اذان شروع کر دی اور جب مؤذن نے ”اشھد ان محمداً رسول اللہ“ کہا تو نمازی نے اس کے جواب میں جبراً ”صلی اللہ علیہ وسلم“ کہا اور دوسری مرتبہ کے جواب میں یہی الفاظ دہرائے، جب کہ نمازی اس وقت حالت قصد میں تھا نہ رخصتم ہو جانے کے بعد ہمارے ایک دوست نے اسے بلایا تو اس نے کہا کہ یہ عجیب ہے، چنانچہ مسئلہ مسجد کورہ کے امام کے پاس پہنچے تو اس نے بھی کہا کہ جائز ہے، اور دوسری تو پڑھا ہے، کیا مذکورہ نمازی کا یہ ٹیس اور مذکورہ امام کا یہ فتویٰ درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

فتہاء نے لکھا ہے کہ نماز کے اندر حضور ﷺ کا نام بخشنے کے جواب میں ”صلی اللہ علیہ وسلم“ کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، بہت صورت مسئلہ میں نماز فاسد ہوگی اور واجب الزاعادہ ہے، کیونکہ غیر کے جواب میں درود پڑھنا گھٹکے حکم میں ہے۔

”ولو صلى على النبي ﷺ في الصلاة ان لم يكن جوابا لغيره لا تفسد صلاته وان سمع اسم النبي ﷺ فقال جوابا له تفسد صلاته“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۹۹، کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/۱۲۳)

”سمع اسم الله تعالى فقال جل جلاله والنبي ﷺ صلى عليه او قرأه الامام فقال صدق الله ورسوله تفسدان قصد جوابه“۔۔۔ (الدر المختار علی رد المحتار: ۱/۳۵۹)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز کسی کے جواب میں درود پڑھنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نام نماز میں آیت ”ان الله وسلاطنته يصلون على النبي باليهما الذين آمنوا صلوٰۃ علیہ وسلموا تسليما“ پڑھ لے اور مقتدی جواب میں درود پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ حالت نماز میں کسی کے جواب میں درود پڑھ لینا عذر صلوٰۃ ہے، مگر کسی کے جواب میں نہ جانا ٹاڈا یہی پڑھ لیا تو نماز ٹھیک ٹوٹے گی۔

”ولو صلى على النبي ﷺ في الصلاة ان لم يكن جوابا لغيره لا تفسد صلاته وان سمع اسم النبي ﷺ فقال جوابا له تفسد صلاته“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۹۹)

”و كذلك اذا سمع اسم النبي ﷺ صلى عليه لهذا اجابة نفسد وان صلى عليه ولم يسمع اسمه لا نفسد“... (البحر الرائق: ۴/۹)

”ومن امي حبيفة من رواية الحسن نفسد ان الذي استغفاهه وعن محمد انه يحمده بعد التواضع ولو سمع اسم النبي ﷺ صلى عليه نفسد وكذلك لو سمع اسم الشيطان فقال لعنة الله نفسد“... (بنايه شرح الهداية: ۴/۱۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عمل کثیر کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے سنا ہے کہ عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن یہ پانچویں اصل کا عمل کثیر کسے کہتے ہیں کی لوگوں سے پوچھا تو سب نے مختلف جوابات دیے، آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ عمل کثیر کی جو مدق تعریف ہمارے سے مطلق فرمائیں تاکہ تکلیف ہو سکے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

عمل کثیر کی مدق اور مدنی پر تعریف یہ ہے کہ عمل کثیر اس عمل کو کہیں گے کہ دیکھنے والے کو یقین ہو کہ یہ آدمی نماز نہیں پڑھا، یا تو یہ عمل کثیر ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو عمل قلیل ہوگا جو کہ مقصد صلوٰۃ کو خشن لیکن بجا خدا اس سے بھی پتہ ضروری ہے۔

”والثالث انه لو نظر اليه فاطر من بعيد ان كان لا يشك انه في غير الصلوة فهو كثير مفسد وان شك فليس بمفسد وهذا هو الاصح فكذا في التبين وهو احسن كذا في محيط السرخسي وهو اختيار العامة كذا في فتاوى قاضي خان والمصاحفة“... (فتاوى الهندية: ۱/۱۰۴)

”وقال بعضهم ان كان يحزن لوراء الانسان ليستيقن انه ليس في صلاة فهو كثير وان كان يشك انه في الصلاة او ليس في الصلاة فهو يسير وهذا اختيار العامة“... (فتاوى قاضي خان على هامش الهندية: ۱/۱۳۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایکہ کن میں تین مرتبہ خدش کرنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام صاحب دوران نماز اپنے معمول کے مطابق ایکہ کن میں جسم پر تین مرتبہ خدش کرے چہ جائیکہ ان کو خدش کا مرض نہ ہو تو نماز کی باجماعت ادا ہوگی درست ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جس عمل کثیر سے نماز قاسد ہوتی ہے اس میں فقہائے کرام کے پانچ اقوال ہیں جن میں رائج قول یہ ہے کہ ایسے نمازی کو اپنی حرکات و سکنات کی وجہ سے دیکھنے والا یہ سمجھ لے کہ یہ آدمی نماز کی حالت میں نہیں ہے تو اس آدمی کی نماز قاسد ہوگی، ایک ہی بدن میں تین مرتبہ ایسے عمل کرنے سے بھی نماز قاسد ہو جاتی ہے، نہ کہ انفراد نماز کے خلاف ہو، اور اس کو فقہاء کرام نے مذکورہ بعد قول میں شمار کیا ہے، صحت مذکورہ میں امام کی نماز قاسد ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے مقتدیوں کی نماز بھی قاسد ہے اور واجب الاعداد ہے۔

”و یفسدھا (کُلِّ عمل کثیر) لیس من اعمالھا ولا اصلاحھا ولیہ اقوال خمسة اصحھا مالا یشک) بسبب (الفاطر) من بعد (فی فاعله انه لیس فیھا لئلا ابن ہابدین قوله ولیہ خمسة اقوال اصحھا مالا یشک الخ صححه فی التبتاع و تابعه الذی یلمی والولوالجی ولی المحيط انه الاحسن و قال صدر الشہید انه الصواب ولی الخالية والخلاصة انه اختیار العامة“ ... (۱/۳۶۲) مختار مع رد المحتار: (۱/۳۶۲)

”و الظاهر ان ثانیہما لیس خارجا عن الاول لان ما یقام بالیین عادة یغلب ظن المذاہر انه لیس فی الصلوة و کذا القول من اعتبار التکرار فلا ینتزیل فیہ لانه یغلب الظن بذالک فلذا اختاره جمهور المشائخ“ - (رد المحتار: ۱/۳۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرگردان اور کان چھپانے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب جماعت کراتے وقت

سر پر ٹوپی کے علاوہ رومال سے سر گردن اور کان چھپا لیتے ہیں، حالانکہ مسجد میں دوزیر لگے ہوئے ہیں، ہر وہی کا ظہر نہ ہونے کے باوجود سر کان، رومال سے چھپا لیتے ہیں، کیا نماز میں ایسا کرنا جائز ہے؟ اس سے نماز کا سد تو نہیں ہو جاتی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز کے دوران مذاہرات کو چھپا کر وہ ہے گردن اور کان چھپانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

”وتغطية الفہ ولفہ العارونیا ویکرہ وضح فیہ لایذوب فی فیہ وحر یمنع

القراءۃ“۔۔۔ (حاشیۃ الطحطاوی: ۳۵۵)

”ویکرہ العمام وهو تغطية الانف واللفم فی الصلاۃ“۔۔۔ (الناظر الیہدیۃ:

۱/۱۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز جسم کھیلانے سے نماز کا حکم:

- مسئلہ نمبر (۵۳) (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین و بریں مسئلہ کہ حالت قیام میں بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے نیچے سے نکال کر اپنے جسم کو کھیلانے سے نماز کا سد ہو جاتی ہے یا نہیں؟
- (۲) رکوع سے اٹھتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے قمیص کے پچھلے دائیں کوسیدھا کرنا کیسا ہے؟
- (۳) مصلیٰ کو نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ احکام والا تھا تو نماز کا اعادہ کرے یا نہ کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) کیلی اور دوسری صورت میں نماز کا سد نہیں ہوتی کیونکہ یہ عمل نہیں ہے۔

”الاول ان ما یقوم بالیدین عانۃ کثیر وان فعلہ یدواحدۃ کالتعمیم ولس

القمیص و شد السراویل والرمی عن القوس وما یقام یدواحدۃ وان فعل یدین

کسرع القمیص وحل السراویل۔۔۔ والثلاث اہ لونیظر الیہ ناظر من بعد

ان کان لا یشک انہ فی غیر الصلوۃ فهو کثیر مفسد وان شک فلیس بمفسد

وهذا هو الاصح ھکذا فی التبین وهو احسن کذا فی محیط الشرحی

وهو اختيار العامة كذا في فتاوى لثاني عان والخراسة * - (فتاوى الهندية:

١/١٠٢)

”تم اختلفوا فيما بين الكثرة والقلّة على القول احدھا ما اختيار العامة كذا في
الخراسة والحاجة ان كل عمل لا يشك الناظر انه ليس في الصلوة فهو كثير
وكل عمل يشبه على الناظر ان عامه في الصلوة فهو قليل قال في البدائع
وهذا صحيح“۔ (البحر الرائق: ٢/٢٠)

(۳) مذکور صورت میں نماز کا اتمام واجب ہے۔

”ومن القندی بامام لم علم ان امامه محدث اعاد فلوله عليه السلام من ام قوما
ثم ظهر انه كان محدثا لوجبا اعاد صلواته واعادوا“۔۔۔ (الهداية: ١/١٣٠)
”واذا ظهر حدث امامه وكذا كل مفسد في رأى مقصد بطلت فليزم اعادتها
لتضمنها صلوة المؤتم صحة وفساد كما يلزم الامام اخبار القوم اذا همم
هو محدث او جنب“۔۔ (الدر المختار على هامش وذا المختار:
١/٣٣٨، ٣٣٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سورة فاتحہ کی کسی آیت کو بار بار پڑھنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص فرض نماز میں سورۃ فاتحہ کی کسی
آیت کو بار بار تکرار سے پڑھے تو اس کی نماز ناسد تو نہیں ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر کوئی شخص نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کی کسی آیت کو تکرار سے پڑھے اور اس تکرار کی مقدار سورۃ فاتحہ
کے کلمے کے برابر ہو جائے تو تاخیر واجب (سورۃ کا سنا) کی وجہ سے واجب مجدد ہوئے یہ واضح رہے کہ یہ مسئلہ
فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں کا ہے دوسری رکعتوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

”و كذا القول اكثر عالم اعادها كمالى الظهيرية . . ولقد بالاولين لان

الاقتصار على مرة في الاخرين ليس بواجب حتى لا يلزم

سجود السهو بتكرار فيها سهو او لو للعدة "۔۔۔ (فتاویٰ خامی: ۱/۵۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بیوی کا دورانِ نفاذ پر سیدھے نیت سے اس کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے مطالبہ کر کے بیوی نماز پڑھ دی ہو تو اس صورت میں اس کا پورا لینا جائز ہے، اور اس کی نماز میں فرق نہیں پڑتا اور یہ جائز بھی ہے کہ یہ واقعی درست ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

آپ نے جو سبب دیا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ نماز کی حالت میں بیوی کا پورا لینا شہوت کے ساتھ یا بغیر شہوت کے مند صلوٰۃ ہے۔

"ولو كانت المرأة في الصلوة فجامعها زوجها بين الفحلين فسدت صلاتها

وان لم ينزل منها بلة وكذا لو قبلها بشهوة او غير شهوة او مسها بشهوة

امثالها بلت المرأة المصلى ولم يشهوها لم تفسد صلاته "۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ:

۱/۱۰۳)

"والمسئلة ذكرها في الخلاصة بقوله لو كانت المرأة في الصلوة فجامعها

زوجها تفسد صلاتها وان لم ينزل وكذا لو قبلها بشهوة او غير شهوة او مسها

لانہ لیس معنی الجماع امثالها بلت المرأة المصلى ولم يشهوها

لم تفسد صلاته"۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۳۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا مسبوق امام کے ساتھ مجدد کھٹک شامل ہوگا؟

مسئلہ نمبر (۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نماز پڑھ رہے تھے اور ان

پہلے کہ وہ واجب ہوا پھر ایک مقتدی نماز میں ان کے ساتھ شامل ہوا جو کہ اس رکعت میں شامل نہ تھا جس میں امام پہلے کہ وہ واجب ہوا تھا تو جب امام پھر کہہ کرے تو اس مقتدی کو ان کے ساتھ پھر کرنا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جو مقتدی بعد میں امام کے ساتھ آکر نماز میں شریک ہوا ہے وہ بھی امام کی اتباع کرتے ہوئے پھر کہہ کرے گا۔

”و لا يشترط ان يكون مقتديا به وقت السهو حتى لو ادرك الامام بعد دعائها

يلزمه ان يسجد مع الامام تبعاً له“ ... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۸)

”وفى التهذيب اذا دخل المؤتم بعد دعائها الامام سجد مع الامام“.... (فتاویٰ

الفتاویٰ خانیاہ: ۱/۵۶۵)

”وكذلك المسبوق يسجد لسهو الامام سواء كان سهوه بعد الاقضاء به

او قبله بان كان مسبوقاً بركعة وقد سها الامام فيها“.... (بدائع الصنائع:

۱/۳۲۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الثامن فی صلوة الوتر﴾

تراویح کی نیت سے وتر کی جماعت میں شریک ہونا:

مسئلہ نمبر (۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص رمضان المبارک میں تراویح کی نیت سے وتر کی جماعت میں شریک ہو جائے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تو اس کی وتر کی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

وتر کی نماز انہیں ہوئی البتہ مذکورہ شخص کو چاہئے کہ نام کے سلام کے بعد چوتھی رکعت پڑھ لے تو بہتر ہے یہ چار رکعت نفس ہو جائے گی۔

”التعین لتعمير الاجناس الح ويعرف اختلاف الجنس باختلاف السبب

والصلوة كلها من قبيل المختلف“ .. (الاشباه والنظائر: ۳۶)

”وفيهما القدي به على ظن انه في التراويح فاذا هو في وتر جمعه معه ويضم اليها

رابعة ولو افسدها لاشيء عليه“ (كبيرى: ۳۵۶)

”ولو صلى الوتر في منزله لم جاء الى قوم في شهر رمضان يصلون الوتر

وهو يرى انهم في التطوع قد اخل في صلاتهم ثم قطع حيث علم انهم في الوتر

فعليه قضاء اربع ركعات لانه بالشروع التزم صلاة الامام وصلوة الامام ثلاث

ركعات ومن التزم ثلاث ركعات يلزمه اربع ركعات كمن نذر ان يصل ثلاث

ركعات وهذا الان مبني التطوع على الشفع دون الوتر والشفع الواحد

لا يتجزأ فالترام بعضه التزم لكليه“ .. (المبسوط: ۳/۱۳۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دعائے قنوت کی جگہ شام پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک شخص نے وتر میں دعائے قنوت کے لیے ٹکیر کر کے دعائے قنوت کی بجائے ”سبحانک اللہم“ پڑھ لیا پھر رکوع میں اسے یاد آیا کہ میں دعائے قنوت بھول گیا ہوں پوچھا یہ ہے کہ آیا اس طرح نماز ہوگئی یا مجدد ہو واجب کے ساتھ نماز ہوگئی یا عاودہ نماز واجب ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں شاہ پڑھنے سے واجب ادا ہو گیا نہ مجدد ہو واجب ہے نہ عاودہ نماز واجب ہے۔

”قوله ويسن الدعاء المشهور قلما في بحث الواجبات التصريح بذلك عن النهر وذكر في البحر عن الكرخي ان القنوت ليس فيه دعاء موقت لانه روى عن الصحابة ادعية مختلفة ولان الموقت من الدعاء يذهب بركة القلب وذكر الاسيحاوي انه ظاهر الرواية وقال بعضهم المراد ليس فيه دعاء موقت ماسوى اللهم انا نسمعك وقال بعضهم الا فضل التوقيت وزججه في شرح المنية تبركا بالمأثور والظاهر ان القول الثاني والثالث متحدان وحاصلهما تفيد ظاهر الرواية بغير المأثور كما يفيد قول الزيلعي وقال في المحيط والدخيرة بمعنى من غير قوله اللهم انا نسمعك الخ واللهم اعدنا لخ لفظ يعني بيان المراد محمد في ظاهر الرواية فلا يكون هذا القول خارجا عنها ولذا قال في شرح المنية والصحيح ان عدم التوقيت فيما عدا المأثور لان الصحابة تعلقوا عليه“.... (رد المحتار: ۱/ ۳۹۳)

”هكذا في التتارخانية: ۱/ ۳۸۹) هكذا في البحر الرائق: ۳/ ۴۳، ۴۴)

”وليس في القنوت دعاء موقت كذا في الشين والاولى ان يقرأ اللهم انا نسمعك الخ“.... (الهندي: ۱/ ۱۱۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وتر میں دعائے قنوت پڑھا ہو:

مسئلہ نمبر (۵۹): کیا طرے میں اگر کسی شخص کو دعائے قنوت یاد نہ ہو تو دوسری کو کسی دعا پڑھے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر کسی کو دعائے قنوت یاد نہ ہو تو ”ربما انصافی الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقد اعذاب الشارح“ ہے، یا ”اللهم اغفر لنا“ تین بار پڑھ لے۔ اور دعائے قنوت یاد کرتا ہے۔

”ومن لم يحسن القنوت بقول ربما انصافی الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقد اعذاب الشارح كذا في المحيط أو يقول اللهم اغفر لنا ويكرر ذلك ثلاثا هو احتياط في الليث كذا في السراجة“۔ (الهدية: ۱/۱۱۱)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا دعائے قنوت پوری پڑھنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۶۰): (۱) ایک شخص ذکر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتا ہے، لیکن آدمی ہوتی ہے کہ رکوع میں چھاپتا ہے اور باقی رکوع میں پوری کرتا ہے کیا وتر ہو جائیں گے؟

(۲) اور ایک شخص دعائے قنوت درمیان میں آدمی بھول جاتا ہے تو کیا کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) پہلی صورت میں وتر ہو جائیں گے،

(۲) دعائے قنوت جتنی پڑھ لی ہے وہ کافی ہے رکوع کر دے نماز ہو جائے گی۔

”وقوله قطعہ وتابعہ لأن المراد بالقنوت هذا الدعاء الصادق على القليل والكثير وما أتى به منه كاف في سقوط الواجب وتكميله مندوب“۔ (رد المحتار: ۱/۴۵۳)

”ولو نسبہ إلى القنوت لم تذکر في الركوع لا بخت فيه لقنوت محله ولا بعد جالی القيام فی الأصح لأن فيه رفض الفرض لواجب فإن عاد إليه وقفت ولم يعد الركوع لم يفسد صلاته لكون ركوعه بعد إقامة وسجدته سهواً ليست أو لا تزاله عن محله الخ“۔ (الدر المختار: ۱/۴۸۹)

(۱/۴۸۹، فتاویٰ عثمانیہ: ۱/۴۸۹)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دعائے قنوت سے پہلے درود پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین رکعت وتر (واجب) عشاء کے دوران تیسری رکعت میں دعائے قنوت سے اور یا آخر کیا اصل اللہ صلیہ وسلم ”پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ قرآن وحی کی روشنی میں جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

دعائے قنوت کے آخر میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

” (و مسند فی کل اوقات الامکان) . . . وعقب اجابة المولى و بعدنا الالامة

... وعقب دعاء القنوت ... (ومكروحة فی صلاة غیر لشہداء غیر) ہی

و غیر قنوت و ترطابہا مشروعة فی آخر الخ ... (رد المحتار: ۱/ ۳۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قنوت وتر قنوت نازل میں کوئی دعا پڑھنی بہتر ہے؟

مسئلہ نمبر (۶۲): معارف الحدیث کی جلد سوم صفحہ ۳۳۱ تا صفحہ ۳۳۳ کتاب اصولۃ میں قنوت وتر کا ذکر ہے حضرت حسن بن علیؑ سے روایت ہے کہ ”اللهم اعدنی فیمن ھدیت الخ“ آخر میں حضرت مولانا منظور صاحب رقم طراز ہیں کہ اکثر احمدی علماء نے وتر میں پڑھنے کے لیے اسی قنوت کو اختیار فرمایا ہے حنفی میں جو رائے ہے ”اللهم انستعینک ... الخ“ اس کو امام ابن ابی شیبہؒ کو امام طحاویؒ وغیرہ نے حضرت عطاءؒ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے امام شافعیؒ نے بعض ائمہ اہل احناف سے روایت کی ہے کہ مشہور یہ کہ ”اللهم انستعینک“ کے ساتھ حسن بن علیؑ والی قنوت بھی پڑھی جائے سوال یہ ہے کہ اگر صرف حسن بن علیؑ والی قنوت کو وتر میں پڑھا جائے تو کیا اس میں حرج ہے؟ صلہ کی شان ہے کہ اس قنوت کو میں نے بہت جہد یا ذکر کیا اور وتر میں پڑھنے کو بہت ہی بھی کرتا ہے اگر وتر میں صرف اس قنوت کو پڑھاؤں تو کوئی حرج تو نہیں؟ کیا قنوت نازل ہی کو کہتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ قنوت میں کوئی خاص دعا تھیں نہیں اور یہ ماثورہ میں سے جو دعا بھی چاہے پڑھ لے،

لیکن بہتر یہ ہے کہ ”اللھم انا نستعینک الخ“ اور اس کے بعد ”اللھم اهدنا لیمن ھدیت“ پڑھ لے اور قنوت
نزل کے لیے بھی کوئی خاص دعا تھیں نہیں، البتہ آپ ﷺ سے منقول دعا پڑھنا افضل ہے۔

”فی التمر: الوقت فیہ ویسن الدعاء المشہور و قوله ویسن الدعاء المشہور۔۔۔“

أن القنوت لیس فیہ دعاء مؤقت لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة ولأن

المؤقت من الدعاء یذهب بركة القلب۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۲۹۳)

”والأولی أن یقرأ اللھم انا نستعینک الخ ویقرأ بعده“ اللھم اهدنا لیمن ھدیت

الخ“ ھکذا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن بن علیؑ التحفة

”ولا ینبغی أن یقتصر علی الدعاء المأثورة“ اللھم انا نستعینک الخ واللھم

اهدنا لیمن ھدیت کی لا یشرع العوام أنه فرض ولكن إذا أتى بالدعاء

المأثور فی بعض الأوقات وبغیرہ فی البعض فهو حسن۔۔۔ (الفتاویٰ حلیہ:

۱/۳۸۹، ترمذی، کتاب خاتم)

”وقد روی عن محمد بنہ قال: الوقت فی الدعاء ینذهب رقة القلب وقال بعض

مناہلہ: المراد من قوله لیس فی القنوت دعاء مؤقت ماسوی قوله ”اللھم

انا نستعینک“ لأن الصحابة روى الله عنهم تفلخوا علی هذا فی القنوت

لما أؤلى أن یقرأه ولو قرأ غیرہ جاز ولو قرأ بعدہ غیرہ كان حسنا والأولی

أن یقرأ بعده ما علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن بن علیؑ

فی فتوہ ”اللھم اهدنا لیمن ھدیت الخ“ وقال بعضهم الأفضل فی التمر أن

یکون دعاء مؤقت، لأن الإمام ربما یكون جاهلاً لیأتی بدعاء بشیء کلام النفس

لفسده اتصالاً وما روی عن محمد بن الوقت فی الدعاء ینذهب رقة القلب

محمول علی أدعية المناسک دون المناکرہ۔۔۔ (بدائع الصنائع:

۱/۶۱۳، ۶۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دروں کی جماعت کے بعد دعا مانگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دروز کی جماعت کے بعد امام صاحب کا دعا مانگنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مفتیانِ کرام کے اقوال و افعال کو دیکھتے ہوئے یہ غلامِ نکلتا ہے کہ ہر اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعا اور ہر انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعا مرغوب اور مطلوب ہے۔

”فانما واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكلائية لم يثبت عن النبي ﷺ ولم يثبت عنه رفع الابهدي دبر الصلوات في الدعوات الا اقل قليل ومع ذلك وردت فيه ترغيبات قولية والامر في منه ان لا يحكم عليه بالبدعة فهذه الادعية في زماننا ليست بسنة بمعنى ثبوتها عن النبي ﷺ وليست بدعة بمعنى عدم اصلها في الدين“ (فيض الباري على صحيح البخاري: ۲/ ۱۶۷)

”عن ابی امامة قال قيل يا رسول الله اى الدعاء اسمع الخال جوف الليل الاخير ودبر الصلوات المكتوبات.... قلت له اثبات الدعاء بعد الصلوة.... انه ثبت ذلك عنه ﷺ قولاً وفعلاً فهذا حديث ابی امامة فيه ترشاد الامامة بالدعاء بعد الصلوات المكتوبات واما ما يرويه بان المراد من دبر الصلوات ما قبل السلام كعاز عنه ابن القيم في اطل.... والحاصل ان ما جرى به العرف في ديارنا من ان الامام يدعو في دبر الصلوات مستقبلاً لتقبلة ليس بدعة بل له اصل في السنة“ .. (اعلاء السنن: ۱۹۳، ۱۹۹/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مہکامہ نظر آنے سے پہلے دروز کی جماعت کے ساتھ پنج عبادت:

مسئلہ نمبر (۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کی تیسویں شب

کواگر حکومت کی طرف سے چاند کے نظر آنے یا نہ آنے کے بارے میں کوئی اعلان یا حال نہ کیا گیا ہو ابھی تک شک ہو کہ آیا اگلے دن روزہ ہوگا یا عید؟ تو اس شب کو تراجماعت کے ساتھ ادا کر لے، کیا وتر ادا ہو جائیں گے یا نہیں؟ جب کہ وتروں کی ادائیگی کے بعد عید کا چاند نظر آنے کا اعلان ہو جائے، نیز اس شب کو احتیاط کس امر میں ہے؟ جماعت وتروں کی ادائیگی میں یا مفردانہ ادا کرنے میں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ رمضان المبارک میں وتر یا جماعت یا عید افضل ہے جب کہ غیر رمضان میں اگر تراجماعت کے ساتھ ادا کیے تو بعض فقہاء کے نزدیک مع الکرہینہ ادا ہو جائیں گے، چنانچہ صورت مسئلہ میں آپ کے وتر ادا ہو گئے ہیں، جب کہ انکی شب جس میں عید ہونے کے قرآنی غالب ہوں تو احتیاطاً انفراداً وتر پڑھنے میں ہے۔

”ویروتر بجماعة فی رمضان فقط ای علی وجه الاستحباب وعلیه اجماع

المسلمین كما فی الهدیة“۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۱۴۳)

”ولو حصلوا الوتر بجماعة فی غیر رمضان فهو صحيح مکروه کالتفطوع

فی غیر رمضان بجماعة“۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۱۴۲)

”ولا یصلی الوتر بجماعة فی غیر شهر رمضان وعلیه اجماع المسلمین لانی

ابن الہمام لانه تفعل من وجه والجماعة فی النفل فی غیر رمضان مکروهة

للاحتیاط تر کھالیہ“۔۔۔ (فتح القلندر: ۹/۳۰۹)

”ولا یصلی الوتر فی جماعة فی غیر شهر رمضان لانه لم یعمله الصحابة رضی

الله عنہم بجماعة فی غیر شهر رمضان واما فی رمضان فہی بجماعة افضل من

ادائها فی منزله لان عمر رضی اللہ عنہ کان یؤمهم فی الوتر و فی النوازل

یحوز الوتر بجماعة فی غیر رمضان ومعنی قول الشیخ ولا یصلی الوتر

فی جماعة یعنی بہ الکراهة لا نفی الجواز و فی البیانح اذا صلی الوتر مع الامام

فی غیر رمضان یجزیہ ولا یستحب ذلک“۔۔۔ (الجوہرۃ المیرۃ: ۲/۱۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

جس نے عشا کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو کیا وہ ترکی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے؟
مسئلہ نمبر (۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عشا کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتا تو وہ شخص وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جس شخص نے عشا کی نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھی ہو وہ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔

”وإذا صلى معه شيئا من التراويح لو لم يدرك شهادتها أو صلاها مع غيره

له أن يصلي التور معه هو الصحيح“.... (فتاوى الهندية: ۱/۱۱۷)

”قوله (فغيره) قضية التعليق في المسئلة السابقة بقوله لم لا تصلي مع غيره

التور بمجماعة في هذه الصورة لأنه ليس يصح للتراويح ولا العشاء“....

(محيط الواسطى على الدر: ۱/۴۹۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فقہی المذہب آدمی رمضان میں حرم میں وتر جماعت کے ساتھ لڑ کرے:

مسئلہ نمبر (۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فقہی اہلسنک آدمی رمضان المبارک میں اگر عمرہ کرنے کے لیے حرمین جاتے تو وہیں پر ایک وتر کی جماعت ہوتی ہے؟ تو کیا فقہی اہلسنک آدمی ان کی اقتداء میں وتر کی نماز لڑا کرے یا نہ کرے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اختلاف کے نزدیک وتر کی نماز تین رکعات ایک سلام اور دو تشہد کے ساتھ واجب ہے۔

”هو فرض عملا وواجب اعتقادا وسنة لولا“

”وهو ثلاث ركعات بمسليمة كما المغرب اه“.... (توسيع الاضواء مع الرد:

۳/۴۹۴ تا ۴۹۰)

”وقال ابو حنيفة التور واجب ليس بفرض اه“.... (جملة الامامة ۵، ۳، وكتايب

الهندية: ۱/۱۱۱، بالمحيط الرهاقي: ۲/۲۶۵، معارف السنن: ۳/۱۷۰)

جب کہ مناجات کے ہیں وتر کی نماز سے مؤکدہ ہے، یعنی میں ہے۔

”وہو سنة مؤکدة قال احمد من ترك الوتر عمدا فهو رجل سوء“

.... (المعنی: ۲/۱۰۵، وحیۃ الامۃ: ۴۵)

اور اسی وقت تک کے ہیں ایک رکعت ہے، باقی اگلاں تین رکعات ہیں جن میں سے پہلی دو رکعتیں صلوٰۃ اللیل میں سے ہیں اور آخرت رکعت وتر کی ہے، جب کہ زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعات ہیں، چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنفی لکھتے ہیں۔

”قال الوتر ركعة نص على هذا احمد رحمه الله وقال اذا ذهب في الوتر

الى ركعة“.... (المعنی: ۲/۹۸)

”قوله الوتر ركعة يحصل انه اذا جمیع الوتر ركعة وما يصلي قبل ليس

من الوتر كما قال الامام احمد ... ولكن يقول قبلها صلوٰۃ عشر ركعات ثم

يوتر ويسلم ويحصل انه اذا قال الوتر ركعة لان احمد قال اذا ذهب في الوتر

الى ركعة وان يوتر بثلاث او اكثر فلا بأس ... قال ابو الخطاب القل الوتر ركعة

واكثره احدى عشر ركعة والى الكمال للث ركعات اه“.... (المعنی:

۲/۹۹، وحیۃ الامۃ: ۴۶)

اقتداء مخالف کے بارے میں صحیح اور راجح قول کے مطابق مقتدی کی رائے کا اعتبار ہے جیسا کہ علامہ شامی

نے فرمایا ہے۔

”لكن ذكر العلامة نوح آفندی ان اعتبار رأي المقلدی في الحواز وعدمه

مطلق عليه“.... (مختار فی شامی: ۲/۸، راجع اہم سعید، ۳۹۴/۱، وشیدہ کوثر)

لہذا حرم میں اگر حرمین کی اقتداء میں وتر پڑھنے والے حنفی مقتدی کے اعتقاد کے مطابق وتر واجب ہے جب

کہ امام کا اعتقاد صحیح و ترکا ہوتا ہے اس لیے حنفی کی اقتداء کی صورت میں اگر امام بھی حنفی مقتدی کے مذہب کی رعایت

کرتا، یعنی امام حنفی وتر کی نیت کرے نہ کہ وتر سنون کی اور اسی طرح دو رکعات پر سلام کے ساتھ فصل بھی نہ کرے

تو اس صورت میں اقتداء درست ہے لیکن اگر امام حنفی مقتدی کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو اس کی اقتداء درست

نہیں ہے جیسا کہ درج بالا میں ہے۔

توضح الاعتداء فيه لغى غيره أولى ان لم يتحقق منه ما يفرضه على اعتقاده
على الاصح كما يسطه في البحر مشافعي مثلاً من يفعله بسلام لان فعله على
الاصح بولده يسوى الوتر لا الوتر الواجب اه ... (الدموع الرد :
٤١٣٩٣، ٣٩٣)

اور بھہ بر بھی حقیقی منتقد کی کواپنے کام کی حالت کا علم نہیں ہوتا کہ آیا اس نے منتقدی کے اعتقاد کی رعایت کی ہے یا نہیں؟ اس لیے ہمیں ان کی افکار اور دست نہیں ہے۔

فقہاء نے مذہب غیر پر عمل کرنے کے لیے ہم اجاع ہوئی اور ضرورت شدیدہ کے تحت حقیقی کی شرط لگائی ہے جیسا کہ علامہ رشائیؒ نے اپنے رسالہ "تخصیص العنیل" ۳۲ سطور پر عمل کی گئی کے سبب میں اس کی وضاحت فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

”وهذه من أقوى الأدلة على مطلقنا من أن ما ألفوا به ليس عاملي كل طاعة بل هو خاص بما نصوا عليه مما وجد فيه غلة الضرورة والاحتياج... وعللوا لذلك بالضرورة المسوقة لمعالجة أصل المذهب كيف يسوغ للمقلد طرد ذلك والعروج عن المذهب بالكلية من غير حاجة ضرورية اهـ“

... (وسائل ابن عابدين ١/٦٣)

جب کہ رمضان میں جماعت کے ساتھ روزہ چھنا انصاف کے ہیں صرف اور جہاں انتخاب میں ہے جیسے کہ

ذكر الشيخ القاضي الامام ابو علي النسفي رحمه الله تعالى ان الورع جماعة
 احب الى الله ومضان قال واحسن علمانا رحمهم الله تعالى ان يورثي منزله
 في رمضان ولا يورثي جماعة اه - (المحيط البرهاني : ٢/٢٦٥ : ١/١٠٠)

لہذا اسرف احتساب کے حصول کے لیے خراج غنم ملا جب درست نہیں ہے اس لیے حنفی زائرین کو چاہئے کہ وہ رمضان میں ان کے حرمین کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھیں، بلکہ طلحہ و پرچمیں۔

خداوندنا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، وصلى الله تعالى على سيد محمد وآله وصحابة وسلم

عبد اللہ جان علی حسنة

﴿الباب التاسع فی التوافل﴾

گرمی کی وجہ سے پیرامینہ مسجد میں نماز چھوڑنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد سردی ایک کمرہ پر مشتمل ہے مگر نہیں ہے، اور آج کل تراویح گرمیوں میں چڑھتی چلی ہیں مگر اند گرمی کی شدت برداشت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے ساتھ کے چڑھنے اپنی بیٹھک میں تراویح پڑھنے کی اجازت دی ہے جس کی وجہ سے رمضان کا پیرامینہ مسجد میں عشا کی نماز نہیں ہوئی کہ اس طرح کرنا جائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو تہمت کس پر ہے کی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

پانچوں جہت کی نماز سے مسجد کو آہر کتنا اہل غلط کے لیے ضروری ہے یا اس کا حق ہے لہذا مسجد والے ایسی صورت میں فرض نماز مسجد میں ادا کریں مگر تراویح کے لیے بیٹھک میں جائیں۔

"قولہ ومسجد حبه الفضل من الجامع ای الذی جماعه اکثر من مسجد الحی
وهذا احد قولین حکما معافی القیۃ والثانی العکس وما هنا جزم به فی شرح
المنیۃ کما سمر وکذا فی المعصی والغایۃ بل فی الغایۃ لو لم یکن للمسجد
منزلہ مؤذن فانه ینذهب الیه ویؤذن الیه ویصلی ولو کان وحده لان له حظا علیہ
لیؤذیه"۔۔۔ (شافعی ۱: ۳۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شیخ تراویح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیخ تراویح ثابت ہے یا نہیں، ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ درست ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں شیخ تراویح درست نہیں ہے مولوی صاحب کا بدعت کہنا درست نہیں ہے۔

"قولہ بین نسبیج ،قال القہستانی فیقال ثلاث مرات سبحان ذی الملك

والمملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمتۃ والقدرة والكبرياء والجبروت سبحان
 الملک الحی الذی ولا یسوت سبوح قدوس ورب الملائکۃ والروح لا اله الا
 الله نستعین بالله نستطیع الجدة ونعوذ بک من النار لما فی منہج العبادۃ“
 ... (رد المحتار : ۱/ ۵۳۳)

”ومنه حاشیة الطحطاوی علی الدر : ۱/ ۲۹۶، ویلیدہ مالی کنز العمال عن
 الدہلی : ۲/ ۹۷۷

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فرض نماز مسجد میں پڑھ کر نماز تراویح گھر میں پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۶۹) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ملک کی مسجد چھوڑ کر ایک ایسی جگہ
 نماز عشاء اور تراویح ادا کرتا ہوں جہاں نماز عشاء اور نماز تراویح کے علاوہ جماعت نہیں ہوتی اور یاد ہے کہ یہ جگہ
 مسجد بھی نہیں ہے، ایسا کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ نیز اگر عشاء کی نماز مسجد میں ادا کی جائے اور تراویح کی
 نماز گھر میں، یا اگر ادا کی جائے تو پھر کیا حکم ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دیں، تحریروں کی نماز عشاء
 یا جماعت ادا کرنے کے لیے گھر سے نکلنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

اگر فرض نماز مسجد میں ادا کر کے نماز تراویح گھر میں یا جماعت ادا کر لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ
 حافظ صاحب یا شرع ہوں مکمل قرآن پاک تراویح میں سنا لیں کیونکہ فرض نماز مسجد میں پڑھنا ہی زیادہ افضل
 ہے فرض نماز یا جماعت مسجد سے باہر ادا کرنا بلا طہر شرعی کے مناسب نہیں ہے اور عمرتوں کو یا جماعت نماز ادا کرنے
 کے لیے نکلنا مکروہ ہے۔

”وکیکرہ حضور من الجماعة یولو الجماعة وعید ووعظ
 (مطلقاً) یولو عجز الایلاۃ“ ... (الدر مع الرد : ۱/ ۸۷۱)

”وکیکرہ لہن حضور الجماعة الا للعجز فی الفجر والمغرب والعشاء والفتوی
 ایوم علی الکراۃ فی کل الصلوات لظہور الفساد کذا فی
 الذکلی“ ... (الہندیۃ : ۱/ ۸۹۹)

”نسبہ: هذه المضاعفة خاصة بالفرض لقوله ﷺ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ فِي رَيْتِ
أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي مَسْجِدِي هَذَا إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ، الخ...“
(رد المحتار: ۳۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا تراویح کی جماعت میں شرکت کا ایک طریقہ:

مسئلہ نمبر (۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر عورت نماز تراویح پڑھے اور عورتیں ساتھ کھڑی ہو جائیں اور نماز تراویح ادا کریں اور کہیں کہ ہم نماز تراویح کی جماعت نہیں کر رہی ہیں بلکہ ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑھ رہی ہے صورت یہ ہوتی ہے کہ سورت فاتحہ کے بعد شوش ہوتی ہیں باقی دو قرآن خواص عورت کا قرآن سختی میں ہے اس کے رکوع کے ساتھ رکوع اپنا اپنا کر کے نماز کا سلام پھیرتی ہیں اور نماز ختم کر دیتی ہیں کیا اس صورت میں ان کی تراویح کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور ہاں اس صورت میں جب اکیلے اکیلے پڑھیں امام کی نیت نہ ہو ساتھ کھڑی ہونے والی ساتھ قلم دے تو قرآن خواص عورت قلم لے لے ایسی صورت میں دونوں کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ قرآن وحشت کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر اقتدا کی نیت نہ ہو تو اس صورت میں ساتھ کھڑی ہونے والی عورت سے قلم لینے کی صورت میں قرآن پڑھنے والی عورت کی نماز قاسد ہو جائے گی اور قلم دینے والی نے اگر قلم دینے کی غرض سے قلم دیا ہے تو اس کی نماز بھی قاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر اقتدا کی نیت نہ ہو تو سورت فاتحہ پڑھ کر خاموش ہونے کی صورت میں جو قلم دیا جائے ہو رہی ہے اس لیے اس صورت میں بھی نماز نہیں ہوگی، اس لیے عورتوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں اکیلے اکیلے تراویح کی نماز ادا کریں اور اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

”وفتحہ علی غیر امامہ الا اذا اراد التلاوة وكلما اذاع الا اذا ذكر فلا قبل تمام
الفتح (قوله وفتحہ علی غیر امامہ) لانه تعلم وتعليم من غير حاجة
بمحر وهو شامل للفتح المقصدی علی مقله وعلی المنفرد علی غیر المصنئ
وعلی امام آخر وفتح الامام والمنفرد علی ای شخص كان ان ارادہ التعليم

لا الصلوة نهر، (و کذا الاخذ) ... أو احذ الامام بصلح من ليس في صلاته ... (مجمع رد المحتار: ۱/۶۰۶م)

”فقوله وتأخير قيام، أشار إلى أن وجوب السجود ليس لخصوص الصلاة على النبي ﷺ بل لتبطل لصرك الواجب وهو تعقيب الشهد للقيام بلا تأجيل حتى لو سكت بلفظه السهو كما قدمناه في فصل اذا أورد الشروع“ ... (رد المحتار: ۱/۵۸۸م)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح اور نماز جنازہ کے بعد انفرادی دعا کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷): کیا نماز جنازہ اور نماز تراویح کے بعد انفرادی دعا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا کا ثبوت نہیں ہے، البتہ نماز تراویح کے بعد مجتہدین کے نزدیک تراویح کے بعد بیٹھ کر دعا کرنے کی گنجائش ہے، مگر فقہ کا اندیشہ نہ ہو، چنانچہ ان عبارات وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکٹھے ہو کر دعا کی ممانعت ہے نیز وہ عبارات بھی ہیں جن سے مطلق دعا کی اجازت معلوم ہوتی ہے، پہلی قسم کی عبارات تو بالاتفاق باہمیہ الخصوصہ ہیں کیونکہ نفس دعا بعد صلوٰۃ الجنائزہ کے بارے میں احادیث و آثار صحابہ موجود ہیں، اگر اختلاف ہے تو بہت خصوصہ کی طرح میں ہے بعض اکابر اس کی تاویل پر یہ اجتہاد سے کرتے ہیں جیسا کہ حضرت اعظم مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

کہ ہم حال نفس دعا انفرادی طور پر جانتے ہیں اور اجتماعی صورت جانے کا قصد اور اہتمام کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔ ”(کفایت المصنفین: ۱۱۷/۳)

البتہ نماز تراویح کے بعد اجتماعی دعا کی گنجائش ہے۔

”وقيد بقوله "بعد الثالثة" لانه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة

... وأشار بقوله "وتسليحتين بعد الرابعة" إلى انه لا شيء بعدها غير دعا

وهو ظاهر المصنف. - (البحر الرائق: ۲/۳۲۱م)

”قال الغلبه ابو بكر بن حماد ان الدعاء بعد حلاوة الجنابة مكروه الخ“۔

(الترواقد البهية: ۱۵۲/۱)

”وقال محمد بن الفضل لا بأس به كذا في التقنية الخ“۔۔۔ (كفایت

المفسر: ۱۵۸/۳)

”وعن الفضل لا بأس به الخ“۔۔۔ (البحر الرائق: ۳۲۱/۲)

”قال في الاحياء في بيان آداب الثلاثة الثامن أن يقول في مبتدأ قراءته

اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم۔۔۔ وليلعل عند فراغه من

القرلة صدق الله تعالى وبلغ رسول الله ﷺ اللهم الفعابه وبارك لنا

فيه الحمد لله رب العالمين استغفر الله الحي القيوم

الخ۔۔۔ (الإحياء: ۲۴۹/۲)

والله تعالى أعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ختم قرآن میں تعاون لا محل الختم جائز ہے۔ بعض الختم جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۷): رمضان المبارک میں سامع کی مال و نقدی وغیرہ سے تراویح سنانے والا خدمت کر سکتا ہے

یا نہیں؟ جب کہ گزشتہ کئی سالوں سے خطیب قائم مقام خصب سوزان ابن حضرت کی (حافظ صاحب) تراویح سنانے

والا خدمت کرتا رہا ہے اب صورت حال یہ ہے کہ سماعت کرنے والے ایک مدرس میں قاری ہیں اور وہ وقت انکل

کہ حافظ صاحب سے دور بھی کرتے ہیں اور وہ مقررہ مجلس بھی ہیں اکثر قاری صاحب بہار بھی رہتے ہیں تو ان کی حافظ

صاحب خدمت نقدی کیڑا وغیرہ کی صورت میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

تراویح میں قرآن مجید سنانے پر اجرت لینا جائز ہے البتہ اگر پہلے سے اجرت ملے شہد نہ ہو

اور نہ مسجد میں کوئی معین مقدار دینے کا طریقہ چلا آ رہا ہو حافظ صاحب کا مختلف شکلوں میں تعاون کرنا جائز ہے،

یہ تعاون لا محل الختم ہے۔ بعض الختم نہیں ہے، فقہاء کرام نے ان دونوں کے درمیان فرق واضح کر کے بتایا ہے

اور اس سے ختم قرآن پاک کے ثواب پر کوئی باز نہیں چلا۔

"وان القراءة لشي من الدنيا لا يجوز وان الاخذ والمعطى آثان لان ذلك يشبه الاستعجار على القراءة ونفس الاستعجار عليها لا يجوز"۔۔۔ (القوانين شامی: ۱/۵۴۲)

"(باب قضاء القوائت مطلب فی بطلان الوصية بالخصمات) وايضالیه لامعنی ايضا لصلة القاري لان ذلك يشبه الاجر على قراءة القرآن وذلك باطل"۔۔۔ (رواد المحتار جلد ۲: ۹۴/۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فتم قرآن پر حافظ قرآن کا کچھ جدید بیانیہ:

مسئلہ نمبر (۷۳): کیا قرأت میں مقتدی کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح میں فتم قرآن پر حافظ قرآن کو جہتہ دی دیکھنے کی صورت میں دے جاتے ہیں اگر پہلے سے ملے ہوں تو کیا حکم ہے؟ اور مقتدی ہوں تو کیا حکم ہے؟ حافظ قرآن نام مسجد یا مؤذن ہے تو کیا حکم ہے؟ اگر کوئی اور ہے تو کیا حکم ہے؟ ناجائز ہونے کی صورت میں کیا مقتدی کو قرآن سننے کا ثواب ملے گا؟ اور نماز تراویح کیسے پڑھے؟ جواب سے مطلع فرما کر مکتور فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

فتم فی التراویح ہاجرت لینا جائز نہیں اور نہ اس صورت میں فتم کا ثواب ملے گا بلکہ اگر پہلے سے حافظ صاحب کے ساتھ کوئی رقم ملے شہد نہ ہو اور نہ اس مسجد میں کوئی محسن مقدار دینے کا طریقہ چلا آرہا ہو اور محام نے بطور کرام کے اس کی مدد کی تو جائز ہے یا عداوت میں فتم نہیں لاجل الختم ہے اور ان دونوں میں فرق فقہائے کرام نے واضح کر دیا ہے۔

"وان القراءة لشي من الدنيا لا يجوز وان الاخذ والمعطى آثان لان ذلك يشبه الاستعجار على القراءة ونفس الاستعجار عليها لا يجوز (باب قضاء القوائت مطلب فی بطلان الوصية بالخصمات) وايضالیه لامعنی ايضا لصلة القاري لان

ذالک بشبه الاجر علی قراءۃ القرآن وذالک باطل" (رد المحتصر جلد ۱: ۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تروایح میں ختم قرآن کے موقع پر مصطفیٰ تقسیم کرنا:

- ۱۔ رمضان میں ختم تروایح کے بعد مصطفیٰ تقسیم کرنا اور حافظ کو پیسے یا کپڑے دینا کیسا ہے؟
- ۲۔ مسجد کے اندر سنت فرائض پڑھنا، وضو کرنا اور پانچواں نماز پڑھنا یہ تمام چیزیں بدعت کیوں نہیں جانا کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔
- ۳۔ میت کے ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن کرنا اور لوگوں میں چاروں وغیرہ تقسیم کرنا جائز ہے یا ناجائز اور قاری کو اپنی خوشی سے جو پیسے دیتے ہیں تو کیا میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے؟
- ۴۔ اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں مر گیا تو کوئی کہہ دے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- ۱۔ اگر ختم فی التروایح یا کسی اور خوشی کے موقع پر مصطفیٰ تقسیم کی جائے تو جائز ہے اسلام میں خوشیوں کے مواقع پر کسی نہ کسی شکل میں صدقہ ثابت ہے نکاح کے وقت مسجد میں چھوڑنے کا تقسیم کرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے اسی طرح حضرت عمرؓ نے سورۃ بقرہ اور آل عمران کی تعلیم کی تکمیل پر دو دنوں کا عید منگوا دیا اور ان کو بھجور دینا جائز ہے اسی طرح حافظ کو جو کپڑے اور پیسے دے جاتے ہیں اگر وہ قرآن پڑھنے کی اجرت کے طور پر دے جائے تو ناجائز ہے اور ایسے ہی خوشی سے بطور ہبہ دے جائے تو ناجائز ہے بشرطیکہ اس مسجد میں مصحف رقم دینے کا رواج نہ ہو اور حافظ صاحب بھی ان سے کچھ لینے کی توقع نہ کریں۔

"وان علم القوم حاجۃ فاعطوہ شیئاً من غیر شرط لہو حسن لانه من باب

البر والصدقة والمجازاة علی احسانہم لکمالہم وکل ذالک حسن"۔

(البدائع: ۱/۳۷۶)

- ۲۔ اصطلاح شریعت میں ہر ایسے نوایح یا طریقہ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو غیر ائمہ اربعہ کے بعد اختیار کیا گیا ہو اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں اس کا رواج اور سبب ہونے کے باوجود نہ تو ثابت ہو نہ فعلاً

زمراۓ اشارۃً، مسجد میں داخل یا سنت پڑھنا خود حضور ﷺ سے ثابت ہے اسی طرح آپا ہار کو بھی حضور ﷺ نے پسند فرمایا ہے اس لیے یہ امور بدعت ثانیہ ہوں گے حدیث میں ہے:

"وقال كعب بن مالك: كان النبي ﷺ إذا قدم من سفر يداها المسجد فلي

فيه"۔۔۔ (بخاری: ۶۳/۱)

۴۔ اہل سنت والجماعت کا یہ مذہب ہے کہ اسوات مسلمین کو بدعت دینا اور مال کا ثواب پہنچنا ہے لہذا وہ ختم قرآن ہو یا کوئی چیز کا تقسیم کی جائے جیسا کہ عاریث اور قرآن کی آیات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے لہذا مسورت مسئلہ میں میت کو ثواب پہنچنا ہے اسی طرح اگر قاری کو پیسے دیتے ہوئے میت کی طرف سے صدقہ کی نیت کرنی جائے تو جائز ہے۔

"فی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم عداوت للمعتزلة"

..... (شرح عقائد: ۳۰۵، مکتبہ الحسن لاہور)

"لکن اذا تصدق عن الميت علی من یقرأ القرآن ... واعداء الی الميت نفعه

ذالک"۔۔۔ (الغزالی ابن تیمیہ: ۳۰۵/۱۴)

۵۔ جنازہ کی حالت میں مر جانے سے گناہ نہیں ہوتا، البتہ جب غسل کی ضرورت پڑ جائے تو بغیر کسی عذر کے غسل میں تاخیر نہ سب نہیں ہو کر غسل کرنا چاہیے۔

"(ان المؤمن لا ینھس) ... ولیہ دلیل علی جواز تاخیر الاغتسال للمحب وان

یسعی فی حوالجہ"۔۔۔ (محرقات: ۱۴۱/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

❖❖❖❖❖❖❖

تماذرت اوتخ میں بیچ کی امامت اور افتداع کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۵۷)۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیچ حافظ قرآن ہے جس کی عمر ۱۳ سال ہے، رمضان المبارک میں قرآن تراویح میں سنا چاہتا ہے کیا یہ بیچ امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرتبہ میں یہ بیچ اگر اعتقاد و غیرہ کی وجہ سے بالغ ہو چکا ہے تو اس کی امامت شرعاً درست ہے لیکن اگر یہ بیچ ابھی نابالغ ہے تو شرعاً اس کی افتداع کرنا، بالغوں کے لیے جائز نہیں، نابالغوں کے لیے درست ہے۔

”وَأَدْنَىٰ مَعْدَةِ الْبَلُوغِ بِالْإِحْلَامِ وَنَحْوِهِ فِي حَقِّ الْغُلَامِ الْتَاعِشِرَةَ أَسَمَةً“ ...
(التهذيب: ۶۱/۵)

”وَعَلَىٰ قَوْلِ الْمَذْهَبِ بِبَدْخِ الْإِحْلَامِ بِالضَّيَانِ فِي التَّرَاوِيحِ وَالْمَسْنِ الْمَطْلُوقَةِ
كَذَلِكَ فِي ضَاوِي قَضَائِي عَمَّا الْمُخْتَارَاتِ لَا يَجُوزُ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا كَذَا
فِي الْهِدَايَةِ وَهُوَ الْأَصَحُّ هَكَذَا فِي الْمَحِيطِ وَهُوَ قَوْلُ الْعَامَّةِ وَهُوَ ظَاهِرُ الرَّوَايَةِ
هَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ“ ... (التهذيب: ۸۵/۱)

”وَلَفَسَدُ الْفَسَادِ وَجَلَّ بِأَمْرِ لَدَا تَوْصِيٍّ) فَرَضَ كَمَا أَنَّ الْمُخْتَصِدِي لَهَا
أَوْ لَفَسَادُ ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ وَلَٰنْ نَفْلُهُ غَيْرُ مُضْمُونٍ بِالْإِسَادَةِ التَّرَاوِيحِ
فَلَا يَجُوزُ إِجْمَاعُهُ“ ... (النَّهْرُ الْفَائِقُ: ۲۵/۱)

”قَالَ مُشْتَبِهًا أَنَّ الْمُخْتَصِدِي بِهِ لِأَنَّهُ لَا صَلَاةَ لَهُ أَصْلًا
أَسْمَاءُ مَرِيضَةٍ تَخْلُقُ لَهَا وَصَلَتْ الْمَرَاتِقَةُ بِغَيْرِ قَضَائٍ يَجُوزُ“ ... (التهذيب: ۱۳۶/۱)

وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

☆☆☆☆☆☆

امامت کے ضروری مسائل سے واقفیت اور تراویح میں تلاوت کا طریقہ:

- مسئلہ نمبر (۶۷)۔ (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کے لئے بنیادی کن کن باتوں کا پتہ ہونا ضروری ہے اور کیا اس کا مفاد اور ہر شرع ہونا بھی ضروری ہے؟
- (۲) تراویح پڑھانے والے کو کس طرح قرأت کرنی چاہیے اور اتفاق کی ادائیگی کیسی ہونی چاہیے؟ وقت کتنا؟ چاہیے؟ اور یز سے اور کز روگ ہوں تو ان کو کیا کرنا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) صورت مرقوم میں امام کے لئے بنیادی طور پر ضروری ہے کہ وہ نماز کا طریقہ جانتا ہو نیز اس کے ضروری مسائل سے واقف ہو امام کے لئے جاننے قرآن ہونا ضروری نہیں البتہ امام کا ہر شرع ہونا اور مکمل سنت کے مطابق ادا بھی ہونا لازمی ہے۔

(۲) تراویح پڑھنے والے کو قرأت درمیانی رکعات سے کرنی چاہیے یعنی نہ تو اتنی تیز قرأت کرے کہ الفاظ ہی سمجھ میں نہ آئیں اور نہ ہی اتنی آہستہ قرأت کرے کہ پیچھے کھڑے ہونے والے مقتدی صحیح محسوس کریں البتہ یہ بات ہمین ظہن رہے کہ تراویح میں ایک مرتبہ قرآن حکیم شرم کرنا سنا سچیں اور قاری کے لیے سنت ہے۔

”واللھم مرة سنة ومرتین طعیمة و ثلاثا فضل“۔۔۔ (ابو یعلیٰ الترمذی: ۵۲۲)

اگر ضعیف لوگوں کا ضعف اس قدر شدید ہے کہ وہ بیٹھ کر اشاروں سے بھی تراویح نہیں پڑھ سکتے تو جب وہ معذور ہیں اور اگر مسجد میں آکر جماعت سے تراویح پڑھنا نا ممکن ہو تو وہ گھر میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر تراویح مکمل کر لیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح کی جماعت میں امام کے بھول جانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۷): کیا طرہ سے ہیں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام تراویح پڑھا رہا ہو اور در رکعت کی پہلے تین یا چار رکعتیں بھول کر پڑھا دیں تو نماز تراویح باطل ہو جائیگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر غلطی سے چار رکعتیں پڑھ لی ہیں اور درمیانی قعدہ نہیں کیا ہے تو اس صورت میں در رکعت تراویح ہوگئی اور اگر درمیانی قعدہ کیا ہے تو اس صورت میں چار رکعت تراویح ہوگئی۔

”قلو صلی الامام ابو یعلیٰ سلمیة ولم یقع علی الخاتبة فاعطیہ التوابین عن ابی حنیفة وابی یوسف عنہم الفساد ثم اعطیہ اهل تنوہ عن سلمیة ابو سلمیة عن قال ابو الیث توب عن سلمیة عن قال ابو جعفر وابن الفضل توب عن واحدہ وھو الصحیح کذا فی الظہیریة والذہبیة وفی المجتبی وعلیہ التفتوی مولو العبد علی راس التریکعتین انه یجوز عن سلمیة وھو قولی العامة“۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۱۸۰)

اور اگر تین رکعت پڑھ لی ہیں اور درمیانی قعدہ نہیں کیا تو اس صورت میں نماز ناسد ہوگئی اور در رکعت کی قعدہ زم ہوگئی اور اگر تین رکعت پڑھ لی ہیں اور درمیانی قعدہ کیا ہے تو اس صورت میں در رکعت تراویح ہوگئی اور در رکعت کی قعدہ واجب ہوگئی۔

”و لوصلی التطوع ثلاث رکعات ولم یقعده علی رأس الركعتین الاصح انه

تفسد صلاته“۔ (الہندیہ: ۱/۱۱۳)

”وان صلی ثلاث رکعات بتسلیمة واحدة فهو علی وجهین اما ان یقعده

فی الثانية اولہ لم یقعده۔۔ وان لم یقعده فی الثانية ساهبا او عامدا لاشک ان

فی القیاس وهو قول محمد بن زفر واحمدی الروایتین عن امی حنیفة تفسد صلاته

ویلز منه قضاء رکعتین لا غیر واما فی الاستحسان هل تفسد صلاته فی قول امی

حنیفة وابی یوسف اختلافہ لاقول بعضہم تفسد ولا یجزی عن شیء وقال

بعضہم تجزى عن تسلیمة واحدة۔۔۔ وجہ من قال انه لا یجزى عن شیء

وهو الصحيح انه ترک القعدة المشروعة وهو القعدة علی رأس الثانية

والشخصة علی رأس الثالثة غیر مشروعة فی التطوع فصار کانه

لم یقعده اصلا لا یجزى بخلاف ما اذا صلی اربعاً ولم یقعده علی رأس الثانية لان

القعدة علی رأس الرابعة مشروعة فجازت۔۔ (الطحاوی عان: ۱/۲۴۰،

۲۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آٹھ تراویح پڑھنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں بعض لوگ آٹھ

تراویح پڑھتے ہیں جبکہ عقیدہ کے لحاظ سے وہ اہل حدیث بھی نہیں کیا یہ شخص آٹھ تراویح پڑھے گا وہ سنت مؤکدہ

کا حاکم نہ ہوگا اور وہ شخص اس ترک کی وجہ سے گنہگار ہوگا یا نہیں براہ کرم تفصیل سے جواب دیں کہ ان کے اس فعل کی

وجہ سے ان کی تراویح وادھوگی ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال تراویح کی تیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اگر کوئی شخص ہمیشہ آٹھ تراویح پڑھے اور باقی

چھ روزے تو وہ سنت مؤکدہ کا علی سبیل اللہ وادھو ترک ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

”ذکر فی الاختیار ان ابیہ صنف“ سأل اباحیفةً عنها وما لعه عمر“ لقان التراويح سنة من سنة السنن المؤکدة التراويح الی ان قال . (ان التراويح عندنا عشر و ن رکعة بعشر تسلیمات وهو ما ذهب الجمهور و تلجہم و ما رواہ الیہقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر“ بعشر من رکعة و علی عهد عثمان“ و علی“ منہ“ .. (حلی کبیری: ۳۴۲ و ۳۵۱، ۳۵۲)

”تروک السنۃ المؤکدة قریب من التحرام۔۔۔ ان اعتادہ الم۔۔۔ لا شک ان الاثم مقول بالشکیک بعضہ اشد من بعض فالاثم لتارک السنۃ المؤکدة۔۔ حکم السنۃ ان یدب الی تحصیلہا و یلام علی ترکہا مع لحوق الم یسر۔۔۔“ (رد المحتار: ۱۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں دوران تلاوت قبل قنطری اسی رکعت میں ٹھیک کرنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۷۹): محترم جناب مفتی صاحب اسامہ رحمہ اللہ و رحمۃ اللہ علیہ کا جواب گزارش ہے کہ ہماری مسجد میں ایک حافظ صاحب نماز تراویح میں قرآن پاک پڑھتے ہیں اور وہ سورۃ اسعد کی آیت نمبر ۱ کا آخری ”ومن یحکم بالایمان فلقد حیط عملہ و هو فی الاغصۃ من الغنمین الخ“ کی جگہ اس نے ”و هو فی الاغصۃ من المجرمین“ پڑھا مسئلہ کہ رکعت میں کچھ کہتے ہیں کہ نماز ہو گئی اور کچھ کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوئی؟ براہ کرم آپ اس کے بارے میں جواب جاری فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

واضح رہے کہ اگر کسی نے نماز میں ایسی قنطری کی جس کی وجہ سے ترجمہ میں تبدیلی آگئی ہے، اگر قنطری کرنے کے بعد فوراً صحیح کر دی تو نماز ہو جائے گی اور اگر صحیح نہ کی، بلکہ دوسری رکعت میں اس کی صحیح کی تو نماز کا اسناد ضروری ہے۔

”وقوله وصح باللائس الفسادان غیر المعنی نحو رب العلمین للاصالة

کما لو بدل كلمة بكلمة وغير المعنى نحوان الفجاء للى جئت"۔۔۔ (الترغيع

الرد: ۱/ ۳۶۸)

"ذاكر لى القراء لولوا لى الصلاة بخط الحاش ثم رجع وقرأ صاحب حافل عدى

صلاوة جازرة الخ"۔۔۔ (الهندية: ۸۳/۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح میں آیت کی ظنی یا کنی آیت کے رہ جانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قاری صاحب نماز تراویح میں "و ما کانوا موعنین" تک جگہ "و ما کانوا مفسقین" پڑھ لیں تو کیا نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ نیز اگر تراویح میں کوئی آیت رہ جائے اور بعد میں کسی وقت یاد آئے تو اس کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ آیا وہ آیت اگلی منزل کے ساتھ ملا کر پڑھنی چاہیے یا ایک ہی رکعت میں اس آیت کو پڑھ لیتا ہے یا اس رکعت میں ایک ہی آیت پڑھنی چاہیے وضاحت فرمائیے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ آیت کا حق تہمیل ہونے کی وجہ سے نماز قاسد ہو جائے گی، لہذا اس نماز کا اعادہ ضروری ہے، اور اگر تراویح میں قرآن پڑھتے ہوئے کوئی آیت پھوٹ جائے تو اس سے اگلی تراویح میں پیسے وہی ہوئی آیت پڑھے اور بعد میں وہ تو پڑھ رہا ہے وہ پڑھنے سے ایسا کرنا مستحب ہے۔

"ان ما غیر المعنى تغييراً يكون اعطافه كفراً بفسد فى جميع ذلك سواء كان

فى القرآن ولا الاما كان من تبديل الجمل مفصولاً بوقف تام وان لم يكن

التغير كذلك فان لم يكن مثله فى القرآن والمعنى بعد متغير تغييراً

فاحشاً بفسد ايضاً، كهذا العبارة مكان هذا الغراب وكذا اذا لم يكن مثله

فى القرآن ولا معنى له كالتسراتل باللام مكان السرار وان كان مثله

فى القرآن والمعنى بعد لم يكن متغيراً فاحشاً بفسد ايضاً عندى حيلة

ومحمدة وهو الاخر ط"۔۔۔ (رد المحتار: ۱/ ۳۶۶)

”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَمْسُوكَ أَلْفًا مِنْهُ لَمْ يَأْخُذُوا بِكَ لَئِنْ كُنْتُمْ هُنَا لَبِئْسَ مَا تَحْكُمُونَ“ (سورۃ النحل: ۱۰۵)

”اور ان لوگوں نے تم پر ایک سو ہزار آیتوں کا الزام نہیں کیا، لیکن تم نے یہاں پر جو حکم دیا ہے؟“

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حافظ لڑکی کا تراویح کی جماعت کرنا:

مسئلہ نمبر (۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حافظ لڑکی رمضان المبارک میں تراویح پڑھا کرتی ہے یا نہیں؟ اگرچہ وہ فرض نماز اور ترمیمہ علیحدہ علیحدہ پڑھیں تو شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں حافظ لڑکی کا رمضان المبارک میں باجماعت تراویح پڑھنا مکروہ ہے اور یہی حکم فرض نمازوں کا بھی ہے۔

”وَيُكْرَهُ تَحْرِيمًا (جماعة النساء) يُولُوْنَ التَّارَويْحَ فِي غَيْرِ صَلَاةِ الْجَزَاةِ (قوله وَيُكْرَهُ تَحْرِيمًا) صَرَحَ بِهِ فِي الْقَفْحِ وَالْخَر (قوله يُولُوْنَ التَّارَويْحَ) الْقَادَانِ الْكُورَةُ فِي كُلِّ مَا تَشْرَعُ فِيهِ جَمَاعَةُ الرِّجَالِ فَرَضًا أَوْ نَفْلًا“ .. (رد المحتار: ۳/۱۸۸)

”وَكُنَّا الْمَرْأَةَ تَصْلُحُ لِلْإِمَامَةِ فِي الْجُمُعَةِ حَتَّى لَوَامَتْ النِّسَاءَ جَازٍ وَيَنْبَغِي أَنْ تَلْزِمَ وَسَطَهُنَّ لِمَا رَوَى عَنْ عَائِشَةَ“ ”أَلِهَاتُ سَوَاءٌ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ وَنَامَتِ وَسَطَهُنَّ“ ”وَامَتْ أَمَ سَلَمَةَ نِسَاءً وَنَامَتِ وَسَطَهُنَّ وَلَا نَبِيَّ حَالِهِنَّ عَلَى الْإِسْرَةِ هَذَا اسْتَرْفَاهَا إِلَّا أَنْ جَمَاعَتَهُنَّ مَكْرُوهَةٌ عَمَلُنَا“ .. (بدائع الصالحات: ۳۸۸، ۳۸۷)

”وَيُكْرَهُ إِمَامَةُ الْمَرْأَةِ لِلنِّسَاءِ فِي الصَّلَاةِ كُنْهَاتِ الْفَرَقِ وَالْوُفْلِ الْإِثْمِ صَلَاةِ الْجَزَاةِ هَكَذَا فِي النِّهَايَةِ فَإِنَّ فَعْلَهُنَّ وَفَعْلَ الْإِمَامِ وَسَطَهُنَّ وَنَبِيَّهَا وَسَطَهُنَّ لَا تَزُولُ الْكُرَاهَةُ“ .. (الهندية: ۸۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آٹھ رکعات تراویح پڑھنا اور ۷۷ رجب کو نوافل پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۲): جناب مفتی صاحب آپ کا تراویح سنت مؤکدہ بتانے کا بہت شکریہ! اگر آٹھ رکعت تراویح ادا کی جائے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟

۲۔ ۷۷ رجب کو کتنے اور کیسے نوافل پڑھنے چاہئیں اور کیا روزہ کی رکعتیں پڑھ جائے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

میں رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے، اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مجاہدین کا اجماع ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے تین رکعات تراویح کرواتے تھے اور اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا، گویا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تین رکعات تراویح پر اجماع ہو گیا۔

”واما القدر والعشرون ركعة في عشرين ليلاً في خمس ترويعات كل ليلة تسليمتين ترويعات وهذا قول عامة العلماء، وقال مالك في قول سنة وفلا تون ركعة، وفي قول سنة وعشرون ركعة، والصحيح قول العامة لما روي عن ابن عمر فاروقؓ جميع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم في شهر رمضان على ابي بن كعب فصللي بهم في كل ليلة عشرين ركعة، ولم ينكر عليه احد، يكون اجماعاً منهم على ذلك“۔ (بدائع الصنائع: ۱/۶۳۴)

”المرابيح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين الخ وهي عشرون ركعة..... وفي رواية احتازوه عشرون ركعة هو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً الخ“۔۔۔ (الترغيع الراد: ۱/۵۲۰، ۵۲۱)

لہذا اگر کوئی ہم نے میں کے آٹھ رکعات تراویح پڑھتا ہے، تو علی سبیل الاحتراز اور احتیاطاً رک سنت اور حفاظت انجام کرنے کی جہت سے گنہگار ہوگا۔

۷۷ رجب کو مخصوص کیفیت اور کثرت کے ساتھ نوافل کے پڑھنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، لہذا اس دن کے نوافل کو خاص کیفیت اور کثرت کے ساتھ پڑھنے کو مستحسن سمجھنا بدعت ہے، عام معصوم کے مطابق نوافل پڑھنا چاہیے، اسی طرح احادیث صحیحہ میں اس مہینے کے روزہ کی بھی خاص فضیلت نہیں، اسی لیے احادیث میں جس کی فضیلت مذکور ہے وہ صحیح نہیں۔

”عن علی کرم اللہ وجہہ مرفوعاً ان شہرجب عظیم من صام منہ یوما کتب اللہ لہ صیام الف سنة لا یصح“..... (اللائلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعات: ۱/۱۱۵)

البدن کل روزہ کسی کا دل چاہے رکھے، اختیار ہے اس پر خدا نے تعالیٰ جتنا چاہا ہیں ثواب دیں اپنی طرف سے ایسے ہزار یا کئی فیاضات مقرر نہ کجے جس کا ثبوت امرت مجھ میں نہ ملے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تبلیغ بچے کی اقتداء مطلقہ درست نہیں:

مسئلہ نمبر (۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام فقہائے عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند خانہ: تبلیغ جورات کو نازل شدہ قرآن غنا چاہے ہیں تو کیا ایسے تبلیغ نام کی بغرض صلاح اقتداء کر سکتے ہیں یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

تبلیغ مافوق اقتداء مطلقہ درست نہیں چاہے نازل ہوں یا رافضی۔

”ولا یصح القداء بغیر البالغ فی الفروض وغیرہ“۔۔۔ (حلی)

کھوری: ۴۴۳

”ولا یحوز للرجال ان یقتدوا بالمرءة اوصی فقط“

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دعوت افکار کی وجہ سے مسجد کی جماعت کو ترک کرنا:

مسئلہ نمبر (۸۴): ایک سائنسی کا کہنا ہے کہ روزہ افکار کروانے کا بہت ثواب ہے لہذا ہمیں ایک دوسرے کے گمراہات پر جانا چاہیے اور گمراہی مغرب کی نماز یا جماعت بڑھائی جائے، جبکہ میرا یہ موقف ہے کہ مساجد میں نزدیکی فیاضیت کے پیش نظر ایک دوسرے کی دعوت سے معذرت کرنی چاہیے اور نماز تراویح کی ادائیگی کا بعد سے کیا جبکہ محل میں مسجد ہے تو کیا صورت ہوگی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

روزہ انکار کی رکعت کرنا شرعاً درست ہے لیکن اس کی وجہ سے جماعت کی نماز نہیں چھوٹی ہے۔ اگر فرض مسجد میں ادا کریں اور تراویح گھر پر ہو تو جائز ہے بشرطیکہ کچھ لوگ مسجد میں بھی جماعت قائم کرنے والے ہوں اور اگر سب لوگ ہی مسجد چھوڑ دیں گے تو یہ درست نہیں۔

"ونفس الفرویح سنة علی الاعیان عسلدا... والجماعة فیہا سنة علی الکفایة... وان صلی بجماعة فی البیت اختلف المشائخ... فاذا صلی فی البیت بجماعة لقد جاز... والصحيح ان اذتہا بانجماعة فی المسجد افضل وكذلك فی المکتوبات"۔ (الہندیہ: ۱/۱۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بیش رکعات تراویح کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۸۵)۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل زور و شور سے آٹھ تراویح پر زور دیا جا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صرف آٹھ تراویح ادا کی ہیں، جبکہ عوام میں تراویح ادا کی جاتی ہیں، جناب سے رضائی کی درخواست ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ میں رکعات تراویح ست نو کدہ ہیں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں میں رکعات تراویح پانچ ہوا ہے کسی صحابی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا اگر میں رکعات تراویح ست نہ ہوتیں تو کوئی صحابی تو انکار کرتا لیکن کسی نے انکار نہیں کیا اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے میں رکعات تراویح چوبیس ذکر و روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع اور قیادت سے اس حدیث کے متن کا فقرے لٹتی ہے لہذا میں رکعات ہی ست نو کدہ ہیں اور اسی پر است کا کمال چلا رہا ہے۔

"واما الفرویح العشرون رکعة فی عشرين لیلة فی خمس ترویحات کل تسلمین ترویحة وهذا قول عامة العلماء وقال مالک فی قول سنة وثلاثون رکعة فی قول سنة وعشرون رکعة، والصحيح قول العامة لما روی " ان

عمر فاروقؓ "جمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر رمضان علی اسی بن کعب فضلی بہم فی کل لیلة عشرين رکعة، ولم یحکرو علیہ احدہم ین اجماعہم علی ذلک"۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/۶۳۴)

"اکثر اربع سنة مؤکدة لمواظبة الخلفاء الراشدين الخ وهي عشرون رکعة۔۔۔ وفی رد المحتار وهي عشرون رکعة ہر اول الجمهور وعلیہ عمل النیس شرفہ وغیرہ الخ"۔۔۔ (المجموع النور: ۱/۵۲۰، ۵۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح کی چار رکعات کے بعد خاموش بیٹھ کر کرنا چاہیے:

مسئلہ نمبر (۸۶) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نفس درود پڑھنے کا عقیدہ تو ہمارے اہل سنت والجماعت کا جزء الایمان ہے لیکن آج کل جو چار رکعات کے بعد صلاۃ پڑھ کر فوراً کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں کیا فقہ حنفی یا غیر ائمہ میں اس کا ثبوت ملتا ہے جب کہ یہ غلط فہمی اور عربی سے مرکب ہیں نیز اس کو نہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ اس پڑھائی پڑنا شروع کر دی ہے شریعت کی رو سے اس کو واضح فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں تراویح کی چار رکعات کے بعد "صلاۃ پڑھ کر" کا نہ تو لگانا اسلاف سے ثابت نہیں ہے ہاں چار رکعات کے بعد حالت جلوس میں فقہاء کرام نے خاموش بیٹھنے اور ذکر کرنے میں اختیار دیا ہے۔ نیز شریعت میں امر مندوب پر اصرار پڑائی قائل مذمت ہے اور اگر اصرار پڑائی بدعت یا منکر ہو تو یہ بدعت بدیعہ اولی قائل مذمت ہے۔

—

"ان هم مخبرون فی حالة الجنوس ان شاء سبحوا وان شاء قرؤوا القرآن وان شاء اصلوا لربیع رکعات قرآنی وان شاء اقاموا اساکین الخ"۔۔۔ (البحر الرائق: ۳/۱۲۲)

"(المندوبیت) رسول اللہ ﷺ کثیر البصر ف عن یسارہ (عبداللہ علی کمال اطلاع الراوی علی احوالہ رحمۃ اللہ علیہ) قال الطیبی ولیہ ان من اصر علی امر مندوب

و جعله عزما لم يعمل بالمرحصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف

من اصر على بدعة او متكر (مرفقات المفاتيح: ۳۶/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور دوران تراویح "مسافر پر محرم" کاغزو نگاہ:

مسئلہ نمبر (۸۷): جناب مفتی صاحب السلام صلیکم السلام کے بعد عرض یہ ہے کہ چند مسائل دریافت طلب ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد آپس میں مصافحہ کرنا بتائی طور پر کیا ہے؟ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز تراویح کی چار رکعات کے بعد کھڑے ہوتے وقت "بصلا؟ برعمہ" کاغزو نگاہ درست ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ہر نماز کے بعد آپس میں بتائی صورت پر سنت کچھ کر مصافحہ کرنا مکروہ اور بدعت ہے اور نماز تراویح کی چار رکعات کے بعد کھڑے ہوتے وقت بصلا؟ برعمہ کاغزو نگاہ اسلاف سے ثابت نہیں ہے ہاں چار رکعات کے بعد حالت جلوس میں فقہاء کرام نے خاموش بیٹھنے اور ذکر کرنے میں اختیار دیا ہے۔

"وقد صرح بعض علماءنا وخیرہم بکراهة المصافحة المعتد اعقب الصلوات

مع ان المصافحة سنة واما ذاك الا لكونها لم تؤول فی خصوص هذا الموضع

فالمواظبة علیہا لہ نرہم العوام بانہا سنة فیہ الخ"۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۶۶۰)

"ثم هم مخبرون فی حالة الجلوس ان شاء الله سبحانه وان شاء العدو واساكين

واهل مكة بطولون اسبوعا یصلون وکعبین واهل المدينة یصلون اربع

رکعات قرآنی"۔۔۔ (التهذيب: ۱/۱۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز تراویح گھر میں ادا کرنے والے فرض عشاء مسجد میں اجتماعت ادا کریں:

مسئلہ نمبر (۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں جب تراویح

گھر میں ادا کرنی بھی عشاء کی فرض نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کریں، وگھر میں ادا کریں قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت ہر قسم میں عشاء کے فرض جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کریں۔

” (الجماعة سنة مؤكدة للرجال) والسنة المؤكدة التي تقرب منه العواظية
وغير ذلك عليه ماعين النهر الا ان يجاب بان قول العواقين بانهم يأتون بكهانة مني
على القول بانها طرح من عند بعض مشائخنا كما نقله
الزبلي“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۴۰۸)

”ان اقيمت التراويح في المسجد بالجماعة وتحلف عليها جل من القرائات
وصلى في بيته فقد ترك الفضيلة لا السنة) قال في المصنوع لو صلى انسان
في بيته لا ياتم فقد نقله ابن عمر وسالم والقسيم وابراهيم ونافع... (وان صلى
أحد في بيته بالجماعة) حصل لهم ثوابها وانزكو الفضلها“۔۔ (حلی
کبیر ص: ۳۸۳)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ڈاڑھی کٹوانے والے کا تراویح پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نماز تراویح پڑھا سکتا ہوں میں
حافظ قرآن ہوں پچھلے سال الحمد للہ بیت اللہ اور دفتر رسول ﷺ کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی میں نے
ڈاڑھی رکھ لی ڈاڑھی کے بال ڈیڑھ انچ سے ایک انچ کے قریب ہیں اور مجھے صفا خط بخار ۳۲ ہوں گزشتہ ۲۰ سال سے
میں سامت کر ہاؤں اب سنانے کا وقت آیا ہے تو بعض نمازی اور امام مسجد فرماتے ہیں کہ ڈاڑھی برابر چھڑھنی ایک
مشت ہو اور فرماتے ہیں کہ خط خوانے سے بہتر ہے کہ ڈاڑھی صاف کر دوی جائے ورنہ گناہ ہوتا ہے کیونکہ بار بار خوانا
چتا ہے نیز فرماتے ہیں خط خوانے سے ہجر ڈاڑھی منڈا دانا ہے۔ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب میں نے کئی
عالم فاضل لوگوں کے پیچھے نماز فرض پڑھی ہے جو کہ میری طرح خط خوانے ہیں ان کے بال مجھ سے بھی چھوٹے
چھوٹے ہوتے ہیں میرے بارے میں فتویٰ صادر فرمائیں۔

(۱) قرآن پاک نہ تو تراویح میں پڑھا سکتا ہے؟

(۲) خطا کی بجائے ڈاڑھی صاف کرو اور؟

الجواب باسم الملك الوهاب

"قال في الخروا ما لا تعلمنها وهي دون ذلك كما يفعل بعض المغاربة

ومصلحة الرجال العلم بوجه احد واتخذ كلها فعل يهروا الهنود ومجوس الاعاجم

لمح"۔۔۔ (المرويع القرد: ۲/۱۲۴)

(۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی منڈوانا اور مٹی سے کم ہو کر کونا حرام ہے اور اس کا سر تک فاسق ہے، بہرہ میں فاسق کو ام بیٹا مکروہ تحریمی ہے اور نماز واجب الاعداء نہیں ہے لہذا آپ کی ڈاڑھی جب تک مٹی بھر نہیں ہو جاتی کونا چوڑ نہیں اور راست مکروہ تحریمی ہوگی خطا خوانا تو پڑے، مگر ڈاڑھی کا کونا پانچ نہیں ہے اور اگر کسی عالم فاضل کی ڈاڑھی مٹی سے کم ہے اور کونا ہے تو اس کے لئے بھی یہ جائز نہیں اور نہ ہی اس کا یہ فعل شرعاً حجت ہے۔

(۲) ڈاڑھی صاف کرانے کی بجائے پوری رکنا ضروری ہے، ڈاڑھی منڈوانے والا اور ڈاڑھی کونا کر چھوٹی کرنے والا شخص فاسق ہے اور فاسق کی بدعت مکروہ تحریمی ہے۔

"واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه ويأن في تقديمه

للإمامة تعظيمه ولقد رجب عليهم اعانته شرعاً"۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۳۱۳)

"وكسره إمامة الجبل والاعرابي والفاسق والمبتدع والاعمى

وولد الزنا"۔۔۔ (المحرر الرافق: ۱/۱۰۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صلوة التيسير کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۹۰) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب رمضان میں اپنے معتقدین کو انکھار کے جاتے ہیں اور صلاۃ التیسیر پابعدت بنا کرتے ہیں کیا دروغ شریعت یہ جانے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں امام صاحب کا رمضان میں یا غیر رمضان میں اپنے مقتدر میں کو اکٹھا کر کے صلوة الصبح اور دیگر نوافل کی جماعت کروانا مکروہ ہے۔

"الطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداهي يكره"۔۔۔ (الفہدیۃ: ۱/۸۳)

"ولا یصلی الطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذلک لو علی سبیل

التداھی"۔۔۔ (القدر المحتار: ۱/۹۹)

"وتطوع علی سبیل التداھی مکروہ"۔۔۔ (القدر المختار: ۱/۸۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صلوة الصبح باجماعت ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۱): کیا شرط ہے ہیں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ صلاۃ الصبح کی جماعت کرواتے ہیں شرعاً نوافل کی جماعت کا کیا حکم ہے؟ کتب فقہ کی روشنی میں جواب دیں شکریہ؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں صلاۃ الصبح بھی ایک لکل نماز ہے اور لوگوں کو بلا کر اور جمع کر کے جماعت کے ساتھ نوافل کی نماز شرطاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر امام کے ساتھ تین آدمی ہوں تو جائز ہے اور چار یا اس سے زیادہ ہوں تو جائز نہیں۔

"الطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداهي يكره"۔۔۔ (الفہدیۃ: ۱/۸۳)

"ولا یصلی الطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذلک لو علی سبیل

التداھی"۔۔۔ (القدر المحتار: ۱/۵۳۳)

"وتطوع علی سبیل التداھی مکروہ"۔۔۔ (القدر المختار: ۱/۸۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قضاء عمری کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۹۲): کیا شرط ہے ہیں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عصر کے بعد قضاء عمری کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مرجع قضاء عمری میں صرف چار رکعت نیت قضاء پڑھ کر ساری زندگی کی نمازوں کی قضاء سمجھ لی جاتی ہے اس کی شرعا کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ جتنی نمازیں زندگی بھر قضاء ہوئی ہوں ان سب کو قضاء کرنا فرض ہے صرف چار رکعت سے فریضہ انہیں ہوگا لیکن قضاء عمری کی صورت اگر یہ ہو کہ زندگی بھر کی نمازوں کو ترتیب سے ادا کیا جائے تو اس صورت میں عمری کی نماز پڑھنے کے بعد قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی جائز ہے صراحت فقہ کے بعد طلوع خمس صرف نفل پڑھنا مکروہ ہے فرض یا کراہت پڑھے جاسکتے ہیں۔

"وفضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة لف ونشر مرتب

وجميع اوقات العمروالت للقضاء الا الثلاثة المنهية كما امر و هي الطلوع

والاستواء والغروب"۔۔۔ (رد المحتار: ۱/ ۵۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عصر کے بعد قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ کے مدلل جواب سے سرفرازا فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز عصر کے بعد قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں۔

"ثم ليس للقضاء وقت معين بل جميع اوقات العمروالت له الا الثلاثة ووقت

طلوع الشمس و وقت الزوال ووقت الغروب فانه لايجوز الصلاة في هذه

الاولات كذا في البحر الرائق"۔۔۔ (الهدية: ۱/ ۱۲۱)

"وفضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة لف ونشر مرتب

وجميع اوقات العمروالت للقضاء الا الثلاثة المنهية كما امر و هي الطلوع

والاستواء والغروب"۔۔۔ (رد المحتار: ۱/ ۵۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اہم کا فرض نماز کے بعد سنتیں اپنے کمرے میں پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۹۳): میں اور میرے تمام ساتھی بالکل خیریت سے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ بھی خیریت سے رہیں، آمین،

محترم ایک مسئلہ درپیش تھا جس کی وجہ سے آپ کو زحمت دینی چڑی وہ یہ کہ ہمارے محلے کے اہم صاحب فرض نماز پڑھا کر باقی نماز اپنے کمرے میں جا کر پڑھتے ہیں، ہم چھپے پڑتا یا گیا کہ سنت طریقہ کی ہے کیا یہ درست ہے وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سنن اور فوائد گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

”والولد والأفضل في المنزل الخ“ شمل ما بعد التبریضة و ما قبلها الحديث
النصیحین علیکم بالصلاة فی بیوتکم لأن غیر صلاة المرأة فی بیہ
إلا المكتوبة الخ“۔۔۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بعد طہر شرعی گھر والوں کے ساتھ باجماعت تراویح پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے کے قریب کوئی مسجد نہیں اور سردی بہت ہے اور ہمارے میں ایک ضعیف العمر شخص ہے وہ عشاء کی نماز مع تراویح گھر میں اپنے ذی رحم عزم یعنی بیوی ماں، لیکن بخلاف خیرہ و کو نماز پڑھاتا ہے شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اس کو گھر میں جماعت کرانا جائز ہے بلکہ اگر یہ شخص معذوری سے قیل مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بہت قلیل اس کو مسجد کا ثواب بھی ملے گا۔

”وفی التبرایح سنة كفاية (قولہ سنة كفاية) ای علی کل اهل محلة لما
فی منية المصلى من بحث التبرایح من ان أقامها الجماعة سنة علی مبل
الكفاية حتى لو ترك اهل محلة كلهم الجماعة فقد تركوا السنة ونسأوا

فی ذلك وإن تخطف من أفراد الناس وصلى في بيته فليترك الفصيلة وقوله
على قول) وغير مستحبة على قول آخر بل يصلونها وحده في بيته وهذا قولان
مصححان ومبني على أدراك الفريضة ترجيح الثاني بأنه المذهب
الاول... (رد المحتار: ۱/۸۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خواتین کا تراویح پڑھنا مستحب ہے یا نہی:

مسئلہ نمبر (۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں حافظ قرآن
خواتین کے لیے تراویح پڑھنا مستحب کر دے یا نہی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مورتوں کا نماز پڑھنا عت کر دانا مکروہ ہے۔

”صلوة المرأة في بيتهما الفصل من صلاحاتها حبرتها وصلاحها في معادها
الفصل من صلاحاتها في بيتهما يعني العزاة التي تكون في البيت وروى ابن
عزيمه عنه رحمته ان احب صلوة المرأة الى الله في اشد مكان في بيتهما طلعة
وفي حديث له ولا من حيان واقراب ما يكون من وجه ربهما وهي في قمرينها
ومعلوم ان المستحب لا يوسع الجماعة وكذا قمرينها واشده طلعة ولا يخفى
عاليه بتقدير التسليم فانها يندفع السنة وهو لا يستلزم ثبوت تحريم
التحريم في الفعل بل التنزيه وارجعها الى خلاف الاولى ولا علينا ان نلعب
ان في ذلك فان المقصود البيع حيث كان...“ (فتح القدیر: ۱/۳۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خواتین کا نماز تراویح کے لیے مسجد میں آئے یا نہی:

مسئلہ نمبر (۹۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جامع مسجد عمر فاروق میں

برسالم رمضان کے مہینے میں خواتین کے لیے بھی نماز تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ سہ ایک نہایت مصروف روز میں ہے جہاں ہر وقت مردوں کا ہجوم رہتا ہے ایسے میں خواتین جن میں جملہ بے پردہ لڑکیاں بھی ہوتی ہیں مسجد میں باجماعت نماز تراویح کے لیے آئی ہوتی ہیں، یہ انتظام مسجد کے تہ خانہ میں ہوتا ہے جن کی حفاظت کے لیے برسالم ایک ضعیف اور خاتون کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) کیا اس پر فتنہ دور میں خواتین کا مسجد میں نماز تراویح کے لیے آنا جائز ہے؟

(۲) اگر نہیں تو مسجد کی انتظامیہ کس حد تک گنہگار ہوگی اور ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ عورتوں کا نماز تراویح سمیت تمام نمازوں کے لیے مسجد میں آنا ممنوع ہے اور انہیں پہنچنے کے لیے اپنے گھر میں نماز ادا کریں، خصوصاً جب کہ مذکورہ صورت میں نوجوان بے پردہ لڑکیاں بھی آتی ہوں تو مہرعت اور بھی سخت ہو جاتی ہے اور مسجد کی انتظامیہ کو چاہئے کہ بجائے عورتوں کے لیے انتظام کرنے کے ان کو مسجد میں آنے سے منع کر دے۔

”عن عمرة بنت عبد الرحمن انها اخبرته ان عائشة رضي الله عنها زوج النبي ﷺ قالت لو انك رسول الله ﷺ ما حدث النساء لمحدثي المسجد كما يحد النساء بنو اسرائيل“..... (سنن ابی داؤد: ۱/۹۳)

”عن عبد الله عن النبي ﷺ قال صلوة المرأة في بيتها افضل من صلاحها في حجرة لها وصلواتها في محلة افضل من صلاحها في بيتها“۔۔۔ (سنن ابی داؤد: ۱/۹۳)

”قولہ ولا یحضرن الجماعات لقولہ تعالیٰ وقرن فی بیوتکمن وقان ملکاتہ صلواتہا فی غربتہا افضل من صلواتہا فی صحن دارہا وصلواتہا فی صحن دارہا افضل من صلواتہا فی مسجدہا ویوتہن غیرنہن ولانہ لا یؤمن الفضة من عروجہن اطلقہ فشمع الشابة والعجوز والصلوة البهاریة واللبلیة قل المصنف فی الکافی والقوی الیوم علی الکراۃ فی الصلوة کلہا فظہر الفساد“۔۔ (البحر الرائق: ۱/۱۲۷)

”وكره لهم حضور الجماعة إلا للعجوز في الفجر والمغرب والعشاء والفترة اليوم على الكرامة في كل الصلوات لظهور الفساد كذا في الكافي وهو المختار كذا في المبين“۔۔۔ (فتاوى الهندية: ۱/۸۹)

”وذكره حضور من الجماعة) ولو للجمعة وعيد ووعظ (مطلقا) ولو عجزوا ليلا (على المذهب) المفتى به لفساد الزمان“۔۔۔ (مختار: ۱۹/۳۱۸، ۱/۳۱۸)

”قوله ولو عجزوا ليلا بيان فلاطلاق أي شابه أو عجزوا نهوا أو ليلاً“۔۔۔ (فتاوى ضامی: ۱/۳۱۸)

والله تعالى أعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز تراویح گھر میں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے تین دن نماز تراویح مسجد میں ادا کی باقی دن گھر پر نماز تراویح ادا کی لہذا ہم باقی دن گھر میں بندوبست کر لیں ایسا کرنا کیسا ہے؟ جب کہ محلہ میں مسجد موجود ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز تراویح ادا کریں، اسی پر صحابہ اور صالحین کا کس ہے۔
البتہ اگر مسجد تراویح کی جماعت ہوتی ہے تو گھر میں جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں گناہ نہیں ہے۔

”وذكر الطحاوی فی اختلاف العلماء وقال لا ينبغي ان يختار الافراد علی وجه یقطع القيام فی المسجد والجماعة من سنن الصالحين والخلفاء الراشدين وخوان الله تعالى عليهم اجمعين حتی قالوا رضى الله تعالى عنهم نور الله قبر عمر ورضی الله تعالى کما نور مساجدنا والمبعدة الذکروا اداءها بالجماعة فی المسجد فاذاؤها بالجماعة جعل شعار السنة كاداء الفرد انقض بالجماعة شرع شعار الاسلام“۔۔۔ (مبسوط السر غسی: ۲/۱۹)

”ولو صلى انسان فی بيته لايالئم هكذا كان يفعل ابن عمر وابراهيم والقاسم

وَسَالِمُ الصَّوَابِ وَحَسْبُ الْعِلْمِ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ بَلِ الْأُولَىٰ آدَاءُ هَاهَا بِالْجَمَاعَةِ لَمَابِتًا".... (ميسوط السرخسي: ۱۹۸/۲)

"قولہ والجماعۃ لہا سبۃ علی الکفایۃ اللذان اصل الطراویح سبۃ عین الطراویح کما واحد کمرہ بخلاف صلاتہا بالجماعۃ قلہا سبۃ کفایۃ فلطراویحہا الذکل اسمازا اسانوتحلف عہارجل من المراد الناس وصلى فی بیتہ لقد تترك الفضيلة وان صلى احدی البیت بالجماعۃ لم یبالوا لفضل جماعۃ المسجد... وظاهر کلامہم ہذا ان طمسون کفایۃ لخاصہا بالجماعۃ فی المسجد حتی لو اقاموا ہا جماعۃ فی بیوتہم ولم تقم فی المسجد اتم الذکل".... (طحاوی شامی: ۱/۵۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دروں کے ایک خاص طریقے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۹۹) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں نماز تراویح کے بعد دروں کی جہ مت الی حدیث امام صاحب کچھ اس طریقے سے گرداتے ہیں درتین رکعت (ہر ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت اور رکعت کے بعد بغیر احتیاط بیچ کر چماتے ہیں تو فاتحہ اتم کو دعا مانگتے ہیں پھر فاتحہ نہ پکیر کر بعد میں پلے جاتے ہیں بعد احتیاط کے سلام پھر دیتے ہیں، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اگر نہیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

درکایہ طریقہ رائج اور داخل قویہ کے خلاف ہے لہذا مفتی حضرات کو چاہئے کہ وہ در میں ان کے ساتھ شامل نہ ہوں، نیز قیہ نمازوں میں اس کے پیچھے غلطی کی اقتداء درست ہونے کی شرط یہ ہے کہ مفتی مقتدی کو یقین ہو کہ امام جائز اور ناجائز کے اہم مختلف فیہ مسائل میں احتیاط سے کام لیتا ہے مثلاً اپنے والے خون سے وضو کرتا ہے اور عام جراثیم پر مس نہیں کرتا ہے وغیرہ اس کی اقتداء درست ہے اور نہیں۔

"عن البحر ان یهتقن المراءاة لم یکرہ او علمها لم یصح وان شک کمرہ"

.. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۳۱۶)

نوٹ: یہ تفصیل اس وقت ہے کہ اس کا عقیدہ فاسد نہ ہو مقلدین کو شرک نہ جانتا تھا اور سب سلف نے کرنا اور اس کی امامت بہر حال مکروہ تھی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح میں قرآن پاک ہاتھ میں پکڑ کر سننے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۰): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محترم عبید اللہ حافظ قرآن ہے اور ایک مسجد میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنانے کی سعادت حاصل کر رہا ہے مگر عبید اللہ کا جو سامع ہے وہ مسجد کا خطیب ہے اور حافظ قرآن نہیں ہے، اور وہ تراویح میں قرآن ہاتھ میں پکڑ کر قرآن سے دیکھ کر سنتا ہے اور یقین ضرورت دیکھ کر قمرہ بھی دیتا ہے تو عمل خطیب مسئلہ یہ ہے کہ

- (۱) کیا وہ دیکھ کر قرآن سننا جائز ہے؟
- (۲) ایسے سامع کا قمرہ لینا چاہیئے یا نہیں؟
- (۳) اگر ایسے سامع نے قمرہ یا اور امام نے قمرہ لے لیا تو آیا وہ امام کی نماز باقی رہے گی یا فاسد ہو جائے گی؟ اگر امام کی نماز فاسد ہے تو کیا وہ درو رکعات کہ جس میں امام نے قمرہ لیا ہے ان کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟
- (۴) سامع چونکہ مسجد کا خطیب ہے اور بار بار سمجھانے کے باوجود وہ یہی کہتا ہے کہ دیکھ کر قرآن سننا جائز ہے کیونکہ حرم میں بھی دیکھ کر سنتے ہیں اس استدلال کی حیثیت کیا ہے؟
- (۵) حافظ صاحب ۱۸ پارے سنائے تھے ہیں اور سامع بار بار سمجھانے کے بعد بھی ہانپیں آتا تو کیا قرآن مکمل کرنا چاہیئے یا ترک کر دینا چاہیئے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مفتی کو قرآن پاک دیکھ کر امام کا قمرہ دینا جائز نہیں ہے بلکہ اس عمل کی بڑی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی مگر امام اس کا قمرہ لے گا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی، مگر فی العبادة اللہ اعلم، واللہ اعلم بالصواب، صاحب کا استدلال درست نہیں ہے، اس لیے کہ قرآن وقت اور فقہاء کرام کا اجتہاد و دلیل ہوتی ہے، مگر فی الدوام الحکم،

”وَقُلُوا لَهُ مِنْ مِصْحَفٍ أَوْ مِطَافٍ لِرَأْنٍ مَطْلَقًا لِأَنَّهُ تَعْلَمُ وَاللَّهِ الشَّاهِدُ قَوْلُهُ مَطْلَقًا

أَوْ قَلِيلًا أَوْ كَثِيرًا أَعَادُوا مِصْرَ قَوْلِهِ لَأَنَّهُ تَعْلَمُ ذَكَرُوا لِأَنَّهُ حَقِيقَةُ رَحْمَةِ لِي حَلَّة

الفساد وجهین احدهما ان حمل المصحف والنظر فيه وتقليب الاوراق عمل
كثير والسالى اليه تلقن من المصحف فصار كما اذا تلقن من غيره... والدرمع
القر ۵: ۵۸۳/۱

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز عشاء اور تراویح گھر میں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ لوگ عشاء کی نماز باجماعت
مسجد میں ادا کرنے کی بجائے گھر میں ادا کرتے ہیں اور دوسری نماز تراویح پڑھتے ہیں جب یہ ہے کہ قبول ان کے
انتخاب سے بچا جائے آیا کیا کرنا درست ہے؟ یا جو لوگ دوسری نماز پڑھ رہے ہیں وہ گناہگار تو نہیں ہو رہے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں عشاء کی نماز اور تراویح مسجد کے عرصہ کی جگہ باجماعت ادا کرنے سے گناہ لازم نہیں
آتا، البتہ چونکہ مسجد میں نماز ادا کرنا مستقل فضیلت ہے، لہذا مسجد کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی، البتہ جماعت کا ثواب
مل جائے گا، واضح رہے کہ گھر میں جماعت کی اجازت اس صورت میں ہے کہ اس کی وجہ سے مسجد بغیر جماعت کے
نہ رہے۔

”وان صلى بجماعة في البيت اختلف فيه المشايخ والصحيح ان للجماعة
في البيت فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة اخرى فاذا صلى في البيت
بجماعة فقد جاز الفضيلة اداتها بالجماعة وترك الفضيلة الاخرى هكذا قاله
الفاضل الامام ابو علي السفي والصحيح ان اداتها بالجماعة في المسجد
المفضل وكذلك في المكتوبات“۔۔۔ (فتاوى الهندية: ۱/۱۱۶)

”ان اقامتها بالجماعة سنة على الكفاية حتى لو ترك اهل المسجد كتبهم
الجماعة لفسد ساوا والموا وان اقيمت التراويح بالجماعة في المسجد
وتختلف عنها لفراد الناس وصلى في بيته لم يكن مسيئا۔۔۔ واطلق المصنف
في الجماعة ولم يفيدها بالمسجد لما في الكفاية والصحيح ان للجماعة

فی بیتہ الفضیلة وللجماعة فی المسجد الفضیلة اخری فیہو حاز احدی الفضیلین
وترک الفضیلة الاخری "۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۱۴۰)

"ولن صلوا بالجماعة فی البیت فقد اختلف المشائخ فیہ والصحیح
ان للجماعة فی البیت الفضیلة وللجماعة فی المسجد الفضیلة اخری لهذا جاء
بأحدی الفضیلین وترک الفضیلة الزائدة "۔۔۔ (فتاویٰ
الدار عمانية: ۱/۴۱، مطبوعہ جلیڈو شیدہ کوئٹہ: ۲/۳۴۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا گھر میں حافظ قرآن کے پیچھے تراویح پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بیٹھا حافظ قرآن ہے ہم گھر میں
اپنا پابند عورتوں کے ساتھ کافی عرصے گریہ تراویح پڑھتے ہیں اور ہر قرآن سنتے ہیں سوال یہ ہے کہ کیا
اس طرح گھر میں تراویح پڑھ سکتے ہیں یا صرف مسجد میں ہی پڑھنی چاہیے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں آپ گھر میں تراویح پڑھ سکتے ہیں البتہ فرض قرآنی مسجد میں باجماعت ادا کریں۔

"قوله وللجماعة فيها سنة على الكفاية الخ لانه ان اصل التراويح سنة عن
فلان وكذا واحد كره بخلاف صلاتها بالجماعة فانها سنة كفاية فلان ترك
الكل استأزا مما لو تخلف عنها رجل من المرات الناس وصلى في بيته
فلقد ترك الفضيلة وان صلى إحدى البیت بالجماعة لم يدانوا فضل
جماعة المسجد وهكذا في المكتوبات كما في العمدة "۔۔۔ (فتاویٰ
خاصی: ۱/۵۲۱)

"والصحيح ان للجماعة في بيته فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة اخری
فیہو حاز احدی الفضیلین وترک الفضیلة الاخری "۔۔۔ (البحر الرائق:

”قوله عليه السلام صلوة الرجل في الجماعة تفضل على صلوة في بيته

اوسوله سبعا وعشرين ضعفا والله الهادي“۔۔۔ (حلی کبیری : ۴۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بیچہ کو نوافل پڑھنے کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۱۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نوافل کو بیچہ کر پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دے کر منقول فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں نوافل کو بیچہ کسی بندہ کے بیچہ کر پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

”وبجوز ان يتصل القادر على القيام قاعدة بلا كراهة في الاصح كذا في شرح

مجمع البحرين لابن الملك“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۱۳)

”حدثنا قتيبة بن سعيد قال لاحمد بن عمار عن ايوب عن عبد الله بن شقيق

عن عائشة قالت كان رسول ﷺ يصلي ليلا طويلا فلا يصلي قائما ركب قائما

واذا صلى قاعدا ركب قاعدا“۔۔۔ (صحيح مسلم: ۱/۲۵۲)

”قوله ما اذا صلى قاعدا ركب قاعدا فيه يجوز السفل قاعدا مع القدرة على

القيام وهو اجماع العلماء“۔۔۔ (حاشیہ نووی علی صحيح مسلم: ۱/۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چند سالہ حافظ قرآن کا تراویح پڑھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حافظ قرآن کی عمر چند سال ہو اور طوالت کے آثار دکھائی نہ دیتے ہوں تو کیا ایسے حافظ قرآن کے پیچھے تراویح پڑھانے کی غرض سے کیا ہے؟ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

چند سال کی عمر کے حافظ قرآن کثیر قرآن پاک سننے کی غرض سے نماز تراویح میں امام بنا جائز ہے، لیکن اگر صغیر ہونے کی وجہ سے کسی شخص کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ایسے بزرگ کی امامت مکروہ تہذیبی ہے۔

” (ملوٰغ الفلام بالاحلام والاحیال والاتوال) بالاصل هو الاتوال (والجاریۃ بالاحلام والحیض والحبل)۔۔۔ (فان لم یوجد فیہما شیء (طحنی تم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یعنی) بقصر اعمار اهل (عائنا)۔۔۔۔ (المرو علی اثر: ۵/۱۰۷)

” (قوله وكذا الكره خلف امرؤ) الظاهر انها تریبہ ایضا والظاهر ایضا كعاقال اثر حمصی ان المراد به المصحح الوجه لانه محل الفتنة۔۔۔۔ (قادی شامی: ۱۵/۱۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مذکی سجدہ میں تراویح کے باوجود گھر میں تراویح پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۱۰۵) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں تھا اگر مذکی سجدہ کے قریب ہے لیکن ہمارا دروازہ ہے کہ ہم رمضان المبارک میں تراویح اپنے گھر میں پڑھیں اور اس میں قرآن پاک کا ختم کریں، چونکہ قادی صاحب ہمارے گھر کے افراد میں موجود ہے، میں نے فرمایا کہ مسئلہ متدبر ہالا کے بارے میں آگاہ کریں کہ کیا ہم تراویح مذکی سجدہ ہونے کے باوجود گھر میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر تراویح پڑھ سکتے ہیں تو عشاء کی نماز کا کیا حکم ہے کہ ہم باجماعت سجدہ ادا کریں تراویح گھر میں پڑھیں یا نماز عشاء کی گھر میں ادا کر سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

آپ تراویح کی نماز باجماعت گھر میں ادا کر سکتے ہیں لیکن فرض سجدہ میں باجماعت ادا کریں۔

”الفاظان اصل التراويح سنة عين فلو تركها واحدا كره بخلاف صلاحتها بالجماعة لانها سنة كفاية فلو تركها الكل اسفلوا امرؤ تخفف عنها رجل من المراد الناس وصلى في بيته فلو ترك التضيئة وان صلى احد في البيت

بالجماعة لم يخالو افضل جماعة المسجد وهكذا في المكتوبات كما في النية".... (فتاوى شامی: ۱/۵۲۱)

"وان صلى بجماعة في البيت اختلف فيه المشايخ والصحيح ان للجماعة في البيت فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة اخرى فاذا صلى في البيت بجماعة فقد حاز فضيلة اذاتها بالجماعة وترك الفضيلة الاخرى هكذا قاله الفقاضي الامام ابو علي النسفي والصحيح ان اداءها بالجماعة في المسجد افضل وكذلك في المكتوبات".... (فتاوى الهندية: ۲/۱۱۶)

"وان صلى بجماعة في البيت اختلف فيه المشايخ والصحيح ان للجماعة في البيت فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة اخرى فاذا صلى في البيت بجماعة فقد حاز فضيلة اذاتها بالجماعة وترك الفضيلة الاخرى هكذا قاله الفقاضي الامام ابو علي النسفي رحمه الله تعالى والصحيح ان اذاتها بالجماعة في المسجد افضل لان فيه تكثير الجماعة وكذلك في المكتوبات".... (فتاوى قاضي خان علي هامش الهندية: ۱/۲۳۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تہجد کی کم سے کم کتنی رکعات ہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۰۶): کیا نماز میں مختیار کرہاں مسئلہ کے بارے میں کہ تہجد کی کتنی رکعت پڑھ سکتے ہیں کم از کم؟

الجواب باسم الملك الوهاب

تہجد کی نماز آٹھ رکعت ہیں، کم از کم دو رکعت پڑھ سکتے ہیں۔

"(قولہ و اقلها على ما في الجوهر لثمان) قيد بقوله على ما في الجوهر لانه في البحار في القدسي قال يصلي ما سهل عليه ولو ركعتين والنسبة فيها لثمان ركعات بارب تسليمان # والنقيد بارب تسليمان مبنى على قول الصاحبين واما على قول الامام فلا كما ذكره في الحلية وقال فيها ايضا وهذا بناء على ان

اقل تہجدہ ثَلَاثَ کان رکعتین وان متہاء کان لعماتی رکعات اُحدا معالی
 المبسوط السرحی لم ساق بعد الشیخہ المحقق ابن الہمام الاحادیث الدالۃ
 علی صاعینہ فی المبسوط من متہاء وحديث ابن النازہ الدال علی ان اقل
 تہجدہ ثَلَاثَ اربع سوی ثلاث الوتر وانما ذلك فیہا فر اجمعہا لکن
 ذکر احرارہ ثَلَاثَ من استیظ من اللیل والیظ اعلہ فصلا رکعتین کتابین
 الذاکرین اللہ کثیر او الذاکرات رواہ النسائی ... القول فیہی القول بان اقل
 التہجد رکعتان ونوسفہ اربع واكثرہ ثمان واللہ اعلم" (رد المحتار:

(۱/۵۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح کے پیچھے نفلوں کی نیت سے کھڑے ہونا:

مسئلہ نمبر (۷۰) کیا فرماتے ہیں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہر می مسجد میں امام صاحب رمضان المبارک میں چودہ تراویح میں اپنی منزل پر ہر رکے بعد میں کسی دوسرے حافظ کا چھ تراویح پڑھانے کے لیے مسئلے پر کھڑا کر دیتے ہیں اور وہ اپنی مرضی کے مطابق کسی بارے سے قرأت کر کے چھ تراویح پڑھا دیتا ہے خود امام صاحب پیچھے نفلوں کی نیت کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں یا کبھی کسی ختم قرآن کے پر وگرام پڑھانے کے لیے چلے جاتے ہیں اور پھر واپس آ کر رات کو قیام اہل کی صورت میں خود تراویح کی نیت کرتے ہیں اور باذن حضرات پیچھے نفلوں کی نیت کر کے قرآن سننے ہیں، جواب طلبا مور یہ ہیں۔

- (۱) امام صاحب کا چودہ تراویح کے بعد چھ تراویح میں پیچھے نفلوں کی نیت کر کے کھڑا ہونا کیسا ہے؟
- (۲) کیا امام صاحب کا چودہ تراویح پڑھانا اور اپنی چودہ دوسرے حافظ کا پڑھنا درست ہے؟
- (۳) امام صاحب کا چودہ تراویح میں اپنی ترتیب سے منزل پڑھنا اور دوسرے حافظ کا چھ تراویح میں کسی دوسرے مقام سے قرأت کرنا کیسا ہے؟
- (۴) رات کو قیام اہل میں مقتدیوں کا تراویح پڑھنے والے امام کے پیچھے نفلوں کی نیت کرنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) امام صاحب کا تراویح پڑھانے والے کے پیچھے نفلوں کی نیت کر کے کھڑا ہونا درست ہے۔

”وَلَا يَأْسُ الْغَيْرُ الْإِمَامُ أَنْ يَصْلِيَ التَّرَاوِيحَ فِي مَسْجِدَيْنِ لِأَنَّهُ الْقُدَّاءُ الْمَطْلُوعُ بِمَنْ يَصْلِي السُّبْحَ وَنَهَ جَانِزَ كَعَالُو صَلَّى الْمَكْتُوبَةَ ثُمَّ التَّوَكُّعَ الْجَمَاعَةَ وَدَعَلَ فِيهَا وَاللَّهُ اعْلَمُ“۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۷/۶۳)

(۲) دو اماموں کا تراویح پڑھنا بھی جائز ہے البتہ مستحب یہ ہے کہ دوسرا امام کمال ترویج پڑھے ہوئے کہ شفعہ پڑھیں افضل یہ ہے کہ ساری تراویح ایک امام پڑھائے۔

”وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَصْلِيَ التَّرَاوِيحَ بِإِمَامٍ وَاحِدٍ فَإِنْ صَلَّاهَا بِإِمَامَيْنِ فَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ يَكُونَ الصَّرَافُ كُلُّ وَاحِدٍ عَلَى كَمَالِ التَّرْوِيحَةِ فَإِنَّ الصَّرَافَ عَلَى نَسْلِجَةٍ لَا يَسْتَحَبُّ ذَلِكَ فِي الصَّحِيحِ“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۱۶)

(۳) دوسرے حافظ کا کسی بھی دوسرے تم سے قرأت کرنا درست ہے، البتہ جہاں سے قرأت کرے گا ترتیب سے کرے گا۔

”وَإِذَا جَمَعَ بَيْنَ سَوْرَتَيْنِ بَيْنَهُمَا مَوْزُوعٌ أَوْ مَوْزُوعَةٌ وَاحِدَةٌ فِي ذِكْمَةٍ وَاحِدَةٍ يَكْرَهُ وَأَمَّا فِي ذِكْمَتَيْنِ أَنْ كَانَ بَيْنَهُمَا سَوْراً لَا يَكْرَهُ وَأَنْ كَانَ بَيْنَهُمَا سُورَةٌ وَاحِدَةٌ لَمْ يَكْرَهُ بَعْضُهُمْ يَكْرَهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ أَنْ كَانَتِ السُّورَةُ طَوِيلَةً لَا يَكْرَهُ هَكَذَا فِي الْمَحِيطِ .. هَذَا كُلُّهُ فِي الْفَرَائِضِ وَأَمَّا فِي السُّنَنِ فَلَا يَكْرَهُ هَكَذَا فِي الْمَحِيطِ“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۷۸، ۷۹)

(۲) چوتھی صورت کا بھی دینی حکم ہے جو کلی صورت کا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حافظ قرآن خواجہ عین کا تراویح کی جماعت کروانا:

مسئلہ نمبر (۱۰۸) کیا فرماتے ہیں مفتیان کہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ مورخیں حافظ قرآن ہیں وہ یہ چاہتی ہیں کہ تراویح میں قرآن مجید اپنی جماعت سے مکمل کریں کیا ایسے کرنا جائز ہے؟ شریعت مطہرہ میں صحیح جواب دیں تاکہ ہم اس پر عمل کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

عورتوں کی جماعت اس حال میں کہ عورت ہی ان کی امام ہو یہ مکروہ ہے خواہ تراویح کی جماعت ہو یا غیر تراویح کی جماعت ہو۔

"ويكفره تحريما جماعة النساء ولو في التراويح".... (فتو مختار: ۱۸/۳۱)

"ويكفره امامة المرأة للنساء في الصلوات كنهائهن المقرض والنوازل الا في

صلاة الجيزة مكمل في الهاية".... (فتاوى الهندية: ۱/۸۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اجرت علی تراویح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۹): کیا تراویح میں حضرات علماء کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ۱۴ سال کا حافظ قرآن تراویح کی جماعت شرعاً کر سکتا ہے یا نہیں؟ نیز کسی بھی صورت میں حافظ قرآن تراویح پڑھانے کی اجرت لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

شرعاً لنگاہ بارہ سال قمری کے بعد بالغ ہو سکتا ہے مگر یہ بالغ ہو چکا ہے یعنی اس کو احکام وغیرہ ہو رہے تو نماز تراویح وغیرہ میں امامت کر سکتا ہے اور اگر بالغ نہیں ہو تو چند سال قمری کا تو ہر حال میں شرعاً بالغ شمار ہوگا چودہ کا نہیں۔

تراویح پر اجرت لینا واجب جائز نہیں "لا تحسبوا المعطى انسان" البتہ اگر عوام شرط کیے بغیر اس کی ادا کر لیں تو جائز ہے۔

"(بلوغ الغلام بالا حلال والاحمال والانزال) والاصل هو الانزال (والجارية

بالاحلام والحبل والحبل ولم يذكر الانزال صريحا لانه قلما يعلم منها

فان لم يوجد فلهما شيء الحق تم لكل منهما خمس عشرة سنة بد فتى

لقصر اعمار اهل زماننا واذنى مدته له الثامنة عشرة سنة ولها تسع سنين

هو المختار كمالى احكام الصغار".... (رحمى الشافى: ۵/۱۰۶)

” (قولہ یہ یعنی) ہذا عندہما ووزوایۃ عن الامام وبہ قالت الائمة الثلاثة وعند الامام حتی یتم لہ ثمانی عشرۃ سنۃ ولہامبع عشر سنۃ (قولہ لنصر اعمار اہل زماننا یولان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عرض علی النبی ﷺ یوم احد وسنۃ اربعۃ عشر فردہ لم یوم الخلق وسنۃ خمسۃ عشر قبلہ ولانہا العادۃ الغالیۃ علی اہل زماننا و غیرہا احیاط فلا غلاف فی الحقیقۃ والعادة احدی الحجج الشرعیۃ لہما لانہ فیہ نص علیہ الثمنی وغیرہ درمنفی (قولہ واذلی مدلہ) ای مدۃ البلوغ والضمیر فی لہ للعلوم وفی لہا التجاریۃ۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۵/۱۰۷)

”ویستع المقاری للدنیا والآخرۃ والمعطى آلمان فالحاصل ان ما شاع فی زماننا من قرأۃ الاجزاء بالاجرة لا یجوز لان لہ الامر بالقراءۃ واعطاء الثواب للامر والقراءۃ لاجل العال فاذا لم یکن للقراری ثواب لعدم الیۃ الصحیحۃ فایمن یصل الثواب الی المستاجر ولولا الاجرة ما قرأ احد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن عظیما مکسبا ورسولۃ الی جمیع الدنیا والاکلہ وانا الیہ راجعون۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۵/۳۹)

”ونصبہ اہم التوجیہات للفقہاء علی ذلک صاحب المعجزات وشرط کونہ مسلما حر اذکر اعاقلا بالغا فادرا قرشیا لایہاشمیا۔۔۔ (درمختار علی الشامی: ۱/۳۰۵)

”واسامۃ الصبی العاقل فی الترویح والتواقل المطلقة تجوز عند بعضہم ولا تجوز عندہم کما فی محیط السرمسی۔۔۔ (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اہم کو مختصر تر لوح پہ جانے پر مجبور کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین و علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ سہ ماہ میں نے اپنے محفل

کی مسجد میں رمضان شریف میں قرآن شریف سنانا چاہا امام صاحب کے مشورے سے ہاتھ بٹولی اور اس مشورے کی اطلاع اکثر مقتدیوں کو بھی کر دی گئی۔ کسی نے قرآن شریف سننے سے انکار نہیں کیا لیکن رمضان المبارک کی پہلی شب جب حافظ صاحب تراویح پڑھانے کے لیے آگے بڑھے تو چند افراد نے ان کو روک لیا کہ ہم قرآن نہیں سننے بلکہ امام صاحب مختصر تراویح پڑھائیں گے، اور امام صاحب کو کھینچ کر عراب کی طرف دھکیل دیا اور کہا کہ مختصر تراویح پڑھاؤ، جب کہ اکثر لوگ قرآن شریف سننے کے حق میں تھے مگر امام صاحب نے ناچوچے ہوئے بھی مختصر تراویح پڑھائی۔

واقعہ یہ کہ ان چند افراد کا قرآن سننے سے انکار حافظ صاحب کے خاندان سے ذاتی بغض کی بنیاد پر تھا یعنی لحاظ سے حافظ صاحب میں کوئی نقص نہیں تھا، ہر جاں نکلے دن حافظ صاحب نے اپنے گھر میں قرآن شریف سنانا شروع کر دیا اس بات کا علم ہونے پر تقریباً دو تہائی نمازیوں نے تراویح پڑھنے کے لیے حافظ صاحب کے گھر آنا شروع کر دیا اور ایک تہائی نمازی مسجد میں رہ گئے۔

ذکر وہ شریعہ مند افراد مسجد کی نسبت ہر وقت اپنی طرف کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسجد کی زمین ہمارے بڑوں نے وقف کی ہے لہذا یہ ہماری مسجد ہے جب کہ مسجد کی تعمیر سب نے مل کر کی ہے، اب حافظ صاحب کے خاندان والے کہتے ہیں کہ ہم اپنی مسجد بنائیں گے تاکہ اس قسم کے جھگڑے کا کوئی امکان نہ رہے، اس تفصیل کے بعد مندرجہ ذیل مسائل کا حل ملاحظہ فرمائیے۔

- (۱) امام صاحب پر زبردستی کر کے ان کو مختصر تراویح پڑھانے پر مجبور کرنے کی صورت میں امام صاحب کو مختصر تراویح پڑھانی چاہئے تھی یا نہیں؟
- (۲) رمضان المبارک میں مسجد کے نمازیوں میں تفریق کا گناہ کس پر ہے؟
- (۳) حافظ صاحب کے خاندان والے اگر امام مسجد بنائیں گے تو شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ جب کہ اس سے موجود مسجد کے نمازی وہ حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔
- (۴) اگر دوسری مسجد بنادی جائے تو کیا وہ مسجد شرعاً کے حکم میں ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوالی صورت ذکر وہ میں امام صاحب کو مسجد میں مختصر تراویح پڑھانی چاہئے اور جو لوگ قرآن سننا چاہتے ہیں وہ امام صاحب کے ساتھ فرض نماز باجماعت پڑھ کر گھر میں یا کسی اور جگہ جا کر تراویح میں قرآن نہیں

اور سنائیں کیونکہ گھر میں بھی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے سے جماعت کی فضیلت حاصل ہوتی ہے، ماوردی دوسری مسجد کا بیان کرتا کہ اس دوسری مسجد کی وجہ سے پہلی مسجد کی جماعت میں کمی آتی ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے۔

”وان صلی بجماعة فی البیت اختلف العشایخ والصحيح ان للجماعة فی البیت الفضيلة وللجماعة فی المسجد الفضيلة اخرى فانما صلی فی البیت بجماعة لقد حاز فضيلة انائها بالجماعة وترك الفضيلة الاخری هكذا قاله القاضي الامام ابو علی السبکی“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۱۶)

”واطلاق المصنف فی الجماعة ولم یقیدها بالمسجد لما فی الکافی والصحيح ان للجماعة فی بیتہ فضيلة وللجماعة فی المسجد فضيلة اخرى فهو حاز احدی الفضیلین وترك الفضيلة الاخری“۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۱۴)

”وقال البغوی قال عطاء المفتح الله تعالی علی عمر وحی الله عنه الامصار امر المسلمین ببناء المساجد وامرهم ان لا یترکوا مسجدین یضار احدهما الآخر ومن المضارة فعل تفريق الجماعة اذا کان هناك مسجد یسعهم فان ضایق من توسعته او ضاع المسجد یسعهم“۔۔۔ (مرآة المفاتیح: ۲/۳۹۳)

والله تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جو شخص عشا کی جماعت میں شامل نہ ہو کیا وہ ترکی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۱) کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام اور علماء کرام ان مسئلے کے بارے میں کہ

- (۱) ایک شخص عشا کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتا کیا وہ شخص ترکی جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
 - (۲) ایک حافظہ حب عشا اور ترکی نماز پڑھتا ہے جس کے علاوہ وہ تراویح کے اندر قرآن حکیم بھی سناتے ہیں تو کیا وہ ختم قرآن کے موقع پر پیچھے لے سکتے ہیں؟
 - (۳) غراب قبر کے بارے میں کہ قرآن حکیم میں کہاں آیا ہے؟
- متعدد ہاں اسوالات کے جوابات قرآن اور حدیث کی روشنی میں دے کر عند اللہ ماجد ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) وہ شخص ہر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔

"وانما صلی معہ شیئا من التراويح اولم يدرك شيئا منها او صلاها مع غيره له ان يصلي التوثر معه هو الصحيح كذا في القية"۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۱۷)
 "قولہ فلیراجع القیۃ التعلیل فی المسئلۃ السابقۃ بقولہم لانہا تبع ان یصلی التوثر بجماعۃ فی هذه الصورة لانه ليس بمتبع للتراويح ولالتعشاء عند الامام وحمه الله تعالى"۔۔۔ (طحطاوی علی الدر المنثور: ۱/۲۹۷)

(۲) صورت مسئلہ میں یہ نظام صاحب چنگ و دلازل کی امامت کر دے جس میں اس کا کلمہ تحریر لیا جائے اور اگر فتح قرآن پڑھے طے نہ کیے جائیں تو گناہی فرشتے سے منافق صاحب کی مدد کریں تو ان کے لیے لیا جائے۔

"وبعض مشائخنا استحسنوا الاستحاضار علی تعلیم القرآن التوثر لانه ظهر الثوائس فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع بفتح حفظ القرآن وعلیه الثوری"۔۔۔ (الہندیہ: ۳/۳۰۶)

"قولہ وبعض مشائخنا استحسنوا الاستحاضار علی تعلیم القرآن وهم المۃ بلغ فائتہم احضاروا قول اهل المذنبۃ وقالوا ان المتقدمین من اصحابنا بنوا هذا الجواب علی ما شاهدوا فی عصرہم من رغبۃ الناس فی التعلیم بطریق الحسبۃ ومروءۃ المتعلمین فی مجازۃ الاحسان بالاحسان۔۔۔ الخ وکنا یفتی بجواز الاجازۃ علی تعلیم الفقہ وقال الامام العزیز اعزى فی زماننا بجوز للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة کذا فی الروضۃ"۔۔۔ (العبدی علی فتح القدیر: ۸/۳۱۰، ۳۱۱)

(۳) قرآن حکیم میں خطاب قیر کا ذکر لائق مقام میں موجود ہے جن سے خطاب قیر کا ثبوت ملتا ہے۔

"الساوی عرضون علیہا والیہ ستۃ اوجہ یکون ولما علی الثبدل من سوء و يجوز ان یکون بمعنی هو الثار و يجوز ان یکون مرفوعا بالابتداء وقال الثراء یکون مرفوعا بالاعاد علی معنی الثار علیہا عرضون۔۔۔ والجمهور علی ان المرفوعی

فی البرزخ واحتج بعض أهل العلم في تثبت عذاب القبر بقوله النار يعرضون عليها غدواً وعشيا مادامت الدنيا كذلك قال مجاهد وعكرمة ومقاتل ومحمد بن كعب كلهم قال هذه الآية دليل على عذاب القبر في الدنيا "۔۔۔ (الجامع لاحکام القرآن: ۱۵/۳۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عصری الزان کے بعد نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۲): محترم جناب مفتی صاحب اسلام ٹیکم درختہ مدد و رکات

- (۱) عصری الزان کے بعد لیکن نماز عصر ادا کرنے سے پہلے کیا نفل پڑھ سکتے ہیں؟
- (۲) دو رکعت نماز نفل میں کیا ایک وقت حاجت توپ شکرانے اور ایصال توپ کی نیت کی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) عصری الزان کے بعد نماز سے قبل نفل پڑھنا جائز ہے نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

"السنة وكعتان قبل الفجر وأربع قبل الظهر وبعداهما كعتان وأربع قبل

العصر"۔۔۔ (الہدایہ: ۱/۱۵۱)

"ويكروه ان يتنفل بعد الفجر حتى تطلع الشمس وبعد العصر حتى تغرب"

۔۔۔ (الہدایہ: ۱/۸۳)

- (۲) دو رکعت نفل میں ایک وقت حاجت توپ شکرانے اور ایصال توپ کی نیت کرنا جائز ہے لیکن اس طرح کرنا سب نفل بلکہ عمدہ نیت اور تعمیر توبہ کے ساتھ اور نفل علیحدہ نہیں۔

"واما الاذی نالینین کما الاذی بر کعی الفجر التحیة والسنة اجزات

عہما"۔۔۔ (الاشیاء والنظائر: ۴۰)

"فيجوز بناء النفل على النفل وان تكروه يعني انه مع صحته مكروه لان فيه

تاخير السلام عدم كون النفل بغير نية مبداء"۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۳۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مغرب کی الاذان کے بعد نوافل ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۳): حضرت مفتی صاحب السلام علیہ رحمۃ اللہ برکات

کچھ لوگ الاذان مغرب کے بعد اور جماعت کھڑی ہونے کے درمیان وقفہ میں دو نوافل ادا کرتے ہیں، کچھ لوگ اس کے حق میں ہیں اور کچھ لوگ مخالفت میں، اس مسئلہ میں ہماری شرعی رائے بتائی کی جائے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اثر اختلاف کے نزدیک مغرب کی نماز کے فرضوں سے پہلے نفل نہیں پڑھنے پائیں، جو لوگ پڑھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کوئی اور مسلک ہوگا، ان کو نذر دیا جائے البتہ ان کی وجہ سے جماعت کو نذر نہ کیا جائے۔

”وروی محمد بن ابی حنیفۃ عن حماد بنہ سأل ابراہیم النخعی عن الصلوٰۃ قبل المغرب قال لیس فیہا و قال ان رسول اللہ ﷺ و اباہ و عمر لم یکنوا یصلونها و قال القاضی ابویکر بن العربی احتلف الصحابة فی ذلک و لم یصلہ احدیہم فلہذا یعارض ما روی عن فعل الصحابة و من امرہ ﷺ بصلائہما لانه اذا تعلق الناس علی ترک العمل بالحديث المعروف لا یجوز العمل بہ لانه دلیل تضعفہ علی ما عرف فی موضعہ و لو کان ذلک مشہور بین الصحابة لما غفر علی ابن عمر ان یحمل ذلک علی انه کان قبل الامر بمحجل المغرب و تعامہ فی شرح العینہ و غیرہا“ ... (فتاویٰ ضامی: ۱/۲۷۷)

”واما اذا کان فی المغرب فالمنسحب ان یصل بینہما بسکۃ یمکن قالہ مقدار ما یمکن من قراۃ ثلاث آیات لقصار کذا فی النہایۃ“ ... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۵۷۷)

”مسعۃ اوقات یکرہ فیہا التواطل .. و منہا ما بعد غروب الشمس قبل صلوٰۃ المغرب“ ... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۵۴، ۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اذان مغرب کے بعد حجدہ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مغرب کی اذان کے بعد اور مغرب کی نماز سے پہلے کوئی شخص یا کوئی عجمی یا حیدہ میں وہ کتنا عرصہ کے نہیں؟ برائے کرم راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

”انہ حلی اللہ علیہ وسلم کان یواطئ علی صلاة المغرب باصحابہ عقب

المغرب . - وروی محمد بن ابی حنیفہ عن حماد بن سالم ابی ابراہیم النعمی

عن الصلاة قبل المغرب قال لہی علیہ“ . - (فتاویٰ ضامی: ۱/۲۷۷)

مغرب کا وقت مختصر ہوتا ہے مغرب کی نماز فرض جلدی چڑھیں اس سے پہلے نوافل وغیرہ مرکزہ پر نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مغرب کی نماز سے پہلے حوجہ المسجر پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محل کی مسجد میں ایک شخص

مغرب کی نماز سے پہلے حوجہ المسجر پڑھ رہا ہے اور کسی کی نہیں مان رہا اور کہتا ہے کہ مجھے حوالہ لا کر دکھانا، برائے سرکاری بحوالہ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشر ما حوت سوال صورت مسئلہ میں کہ مغرب سے پہلے نوافل پڑھنا خلاف سنت ہے کیونکہ نماز مغرب

سے پہلے نوافل پڑھنا ضریحاً اور شیخیوں سے ثابت نہیں ہے، اگر نماز مغرب سے پہلے نوافل پڑھیں گے تو نماز مغرب میں تاخیر لازم آئے گی جو کہ مکروہ ہے۔

”واللہ والقبل صلاة المغرب) علیہ اکثر اهل العلم منهم اصحابنا ومالك

واحد الوجهین عن الشافعی لما ثبت فی الصحیحین وغیرہما مما یفید

انہ لا یصلح کان یواطئ علی صلاة المغرب باصحابہ عقب المغرب والقول

ابن عمر ورضی اللہ تعالیٰ عنہما ما ثبت احدا علی عهد رسول اللہ ﷺ

یصلیہما رواہ ابو داؤد وصکت عنہ والمتلوی فی مختصرہ و اسنادہ حسن

وروی محمد بن ابی حنیفہ عن حماد بنہ سأل ابراهیم النخعی عن الصلاة قبل المغرب قال فسهي عنها وقال ان رسول الله ﷺ وهايكرو وعمر لم يكونوا يصلونها وقال القاضي ابرهيم بن العربي واختلف الصحابة في ذلك وثم يفعلونه احد جعلهم فيها عازي عازي من العمل الصحابة ومن امره ﷺ يصلونهما لانه اذا اتفق الناس على ترك العمل بالحديث المعروف لا يجوز العمل به لانه دليل ضعفه على ما عرف لي موضعه ولو كان ذلك مشهور بين الصحابة لما على علي ابن عمر او يحمل ذلك على انه كان قبل الامر بتجديد المغرب والعماء في شرح المسية وغيرهما" . (فتاوى شامی :

۱/۳۷۷)

"والمغرب ہی وندب تعجیلها لحديث الصحيحين كان يصلي المغرب اذا غربت الشمس وتواتر بالحجاب ويكره تاخيرها الى اشتباك النجوم"۔۔۔ (الحجرات الرافی: ۱/۳۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورتوں کی تراویح کے ایک خاص طریقہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں ایک قاریہ صاحبہ ہیں جو رمضان المبارک میں تراویح کا اہتمام کرتی ہیں، طریقہ مندرجہ ذیل ہیں۔

قاریہ کی اقتداء میں کوئی عجیرہ ہوتی ہے، ہرگز یہاں قاریہ اپنے سورۃ فاتحہ چھتی ہیں اور باقی عورتیں الحمد شریف اور قل شریف چنہ کر کھڑی ہو جاتی ہیں، پھر قاریہ قرآن کو پڑھتی آواز میں چھتی ہیں اور باقی عورتیں نماز کی حامت میں قرآن سنتی رہتی ہیں، پھر قاریہ صابہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاتی ہیں، دوسری عورتیں بھی رکوع کرتی ہیں اسی طرح بخیر اور پھر سلام۔

کیا مندرجہ بالا طریقہ نماز شریف محمدی کے مطابق ہے۔

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم جماعت تو نہیں کراتے، اگر جماعت نہیں تو پھر قرآن شریف کے بعد جو عورتیں کھڑی ہو کر سنتی ہیں تو یہ تاخیر ہوگی، اس کے بارے میں سمجھائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ بالا طریقہ قرآن و سنت سے ثابت نہیں ہے، اس لیے اگر تم اپنی تراویح علیحدہ علیحدہ گھر میں ادا کریں اور یہی طریقہ ان کے لیے سب سے افضل و اچھی ہے۔

”وَيُكْرَهُ إِسْمَاعُ الْمَرْأَةِ لِنِسَاءِ فِي الْمَصَلَاتِ كُلِّهِنَّ الْمَرْأَةُ وَالْمَوْلَى وَالْمَوْلَى فِي صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ هَكَذَا فِي الْهَدَايَةِ... وَصَلَاتُهُنَّ فَرَادَى الْفَضْلِ هَكَذَا فِي الْإِعْلَامَةِ“... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۸۵)

”وَيُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ أَنْ يَصَلِّيْنَ جَمَاعَةً لِأَنَّهُنَّ فِي ذَلِكَ لَا يَخْلُوْنَ عَنْ الرِّكَابِ مُحَرَّمٌ هِيَ مَكْرُوهٌ لِأَنَّ إِسْمَاعَهُنَّ أَمَّا أَنْ تَقْدِمَ عَلَى الْقَوْمِ أَوْ تَقِفَ وَسَطُهُنَّ وَفِي الْأَوَّلِ زِيَادَةُ الْكُتُفِ وَهِيَ مَكْرُوهَةٌ وَفِي الثَّانِي تَرْكُ الْإِمَامِ مَقَامَهُ وَهُوَ مَكْرُوهٌ“... (شرح المعاني علی الہدایہ علی هامش فتح القدیر: ۱/۳۰۵)

”قوله لا يخلون عن الركاب محرم“ (وهو زيادة الكُتف وحرمتها ظاهرة لقوله تعالى ولا يلبدين زينتهن الا ما ظهر منها او تترك مقام الإمام وهو حرام ايضا لانه ترك السنة من كل وجه فانه لم يعمل به النبي عليه السلام ولا واحد من الصحابة رضي الله تعالى عنهم“۔ (مکتابہ علی الہندیہ علی فتح القدیر: ۱/۳۰۶، ۳۰۵)

”صلاة المرأة في بيتها الفضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها الفضل من صلاتها في بيتها يعني الخزانة التي تكون في البيت“۔ (فتح القدیر: ۱/۳۰۷)

”قوله ولا يلبدين الزينة الجماعات“ لقوله تعالى والزن في بيوتكن يوقن منهن صلواتهن في لغريتهن الفضل من صلاتها في صحن دارها وصلاتها في صحن دارها الفضل من صلاتها في مسجدتها وبيوتهن حيرتهن“۔ (البحر الرائق: ۱/۶۲۷)

”ولا يجب السجود الا بترك واجب او تأخيرہ او تأخير ركن او تقديمہ“... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۱۲ سالہ بچے کو تراویح میں سامع بنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۷): کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام و مفتیان دین حنین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں تراویح میں ہر ایک بچہ قرآن کریم سنا رہا ہے چھ سات مرتبہ تراویح میں قرآن کریم سنا چکا ہے دوسرا بچہ جس کی عمر ۱۱ سال ہے قرآن کریم ماشاء اللہ خوب یاد ہے، طبیعت و فیروزہ کا اہتمام بھی کرتا ہے، کیا چھوٹے بچے کو سامع بنایا جاسکتا ہے اور وہ تراویح میں التروے کو اس کا تفریق لینے سے نماز کا سونہ نہیں ہوگی۔

جواب تحریر فرما کر مندرجہ بالا جو راہ و منہ اس مسئلہ کو حل فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بچہ نماز تراویح میں التروے سکتا ہے اور اس کے التروے کے بعد سے نماز تراویح کا سونہ نہیں ہوگی، تاہم بچے کو طہارت کے مسائل میں احتیاط سے کام لیتا چاہیے اور طہارت کے بارے میں اس کو ترغیب دینی چاہیے۔

”المراہق کتابالع“۔۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۹۹)

”فتح کتب الی الحسن بن علی اذا التفتح الصبی المراهق علی الامام حل لقی

صلاة الامام صحیحة قال نعم“۔۔ (المختار عنایت: ۱/۳۲۳)

”و فتح المراهق کتابالع“۔۔ (المہر الرائق: ۲/۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تاہل تراویح میں امام نہیں بن سکتا:

مسئلہ نمبر (۱۱۸): بخد مت جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک دینی مسئلہ کے بارے میں علماء کرام کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ یہ پیش ہے کہ کیا ایک تاہل بچہ تراویح کی عبادت کر سکتا ہے یا نہیں؟ مفتی مدظلہ سے اس مسئلے کی وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

تاہل بچہ تراویح میں امامت نہیں کر سکتا۔

” (ولا یصح القداء و جعل بالمرءة) و غیبتی (و محیی مطلقاً) و لولی حجازة و ضلی

علی الاصح“۔۔ (المختار علی هامش الرد: ۱/۳۲۷)

”وامامة الصبی العاقل فی التراویح والثوابل المطلقة تجوز عند بعضهم ولا تجوز عند عبادتهم كذا فی محیط السرحسی“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۱۶)

”جوز ما اکثر علماء خراسان ولم يجوز هامشائخ العراق ورحمهم الله تعالى - - وكان الشيخ الامام شمس الائمة السرحسی یفتی بعدم الجواز وفي الحاشية هو الصحيح وكان یقول الامام ضامن والصبی لا یصلح للضمان“..... (فتاویٰ الدائر خاتمة: ۱/۳۸۶، فتاویٰ خاتمة جدیدہ: ۴/۳۳۵)

”فصل فی امامة الصبیان فی التراویح، وقال شمس الائمة السرحسی رحمه الله تعالى الصحيح انه لا يجوز لانه غیر مخاطب وصلاته لیست بصلاة علی الحقیقة فلا يجوز امامته כאمامة المجنون - -“ (فتاویٰ قاضی خان ہامش علی الہندیہ: ۱/۲۴۳)

”فتی المنطی لون قوما صوا خلف الصبی لا تجوز صلاتهم لانه یصلون لعدد ولا تعد لیدانقله الصبی“ - (المحیط البرہانی: ۴/۲۶۳)

”وامامة الصبی المراهق لصبیان مثله يجوز كذا فی الخلاصة وعلى قول ائمة یلیخ یصح الاقتداء بالصبیان فی التراویح والسنن المطلقة كذا فی فتاویٰ قاضی خان المختار انه لا يجوز لی الصلوات کلها كذا فی الہدایة وهو الاصح هكذا فی المحيط وهو قول العامة وهو ظاهر الرواية هكذا فی البحر الرائق“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز چاشت کا بھی وقت کیا ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۱۹): محترمی دکنی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر کو کافی عرصہ سے نماز چاشت کے اوقات کے سلسلے میں تردد تھا کہ کبھی کوکات کیا ہیں؟ عام لوگوں میں

اس کا وقت اب تک مشہور ہے مگر دن کے اوقات پھولنے پھولنے لگی سردی کی وجہ سے ہوتے دہچکے ہیں، بعضی زبردست تو انکا پتہ چلتا ہے کہ نماز اشراق کے بعد جب دھوپ کافی خیز ہو جائے اور سورج اونچا ہو جائے تو اس وقت نماز چاشت ہوتی ہے مگر کچھ گھنٹوں کا حساب اس سے متعین نہیں ہو سکتا۔

آج کل چونکہ سہولت کی بناء پر گھڑی سے اوقات کا تعین کرتے ہیں جیسا کہ فرض نمازوں میں ہوتا ہے اس لیے اگر گھنٹوں کے حساب سے اوقات معلوم ہو جائیں تو یہ قاعدہ گری سردی کے موسم میں اور ہاٹل کے دن بھی جاری ہو سکتا ہے جس سے بہت سہولت ہوگی۔

اب اگر موسم گرما کی مثال لیں تو ان دنوں سورج صبح پانچ بجے طلوع ہوتا ہے اور اس سے تقریباً ۲۰ منٹ کے بعد اشراق کا وقت داخل ہو جاتا ہے مگر گھنٹوں کے حساب سے یہ اندازہ ہم ہواشعین نہیں دیکھ سکتے کہ ۵ بج کر ۲۰ منٹ کے بعد کتنے گھنٹے گزر جائیں تو نماز چاشت کا وقت داخل ہو جاتا ہے اس مسئلے میں احقر کی راہنمائی فرمائیں تاکہ اپنے سارے متعلقین کو اطلاع کر دیں اور خود بھی عمل کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اشراق و چاشت ایک ہی نماز ہے یا الگ الگ؟ محدثین اور فقہاء کرام کے نزدیک ایک ہی نماز ہے، اور عام صوفیاء کے نزدیک دو الگ الگ عہدہ طلوع و ستل قرار دیں ہیں، اشراق کا وقت طلوع آفتاب کے کچھ دیر بعد ہے اور اس کو غروب العصر ہی بھی کہتے ہیں اور چاشت کا وقت دین التہار کے بعد ہوتا ہے اس کو غروب الکبریٰ بھی کہتے ہیں، یعنی سورج کے طلوع و غروب کے درمیان ہی وقت کو صبح کر کے چار پر تقسیم کر لیں جو جواب آئے ان کا وقت سورج نکلنے کے بعد چاشت کا وقت ہوگا (مثال کے طور پر سورج کے طلوع اور غروب کے درمیان بارہ گھنٹے ہیں اس کو چار پر تقسیم کیا تو جواب تین آیات چاشت کا وقت سورج نکلنے کے تین گھنٹے بعد ہوگا۔

”قال الشيخ ذهب الفقهاء والمحدثون الى ان صلاة الضحى وصلاة الاشراق

واحدة ان صلاحها متصلة بارتفاع النهار بعد خروج الوقت المكروه

في الاشراق وان لم احس قلبلاف ”ضحى“ القول ويليد هذا القول الرعن

ابن عباس كان يقول صلاة الاشراق هي صلاة الضحى ذكره الشرح في

كشف الغمة (۱/۹۷) وذكره السزوقسانی فی شرح المواهب (۱/۱۰۱)

عن اوسط الطبرانی وابن مردويه وبالحمل لم يفر المحدثون وعامة الفقهاء

صلاة الاشراق بالذکر وکل ما يستدل به للاشراف ذکره المحدثون فی

احادیث صلاة الضحیٰ، یورید الشیخ ان الصلاة واحدة والفرق اعتباری
بالتقديم والتاخير ثم فی العنوان والتسمية فحسب لا غیر ثم ان الدارمی فی
مسنده الفرد باب الاربع اول النهار كما الفرد باب الصلاة الضحیٰ
وكما الفرد باب الصلاة الاواہین وصنیعه یلید من یفرق بین الاشراف
والضحیٰ، والله اعلم، قال الشیخ وقد فرق بینهما السیوطی وعلى المتی ذال
الرائع لعلہ علیہ صنیعہما فی بعض کتبہ وعلى ذلک عامة الصوفیة
فی تالیفہم یغردون کلابالذکر فکل منہما صلاة واحدة مستقلة كما فی
مسئلة فی التسمية "..... معارف السن: ۲۶۶/۳"

"وذكرہ الشیخ ابو الطیب فی شرح الترمذی لہ (۱/۳۳۵) یوحملہم لہا على
صلاة الضحیٰ لا ینالی الحمل على الاشراف كما فعلنا فقد قال العلامة سراج
احمد فی شرح الترمذی لہ ان المععارف فی اول النهار صلاتان الاولی
بعد طلوع الشمس وارتفاعها فیرجع ازمین ویقال لہا صلاة الاشراف ،
والثانیة عند ارتفاع الشمس قد یزیرع النهار الى ما قبل الزوال ویقال لہا صلاة
الضحیٰ، موسم الضحیٰ فی کثیر من الاحادیث شامل لکلیہما وقد ورد فی
بعضہا لفظ الاشراف ایضا فلذا عرج السیوطی عن ام ہانی ان رسول اللہ
ﷺ قال لہا (یا ام ہانی هذه صلاة الاشراف) وعزاء الى الطبرانی وبالجملة
فقد ورد اطلاق الاشراف والضحیٰ على کل من الصلاتین وبعضہم یطلقون
على الاولی الضحوة الصغریٰ وعلى الثانیة الضحوة الکبریٰ، (۱/۳۳۳)"
- (اعلاء السنن: ۳۹۰/۴)

"ونسب اربع فصاعدا فی الضحیٰ على الصحيح من بعد الطلوع الى الزوال
وولہا المختار بغيرع النهار " .. (ترمختار على والمختار: ۵۰۵/۱)
"(ومن المسندونات صلاة الضحیٰ یوافیہا رکعتان واكثرها لتعاشره رکعة
وولہما من ارتفاع الشمس الى زوالہا" .. (التلوی الہندیة: ۱/۱۱۲)

والشرع فی اہم اصواب

سنت اور نوافل کے بعد انتہائی دعا کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے کہ آج کل جو طریقہ دیہاتوں میں رائج ہے کہ سنت و نوافل پڑھنے کے بعد لوگ دعا کے لیے بیٹھ رہے ہیں اور امام صاحب فریغ ہو کر دعا مانگواتے ہیں بلکہ لوگ امام صاحب کو دعا مانگوانے پر مجبور کرتے ہیں، آیا یہ طریقہ احترام خلاف سنت ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جو شخص و نوافل فرض نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں بلان کے بعد آخر اوی دعا مستنون ہے جب کہ انتہائی دعا نہ سنت ہے اور نہ بدعت اور اس پر امام کو مجبور کرنا حرجالت ہے، خطرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بالخصوص آنحضرت ﷺ کا معمول مبارکہ یہ تھا کہ سنن و نوافل مگر تشریف رکرا دے فرماتے تھے۔

”واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكلدانية لم تثبت عن النبي ﷺ ولم يثبت عنه رفع الايدي دبر الصلوات في اللدهوات الاقل للبل ومع ذلك وردت فيه تروحيات قولية والامر في مثله ان لا يحكم عليه بالبدعة لهذه الادعية في زماننا ليست بسنة بمعنى ثبوته عن النبي ﷺ وليست ببدعة بمعنى عدم اصلها في الدين“۔۔۔ (فتح الباری: ۱/۱۶۷)

”عن زيد بن ثابت رضي الله عنه ان النبي ﷺ قال صلوة العراء في بيته الفضل من صلواته في مسجدی هذا الا المكسورة“۔۔۔ (سنن ابی داؤد: ۱/۱۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز تراویح کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۱۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تراویح سنت ہے یا فرض ہے یا کہ نقل؟ صحیح جواب دے کر مختصراً بیان کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

”والتراویح سنة مؤكدة المواظبة الخلفاء الراشدين... وكيف لا وقد ثبت عنه ﷺ عليكم يستي سنة الخلفاء الراشدين المهديين عضو عليها بالتواجد كما رواه ابو داؤد وبعمر...“ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۳۰)

”والنفس التراویح سنة على الاعيان عندنا كما رواى الحسن عن ابي حنيفة رحمه الله وقيل تستحب والاول اصح“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سنت و فرائض اپنے کمرے میں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۲): محترم بھائی مفتیان کرام! سلام! حکم درجہ شدہ برکات

ایک مسئلہ درپیش تھا جس کی وجہ سے آپ کو رحمت و مہربانی چاہی، یہاں مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے محلے کے امام صاحب فرض نماز پڑھا کر پائی نماز اپنے کمرے میں جا کر پڑھتے تھے، پوچھنے پر بتایا گیا کہ سنت طریقہ یہی ہے کیا یہ درست ہے، وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

سنت کو مسجد میں ادا کرنا جائز ہے لیکن گھر میں ساتھ والے کمرے میں ادا کرنا افضل ہے اور حضور ﷺ کا یہ معمول بھی قہدہ اگر آئی کو معلوم ہو کہ گھر میں جا کر کوئی ایسی مشغولی نہیں ہوگی کہ جس کی وجہ سے سنت چھوٹ جائے گی تو گھر میں ادا کرنی چاہئیں۔

”المنوع في المساجد حسن وفي البيت الفضل وبه كان يفتي الشيخ ابو جعفر...“ (الفتاویٰ عاتية جلد: ۳/۳۰۶)

”وفى الجامع الصغير اذا صلى الرجل المغرب فى المسجد بالجماعة يصلى ركعتين المغرب فى المسجد ان كان يخاف ان يورجى الى بيته ليشتغل بهن، وان كان لا يخاف فبالفضل ان يصلى فى بيته لقوله عليه السلام عبر صلوة الرجل فى المنزل الا المكتوبة...“ (الفتاویٰ العاتية جلد: ۳/۳۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اوائین کے نوافل کی تعداد اور وقت:

مسئلہ نمبر (۱۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اوائین کے نوافل کس وقت پڑھنے چاہئیں اور کتنی رکعتیں ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اوائین کے نوافل مغرب کے بعد پڑھ رکھتیں ہیں۔

”وَنَذِبْ سِتَّ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ كَتَبَ مِنَ الْأَوَابِينَ وَتَلَا قَوْلَهُ تَعَالَى إِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَابِينَ غُفُورٌ“۔۔۔ (طحاوی علی مرآی الفلاح: ۳۹۰)

”وَنَذِبْ الْأَرْبَعَ قَبْلَ الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ وَبَعْدَهَا سِتَّ بَعْدَ الْمَغْرِبِ“۔۔۔ وَاِمَّا السَّجْدَةُ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فَلِلْمَسَارُوِيِّ اِسْنِ عَمْرٍو عَنِ اَبْنِ اَبِي شَلَالَةَ عَنْهُمَا اَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ كَتَبَ مِنَ الْأَوَابِينَ وَتَلَا قَوْلَهُ تَعَالَى إِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَابِينَ غُفُورٌ“۔۔۔ (البحر الرائق: ۸۹/۲)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چودہ سال کے کاروائی میں امامت کروانا:

مسئلہ نمبر (۱۳۴): محترم کتاب مفتی صاحب السلام بلکیم درجہ فاضلہ دہکات

ایک بچہ جس کی عمر تقریباً چودہ سال اس بارے کیا وہ کاروائی میں قرآن پاک سے کسکے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر مذکور بچے کی عمر قریباً چودہ سال ہوگی ہے تو اس کی امامت کاروائی میں درست ہوگی بشرطیکہ

وہ مسائل امامت سے واقف ہو اور دوسرا کوئی بالغ شرعی موجود نہ ہو۔

نوٹ: واضح رہے کہ قریباً سال تقریباً اس دن شمس سال سے چھوٹا ہوتا ہے۔

”وَعَلَى قَوْلِ اَبْنِ اَبِي شَلَالَةَ بِمَنْحِ الْاِئْتِمَادِ بِالصَّبِيحَانِ فِي التَّرَاوِيحِ وَالسَّنِّ الْمَطْلُوقَةِ

كَذَا عَلَى فُتَاوَى قَادِسِي حَرَّانِ الْمَخْتَارِ اَنَّهُ لَا يَحُوزُ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا كُنْفًا

فی الہدایۃ وهو الاصح حکذا فی المحيط وهو قول العامة وهو ظاهر الرویۃ
حکذا فی البحر الرائق "۔۔۔ (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۸۵)

"الاعظم باحکام الصلوۃ فقط صحۃ وفساداً بشرط اجتماعہ للنواحيں الظاہرۃ
وحفظہ للذکر من "۔۔۔ (الذو المختار علی الشامی: ۱/۴۱۲)

"بلوغ الخلام بالاحتلام والاحمال والانزال والاصل هو الانزال والجاریۃ
بالاحتلام والحیض والحمل ولم يذكر الانزال صریحاً لانه قلما یعلم منها فان
لم يوجد لہما شیء فحیض يتم لكل منهما خمس عشرة سنة بہ
یقینی "۔۔۔ (الذو المختار علی الشامی: ۵/۱۰۷)

"قوله بہ یقینی ہذا عندہما وروایۃ عن الامام وبہ قالت الائمة الثلاثة
وعند الامام حتی يتم لہ لعمانی عشر سنة ولہاسبع عشر سنة "۔۔۔ (فتاویٰ
شامی: ۵/۱۰۷)

"(واحد سنۃ قمریۃ بالاہلۃ علی المذہب وہی الثلاثۃ واربعۃ وخمسون
وبعض یوم ولیل شمسیۃ بالایام وہی ازید یا حد عشر یوما "۔۔۔ (فتاویٰ شامی:
۲/۶۴۵، ۶۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چار صورت کا بیچہ کرتے ہوئے ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۴۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) ایک عورت چارے کے یا وہ بیچہ کرتے ہوئے ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟
- (۲) اور تین ادا کرے کہ چار ہی چڑھی جائیں یا آٹھ لگی پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) صورت مذکورہ میں عورت تین تین بیچہ کر ادا کر سکتی ہے۔

"وینفعل ای فی غیر سنۃ الفجر فی الاصح کما قلنہ المصنف بخلاف سنۃ

التراب ورج لانها دونها فی التاكد فصيح فاعدا وان خالف المتعارث وعمل
السلف كما فی البحر ودخل فيه التفل المنذور فانه انما يصح علی القيام
لا يبرمه القيام فی الصحيح كما فی المحيط وقال لبحر الاسلام انه الصحيح من
الجراب وقيل يلزمه واختاره فی الصحیح نهر قوله فاعدا ای علی ای حالة كانت
وانما اختلاف فی الافضل كما یأتی ... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۱۵)

”تعدو علیه القيام او خالف زيادة المرض صلی فاعدا یرکع ویسجد لقوله
تعالی الذین یدکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم“
.... (البحر الرائق: ۲/۱۹۸)

(۲) صورت ثانی میں اگر اربعہ کے نزدیک نماز تراویح کی تین رکعات سنت ہیں اگر کسی شخص نے ۲۰ سے کم
ایا کہیں تو اس کی سنت ادا نہیں ہوگی۔

”ومن فی رمضان عشرون رکعات بعد العشاء قبل التور وبعد جماعة وحتم
مرة بجملة بعد كل اربع بقدرها.... وذكر فی الاختیار ان ابا یوسف سأل
ابا حنيفة عنها وما فعله عمر فقال التراویح سنة مؤکدة ولم یضرحه عمر من
التقاء نفسه ولم یکن فیہ مبتدعا - - وقوله عشرون رکعة بیان لکمیتهما
وهو قول الجمهور لما فی العزلة من یزید بن رومان قال کان الناس یقومون
فی زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرين رکعة وعلیه عمل الناس شرقا
وغربا“.... (البحر الرائق: ۳/۱۱۶، ۱۱۷)

”تقدار التراویح عند اصحابنا والشافعی رحمه الله تعالی ما رويوا الحسن عن
ابی حنيفة رحمه الله تعالی قال القيام فی شهر رمضان سنة لا یبخی ترکها
یصلی اهل كل مسجد فی مسجدهم كل ليلة سوى التور عشرين رکعة
خمیس تراویحات بعشر تسلیمات یسلم فی كل رکعتین“ ... (فتاویٰ قاضی
حاج هامش علی التہذیب: ۱/۲۳۴)

والله تعالی اعلم بالصواب

امام مسجد کا عورتوں کا صلوٰۃ الصبح کی جماعت کروانا:

مسئلہ نمبر (۱۳۶) حضرت مفتی صاحب المسلمین رحمہ اللہ کا کہ

مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں گواہ و عید ہیں روزِ لاہور کی گنت میں ایک مولوی صاحب عورتوں کو مسجد میں صلوٰۃ الصبح تقریباً بیس بجے اس طرح پڑھاتے ہیں کہ تمام عورتیں ہوتی ہیں ساتھ اس کی بیوی بھی ہوتی ہے امام صاحب کے پیچھے ایک چادر پردے کی صورت میں ہوتی ہے، پوچھا یہ ہے کہ یہ طریقہ قرآن وحدیث کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ عورتوں کے ساتھ اس کی بیوی ہوتی ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

امام مذکور کا اس طرح عورتوں کا صلوٰۃ الصبح کی جماعت کروانا شرعاً جائز نہیں ہے لہذا امام صاحب کو پانچ کس سے استرا کریں، نیز عورتوں کا مسجد میں آنا مکروہ ہے۔

”ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان اي بكرة ذلك على

سبيل الداعي بان يقتدى اربعة بواحد كما في الدر ولا خلاف في صحة

الافتاء فلا مانع نهر“۔۔۔ (الدر المختار: ۱/۹۹)

”ولا يصلي التطوع بجماعة الا في شهر رمضان وعن شمس الاتعة السرخسي

ان التطوع بجماعة المايكروه اذا صلى سبيل الداعي اما لو اقتدى

واحد بواحد او اثنان بواحد لا يكره واذا اقتدى لثلاثة بواحد اختلف فيه واذا

اقتدى اربعة بواحد كره اتفاقاً“۔۔۔ (الفتاوى حاشية جليل: ۲۹۲، ۲۹۳/۲)

”وسبها ان الجماعة في التطوع ليست بسنة الا في ايام رمضان وفي المهرج

واجبة اربعة مائة ركعة“۔۔۔ (مذاهب الصنائع: ۲/۲۱)

”وبكره حضورهن الجماعة ولوللجمعة وعيد وعظ مطلقا ولو عجزوا

ليلا“۔۔۔ (الفرع على الر: ۱/۳۱۸)

والله تعالى اعلم بالصواب

دُتروں کی جماعت کے بعد اجتماعی دعا کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام علماء عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں رمضان میں دُتروں کی نماز کے بعد اجتماعی وہ نہ کروائی جاتی ہے آیا دُتروں کی جماعت کے بعد اجتماعی وہ نہ کرنا ناگج ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عطا فرما کر خدا شاہد ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

دُتروں کے بعد اجتماعی وہ ناگنا شرعاً جائز ہے مگر ہر رک پر علامت نہ کی جائے، بشرطیکہ ہر رک بھی اس کو جماعت نہ کیجئے، اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعا اور انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعا ناگجی چاہئے، اس لیے کہ یہ احادیث سے ثابت ہے۔

”واعلم ان الادعية بهذه الهيئة التكدائية لم ثبت عن النبي عليه السلام ولم ثبت عنه رفع الايدي دبر الصلوات في الدعوات الاقل قليل ومع ذلك وردت فيه ترغيبات لولية والامر في مثله ان لا يحكم عليه بالبدعة فهذا الادعية في زماننا ليست بسنة بمعنى قولنا عن النبي عليه السلام وليست ببدعة بمعنى عدم اصلها في الدين“۔۔ (طیض اقباری: ۲/۱۶۷)

”فاعلم ان الفضائل والرقاب لا تنحصر فيما ثبت فيه فعله ﷺ فقط فان النبي عليه السلام كان يحض نفسه امور تكون اليق بشانه واخرى لمنصبه واذا لم يستوعب الفضائل كلها عملاً وجب ان يرغب فيها لولا لعمل بها لامة لعنها صلاة الضحى فانما انما لم يعمل بها بمعنى انه لم يجعلها وظيفة له دل على فضلها لولا لعمل بها لامة وتحرز الاجر الا ترى انهم تكلموا في ثبوت الاذان من النبي عليه السلام فعلا مع كونه من الفضل الاعمال فالفضل لا ينحصر فيما ثبت فعله منه فان كل واحد يحضر نفسه ما مناسب شانه ومن هذا الباب رفع اليدين بعد الصلوات قلدهاء قل ثبوت فعله اكثر ففضله لولا لا يكون بدعة اصلا فمن ظن ان الفضل فيما ثبت عمله ﷺ فله فقط فقد اصاب عن طريق الصواب وبني اصلا فاسداً بخبرك عن البناء مع ان ادعية النبي ﷺ

قد احدث ما حذر الاذکار وليس في الاذکار رفع الايدي ونحن في جلوس اذا لم نزل بالاذکار فينبغي لئلا لا نحرّم من الادعية وترفع اليها الايدي لثبوت عنه غلب الدالة وان لم يثبت بعد المكتوبة لانها ثبتت جسد لم تكن بدعة اصلا مع ورود القولية في فضلها "۔۔۔ (فيض الباری: ۲/۳۳۱)

"لا ريب ان الادعية دبر الصلوات فثبتت اثرات تواتر الاذکار امارت رفع الايدي ثبتت بعد الدالة مرة او مرتين فالحق بها التقية المكتوبة ايضا "۔۔۔ (فيض الباری: ۶/۲۲۵)

"نعم لحکم بکونها بدعة اذا قضی الامر الى الکبر علی من ترکها"۔۔۔ (فيض الباری: ۶/۲۲۵)

انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعاؤں کی مثالیں:

(۱) عن حماد بن عبد اللہ وحی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ ﷺ يعلمنا الاستخارة فی الامور کلها کما تعلمنا السورة من القرآن يقول اذا هم احدکم بالامر بالمعروف کعب رکعتين من غير التفرقة ثم ليقل اللهم اني استخيرک بعلمک واستقدرک بقدرک الخ "۔۔۔ (فيض الباری: ۱/۲۲۱)

(۱) "عن ابن عباس وحی اللہ عنہما قال بت عندي سورة فقام النبي ﷺ فاني حاجته غسل وجهه ويديه ثم نام ثم قام فاتي القرية فاطلق شاتها ثم توضأ وضوء ابن وضوتين ثم يكثر ولدا بلغ الفصلي فقامت السمطيت كراهية ان يرى امي كنت اتقيه فتوضأت فقامت عن يساره فاحلجنا ذاني لاداري عن يمينه فتدانت صلوات ثلاث عشرة ركعة ثم اصطحب فقام حتى نفخ وكان اذا قام نفخ فاذنه بلال بالصلاة الفصلي ولم يتوضأ وكان يقول في دعائه اللهم اسئل في قلبي نوراً وفي بصري نوراً"۔۔۔ (فيض الباری: ۶/۲۲۱)

(۳) "عن ابی موسی الاشعري وحی اللہ عنہ قال دعا لبي عليه السلام بماء فوضأ ثم رافع يديه فقال اللهم اغفر لعبد بن عامر ورايت بياض ابطيه فقال اللهم اجعله يوم القيامة فوق كثير من خلقك من الناس "۔۔۔ (فيض الباری: ۶/۲۳۷)

(۳) "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قبل رسول اللہ ﷺ لدخل مكة فاقبل الى الحجر فاسمعه ثم طاف بالبيت ثم الى الصفا فعلاه حتى ينظر الى البيت لرفع يديه فجعل يذكر الله مائتا ويدهو"۔۔۔ (مرواۃ المفاتیح: ۵/۳۹۵، ۳۹۴)

ایہا علی عمل کے بعد ایہا علی دعاؤں کی مثالیں:

(۱) قال یحییٰ بن سعید سمعت انس بن مالک قال اتی رجل اعرابی من اهل البدر الى رسول الله ﷺ يوم الجمعة فقال يا رسول الله هلكت هنك الناس لرفع رسول الله يديه يدعوا ورفح الناس ايديهم معه يدعون الخ"۔۔۔ (فيض الباری: ۲/۵۰۲)

(۲) "عن ابی امامۃ قال قبل يا رسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف الليل الآخر ودير الصلوات المكتوبات"۔۔۔ (مرواۃ المفاتیح: ۳/۳۳)

(۳) "عن ابی بکرة قال كنا عند رسول الله عليه السلام فانكسفت الشمس فقام النبي عليه السلام يحجر وذاته حتى دخل المسجد فدخله الصلبي يسار كعنين حتى اتجلى الشمس فقال النبي عليه السلام ان الشمس والقمر لا يمكنان الموت احد لئلا يؤموا هذا الصلوا وادعوا حتى يكشف ما بكم"۔۔۔ (فيض الباری: ۲/۵۰۷)

(۴) "عن ام عطية رضی اللہ عنہا قالت امرنا ان نخرج الحيض يوم العیدین وذوات الخدور فشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم ونعزل الحيض عن مصلاتهم۔۔۔ (جماعة المسلمين ودعوتهم ای دعائهم)"۔۔۔ (مرواۃ المفاتیح: ۳/۳۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فتح قرآن فی التزویع پر امام کو دہے یا عید کی ہے کیا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۸): محترمہ مکرم مفتی صاحب اسلام ٹیکم برحقہ اللہ وبرکاتہ

- (۱) نماز ترویع میں فتح قرآن پر حافظ قرآن کو جو مقتدی دیکڑے، عید کی یا بدیر کی صورت میں دیے جاتے ہیں اگر پہلے سے طے ہو تو کیا حکم ہے؟ اور مقررہ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟
 - (۲) حافظ قرآن امام مسجد یا مؤذن ہے تو کیا حکم ہے؟ اگر کوئی اور ہے تو کیا حکم ہے؟ نماز ترویع کی صورت میں کیا مقتدی کو قرآن سننے کا ثواب ملے گا اور نماز ترویع میں کوئی فرما ہی نہیں آئے گی، نیز مقتدی کے لیے کیا حکم ہے؟
 - (۳) اگر کوئی شخص احکاف میں بیٹھنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ اور وہ نماز ترویع کیسے پڑھے؟
- جواب سے مطلع فرما کر شکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) رمضان المبارک میں فتح قرآن کے موقع پر حافظ صاحب کی جو خدمت اہل نماز بطور تحریک کے کریں یہ جائز ہے، کیونکہ یہ ”ھبل جزاء الاحسان الا الاحسان“ کے قیل سے ہے، لیکن علماء نے اس کی چند شرائط مقرر کی ہیں (۱) پہلے سے اجرت طے نہ کی ہو (۲) مسجد کا ریت معلوم ہو متعین نہ ہو۔

یاد رہے کہ حافظ قرآن نماز ترویع پڑھانے والا چاہے امام مسجد ہی ہو یا مؤذن ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور ہوسب کا حکم ایک ہی ہے، اس صورت میں نماز ترویع میں کوئی فرما ہی واقعی نہیں ہوگی اور ثواب بھی ملے گا۔

”وان علم القوم حاجتہ لما عطوہ شیئا من غیر شرط فهو حسن لانه من باب

البر وصداقة والمجازاة علی احسانہ بھکاتھم وکل ذلک حسن“..... (بدائع

الضائع: ۱/۳۸۶)

(۳) اگر کوئی شخص احکاف بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جائے کیونکہ رمضان میں احکاف بیٹھنا سنت مؤکدہ ہے، اور ترویع بھی تمامت کے ساتھ پڑھے۔

”الاعتکاف مستحب والصحيح انه سنة مؤكدة لان النبي عليه السلام واظف

عليه في العشر الاواخر من رمضان والمواظبة دليل السنة“ .. (ہدایہ:

۱/۲۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سہریں کم ہوں تو گھروں میں قرآن کریم سنائے گا ہم:

مطلب نمبر (۱۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ایسے یا ایسے سہریں کم ہیں اور حافظ صاحبان یہ اس ساتھ کے قریب ہیں سہریں سننے کے لیے ان کو جگہ نہیں ملتی کیا یہ حافظ صاحبان اپنے اپنے گھروں میں نماز تراویح پڑھا سکتے ہیں؟ یہ حافظ صاحبان اگر سنیں گے سنائیں گے نہیں تو اندیشہ ہے کہ بھول جائیں بلکہ اکثر بھول بھی جاتے ہیں، ہمارے مریض اس بارے میں میں شریک محکم ہوتا ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

سہریں جب کچھ لوگ تراویح ادا کر رہے ہوں تو حافظ صاحبان کے لیے اپنے اپنے گھروں میں تراویح کی جماعت میں قرآن پاک سنانا جائز ہے، البتہ گھر میں تراویح ادا کرنے والوں کو چاہئے کہ فرض نماز سہریں یا جماعت ادا کریں۔

”الجماعة سنة كفاية فيها حتى لو اقامها البعض في المسجد بجماعة وباقي أهل المحلة السامعها منفردا في بيته لانه لا يكون تاركاً للسنة لانه يروى عن أفراد الصحابة المختلف وقال في المبسوط لو صلى انسان في بيته لانه لا ياتم فليدفعه ابن عمر وعروة وسالم والقاسم وابراهيم واطع فدل فعل هؤلاء ان الجماعة في المسجد سنة على سبيل الكفاية الا لا يظن بان عمر ومن تبعه ترك السنة انتهى وان صلاها بجماعة في بيته فالصحيح انه نال احدي الفضيلتين فان الاداء في المسجد له الفضيلة ليس للاداء في البيت ذلك وكما للحكم في الفرق“ --- (حاشية المخطوط على المرقا: ۴۱۳)

”وان اليمت القراويح في المسجد بالجماعة وتختلف عيار رجل من أفراد الناس وصلى في بيته فقد ترك الفضيلة لا السنة قال في المبسوط لو صلى انسان في بيته لانه لا ياتم فقد فعله ابن عمر وسالم والقاسم وابراهيم واطع فدل فعل هؤلاء ان الجماعة في المسجد سنة على سبيل الكفاية الا لا يظن بان عمر ومن معه ترك السنة وهذا هو الصواب، وقوله من أفراد الناس فيه اشارة الى ما تقدم انه ان كان ممن يقتدى به لا ينبغي له ان يتخلف وصرح به

فاحسب خاس وغیرہ وامثالین عسر ومن ذکر معہ منہ فقد لا یکتون مقلدین
اذا ذاک لوجود من ہو مقام علیہم فی العلم کعمر و عثمان و علی وابن مسعود
وغیرہم بالنظر الی من تخلف کل واحدهم وان صلی احدی بیہ بالجماعۃ
حصل لہم ثوابہا واترکوا فضلہا ولكن لم یالوا فضل الجماعۃ الی لکن فی
المسجد لزیادۃ فضیلة المسجد وتکثیر جماعۃ و اظهار شعار الاسلام
وهكذا فی المکتوبات ای القرائن ص ۳۰۰ (حلی کبریٰ: ۳۳۸)

”ان صلی بجماعۃ فی البیت اختلف فیہ المشایخ والصحیح ان للجماعۃ
فی البیت الفضیلة وللجماعۃ فی المسجد الفضیلة احری لاذہ صلی فی البیت
بجماعۃ فلد جاز لفضیلة اذ انہا بالجماعۃ وترک الفضیلة الاخری
هكذا... وہی سۃ للرجال والنساء جمیعاً کذا فی الذہدی ونفس الترویج
سۃ علی الاعیان عندنا کما روی الحسن عن ابی حنیفۃ ...“ لو ادی الترویج
بغیر جماعۃ او النساء وحدنا فی بیوتہن یكون الترویج کذا فی معراج الدواۃ
وتوترک اهل المسجد کلہم الجماعۃ لقد اسالوا والموا کذا فی المعیط
السر عسی وان تخلف واحد من الناس وصلاہ فی بیتہ فقد ترک الفضیلة
ولا یكون مستثلاً لاختار کالسنة الخ...“ (الہندی: ۱۱۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز استحارہ کا صحیح طریقہ:

مسئلہ نمبر (۱۳۵) کیا فرماتے ہیں علماء کرام دینی مسئلہ کہ میں نے اپنے بچی کی شادی کر لی ہے طلاء سے استحارہ
کے بارے میں سنا ہے لیکن استحارہ کی نماز کے صحیح طریقے کا علم نہیں ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں ہماری رہنمائی
فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ استحارہ کہتے ہیں کسی چھ نکاح کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اللہ سے فیصلہ طلب

کرنا احادیث نبوی ﷺ میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ اس کا حریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز استسکارہ کی نیت سے اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں "قل یا ایہا الکافرون" اور دوسری رکعت میں "قل هو اللہ احد" پڑھے (یا کوئی ای بھی صورت اس کے بعد استسکارہ کی دعائے مانورہ پڑھے، بعد پڑا اس کی جگہ پر اپنی خواہش کا اظہار کرے، ہو سکے تو اس دعائے پہلے اور بعد میں حمد و ثناء و صلوة علی النبی ﷺ پڑھے، پھر پانچ سو رکعت کے مطابق سو جائے، صبح جب اٹھے تو جس طرح دل کا میلان ہو وہی کام کرے، اور بعض حضرات نے اس کی تعلقات یہ بھی بتائی ہیں کہ اگر خواب میں سفیدی یا سبزی رنگ نظر آئے تو یہ خیر کی علامت ہے، اور اگر سیاہ یا سرخی نظر آئے تو یہ مذکر کے کی علامت ہے اور سات دن تک کی جا سکتی ہے لیکن یہ بات واضح رہے کہ نماز کے حذر ہونے کی صورت میں بغیر نماز کے بھی استسکارہ کر سکتے ہیں۔

"الاستخارة طلب الخير من الله تعالى فليدقق صمن الامور"

"عن جابر بن عبد الله قال كان رسول الله ﷺ يعلمنا السورة من القرآن يقول لئلا اذعنكم احدكم بالامر فليركع ركعتين من غير الفريضة وليقل اللهم اسي استخيرك بعلمك واستقيرك بقدرتك واستلک من الصلک الکريم فانک تقدر ولا تدور وتعلم ولا تعلم وانت علام الغيوب اللهم فان کنت تعلم ان هذا الامر یسمیہ بعینه الذی یرید خیر فی دینی ومعاشی ومعادی ومعالیه امر فاقدره لی ویسرہ لی وبارک لی فیہ اللهم ان کنت تعلم شره لی مثل الاول فاصرفنی عنه واصرفه عني والقدر لی الخیر حيث کان ثم ارضنی او قال عاجل امر"

"وقال صاحب البدل المراد بالامر ما یجوز بشانه ویلذ وجوده قبل السفر والعمارة ونحوهما لا کلا کل والشرب المعتاد ویقرء فی الاولی الکافرون وفي الثانی الاحلام ویکرر الصلوة حتی یتطهر الی سبع مرات - - (بدل المجهود ۳/۲۰۰)

"وسنہار کعبہ الاستخارة عن جابر بن عبد الله قال - - ویبغی ان ینکر وہا سبعا لثمانی من السنن ینسب الیہا من استخیر بامر الاستخار بک الی سبع مرات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیہ ولو تعذرت علیہ الصلوة

استخار بالدعاء ملخصاً فی شرح الشرح المسموع ومن المشایخ انه یجفی
ان یسام علی طہارة مستقبل القبلة بعد قراءة المذکورة فان رأى فی منامه
بما احضرتہ لذلك الامر خیر وان رأى فیہ السوءاء او حمرة
فہو شر یجفی ان یجسب "۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۷۰۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گھر میں تراویح کی جماعت کروانا:

مسئلہ نمبر (۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں مسجد موجود ہے
اس کے باوجود ایک آدمی ہر سال حافظ صاحب کو بلا تا ہے اور تراویح کی جماعت کرواتا ہے اور اس کے گھر والے صرف
اس کے پیچھے تراویح پڑھتے ہیں جب کہ محلے کی مسجد میں بھی ہر سال حافظ صاحب قرآن سناتے ہیں تو اس آدمی
کا تراویح کی جماعت اپنے گھر میں کروانا اور مسجد میں نہ جانا کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط محنت و مال صورت مستور میں اس آدمی کا گھر میں تراویح کی جماعت کروانا جائز ہے لیکن افضل پھر بھی
یہ ہے کہ مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔

"وان صلى بجماعة في البيت اختلف فيه المشايخ والصحيح ان للجماعة
في البيت الفضيلة وللجماعة في المسجد الفضيلة الاخرى فاذا صلى في البيت
بجماعة فقد حاز فضيلة اداءها بالجماعة وترك الفضيلة الاخرى وهكذا قاله
الفاضل الامام ابو علي السلفي والصحيح ان اداءها بالجماعة في المسجد
الفضل وكذلك في المكتوبات "۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱۱۶/۱)

"وكل ما شرع بجماعة فالمسجد فيه الفضل وان صلى احد في البيت
بالجماعة لم يبالوا الفضل بجماعة المسجد وهكذا في المكتوبات "۔۔ (الدرمغ
الرد: ۱/۵۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح میں ہاہر کے بتکرار نہ کر دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۶)۔ جناب مفتی صاحب جاسواشریہ لاہور

جناب عالی! گزارش ہے کہ ہادی مسجد جامع مسجد حنفیہ - حدی روڈ میں ہمارے موجودہ امام صاحب نے قرآن پاک کا احوال دے کر مسجد کے ہاہر کے بتکرار تراویح کے وقت بند کر دیے ہیں کیا ہاہر کے بتکرار نماز کے وقت چلائے جائیں یا نہیں؟ جب کہ مسجد کے اعداد بھی چھوٹے بتکرار موجود ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

قرآن پاک میں ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کا نور سے ستارہ چپ ہو، ستارے کی نسیب ہاہر والا بتکرار استعمال کریں گے تو ہاہر کے لوگ اس پر توجہ نہیں کر سکیں گے، نیز گھر میں مستورات جو نماز و غیرہ میں مشغول ہیں ان کی نماز میں غفل آئے گا ہادی طرح بیمار و غیرہ پریشان ہوں گے، یہذا امام صاحب کا موقف درست ہے، صرف اندر کا بتکرار استعمال کریں بشرطے کہ ہاہر اٹھا کر نہ دال کو وقت درج میں نہ ہو۔

”ولا يجهد الامام نفسه بالجهر كذا في البحر الرائق وإذا جهر الامام لفرق حاجته الناس فكذا ساء لان الامام اذا جهر لاسماع القوم ليدبروا الى لواءه ته ليحصل احضار القلب كذا في السراج الوهاج“۔۔۔ (فتاوى الهندية: ۱/۴۳)

”وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا يفتنى وجوب الاستماع والاتصات عند قراءة القرآن ليس الصلوة ولي غيرها“۔۔۔ (احكام القرآن للجصاص: ۳/۶۱)

”(وجهر بقراءة الفجر وأولى العشاءين ولو قضاء والجمعة والعينين)۔۔۔ ولا يجهد الامام نفسه بالجهر ولي السراج الوهاج الامام اذا جهر لفرق حاجته الناس فكذا ساء والاداء لا لفرق في حق الامام بين الاداء والقضاء لان القضاء يحكي الاداء والحق بالجمعة والعينين التراويح والوتر في رمضان للتراوث المنقول“۔۔۔ (البحر الرائق: ۱/۵۸۶، ۵۸۵)

”اجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الله تعالى جماعة في المساجد وغيرها من غير تكبير الا ان يشوش جهرهم بالذكر على نائم او مضطرب“۔۔۔ (شرح الحموي على الاشياء: ۳/۱۹۱)

”واما كراهة الجهر بالقراءة والذكر اذا تاذى به نغم او غيره“۔۔۔۔۔ معارف

النسب: ۱۵۸/۳

”ويجهر الامام وجوبا بحسب الجماعة فان زاد عليه اسماء قوله فان زاد عليه

اسماء، وفي الزاهدی عن ابی جعفر لو زاد على الحاجة فهو الفضل الا اذا جهد

نفسه او اذى غيره لهستانی“۔۔۔ (الموقع الرد: ۱/۳۹۳)

”وعن ابی قتادة قال ان رسول الله ﷺ خرج ليلة فاذا هو بابي يكره يصلي

يخفض من صوته ومر يعمر وهو يصلي والعاصم قال فلما اجتمعا عند النبي

ﷺ قال يا ابا بكر مررت بك وانت تصلي تخفص صوتك قال قد اسمعت

من حاجت يا رسول الله وقال لعمر مررت بك وانت تصلي والعاصم صوتك

لفعل يا رسول الله اوقف الثومنان واطرد الشيطان فقال انبي ﷺ يا ابا بكر

ارفع من صوتك شيئا وقال لعمر اخفض من صوتك شيئا ورواه ابو داود

وروى الترمذی نحوه وقال لعمر اخفض من صوتك شيئا اي قليلا

لئلا يشوش بك نحو مصل الواسم او معلور“۔۔۔ (مرفقات المفاتيح :

۲۵۱، ۲۵۰ ج۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا مسجد میں تراویح پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صرف رمضان المبارک میں مستورات

مسجد میں تراویح کی نماز میں شرکت فرماتی ہیں آپا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ عورتیں جس کمرے

میں نماز پڑھتی ہیں وہ کمرہ مسجد سے الگ ہے مسجد اور اس کمرے کے درمیان بڑا راستہ ہے تقریباً پندرہ سولہ فٹ

کا جو گزرگاہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، جرتے بھی اس راستے میں آسارے جاتے ہیں اور بزرگ بھی لگا رکھا ہے۔

اب پوچھتا ہے کہ امام صاحب جہاں نماز پڑھاتے ہیں اور تراویح وغیرہ کی اہمیت کرواتے ہیں اس جگہ

سے مسجد کی حدود جو نماز ادا کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے وہ اہمہ کا مال آٹھ صفوں کا ہے اور ساری مسجد وہاں،

برآمد، مگر سب کو ساکر سلطہ مصلوں کی جگہ ہے، ہاں اعتبار سے مستورات اور امام کے درمیان دس مصلوں سے زیادہ کی جگہ خالی ہے، اب ان مستورات کے لیے اس امام کی اقتداء کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرائط وہاں صورت مسئولہ میں عورتوں کا مسجد کی بجائے پردے کا انتظام کر کے گھر میں کسی حائل کو بند کرنا اور حج پر جانا بہتر ہے، مستورات کا صورت مذکورہ میں داخلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اقتداء کرنا درست نہیں ہے۔

"وكرر لهن حضور الجماعة الا للعجز في الفجر والمغرب والعشاء والفتوى
اليوم على الكراة في كل المصلوات لظهور الفساد كذا في الكافي
وهو المختار كذا في التنين" - (الفتاوى الهندية: 1/89)

"طريق تجري فيه عجلة اي امر وبه عبر في بعض النسخ والعجلة بفحش
وفي الضرر هو الذي تجري فيه العجلة والافطار او هو جمع ولم بالقاف لال
في المغرب واكثر استعماله في حمل البهل او الحمار كالوسق في حمل المعبر
قوله او نهر تجري فيه السفن اي يمكن ذلك ومثله يقال في قوله تجري فيه
عجلة" - (الفتاوى شامی: ۲/۴۰۰)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا تراویح کے لیے گھر سے نکلنا:

مسئلہ نمبر (۱۳۳): خدمت جناب مفتی صاحب اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ کیا عورتوں کو نماز تراویح پڑھنے کے لیے گھر سے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟
کیونکہ آج کل بعض دینی درس گاہوں میں یہ مساجد میں عورتوں کے لیے انتظام کرتے ہیں مگر کن وحدیث کی روشنی
میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

عورتوں کے لیے سب سے افضل اور بہتر جگہ نماز پڑھنے کے لیے گھر کا اندرونی حصہ ہے عورتوں کا مساجد کی
جماعت میں شریک ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

”قوله ولا يحضرون الجماعات بقوله تعالى ولقرن في بيوتكن وقال ﷺ صلاتها في العريضة افضل من صلاتها في صحن دارها وصلاتها في صحن دارها افضل من صلاتها في مسجدنا وبيوتهن خير لهن ولانه لا يؤمن الفتنة من عروجهن فتلحقه تشمل الشبهة والعجز والصلوة النهارية والليلية قبل المصنف في الكافي والفتوى اليوم على الكراهة في الصلاة كلها لظهور الفساد“۔۔ (البحر الرائق: ۶۴۸، ۶۴۹/۱)

”وقوله ويكره لهن حضور الجماعات كانت النساء يباح لهن الخروج الى الصلوات لم لما مارسوا للوقوف في الفتنة مدعاهن عن ذلك جاء في التفسير ان قوله تعالى ولقد علمنا المستظعين منكم ولقد علمنا المستأجرين نزلت في شأن النساء حيث كان المنافقون يهاجرون للاطلاع على عوراتهن ولقد نهى عمر النساء عن الخروج الى المساجد فشكون الى عائشة فقاتل ابو عليم النبي ﷺ ما علم عمر رضي الله عنه مما كان يكن في الخروج“۔۔ (عناية على الفتح القدیر: ۱/۳۱۷)

”قلت المراد من الكراهة التحريم ولا سيما في هذا الزمان لفسادها“۔۔۔ (النهاية: ۲/۳۵۳)

”ولا يحضرون الجماعات يعني في الصلوات كلها ويسرى فيه الشوب والعجز وهو قول المتأخرين لظهور الفساد في زماننا“۔۔ (مبين الحقائق: ۱/۱۳۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سجدے شعل کردہ شیخوں کا تراویح ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے ساتھ ایک گھر ہے جس میں عورتوں کے تراویح پڑھنے کا طہرہ انتظام کیا گیا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ عورتوں کا مسجد میں جا کر تراویح ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک عورت نے ۱۹ دن تراویح سمجھیں ادا کی ہے اب اس کا دل چاہتا ہے کہ اذکار میں بھی بیوی کے اندر جو تراویح پڑھی جاتی ہیں ان کے پیچھے ادا کر دیں یا نہ پڑھے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

عورتوں کا سمجھنا کہ تراویح ادا کرنا چاہئیں ہے۔

عورت کا بیوی میں لگی ہوئی تراویح کی ابتداء کرنا بھی درست نہیں ہے۔

”ويذكره حضوره من الجماعة ولو لجمعة ووعظ مطلقا ولو عجز الیلا علی

المذهب المفتی بہ لفساد الزمان“۔۔۔ (درمیع الرد: ۳۱۸، ۱۹/۳)

”قوله علی المذهب المفتی بہ ای مذهب المتأخرین قال فی البحر وقد يقال

هذه الفتوى التي اعتمدها المتأخرون مخالفة لمذهب الامام وصاحبه لانهم

نقلوا ان الشابة تمنع مطلقا اتفاقا واما العجز فلها حضور الجماعة عند الامام

الافی الظہر والعصر والجمعة ای وعندهما مطلقا فالاناء بمنع العجائز فی

الکمال مخالف للکمال فالاعتماد علی مذهب الامام ای قال فی البحر وفيه نظر بل

هو مأخوذ من قول الامام وذلك انه انما سمعها لقيام الحامل وهو شرط الشهادة

بناء علی ان الفسقة لا ینتشرون فی المغرب لانهم بالطعام مشغولون

وفی الفجر والعشاء نائمون فاذا قرع انتشروا فی هذه الاوقات لعلی

فسقهم کما فی زماننا بل تحریرهم ایها کان المنع فیها اظهر من

الظہر“۔۔۔ (فتاویٰ حاضی: ۱/۳۱۹)

”ومنها ان یروی الامام امامتها او امامة النساء وقت الشروع لابعده ولا یشرط

حضور النساء لصحة تبهن“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۸۹)

”المانع من الاقتداء بثلاثة اشياء (مبہا) طریق عام یمر فیہ العجلة والافکار

ہكذا فی شرح الطحاوی اذا کان بین الامام و بین المقصدی طریق ان کان حیفا

لا یمر فیہ العجلة والافکار لا یمنع وان کان واسعا یمر فیہ العجلة والافکار

یمنع کذا فی فتاویٰ حاضی خان۔۔۔ والمانع من الاقتداء فی الخلوات

قد رابح فيه صغن وفي مصلی العبد القاضی لا یمنع الاقتداء وان کان یسع
 لیه الصغیر او اکثر وفي المنعذ الصلاة الجزاء وخیلاف المشایخ وفي
 التوازی جعله کالمسجد کذا فی الخلاصة..... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حفظ کے بچوں سے نوافل میں قرآن پاک سننا:

مسئلہ نمبر (۱۳۶): حضرت مفتی صاحب السلام رحمۃ اللہ برکات

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مدارس میں رمضان المبارک میں ان بچوں کو حفظ کرچکے ہیں یا حفظ کر رہے ہیں ان کے ساتھ نفلوں میں کھڑا کر کے منزل سنتے ہیں یعنی بچے ارکعت نفل کی نیت پاندھتے ہیں اور منزل سنا شروع کر دیتے ہیں، اس سنانے والے کے پیچھے ایک یا دو بچے بھی سنتے کے لیے نیت پاندھ لیتے ہیں آیا یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر وہ صورت میں کیا پانچ بچے یا پانچ بچے کے پیچھے نیت پاندھ سکتا ہے یا نہیں؟ یہ بات بھی یاد رہے کہ جب قاری اور سماع دونوں ہی بھول جاتے ہیں تو استاد صاحب نفل کی تلاوت کرتے ہیں یا ہی طرح کیا نماز میں نفل تو واجب نہیں ہوتا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بچوں کی منزلں محفوظ کرانے کے لیے یہ طریقہ درست ہے لیکن پانچ کے پیچھے پانچ کی تلاوتی پر قائل کے مطابق درست نہیں ہے خواہ فرض ہوں یا نفل یا ہی طرح استاد جو نماز میں شریک نہیں ہے وہ قاری بھی نہیں دے سکتا، اگر دے گا اور امام نے قرآن پانچ نمازوں کو پڑھ جائے گی۔

”ولا یجوز للرجل ان یقتدوا بامرءة او صبی اما المرءة فلفقوله علیہ السلام
 احروهن من حیث احمرهن اللہ فلا یجوز تقدیمها واما الصبی فلانه متقل
 فلا یجوز اقتداء المفسر حر به وفي الترویج والسنن المطنقة جزؤه مشایخ یبلغ
 ولهم یجوزہ مشایخنا ومنہم من حقق الخلاف فی النفل المطلق بین ابی
 یوسف ویمین محمد والمختار انه لا یجوز فی الصورات کلها لان نقل الصبی
 دون نفل البالغ حیث لا یلزمہ القضاء بالافساد بالاجماع ولا ینفی القوی علی

الضعیف بخلاف المظنون لانه مجتهد فيه فاعتبر العارض عدم ما بخلاف القضاء
النصي بالنصي لان الصلوة متحدة "..... (هداية: ۱۴۰، ۱۴۱/۱)

"واما اسماة النصبي فلان صلاته تغل لعدم التكلف فلا يجوز بناء الفرض عليه
لما سألني فيها بالرجل لان القضاء المرأة بالمرءة صحيح مكروه وكذا القضاء
النصي بالنصي صحيح" .. (البحر الرائق: ۶۲۸/۱)

"وكان الشيخ الامام الاجل خمس الاتمة السرحسي يفتي بعدم الجواز وكان
يقول الامام ضامن والنصي لا يصلح للضمان ولان صلاة القوم صلاة حقيقة
وصلاة النصبي ليست بحقيقة فلا يجوز بناء الحلقى على غير الحلقى فعلى
وزود هذه العلة لو ان هذا النصبي ام صبيانا بمثل حاله يجوز كذا قيل
وفي المستقى لو ان لوما صلوا خلف النصبي لا تجوز صلاتهم لانهم يصلون
للعبد ولا تعبد لهما بفعله النصبي" ... (المحيط البرهاني: ۲/۲۶۳)

"وان فتح غير المصلي على المصلي فاعلم بنفسه لقدس"..... (التوازي الهندية:
۱/۹۹)

"ولو سمعه المزمع ممن ليس في الصلوة لفتحه على امامه يجب ان تبطل
صلاة الكل لان الظن من خروج" .. (البحر الرائق: ۲/۱۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کے امام صاحب جو کہ
دو پندرہ عالم اور مدرس ہیں نے ایک دن تراویح پڑھانے کے بعد مقتدیوں کو اطلاع دیے بغیر اچانک ایک رکعت
وتر کی نماز پڑھا دی اور مسئلہ بتائے بغیر گھر چلے گئے، واضح رہے کہ مذکورہ امام پہلے سے تین رکعت وتر پڑھتے
اور پڑھاتے رہے ہیں جیسا کہ عام معمول ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ ایک خلی المسک عالم کے لیے ایسا کرنا شرعا
کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں دو مسئلوں کی وضاحت ضروری ہے ایک یہ کہ امتیاف کے نزدیک وتر واجب ہے اور ایک سلام کے ساتھ تین رکعت چار عین بھی واجب ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بعض مسائل میں خروج من المذہب کرتا ہے تو یہ تلفیق ہے چرکہ اجماع باطل ہے، اور اس سے اتباع ہونا کارروائہ نکلتا ہے لہذا ایک فقہی اسکیم امام کے لیے درست نہیں کرتا ہا ترک نہیں ہے۔

”السبق لثلاثة من الأئمة على أن صلاة الوتر سنة وقال أبو حنيفة إن الوتر

واجب“۔۔۔ (کتاب الخلفه علی المذاهب الأربعة: ۱/۲۹۹)

”عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى في الوتر ثلاث روایات في روية لريضة

وفي رواية سنة مؤكدة وفي رواية واجب وهي آخر الروايات وهو الصحيح كذا

في محيط السرخسي ... والوتر ثلاث ركعات لا يفصل بينهما بسلام“

۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۱۰)

”وبهذا بين سر مذهب الهد الفقهاء من عدم جواز ترك مذهب أبي مذهب

لان هذا ان كان على وجه النسخة للمذهب المبروك فهو ليس باطل لها

وان كان على وجه الترجيح فهو ليس ايضا من اعله فلا وجه للانتقال الى الهوى

او شيء لا يبعد به فلا يجوز لاسيما اذا كان هذا الصحيح يفتح عليه باب اتباع

الهوى والشهوات“۔۔۔۔۔ (اعلاء السنن: ۲۰/۸۳)

”قولہ وان الحكم المطلق المراد بالاحکام حکم الوضعی كالصحة مثالہ

موضوعی سال من بدتہ دم ولمس امرأۃ ثم صلى فان صحة هذه الصلاة ملققة

من مذهب الشافعی والحنفی والتلفیق باطل فصحة متفية“۔۔۔ (فتاویٰ

شامی: ۱/۵۵)

والله اعلم بالصواب

دوروں کے بعد نوافل پڑھ کر پڑھے جائیں یا کھڑے ہو کر؟

مسئلہ نمبر (۱۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح اور دوروں کے بعد دو نفل پڑھ کر ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنے کا؟ کیونکہ ہمارے ہاں ایک صاحب خصوصیت کے ساتھ کہتے گئے کہ کھڑے ہو کر تریف دیتے ہیں کہ ان دو نفلوں کا ثواب پڑھ کر ادا کرنے کا زیادہ ہے اور پھر وہ پڑھ کر ہی ادا کرتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

دور کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا دوسروں طرح جائز ہے مگر عام ضابطہ کے مطابق کھڑے ہو کر پڑھنے میں ثواب پر اور پڑھ کر پڑھنے میں آدھا ہوگا، مگر بعض اکابر نے نوافل جدا دور کو اس ضابطہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

”سوال نفل مغرب و آنچه بعدوتر میخواند استاده باید خواند خواند یا نشسته؟“

جواب بنماز نفل استاده خواندن ثواب زائد ندارد و نشسته هم جائز است بے

کراهت و دوزر کعبت بعدوتر نشسته باید خواند کذا جاء فی الحدیث“

.. (مجموعۃ الفتاویٰ علی حاشیۃ خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/۱۱۱)

”عن ام سلمة وحی اللہ علیہا ان النبی ﷺ کان یصلی بعد الوتر رکعتین

خفیفین و هو جالس“ .. (مسند ابن ماجہ: ۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عمروں کا تراویح کی جماعت کروانا:

مسئلہ نمبر (۱۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حافظہ لڑکی اپنے گھر میں عمروں کو تراویح پاک سننے کی غرض سے نماز تراویح باجماعت پڑھا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

عمروں کی جماعت کے بارے میں اصل حکم تو یہی ہے کہ ان کی جماعت مکروہ ہے مگر چہ تراویح میں ہی کیوں نہ ہو اس لیے خواہ مخواہ تراویح اور دور کی نماز بغیر جماعت کے الگ الگ پڑھنی چاہیئے۔

”قال و ليس على النساء اذان ولا اقامة لانها سنة الصلاة بالجماعة و جماعتهم

مسنوۃ لعلی اجتماعھن من اللقنۃ ... وکذلک ان صلین یصلین بغیر اذان ولا اقامۃ لحدیث رابطۃ قالت کنا جماعۃ من النساء عند عائشۃ رضى الله عنها فامسنا والامت وسطنا وصلت بغیر اذان ولا اقامۃ ولان المؤذن یشہر نفسه بالصعود علی اعلی المواجه ویرفع صوته بالاذان والمرأۃ مسنوۃ من ذلك لبحرف اللقنۃ فان صلین بالاذان والامۃ جازت صلاتھن مع الاساءۃ لمخالفۃ السنۃ والعرض للفقنۃ ... (المسوط للسرخسی: ۱/۲۷۶)

”و کذا المرءۃ تصلح للإمامۃ فی الجملة حتی لو امت النساء جاز ویجوز ان تقوم وسطھن لماروی عن عائشۃ رضى الله عنها انها امت نسوة فی صلاۃ و امت ام سلمۃ النساء والامت وسطھن ولان مبی عائتھن علی السر و هذا سمر لھا الا ان جماعتھن مکروهۃ عندنا“ ... (مفتاح الصنائع: ۱/۳۸۷)

”قال الشیخ السہارنفوری فی کتابہ بعد ذکر الاحادیث الواردة فی جماعۃ النساء و حیاۃ الفقہاء فی ذلك، ویظہر المسلم ای النسخ فان ما یلحد نسخ السنۃ و هو لا یستزم کراۃ التحريم فی الفعل بل المنزہ و مرعھا الی خلاف الاولی و لاعلمنا ان نلعب الی ذلك المقصود الیاع الحق حیث کان انھی“ ... (تلخیص المجهود: ۱/۳۳۱)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صلوۃ الصبح باجماعت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۷): کیا امرائے ہیں مقتدان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا توختی میں نفل نماز صلوۃ الصبح باجماعت پڑھنے کی اجازت ہے کیا یہی نماز نفل امام آبادی بلکہ مقتدی حضرات کو پڑھا سکتا ہے؟ ہاں مرجع کل امام بنیاد اوازے پڑھا سکتا ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں حجاب تحریر فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ صلوۃ الصبح اکیلے اکیلے پڑھا جائے یا جماعت پڑھا کر رہے۔

”الطَّلُوعُ بِالْجَمَاعَةِ إِذَا كَانَ عَلَى سَبِيلِ التَّدَاعَى يُكْرَهُ“ - (فتاویٰ الہندیہ:

۱/۸۳)

”وَلَا يَصْلِي الطَّلُوعُ بِجَمَاعَةٍ إِلَّا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَعَنِ شَمْسِ الْإِتِّعَةِ السَّرْحَى

إِنَّ الطَّلُوعَ بِالْجَمَاعَةِ الْمَكْرُوهَ إِذَا كَانَ عَلَى سَبِيلِ التَّدَاعَى أَمَّا الْقَدَى

وَاحِدٌ بِوَاحِدٍ أَوْ النَّاسُ بِوَاحِدٍ لَا يُكْرَهُ وَإِذَا الْقَدَى ثَلَاثَةٌ بِوَاحِدٍ اخْتَلَفَ فِيهِ

وَأَنَّ الْقَدَى أَرْبَعَةٌ بِوَاحِدٍ كَرِهَهُ التَّلَاقُ“ ... (فتاویٰ التالوات بحالیہ جدیدہ:

۲/۲۹۲، ۲۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا استحارہ کرنے کے بعد اس کام کا کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۶۹): اسلام یکم و ثلثہ اللہ و رکعات!

کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) کسی کام کے استحارہ کرنے کے بعد اس کام کا کرنا یا نہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) میں نے اپنی شادی کے بارے میں استحارہ شروع کیا تھا لیکن دن کرنے کے بعد مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا میں

نے اپنے ایک استاد سے پوچھا کہ استحارہ کس طرح کرتے ہیں انہوں نے پوچھا کہ کس لیے کرنا ہے؟ میں نے

بتایا تو فرمانے لگے مذکورہ اس لیے کہ استحارہ کرنے کے بعد وہ کام لازم ہو جاتا ہے چاہے آوی کا دل چاہے یا نہ چاہے،

میں نے چھوڑ دیا، چوتھے دن میں نے ایک اور کام کے لیے استحارہ شروع کر دیا لیکن ہم نے بھی فارغ نہ کیا ہے اس کے

لیے، تو چوتھے استحارہ کرنے کے بعد رات کو اس کام کے بارے میں خواب آنے کی بجائے شادی کے بارے میں

خواب میں آیا کہ میں نے اس گھر میں نکاح کر لیا ہے جس کے بارے میں ایک دن پہلے استحارہ کیا تھا، جب کہ اس

رات شادی کے متعلق استحارہ نہیں کیا تھا، اب آیا کہ میرے لیے اس گھر میں شادی کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ نہ کرنے

پر شریعت کی طرف سے کوئی بکڑ تو نہیں ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

استحارہ کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے غیر طلب کرتا ہے اور مشورہ لینا ہے، اور اس میں کسی چیز کا نظر آنا کوئی ضروری

نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت دل کا سیلان ہو جائے اور کئی غلطیاں اور تردد و دوہرا ہونا ہے تو ظاہر ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کی طرف جمیع مائل ہو جاتی ہے تو اس کام کو مکمل میں عام طور پر لا جا جاتا ہے لیکن اگر استغناء کرنے کے بعد اور کرنے کی طرف جمیع کے میزان کے بعد بھی اگر اس کو مکمل میں نہ لے تو کم کی بات نہیں ہے۔

”وہی یسئى ان یمکروہا سبعا لماروی ابن السبی یمانس اذا جمعت یمامرا فاستخار ربک فیہ سبع مرات لم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیہ وثلاثون علیہ الصلوۃ استخار بالدعاء او ملخصا ولی شرح الأشعرۃ المسموع من المشایخ ان ینبغی ان یدام علی طہارۃ مستقبل القبلة بعد قراءۃ الدعاء المذكور فان رأى فی منامہ بیانا او حضرة فذلک الامر خیر وان رأى فیہ سوادا او حمرة فهو شر ینبغی ان یجتنب“۔۔۔ (مناوی: ۹۰۵-۹۰۵/۱)

”واذا استخار منشی لماما بشرح لہ صلوۃ وہی ان یمکروہا سبع مرات لماروی عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ یمانس اذا جمعت یمامرا فاستخار ربک فیہ سبع مرات لم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیہ“۔۔۔ (مرآۃ الفلاح شرح نور الایضاح: ۳۹۸)

”وہن جابر قال کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا الاستخارۃ ای طلب الخیر فی الامرین من الفعل او ترک من الخیر وهو ضد الشر فی الامور ای الشیء ترید الاقدام علیہا مباحۃ کما ت او عیانۃ لکن بالنسبۃ الی اتقاع العبادۃ فی وقتها وکیفیتها لا بالنسبۃ الی اصل فعلہا۔۔۔ ولی الحلیۃ ما صاحب من استخار ولا تدم من استشار ولا تان من التصد رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ عنہ قبل ویعضی بعد الاستخارۃ لماما بشرح لہ صلوۃ امشراحا علیہا عن ہروی النفس فان لم یشرح لشیء فالذی یظہر الہ یمکروہ الصلوۃ حتی لہ الخیر قبل الی سبع مرات وان کان الامر عجلۃ لیلک اللهم عرلی بکسر الخاء وغیرتی واجعل لی الخیرۃ بفتح الیاء فیہ“۔۔۔ (مرقات المفاتیح: ۳۶۴، ۳۶۳، ۳۶۶/۳)

”وَمِنْ الْمَذْهُبَاتِ صَلَاةُ الْأَسْجَادِ قَالَ الشَّيْخُ إِسْمَاعِيلُ وَفِي شَرْحِ الشَّرْعَةِ مِنْهُمْ مَنْ يَأْمُرُ وَكَانَ لَا يَمُرُّ عَلَيْهِ وَلَا يَعْرِفُ أَنَّ الْخَيْرَ فِي تَرْكِهِ أَوْ الْإِلْدَامَ عَلَيْهِ فَقَدْ أَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَرْكَعَ رَكَعَيْنِ يَقْرَأُ فِي الْأَوَّلِيِّ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَالْفَاتِحَةَ الْكُفْرُونَ وَفِي الثَّانِيَةِ الْفَاتِحَةَ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَلَا يُقْرَأُ قَالَ اللَّهُمَّ الْخَيْرُ لِمَنْ أَمَرَ بِهَذَا مِنْ الْمُشَايِخِ يَنْبَغِي أَنْ يَتَأَمَّرَ عَلَى الطَّهَارَةِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ بِعَدْلٍ أَوْ إِدَاءِ الْمَذْكَورِ لِمَنْ رَأَى فِي مَنَابِهِ بِإِحْسَانٍ وَخُضْرَةٍ لِلْمَلِكِ الْأَمْرِ خَيْرٌ وَأَنْ رَأَى فِيهِ سَوَادًا أَوْ حُمْرَةً فَهِيَ شَرٌّ يَنْبَغِي أَنْ يَجْتَنِبَ عَنْهُ “... وَمَنْعَةُ الْخَالِقِ عَلَى الْبَحْرِ: ١/٩٢، ٢/٩٢

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مرد کا صلوٰۃ اُتھیں میں عورتوں کا امام بننا:

مسئلہ نمبر (۱۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایک مرد امام صرف انہی عورتوں کی صلوٰۃ اُتھیں کی جماعت کر سکتا ہے؟ برائے مہربانی ہم طویہ ہمارے علاقہ میں دیکھا گیا ہے، مرد حضرات انہی عورتوں کی صلیح نماز کی جماعت کراتے ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مرد امام کا صرف عورتوں کی جماعت کرنا صلوٰۃ اُتھیں کی شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ صلوٰۃ اُتھیں نفل نماز ہے اور نفل نماز کی جماعت علیٰ سبیل اہمائی کرنا ممنوع ہے لہذا جس کام کی شرعاً اجازت ہو اس کو تو کیا جائے اور جس کام سے شرع میں منع کر دیا گیا ہو اس سے اجتناب کیا جائے اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی ہر وہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

”الْمَطْرُوعُ بِالْجَمَاعَةِ مَا كَانَ عَلَى سَبِيلِ التَّدَاعِي بِكَرِهٍ وَفِي الْأَصْلِ لِلصَّادِقِ الشَّهِيدِ إِذَا كَانَ صَلَاةً بِجَمَاعَةٍ بِغَيْرِ إِذْنٍ وَأَقَامَةً فِي دَاخِلَةِ الْمَسْجِدِ لَا يَكْرَهُ وَقَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ الْحَلَوِيُّ إِنْ كَانَ سَوَى الْأِمَامِ ثَلَاثَةً لَا يَكْرَهُ بِالْإِتْمَاعِ وَفِي الْأَرْبَعِ اخْتَلَفَ الْمُشَايِخُ وَالْأَصَحُّ أَنَّ يَكْرَهُ هَكَذَا فِي الْخِلَافَةِ “... (مختصر الفتاوى: ۱/۸۳)

"و لا یصلی تطوعاً بجماعة الا فی یام رمضان لما روی عن رسول الله ﷺ انه قال صلوة المرء فی بیته الفضل من صلواته فی المسجد الا المکتوبة ولو حاز اداء السائلة بالجماعة لکان اذاتھا فی المسجد الفضل کما فی المکتوبة ولان الجماعة لا یتطوع بها فی بعض المکتوبات " .. (المحیط البرہانی : ۴/۲۶۳)

"ویکفر الاجتماع علی احواء لیلة من هذه الیالی فی المساجد قال فی الحواوی القدسی ولا یصلی تطوع بجماعة غیر الترأویح " .. (البحر الرائق : ۴/۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صلوۃ الصبح باجماعت پڑھنے کا حکم :

مسئلہ نمبر (۱۳۳) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کے بارے میں کہ صلوۃ الصبح باجماعت پڑھنا ہائیکہ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صلوۃ الصبح کی جماعت علی سبیل تہائی یعنی جب تعداد تین سے زائد ہو درست نہیں ہے، کیونکہ اس کی جماعت کا ثبوت شریعت مطہرہ سے نہیں ہے۔

"و لا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة عدا جرم رمضان ای بکفرہ ذلک علی سبیل البداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر والاعراف فی صحیح الاقتداء اذ لا مانع نہر " .. (الدر المختار : ۱/۹۹)

"و لا یصلی التطوع بجماعة الا فی شهر رمضان وعن شمس الاثمة السرخسی ان التطوع بالجماعة اتمایکفرہ اذا کان علی سبیل البداعی لما تو افندی واحد ہو واحد او الثمان بواحد لا یکفرہ واذا افندی لثلاثة بواحد اختلف لہ وان افندی اربعة بواحد کفرہ اتفاقاً " .. (الفتاویٰ خانیہ : ۴/۲۶۳)

”وَمِنْهَا أَنْ الْجَمَاعَةَ فِي الطُّرُوعِ لَيْسَتْ بِسَنَةِ الْإِلَاقَةِ لِيَامَ رَمَضَانَ وَفِي الْمَغْرِبِ وَاجِبَةٌ أَوْ سَنَةٌ مِثْلُ كَثْفَةِ الْقَوْلِ أَلَيْسَ صَلَّاتُهُ صَلَاةَ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ الْفَضْلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي مَسْجِدِهِ الْإِلَاقَةُ“۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۲/۲۱)

”وَالْفَضْلُ بِالْجَمَاعَةِ غَيْرُ مُسْتَحَبٍّ لِأَنَّهُ لَمْ تَعْمَلْهُ الصَّحَابَةُ فِي غَيْرِ رَمَضَانَ“
وہو کا تصریح فی الہا کہ رافعة تیزہ لٹامل۔۔۔ (فتاویٰ حاشی: ۱/۵۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عقلم کی مسجد چھوڑ کر کسی دوسری جگہ نماز اور تراویح پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۱۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عقلم کی مسجد چھوڑ کر ایک ایسی جگہ نماز و تراویح اور نماز تراویح ادا کرے کہ جہاں نماز و تراویح اور نماز تراویح کے علاوہ جماعت نہیں ہوتی اور یہ ہے کہ یہ جگہ مسجد بھی نہیں ہے تو ایسا کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز تراویح میں جماعت سنت علی الکفایہ ہے، اگر ان حضرات کیجہ سے مسجد کی جماعت ترک ہوتی ہے تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر مسجد کی جماعت بھی ہوتی ہے تو اس صورت میں ان کی نماز تو درست ہے، تاہم مسجد کے ثواب سے محروم رہیں گے۔

”وَالْجَمَاعَةُ لِيَهْمَا سَنَةً عَلَى الْكَفَايَةِ فِي الْأَصْحَاحِ لِلْوَرَعِ كَمَا أَهْلُ الْمَسْجِدِ أَلَا لَوْ تَرَكَ بَعْضُهُمْ وَكُلٌّ مَابَشَرَخَ بِجَمَاعَةٍ لَالْمَسْجِدَ لَهُ الْفَضْلُ وَقَالَ الشَّامِيُّ وَأَنْ صَلَّى أَحَدُهُمْ الْيَتِ بِالْجَمَاعَةِ لَمْ يَمَّا لَوْ الْفَضْلُ جَمَاعَةٍ الْمَسْجِدَ“۔۔۔ (فرع علی الرد: ۱/۵۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تراویح میں خیر القاری سے قرآن پاک پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۱۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں تراویح کی

نہ میں اکثر حفاظ کرام بڑی تیز رفتاری سے تلاوت کرتے ہیں، تراویح میں تلاوت کس رفتار سے کی جائے، وضاحت کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

قرآن مجید کو اتنا تیز پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں، جائز نہیں ہے البتہ اگر حروف نہ کٹیں بلکہ ہر حرف پر پورا پورا دھیان رہے تو تیز پڑھنا جائز ہے۔

”وفی الحجۃ یقرأ فی القرص بالترسل حروفاً و فی التراویح بین بین قولہ
بین بین ای ہاں تکیون بین الترسل والاسراع“۔۔۔ (رد المحتار: ۳۰۰/۱)
”عن ابی عثمان النہدی قال دعا عمر رضی اللہ عنہ ثلاثاً من القراء
لما سئل عنہم فامر سرعہم لواء فان بقرا اللسان ثلاثین ایۃ فی کل رکعۃ ای قولہ
عن ابی عثمان الخ قال المؤلف دلالتہ علی کتبہ قراءۃ القرآن فی التراویح
ظاہرۃ“۔۔۔ (اعلاء السنن: ۱/۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایصال ثواب کے لیے نفل پڑھنا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایصال ثواب کے لیے نفل پڑھ سکتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نفل پڑھ کر ثواب تقاضا سکتا ہے۔

”وفی البحر من صام او صمی او تصدق وجعل ثوابہ لغیرہ من الاموات
والاحیاء جواز و یصل لخواصہم عند اہل السنۃ والجماعۃ کذا فی
البدائع ... و انہ لا فرق بین القرص والنفل ای ولی جامع القداویز والیل لا یجوز
فی القرص“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۶۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا ظہر کی مستون کو دو دو کر کے پڑھ سکتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز ظہر کی پہلی چار مستونیں دو دو کر کے پڑھنا (۱) قلم ہے (۲) درست ہے (۳) بہتر ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز ظہر کی پہلی چار مستونیں دو دو کر کے پڑھنا شرعاً درست نہیں ہے، بلکہ چار رکعات پڑھنا ہی مستون ہے۔

”ومن مؤکدا أربع قبل الظهر وأربع قبل الجمعة وأربع بعدها بمسليمة“ قوله

بمسليمة) لما عن عائشة كان النبي ﷺ يصلي قبل الظهر أربعاً....

(رد المحتار مع درمختار: ۱/۳۹۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

﴿الباب العاشر فی قضاء الفوائت﴾

فجر کی نماز پیش قضا کر کے پڑھنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۸) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بیٹھ فجر کی نماز قضا کر کے پڑھتا ہے اس کا پھر کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

چنانچہ فجر کی نماز قضا کرنے والا سخت گناہ گار اور فاسق ہے۔

”ہی فروعین علی کل مکلف) بالاجماع) وان وجب ضرب من عشر عینا بید لا یخشی) للحدیث مرواؤ لادکم بالصلاة وهم ابناء سبع و اخبروهم علیہا وهم ابناء عشر (و یخبروا حیدھا) لثبوتھا بدلیل قطعی (و ناز کھا عمدا مجالۃ) ای تکسلا فاسق“۔ (المرامح المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۲۵۹، ۲۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فرض لوٹانے کی صورت میں سنن مؤکدہ لوٹانے کا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۳۹) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کرام صاحب کے ساتھ فرض نماز کی دوسری تیسری رکعت میں ہے اور بعد میں بھول کر سلام پھیر یا اور نہ سن میں یہ رہا کہ نماز مکمل کر لی ہے اور بعد میں سنن اور تو اقل پڑھنے کے بعد یا تو کیا فرض نماز لوٹانے کے بعد سنن اور تو اقل بھی دوبارہ پڑھنی چھیں گی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں فرض نماز لوٹانے کی صورت میں فرض کے بعد پڑھی جانے والی سنن مؤکدہ کا اعادہ کیا جائے گا کیونکہ سنن مؤکدہ قرآن کے تابع ہیں البتہ تو اقل کے نہ وہ کی ضرورت نہیں۔

”الخلاصة السنة اذا كانت مع الفريضة تقضى تبعاً للفريضة

والا فلا“۔۔۔ (الفتاویٰ حنفیہ: جلد ۲: ۳۰۱)

”وإنما أحاطة الشراویح وسائر سنن العشاء فمطلق عليها إذا كان الوقت باقيها كذا في التبيين“ - (مبلیہ: ۱/۱۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فی نماز کا فہم:

مسئلہ نمبر (۱۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گدیٰ فی نماز کتنا بنتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

دیکھو گندم یا اس کی قیمت فی نماز دیتا ہوگی۔

”أقسامات الرجل وعليه صلوات فائقة لأوصى بأن يعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر أو لوتر نصف صاع وللصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله“.... (المبلیہ: ۱/۱۲۵)

”و لبرعات وعليه صلوات فائقة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر) كالتقطر (و كذلك حكم الوتر بالصوم وإنما يعطى (من ثلث ماله)“
... (الذکر المختار علی هامش و الذم المختار: ۱/۱۵۳، ۵۳۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قضاء شد نمازوں کی اور بھی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۱۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی آدمی کی بہت ساری نمازیں قضاء ہو گئیں تو ان کو ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے نیز قضاء نماز فرض نماز سے پہلے ادا کرے یا بعد میں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جس شخص کی بہت سی نمازیں قضاء ہو جائیں تو وہ تھری کر کے ان نمازوں کی تعداد معلوم کرے اگر متعین تعداد کا علم نہیں تو اندازاً جتنی نمازیں قضاء ہیں ان کی قضاء شروع کر دے اور ہر نماز کی قضاء کے جتنے یہ نیت کرے کہ میرے ذمہ سب سے پہلے وہ نماز جس کی میں نے ابھی تک قضاء نہیں کی مثلاً فجر کی نماز میں نیت کرے میرے ذمہ

سب سے پہلی فکر کی جو نماز ہے وہ فقہاء کرام پہوں نیز فقہاء نمازیوں کی اور انکی کا کوئی وقت ممکن نہیں جس وقت چاہے ادا کرے سوائے اوقات مجتہد کمرہ کے کیونکہ ان اوقات میں نماز پر حائل درست نہیں۔

”فان لو اختسبیل الامر یقول اول العصر مثلا لانه اذا صلاہ یصیر مایلیہ اولاً یقول

آخر العصر فان مایلیہ یصیر آخراً“..... (رد المحتار: ۱/۵۳۵)

”ثم ليس للفقهاء وقت معين بل جميع اوقات العصر وقت له الاثالة وقت

طلوع الشمس ووقت الزوال ووقت الغروب فانه لا يجوز الصلا في هذه

الاولات كذا في البحر الرائق“... (الهندية: ۱/۱۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نمازوں کے فدیہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھائی عبدالخالق کیسرا کا مریض تھا جس کی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے بھی نہ رکھ سکا اور اسی مرض میں وفات پائی، وفات کے آخری ایام میں چند نمازیں بھی نہ گئیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ جس مرض کی وجہ سے مریض روزے نہ رکھ سکے اور اس میں وفات بھی ہو جائے تو اس پر ان روزوں کا فدیہ واجب ہے یا نہیں؟ اسی طرح جو نمازیں آخری ایام میں نہ گئیں ان کا فدیہ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرطاحت سوال صورت مسئلہ میں ان پر روزوں کا فدیہ واجب نہیں ہے بلکہ نمازیں جو بیماری کی وجہ سے آخری ایام میں نہ گئیں اگر وہ ان ایام میں نمازوں کو اٹھارے کے ساتھ پڑھ سکتا تھا اور نہیں پڑھی تو ان کے ذمے فدیہ ادا کرنے کی وجہ سے لازم ہے اور اگر وجہت نہیں کی تو بہتر یہ ہے کہ بالغ و بالغہ اپنے حصے سے ان نمازوں کا فدیہ ادا کریں۔

”واما مات المریض ولم یقدر علی اداء الصلاۃ بالایحاء برأسه لا یلزمه الا یصاء

بہاوان قلت ... وکذا حکم الصوم فی شہر رمضان ان الطریق الیہ المسافر

والمریض ومانتلیل الاقامة للمسافر وقل الصحة للمریض لعدم ادراکھما

عدة من ايام اخر فلا يلزمهما الا قضاء به ولزم عليه . . الوصية بما اى بقلدية
ما قدر عليه من ادراك عدة من ايام اخر ان الفطر بعذر وان لم يدرك عدة
من ايام اخر ان الفطر بدون عذر لزمه بجميع ما الفطر . . وبلى بدمعه فيخرج
عه وليد من ثلث ما ترك ليعطى لصوم كل يوم وكلما يخرج الصلاة كل وقت
حتى الثوثر نصف صاع من بر او ذليلة او سائلة او صاع ثمر او ذبيب او شعر
او قيمته وان لم يوص وتبرع عنه وليه جواز ".... (مسرقى الفلاح :
٣٣٨، ٣٣٩، ٣٤٠)

"فان ما اتوا به اى فى ذلك العذر فلا يجب عليهم الوصية بالقلدية لعدم
ادراكهم عدة من ايام اخر.... . ولذى لروما عنه اى عن الميت وليه الذى
يتصرف فى عائلته... . بوصية من الثلث... . وان لم يوص وتبرع وليه به جواز ان
شاء الله تعالى" . . (المدر المختار على هامش الفرد المختار: ١٢٨/٢، ١٢٩)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

میت کی طرف سے نمازوں کا فدیہ:

مسئلہ نمبر (۱۵۴): میرے والد صاحب کا 30 سال پہلے انتقال ہو گیا تھا وہ زندگی میں نماز کے پابند نہیں تھے ان کی
بہت سی نمازیں چھوٹ گئی تھیں اس وقت ان کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں حیات میں ہیں اب ان نمازوں کی ادائیگی کے
سلسلہ میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر والد نے وصیت کی ہے تو پھر اس کے کٹے مال سے وصیت کو پورا کیا جائے گا اگر اس
نے مال نہ چھوڑا ہو تو پھر حیلہ کیا جائیگا جیسے یہ ہے کہ وارث فرض لے پھر اس کو مسکین پر فدیہ فدیہ صدقہ کر دے پھر
مسکین اس کو صدقہ کر دے کسی وارث پر اور پھر یہ اس کو مسکین پر صدقہ کر دے یہاں تک کہ تمام نمازوں کا فدیہ
ادا ہو جائے۔

اگر اس نے وصیت نہ کی ہو تو بھی درجہ جمہرہ اس کی نمازوں کا فدیہ یہ ادا کر سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ تمام
درجہ دراضی ہوں اور مسو جو ملکی ہوں اور کوئی ناجائز بھی نہ ہو۔

”اذا مات الرجل وعليه صلوات فائنة فلو صلى بان تعطي كفارة صلواته يعطي لكل صلوٰۃ نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع والنصوم يوم نصف صاع من ثمن ماله وان لم يترك مالا يسطر من ورنه نصف صاع ويدفع الى مسكين لم يصدق المسكين على بعض ورنه لم يصدق لم ولم حتى يتم لكل صلوٰۃ ما ذكر كذا في الخلاصتوني الفتاوى التحفة وان لم يوص نورثه يتبرع بعض لورثه يجوز ويدفع عن كل صلوٰۃ نصف صاع حصة مبرور ولو دفع عن جملة ابي فقير واحد حاز“ ... (التهذيب: ۱۲۵/۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عصر کے بعد قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

قضاء نمازی عصر کی نماز کے بعد پڑھ سکتے ہیں، البتہ تین اوقات میں قضاء نمازی بھی پڑھنا مکروہ ہے اس کے علاوہ جس وقت ادا کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، جن تین اوقات میں کوئی نماز قضاء کرنا درست نہیں وہ یہ ہیں: (۱) طلوع شمس کے وقت یہاں تک کہ صاف روشن ہو جائے۔ (۲) استوائ شمس کے وقت یہاں تک کہ زوال ہو جائے۔ (۳) سورج کے زور ہونے کے وقت سے غروب ہونے تک، ان تینوں اوقات میں کوئی فرض نماز کی قضاء نہیں ہو سکتی اور نہ نوافل پڑھنا درست ہیں، البتہ عصر کی نماز کے بعد جب تک سورج زور نہ ہو جائے، قضاء نمازی پڑھنا درست ہے، البتہ سورج کے زور ہونے کے بعد سے غروب آفتاب تک (اس دن کی عصر کی نماز کے علاوہ دوسری) قضاء نمازی پڑھنا جائز نہیں ہے۔

”وجميع اوقات العمرو وقت للقاء الا الثلاثة المنهية“ ...

(الدر المختار: ۵۳/۱)

”وكره صلوٰۃ ولو على جنازة وسجدة تلاوة وسهيم شروق واسماء وغروب

الا عصر يومه“ ... (الدر المختار: ۲۸۲/۱)

”ثلاثة اوقات لا يصح فيها شيء من الفرائض والواجبات التي تروى في النسخة (التي ان قال) أي الاوقات المكيروعة لولها عند طلوع الشمس والظاني عند اسيوهاو الثالث عند اصفروها الي ان تغرب“۔۔۔ (مراغي الفلاح: ۱۸۵، ۱۸۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نقص نمازوں کو ادا کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۱۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قطعہ نمازوں کو ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں جواب دہل مناصت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں قضاء نمازوں کو ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر صاحب ترتیب ہو یعنی اس کی قضاء شدہ نمازیں چھ سے کم ہوں تو قضاء نمازیں ترتیب سے پڑھ لے یعنی پہلے پہلی قضاء پھر دوسری اترج اور اگر صاحب ترتیب نہ ہو تو پھر جیسے چاہے قضاء نمازیں ادا کرے چاہے پہلے ساری فجر کی نمازوں کی قضاء کرے یا چاہے تو ہر نماز کے ساتھ ایک نماز قضاء کرتا رہے اور یہت یہ کرے گا مثلاً میں فجر کی سب سے پہلی قضاء شدہ نماز پڑھتا ہوں۔

”الترتيب بين الفائقة القليلة وهي مائة وست صلوات وبين الوقتية المتعدي وقتها مع تذكر الفائقة لازم وكذا الترتيب بين نفس الفوائت القليلة مستحق اي لازم لانه فرض على بطون الحوازي بقراته والاصل في لزوم الترتيب قوله عليه السلام من نام عن صلاة ان نسيها فلم يذكرها الا وهو يصلى مع الامام فليصل التي هو فيها ثم يفيض التي تذكر ثم بعد التي صلى مع الامام وهو غير مشهور تلقته العلماء بالقبول فيثبت به الفرض العملي ورتب التي عليه السلام قضاء الفوائت يوم الخميس“۔۔۔ (الطحطاوي على مراغي الفلاح: ۴۴۰)

”ويسقط الترتيب عند كثرة الفوائت وهو الصحيح هكذا في محيط

السر محسوس وحدا اکثر ان تصیر القوائت متاخر وروج وقت الصلاة السادسة وعن محمداته اعتبر دخول وقت السادسة والاول هو الصحيح كذا في الهداية..... (الهداية: ۱/ ۱۲۳)

”تم اذا كثرت القوائت حتى سقط الترتيب لاجلها في المستقبل سقط الترتيب في نفسها ايضا حتى قال اصحابنا الذين كان عليه صلاة شهر فصلى ثلاثين سجدا ثم صلى ثلاثين سجدا هكذا اجزاه وفي الثانية لان كان بين الاولى والثانية القوائت ستة بحوزة قضاء الثانية وان كان دونها لا يجوز ما لم يقض ما قبلها“.... (الفتاوى عينية ج ۲: ۳۳۶)

”اذا اراد ان يقضى القوائت ذكر في فتاوى اهل سمرقند انه ينوي اول ظهر لله عليه وكذلك كل صلاة يقضيها واذا اراد ان يصلي ظهرا آخر ينوي ايضا آخر ظهر لله عليه وفي الكافي ولو لم يقض الاول والاخر وقال سويت الظهر الثالثة جاز وفي الشجرة ولو قال نويت قضاء الرب صلاة الظهر جاز وكذلك يقول لكل صلاة“.... (الفتاوى عينية ج ۲: ۳۵۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سابقہ قضاء شدہ نمازوں کو پڑھنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۱۵۶)۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نذر قضاء ہوگئی اور میں سابقہ قضاء نمازیں بھی پڑھنا چاہتا ہوں اس کے بارے میں طریقہ کار کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

قضاء نمازوں کا حسب کریں اور بعد میں قضاء کریں اور اگر آپ صاحب ترتیب بننے ہیں یعنی نمازیں قضاء شدہ چھ سے کم ہیں تو ترتیب سے قضاء کرنی پڑے گی، بالخصوص دیگر پھر فرما رہے ہیں کہ کیا ہوگا۔

“التدريب بين الفاعلة والوقية وبين الفوائت مستحق كذا في الكفاي
حتى لا يجوز أداء الوقية قبل قضاء الفاعلة كذا في محيط السرخسي” . . .
(التهذيب: ١/ ١٢١)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

★★★★★★

تھنا ہلکا ادا کرنے کے لئے نسبت کیسے کی جائے؟

مسئلہ نمبر (۷۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی کی کئی نمازیں قضاء ہوئی ہیں مگر وہ ہر نماز کے ساتھ قضاء چھ تو وہ نیت کیا کرے گا؟ اور عشاء کی نماز کے فرض اور وتر کی نیت کیا کرے گا؟ اور عشاء کی نماز کے فرض ایک دن اور وتر دوسرے دن قضاء چھ سکتا ہے یا دونوں اکٹھے قضاء کرے گا؟ ایک ہی دن ادا کرنے ہوں گے جیسے عشاء کی نماز ایک جگہ میں ادا کرتے ہیں؟ یا الگ الگ دنوں میں بھی عشاء اور وتر کو قضاء کر سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ مذکورہ شخص جس نماز کی قضاء کر رہا ہے اس نماز کی ادا کی نیت کی طرح قضاء کی نیت کرے
اگر ان اور تاریخ یا دن ہوتے قضا نمازوں کی نیت ہیں کرے مثلاً سب سے پہلے جو فجر قضا ہوئی وہ پڑھتا ہوں یا ہیں
نیت کرے اگر سب حسب ترتیب نہ ہو سب سے آخر میں جو فجر قضا ہوئی وہ پڑھتا ہوں یا میں نیت کر کے پڑھتا
رہے یہاں تک کہ شتم ہو جائیں یا پھر فرض نمازوں سے کم قضا ہوئی ہوں تو عشاء وادھر تر کھدے میں ترتیب ضروری ہے
اور اگر قضا مذکورہ ہوں تو ترتیب ضروری نہیں۔

”كثرت الفوات فان اوانتسهيل الامر يقول اول فجر من الافاق اذا صلاه يصير ما يليه اولا او يقول آخر فجر فان ما قبله يصير آخر اولا يصير عكس الامر يجب لسقوطه بكثرة الفوات “ .. (الدرر عم الراد: ٥٣٥)

“الترتيب بين القروض الخمسة والقراداء والقضالازم) الا لاضاق الوقت المستحب ان يسيب الفخامة لوليات مست الحثافاة لدخولها الى حدالكفر المقتضى للحرج بخروج وقت السادسة على الاصح) قوله

اوقات متابعی لا یلزم الترتیب بین الفاتحة والواقعة ولا بین الفوات اذ کانت

الفوات متاکذافی الظهر^۱... (المندوب: ۱/ ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قضاء نماز کے پہلے تشہد میں درود شریف دینا بڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضاء نماز جس کے لیے مدت یا قعدہ نمازوں کی ضرورت (تعمین) نہ ہو سکے تو کسی حالت میں عند جہد مل اور اس حالت میں ادا کریں؟

۱۔ چار رکعتوں والی نمازوں میں دو رکعات کے بعد تشہد "عبدہ ورسولہ" تک پڑھے یا درود شریف اور دعا بھی پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے؟

۲۔ تیسری اور چوتھی رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ پڑھے یا سورت فاتحہ کے بعد مزید کوئی سی سورت بھی پڑھے؟

۳۔ اگر دونوں صورتیں جائز ہوں تو کوئی بہتر ہے یا کوئی اور مسئلہ اس بارے میں ہو تو ذکر فرما کر مکتوب فرمادیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت دوم میں جب تک یقین ہو کہ یہ میرے ادا شدہ نماز ہے اس وقت تک تو فرض نماز کے طریقہ سے پڑھے اور جب یقین نہ ہو بلکہ احتیاطاً قضاء لائے تو ہر رکعت میں فاتحہ سورت کے پڑھے پہلے قعدہ میں تشہد تو "عبدہ ورسولہ" تک پڑھے درود شریف دعا کے حلق صریح جزئیہ فقہاء کا مذکور ہے لیکن احتیاط کی صورت میں ہر رکعت میں فاتحہ اور سورت کے پڑھنے میں فقہاء نے علت یہ لکھی ہے کہ اگر اس شخص پر فرض ہوتی ہو تو نفل ہو جائیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قعدہ میں درود شریف ضروری نہیں اور یہی ان اہل کا حکم ہے۔

"وبقرأ فی الركعات کلہا الفاتحة مع السورة کذا فی الظہیریة و فی الخفای

وجمل یقتضی الفوات لانه یقتضی الترتیب ان لم یستقن انه هل یقی علیہ وترا

ولم یبق لہ انہ یصلی ثلاث رکعات ویقت لم یقعد فلو التمشہد ثم یصلی رکعة

أخری لیان کان وتر القعداء وان لم یکن القعد صلی الطوع ان یعاد لا یضرہ

الفتاوی فی الطوع"۔ (الہندیہ: ۱/ ۱۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فجر کی سنتیں قضاء ہو جائیں تو کب چڑھی جائیں گی؟

مسئلہ نمبر (۱۵۹)۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر دسے علاقہ میں یہ مسئلہ باعث نزاع بنا ہو ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب فجر کی سنتیں قضاء ہو جائیں تو قبل طلع الشمس چڑھ سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ باقی حضرات کہتے ہیں کہ قبل طلع الشمس نہیں چڑھ سکتے اب پوچھنا یہ ہے کہ اس میں اختلاف کا کیا مذہب ہے؟ اور بعد طلع الشمس قضاء کرنا سنت ہے یا مستحب؟ کیا قبل طلع الشمس قضاء کرنے والا گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

کمل وضاحت اور تحقیق کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت فرما کر معذرت فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر فجر کی سنت روچائیں تو قبل طلع الشمس قضاء کرنا باعقاق حنفیہ مکروہ ہے لہذا صبح کی فرض نماز کے بعد طلع الشمس سے پہلے قضاء کرنے والا گناہ گار ہوگا اور بعد طلع الشمس حضرات طرفین کے نزدیک قضاء نہیں کریں گے جب کہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قضاء کرنا میرے نزدیک محبوب ہے، بہر حال بعد طلع الشمس قضاء کرنا امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب ہے اور نہ کرنے والے کو براہملا کرنا بھی درست نہیں ہے۔

”قال في الدرر لا يقتضيهما الا بطريق التبعية“... (الدرر عینی هامش ۵: ۵۳۰/۱)

”قال ابن عابدین واما اذا قالت وحدها فلا تقتضي قبل طلوع الشمس بالاجماع

لكن راحة السفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما وقال

محمد احب الي دليل ان يقتضيهما الى الزوال كما في الدرر قبل هذا قريب

من الاتفاق لان قوله احب دليل على انه لو لم يفعل لالزم عليه وقال لا يقتضي

وان قضى فلا بأس به كذا العباية ومنهم من حقق الخلاف وقال الخلاف في

انه لو قضى كان فلا مبدءا او سنة كذا في العباية يعني فلا عندهما سنة عند

كما ذكره في الكافي“... (رد المحتار: ۵۳۰/۱، البحر الرائق: ۱۳۱/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فی نماز کاتھ ہے کتنا ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی نمازیں قضاء ہو گئی ہیں اور وہ آدی فوت ہو گیا ہو تو اس کی طرف سے فی نماز کاتھ کتنا فدیہ دیا گیا جائے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

وہ کو کثرت یا اس کی قیمت ایک فدیہ کے فدیہ میں دینا ہوگی، واضح رہے کہ اس حکم میں وتر کا ناک نماز شمار کیا جائے گا، یعنی نماز وتر کا فدیہ نماز مشاء کے فدیہ سے الگ دیا جائے گا۔

”الصلوات الرجل وعليه صلوات فائنة فإقصى بان يعطى كفارة صلواته يعطى

لكل صلاة نصف صاع من بر ولو تر نصف صاع ونصوم يوم نصف صاع

من ثلث ماله“۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۵)

”ولرمات وعليه صلوات فائنة وإقصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع

من بر كما للخطبة وكذا حكم النوتر والنصوم والما يعطى من ثلث ماله“

۔۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۵۳۴، ۵۳۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز فجر کے بعد قضاء نماز چڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ طلوع فجر اور نماز فجر کے بعد قضاء نماز چڑھنا درست ہے؟ اور یہ کونسا کونسا فجر کی سنتوں کو نماز فجر کے بعد قضاء کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مترجم: بلا مسئلہ میں دو سوال مذکور ہیں، پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ طلوع فجر اور نماز فجر کے بعد قضاء

نماز چڑھنا درست ہے بلکہ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ شیخین کے نزدیک فجر کی سنتیں اگر قضاء ہو جائیں تو ان کی

قضاء نہیں ہے، نہ طلوع شمس سے پہلے نہ طلوع شمس کے بعد، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اسی دن طلوع شمس کے

بعد زوال تک صبح کی سنتیں قضاء کرنا مستحب ہے۔

”کسبۃ اوقات یکبرہ فیہا الزوال و مالی معاہدا لا یفرض عکذالی النہایہ
والکفایۃ فیجوز فیہا قضاء الخائفۃ و صلوة الجنائزۃ و سجدة التلاوة کذا
فی الفوائی قاضی خان مہام بعد طلوع الفجر قبل صلوة الفجر کذا فی النہایہ
والکفایۃ و مہما ما بعد صلاۃ الفجر قبل طلوع الشمس عکذالی النہایہ
والکفایۃ“ .. (الفوائی الہندیۃ: ۵۲، ۵۳/۱)

”اتفق اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ علی ان رکعتی الفجر اذا فاتتا وحدهما بان
جاء رجل و وجد الامام فی صلاۃ الفجر و دخل مع الامام فی صلاتہ و لم یستغل
برکعتی الفجر انہا لا تقضى قبل طلوع الشمس و اذا ترتفعت الشمس لا تقضى
لہما و هو قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ و تقضى استحصانا
الی وقت الزوال و هو قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ و اذا فاتتا مع الفرض تقضى
مع الفرض الی و لت الزوال و اذا زالت الشمس بقضى الفرض و لا تقضى
السنۃ“ (المحیط البرہانی: ۲/۲۳۳)

”و قبان آخر ان یکبرہ فیہما الشطوع و ہما بعد طلوع الفجر الی طلوع الشمس
الارکعتی الفجر و ما بعد صلاۃ العصر الی وقت غروب الشمس لا یکبرہ
فیہما الفرض و الاصلۃ الجنائزۃ“ .. (المحیط البرہانی: ۲/۱۰)

(اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

☆☆☆☆☆☆

نماز عصر کے بعد قضاء عمری پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۲) :- کیا نماز عصر کے بعد سے جس کو نماز عصر کے بعد قضاء عمری کی نماز پڑھ
سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مرجہ قضاء عمری جس میں صرف چار رکعت خیریت قضاء پڑھ کر ساری زندگی کی نمازوں کی قضاء بکھولی جاتی
ہے اس کی تو شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے، بلکہ جتنی نمازیں زندگی بھر قضاء ہوئی ہوں ان سب کو قضاء کرنا فرض ہے،

صرف چار رکعت سے فریضہ انکس ہوگا لیکن اگر قضاء ہماری صورت یہ ہو کہ زندگی بھر کی نمازوں کو اسی ترتیب سے ادا کیا جائے تو اس صورت میں عصر کی نماز پڑھنے کے بعد قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی نہ کرے، عصر کے بعد یا غروب غمیں اور فجر کے بعد طلوع شمس صرف نفل نماز پڑھنا کر دے۔ فرض چار رکعت پڑھے جاسکتے ہیں۔

”ولا یأمر بان یصلی فی ہذین الوقتین (یعنی بعد الفجر والعصر) الفلوات
و یسجد للخالق“..... (ہدایہ: ۱/۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قضاء نمازوں میں کیا نیت کرے گا؟

مسئلہ نمبر (۱۶۳): کیا طر مانتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضاء نماز میں کن کن اوقات میں پڑھی جاسکتی ہیں؟ اور اگر کسی نماز میں قضاء ہوں تو ان میں کیا نیت کرے گا؟ نیز سنتوں اور وتروں کی بھی قضاء کرنی پڑے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں قضاء نمازوں کو تین اوقات کے علاوہ جس وقت چاہے ادا کر سکتا ہے (۱) طلوع شمس (۲) بزوں غمیں (۳) غروب غمیں۔ ان تین اوقات میں ادا کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر قضاء نماز میں نیت ہوں تو نیت یہ کرے، کہ ظہر پہلی وہ فرض نماز جو مجھ سے فوت ہوئی ہے اور اب تک میرے ذمے باقی ہے اس کے قضاء کر رہا ہوں، اسی طرح باقی نمازوں کی قضا سے، اور وتر کی قضا بھی کرنی پڑے گی، اور سنتوں کی قضا نہیں ہے۔

”ثم ليس للقضاء وقت معين بل جميع اوقات العمر وقت له الا لا في وقت
طلوع الشمس و وقت الزوال و وقت الغروب فانه لا يجزى الصلوة في هذه
الاولات كذا في البحر الرائق“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۱)

”ولو كانت الموقت كثيرة لاشغل بالقضاء يحتاج الى تعين الظهر والعصر
ونحوهما ويدعى ايضا ظهريوم كذا وعصريوم كذا كذا في فتاویٰ قاضی خان
والظهيرية وهو الاصح كذا في التبيين في مسائل شمس، فان لو انشغل الامر بدوى
فول الظهر عليه كذا في فتاویٰ قاضی خان والظهيرية“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۶۶)

”وَمَا تَرَى الْقَوْلَ الْخَالِفَ عَنْ وَقْتِهَا لَا تَقْضَى بِالْإِجْمَاعِ سِوَاهُ ثَلَاثٍ مَعَ الْفَرْضِ
أَوْ يَسْتَوِي الْفَرْضُ هَذَا هُوَ الْمَذْكُورُ فِي خُطْبَةِ الشَّرَوَايَةِ وَفِي الْخُلَاصَةِ
الْبَغَايَةِ“۔۔ (فتاویٰ التتارخانیۃ جدید: ۳/۳۰۳)

”الوتر علی درجۃ من السنۃ حتی یقضى لولیات واذنی درجۃ من الفرض حتی
لا یکفر جاحده ولا اذان فيه ولا الامۃ“۔۔ (فتاویٰ المصالحانیۃ جدید:

۲/۳۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا میت کی طرف سے نمازوں کا فدیہ یا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی ریاض احمدی والدہ محترمہ کو عرصہ طویل رہنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں، والدہ مرحومہ کی چند تائیں چاری کے دوران تھا، ہوئیں کیا ان کا فدیہ یا ضروری ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر مرحومہ نے ہیبت کی ہے اور مال چھوڑا ہے تو ہیبت کے مطابق اس کے ترکے میں سے فدیہ دینا لازم ہے اور اگر ہیبت نہیں کی تو وارثوں کے ذمہ فدیہ یا ضروری نہیں ہے مگر وہ دے دیں تو بخیر اور اسان ہوگا اور اس پر ان کا جرم بھی ملے گا۔

”أَهْلُ السَّاتِ الرَّجُلِ وَعَلَيْهِ صَلَواتُ ثَلَاثَةِ فَاوَصِي بَانَ تَعطَى كَلْفَاةَ صَلَواتِهِ يَعْطَى
لِكُلِّ صَلَوةٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بَرٍّ وَلِلْوَتْرِ نِصْفَ صَاعٍ وَلِلصُّومِ يَوْمَ نِصْفِ صَاعٍ مِنْ
ثَلَاثَةِ مَائَةٍ وَفِي الْفَتَاوَى الْحُجَّةِ وَالنَّسَمِ يَوْمِ لَوْلَاَتِهِ وَلِبَرَعِ بَعْضِ الْوَرْدَةِ
يَجُوزُ“۔۔۔۔ (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۴۵)

”رَجُلٌ دَامَتْ وَعَلَيْهِ صَلَواتُ فَاوَصِي اِنْ يَطْعَمُوا عَنْهُ بِصَلَاتِهِ الْفَلَّ الْمَشَاخِ عَلٰی
اَنَّهُ يَحِبُّ تَنْفِيزَ هَذِهِ الْوَصِيَّةِ مِنْ ثَلَاثِ مَائَةٍ ۔۔ وَالْوَتْرِ كَذَلِكَ وَالصَّحِيحُ لَنْ

هذا القول ابي حنيفة في الوتر ... وفي فتاوى الحجة وان لم يرض التولية

وتبرع بعض التولية بجزء ... (فتاوى القطار حاشية جلد ۵: ۳/۵۸)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

غشئی کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۵): کیا نماز میں دو مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے امام کی اقتداء میں نماز پڑھ لی بعد میں پتہ چلا کہ امام تو غشئی تھا اب یہ آدمی نماز کو لوٹے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جس آدمی نے غشئی کے پیچھے نماز پڑھی ہے اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی لہذا اس کی قضاء کرے گا۔

”والحاصل ان كلامنا من الاسماء والمفردى اما ذكرنا او اتى او غشى او كمل

منها اما بالغ او غير ذلك ذكر البالغ تصح امامته للكل ولا يصح القضاء ولا الاعتناء

والا تسمى البالغة تصح امامتها للاتفى مطلقا فقط مع الكراةة ويصح القضاء

هابالرجل ويمتصها وبالغنى البالغ ويكره لاحتمال التولية والغنى البالغ تصح

امامته للاتفى مطلقا فقط لا للرجل ولا المصلحة لاحتمال التولية وذكرنا

المفردى ... (فتاوى شامی: ۷/۳۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

غدیہ کے حکم میں وتر الگ نماز شمار ہوگی:

مسئلہ نمبر (۱۶۶): کیا نماز میں دو مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غدیہ پانچ فرض نمازوں کا دیا جائے گا یا نماز وتر علیحدہ شمار کر کے چھ نمازوں کا دیا جائے گا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

پانچ فرض اور وتر کا بھی غدیہ نہ ہوگا گویا ان کی چھ نمازیں ہوں گی اور ہر ایک کا اندم دس کی قیمت دینا ہوگی۔

"اذا سات الرجل وعليه صلوات فاتحة فارصى بان تعطي كفارة صلواته يعطي لكل صلاة نصف صاع من بر ولتوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله"۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۵)

"ولومات وعليه صلوات فاتحة وارصى بالكفارة يعطي لكل صلاة نصف صاع من بر كالمعطية وكذا حكم الوتر والصوم والعماء يعطي من ثلث ماله"۔۔۔ (الدر المختار علی هامش الرد المحتار: ۱/۵۴۲، ۵۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بوزھا آدمی جس کو کوئی سورت یاد نہ ہو تو قرأت کیسے کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۶۷): بخیرت جناب حضرت مفتی صاحب السام شہید مرحوم اللہ ورحمہ

سلام کے بعد عرض یہ ہے کہ میں ایک مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، امید ہے کہ آپ تفسیر غلط جواب متایتہ لرا نہیں گے، شکریہ۔

ایک بوزھا مرد یا عورت جس نے اپنی تمام جوانی بے نمازی ہو کر گزاری اور اب بڑھاپے میں یہ احساس پیدا ہوا کہ نماز پڑھنی چاہئے، لیکن اب بڑھاپے کی وجہ سے وہ نفل نہایت کمزور ہو چکا ہے، اور یاد بخیر و کوشش کے نہ تو ثمار یاد ہو سکتی اور نہ ہی قرآن کا کچھ حصہ (یعنی سورۃ فاتحہ اور چند دوسری سورتیں) اب ایسے بڑھے غصے کے لیے حکم ہے؟ کیا یہ شخص اپنی نماز میں قرأت پھوڑ دے حالانکہ قرآن پڑھنا نماز میں فرض ہے، اگر قرآن پڑھنے کی بجائے کچھ اور پڑھنا ہو تو مثلاً کوئی مخصوص لفظ تو یہ لفظ قیام میں کتنی مقدار اور کون کون سا سجدہ اور اتقیات میں کتنی مقدار میں پڑھے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ہر مسلمان مرد و عورت کے ذمہ نماز فرض میں ہے اس کا چھوڑنا ناجائز نہیں ہے اور اگر خطی سے اب تک نہیں پڑھی تو ان نمازوں کی قضاء لازم ہے، اگر زیادہ سورتیں یاد نہیں ہیں تو کم از کم سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الکوثر اور سورۃ الاخلاص یاد کر میں اور ہر رکعت میں انہی کو پڑھ لیا کریں، اور قضاء صرف قرآن میں اور وتر کی ہوتی ہے، اور آنکھ اور احتیاج سے ادا کرنے کی کوشش کریں نیز اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگتے رہیں۔

"الصلوة لفریضة محكمة لا يسع تركها او يكفر جاحدا كذا في الخلاصة"

۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۵۰)

”وإنما فرضية الخمس فقولہ تعالیٰ حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی، وهذه الآية قاطعة علی فرضية الخمس لانه تعالیٰ فرض جميعا من الصلوات“۔۔۔ (الہندیہ: ۳/۵)

”کل صلوٰۃ خالت عن الوقت بعد وجوبها لیه بلزمه قضاءها سواء ترک عمدا أو سهوا أو بسبب نوم وسواء كانت الغائت كثيرة أو قليلة“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۱)

”من فاته صلوٰۃ قضاءها إذا ذکرها وقدمها علی فرض الوقت“۔۔۔ (الہندیہ: ۱/۱۶۱)

”والذي ما يجوز من القراءة في الصلوة آية عند أبي حنيفة وقال ثلث آيات فصارت آية طرية“۔۔۔ (الہندیہ: ۱/۱۱۹)

”يجب القضاء بركته ناسيا أو عامدا وإن طالت المدة“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۱۱)

”وفى الغناوى رجل يقضى الفرائض فإنه يقضى الزمير وإن لم يستيقن أنه هل صلى عليه وترا أو لم يبق لأنه يصلى ثلاث ركعات ويقتل ثم يقعد قدر التشهد ثم يصلى ركعة أخرى“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جماعت کھڑی ہو کر فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۸) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فجر کی سنتیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں؟ شرعی طریقہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہو تو اگر ایک رکعت کے طے کی امید ہے تو صبح کی سنتیں بطور ہو کر پڑھ لے پھر جماعت میں شریک ہو جاوے اور اگر پہلے نہ پڑھ سکے تو پھر فرضوں کے بعد طوع آفتاب سے پہلے نہ پڑھے بلکہ طوع آفتاب کے بعد پڑھنی چاہئیں۔

یاد ہے اگر صبح کی جماعت ہو تو پیش سہرت باہر آ کر میں، اگر سہرت کے باہر کوئی جگہ تہ ہوتی مغلوں سے ایک طرف ہو کر آ کر میں، بشرطے کہ جماعت چھوٹ جائے کا خطرہ نہ ہو۔

”وإذا عاف الموت ركعتي الفجر لاشتغاله بسببها تركها لتكون الجماعة اكمل والامان رجاء اذا ركعتي في ظاهر المذهب وقيل التشهد واعتمده المصنف والشريفي لاني سمعتا للمعمر لكن ضعفه في النهي لا يتركها بل يصلها“۔۔۔ (الدر المختار مع هامش رد المحتار: ۱/۵۲۹)

”ومن انتهى إلى الإمام في صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتي الفجر ان عشى ان يفوته ركعة ويترك الاخرى يصل ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل وان عشى فوترهما دخل مع الإمام كذا في الهداية ولم يذكر في الكتاب انه ان كان يرجوا انراك الفجوة كيف يفعل فظاهر ما ذكر في الكتاب انه ان عاف ان يفوته الركعتان يدل على انه يدخل مع الإمام“۔۔ (هدية: ۱۴۰/۱)

”قال الشيخ الكاساني في البدائع ويكره ان يصل شيئا منها وانس في الصلوة الواحد المفلح في الإقامة الأركعتي الفجر فانه يصلهما خارج المسجد وان فاتته ركعة من الفجر فان عاف ان يفوته الفجر تركهما“۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/۶۳۹)

”وعن ابن عباس رضي الله عنه في تاويل قوله تعالى وادبر النجوم ركعتي الفجر وروى عن النبي ﷺ انه قال صلوهما فان ليهما الرخائب وروى عنه انه قال صلوهما ولو غررتكم الخيل“۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/۶۳۹، ۶۴۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جس کی چھ نمازیں قضاء ہو جائیں تو کیا وہ صاحب ترتیب رہے گا؟

مسئلہ نمبر (۱۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) اگر کسی بالغ شخص کی چھ نمازیں مسلسل قضاء ہو گئیں اور اس نے ان کو ادا کر لیا تو کیا وہ صاحبِ ترتیب ہو گا یا نہیں؟
- (۲) اگر کسی شخص نے فجر کی سنتیں نہ ادا کر لی جیسے کہ خوف سے ادا نہ کیں تو کیا ان کو بطورِ شخص کے بعد ادا کرے گا یا نہیں؟ اور اگر یہاں ہے تو اس پر حدیث سے کیا دلیل ہے؟
- (۳) اگر کسی شخص نے مشافعاً نمازِ عصر کی پہلی چار رکعات ادا کیں اس وجہ سے کہ عصر کی جماعت ہو رہی تھی تو بعد میں جب ان کو ادا کرے گا تو چار سنتیں غلوں سے پہلے ادا کرے گا یا بعد میں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) اگر کسی بالغ شخص کی چھ نمازیں مسلسل قضاء ہو گئیں اور اس نے ان سب کو ادا کر لیا تو وہ صاحبِ ترتیب ہو گا۔
- (۲) اگر کسی شخص سے فجر کی سنتیں روک لی ہوں تو وہ ان کو بطورِ شخص کے بعد ہی دنِ زوال سے پہلے ادا کرے، اس کے بعد قضاء نہیں کر سکتے۔
- (۳) اگر کسی شخص کی خبر کے فرضوں سے پہلے والی چار سنتیں نہ جائیں تو ان کو اس طرح ادا کرنا بہتر ہے کہ فرضوں کے بعد پہلے عصر کی دو سنتیں ادا کرے اور بعد میں چار سنتیں پڑھے اور غلوں ان کے بعد پڑھے چاہے تو پڑھے۔

(۱) "قولہ (سب القضاء لبعضها) كماذا ترك وجعل صلاة شهر مثلاً ثم قضاهما الاصلاً ثم صلى الوقتية ذاكرهما لانهما صيرتاه بحر ولبد بقضاء البعض لانه لو قضى الكل عداها لربب عند الكل كما حمله قهستاني"..... (مختار مني : ۱/۵۳)

(۲) "عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من لم يقبل ركعتي الفجر فليصلهما بعد طلوع الشمس"..... (جامع الترمذی : ۱/۴۰، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۳) "لكن الخلا ثابت في تقديمها وتأخيرها كما مر ثم رجع في الكافي تقديم الاربع لانهما ثابتة وتلك وقتية فيقدم القاتنة على الوقتية وذكر عواهر زاد في شرح الميسر على قول ابي حنيفة يقضى ركعتين ثم يقضى الاربع قال وهو الاصح وكذا قال الشيخ كمال الدين بن الهمام الاولي تقديم الركعتين

لأن الأربعة كانت عن الموضع المستور فلا يلزم الركعتين بضاعتين موضعهما
قصداهما لا ضرورة ".... (منية المصلي: ۳۴۵)

"اشهر فيما بين المصنفين انه لا قضاء للسنة عند أبي حنيفة والحق ان لقسن
القضاء ولكنه اعف بعد خروج الوقت كما في العناية والذاتت ركعتا الفجر
فبقول لا يقضيهما بعد طلوع الشمس وهو القول القديم للشافعي واما حديثه
فهو ان يصل قبل طلوع الشمس او امامالك واحمد فهو القائل لا يبي حنيفة
لقائل محمد بن حسن يقضيهما بعد طلوع الشمس قبل الزوال وهو المختار
لان ابا حنيفة وابا يوسف ايضا لا يمنعان من القضاء بعد طلوع الشمس وفي
المر المختار قضاء الفروض فرض وقضاء الواجب واجب وقضاء السنة
سنة".... (تحرر الشاذلي على هامش الفرملى: ۱/۴۰۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا فجر کی سنتوں کی قضاء لازم ہے؟

مسئلہ نمبر (۷۴۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام مختلفین نظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ
صبح فجر کی نماز قضاء ہو جائے تو کیا فجر کی سنتیں پڑھنا لازم ہیں یا نہیں؟ اور قضاء نماز فجر کی سنتیں فرضوں سے
پہلے ادا کرنی ہیں یا بعد میں؟ سنتوں کی نیت کیا ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز فجر قضاء ہو جائے تو اسی دن زوال سے پہلے فرضوں کے ساتھ سنتیں پڑھنی ہیں زوال کے بعد یا کسی
اور دن فرضوں کے ساتھ سنتیں پڑھنا ضروری نہیں ہے، فجر کی سنتیں فرض نماز سے پہلے پڑھنا لازم ہیں۔
نیت: دو رکعت نماز سنت قضاء نماز فجر ہوتی نیت دوسری نماز میں کی طرح ہی ہے۔

"والشرع المتأورد في قضاء ركعتي الفجر عند حلولها مع الفرض قبل الزوال
كما في غداة ليلة النحر من ولم يرد في قضاء هذا الإضافات وحدها ولا الإضافات
مع الفرض بعد الزوال".... (حلی کبری: ۳۳۳)

”ولاشک ان التمام الركعتین خلیفتین مع مراعاة السنة فیہما قبل التمام

و کہنی الفرض مع مراعات السنة“..... (حلی کبیری: ۴۴۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صاحب ترتیب پہلے قضاء پڑھے یا ادا؟

مسئلہ نمبر (۱۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص صاحب ترتیب ہے اس کی مغرب اور عشاء کی نماز قضاء ہوگئی اب فجر کے وقت جب پیدر ہو تو وقت بہت کم تھا جس میں فجر کی نماز تو ادا کی جا سکتی تھی لیکن مغرب اور عشاء کی نماز جو قضاء ہوگئی وہ ناانجیس کی جا سکتی، یہاں شخص کیا کرے؟ پہلے قضاء پڑھے یا ادا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں پہلے ادا پڑھے گا پھر جب سورج بلند ہو جائے تو دونوں نمازیں قضاء پڑھے۔ وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب مائل ہو جاتی ہے۔

”و یسقط الترتیب عند ختیق الوقت کذا فی محیط السرحی“..... (فتاویٰ

الہندیہ: ۱/۱۴۲)

”ثم تفسیر ختیق الوقت ان یکون الباقی منه عالا یسع فیہ الوقتیة والقیة جمیعاً

حتى لو کان علیہ قضاء العشاء مثلاً وعلم انه لو اشغل بقضائه ثم صلی الفجر

نقطع الشمس لیل ان یقعد قبل الشہد صلی الفجر فی الوقت وقضى العشاء

بعد ارتفاع الشمس کذا فی الشیخین“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وتر پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ فرض نہیں ہوئے تو کیا وتر کی قضاء ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھ کر سنن وتر وغیرہ بھی پڑھ لیے بعد میں معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے فرض نہیں ہوئے تو اب اگر وہ قضاء کرے گا تو فرض کے ساتھ وتر کی بھی قضاء کرے گا یا صرف فرض کی قضاء کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

یہ شخص فرض اور سنتوں کی قضاء کرے گا اور قتل کی قضا نہیں کرے گا۔

”(العشاء والوتر منه الى الصبح و) لكن لا يصح ان يقدم عليها الوتر الاناسيا
(الجواب للترتيب) لانهم اخرجوا عن هذا الاسم “.... (التر المصنف على
الشمسي: ۱/۲۶۶)

”قوله ولكن تلح جواب عن سوال مقدر تلذيره لم لا يجوز تقديمه بعد دخول
وقته اجاب بانه اما لا يجوز للترتيب لانكون الوقت لم يدخل وهذا على قوله
وعلى قولهما لانه تبع للعشاء والتر الخلاف يظهر فيما لو قدم عليها اناسيا
او لا ذكر انه صلاحه لفظ على غير وجوه لا يعيده عنه وعندهما يعيد
نهر“.... (فتاوى شامي: ۱/۲۶۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فجر کی جماعت کڑی ہو نہ سنتیں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر فجر میں ایک آدمی نماز یا جماعت میں شریک
ہونا چاہتا ہے لیکن جب مسجد میں داخل ہوتا ہے تو امام دوسری رکعت میں ہے تو آیا سنتیں پڑھنی چاہئیں؟ یا بغیر سنتیں
ادائیے جماعت میں شریک ہو جائے؟ اور اگر معلوم نہ ہو کہ امام پہلی رکعت میں ہے یا دوسری رکعت میں
تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر ایک آدمی اس وقت میں مسجد آیا کہ امام فجر کی دوسری رکعت میں تھا تو اب اگر اسے
یقین ہے کہ میں سنتیں ادا کر کے امام کے ساتھ تعہد میں شامل ہو جاؤں گا تو وہ پہلے فجر کی سنتیں پڑھ لے بعد میں امام
کے ساتھ شریک ہو جائے وگرنہ نہیں، اور اگر اسے معلوم نہ ہو کہ امام کوئی رکعت میں ہے تو وہ نماز میں شریک ہو جائے
اور سنتیں ادا نہ کرے۔

” (بکثرہ تطوع عند اقامۃ صلاۃ مکتوبہ) ای اقامۃ امام مذہبہ لحدیث اذا قیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا لمکتوبہ الا سئۃ البحر ان لم یحلف فہو جماعتہا) ولو بان تراک تشهدا فان حالف ترکھا صلاۃ ... (در مختار علی هامش رد المحتار: ۱/۴)

”ومن انتہی الی الامام فی صلاۃ الفجر وحولہ یصل رکعتی الفجر ان غشی ان یسوتہ رکعۃ یدرک الاخری یتصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل وان غشی فوترہما دخل مع الامام کذا فی الہندیۃ ولم یدکر فی الکتاب انه ان کان یرجو ادراک القعدۃ کیف یفصل فطاهر ما ذکر فی الکتاب انه ان حالف ان تسوتہ الترکعتان یدل علی انه یدخل مع الامام وحکی عن الثقفی فی جعلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ان قل علی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف وحیدہما اللہ تعالیٰ یصلی رکعتی الفجر لان ادراک الشہد عندہما کاتراک الرکعۃ کذا فی کفایۃ... ولو ادراک الامام فی التوکیع ولم یدرک فی التوکیع الاول او الثانی یشرک السنۃ یتابع الامام کذا فی الخلاصۃ ... (الشاوئی الہندیۃ: ۱/۲۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا قضاء نماز میں توبہ واستغفار سے معاف ہو سکتی ہیں؟

مسئلہ نمبر (۵۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی نماز میں قضاء ہوئی جس کو کئی مرتبہ قضاء نماز میں معاف ہیں مگر معاف نہیں تو قضاء نماز کا کیا کیا ہے توبہ واستغفار سے معاف ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ بلکہ نہ یہ سے معافی ہوگی، برے صبر پائی دلائل سے بات واضح فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں سائل کی نماز میں جو پانچ ہونے سے اب تک قضاء ہوئی ہیں ان تمام کی قضاء فرض ہے توبہ سے شرعاً نماز میں معاف نہیں ہوتیں اور قضاء کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود توبہ یہ دینا بھی جائز نہیں بلکہ صرف اور صرف ان کی قضاء ضروری ہے۔

”کل صلاة كانت من الوقت بعد وجوبها فيه يلزمه قضاءها سواء ترك عمدًا أو سهواً أو بسبب نوم سواء كانت الفرائض كثيرة أو قليلة فلا قضاء على مجنون حالة جنونه المداومة في عقده كمالاً لقضاء عليه في حالة عقله أو . . . وزادت الفرائض على يوم وليلة ومن حكمه ان الغائبة تقضى على الصلوة التي كانت عنه الاعلار وضرورة“ . . . (فتاوى الهندية: ۱/۱۴۱)

”اذا مات الرجل وعليه صلوة فائمه فأوصى بان تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر والوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثمن ماله وان لم يترك مالا يستقرض ورثته نصف صاع ويدفع الى مسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم وثم حتى يتم لكل صلاة ما ذكرنا“ . . . (فتاوى الهندية: ۱/۱۴۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صاحب ترتیب پہلے قضا نماز پڑھے گا:

مسئلہ نمبر (۵۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صاحب ترتیب آدمی سے اگر کوئی نماز قضا ہو جائے اور وہ بھول جائے پھر نماز مغرب کے وقت یاد آ جائے اور جماعت کھڑی ہونے لگے گی تو پہلے قضا نماز پڑھیں گے یا مغرب کی نماز پہلے پڑھیں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکور صورت میں صاحب ترتیب آدمی پہلے اپنی قضا نماز پڑھے گا پھر اس کے بعد قن نماز پڑھے گا۔
 ”وبرأى الترتيب وان كان لا يؤدى الوقتة على وجه الافضل كما لو ضاع الوقت بحيث لا يمكنه ان يصلح الوقتة الا مع تعجيلها وقصر القراءة والاعتمال فيها لانه لا بد من الترتيب والاقتصار على اقل ما تجوز به الصلاة كذا في التمرناهي ثم حقيق الوقت يعتبر عند الشروع حتى لو شرع في الوقتة مع تذكر القاءة واحاط القراءة حتى ضاع الوقت لا تجوز صلاته الا ان يقطعها

وشرع فیہا لو شرع ناسبا والمسئلة بحالہا لم تذکر ہا عند ضبط الوقت
 جازت صلاحہ ولا یلزمہ القطع کذا فی التبین..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۴۲)
 ”ولا یتطہر حکم الترتیب عند المسان ما دام ناسبا واذا ذکر بلزمہ ہکذا فی
 التیار حاتیة ناقلًا عن الخلاصة“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقتدی مسبق تشہد پر اڑنے سے کیا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۶۷۱): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان حکام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی مسبق اگر تشہد
 میں آکر شریک ہوئے ہی نام صاحب تیسری رکعت کے لیے کڑے ہو گئے تو اب آپ سے
 یہ مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ مقتدی مسبق کو تشہد پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مقتدی مسبق کو چھپے کردہ اپنا تشہد پورا کرنے اور اگر اس نے تشہد کو پورا نہ کیا اور کھڑا
 ہو گیا تو بھی جائز ہے۔

”قوله فانه لا يباح بعد الخ اي ولو عطف ان تفوته الركعة الثالثة مع الامام
 كما صرح به في الشهيرة وشمل باخلافه ما لو القدى به في اثناء التشهد الاول
 او الاخير فحين تقدم امامه او سلم ومقتضاه انه يتم التشهد ثم يقوم ولم يره
 صريحنا ثم رأيت في الذخيرة ناقلًا عن أبي الليث المختار عدي انه يتم
 التشهد وان لم يفعل اجزأه اه والله الحمد“..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۶۶)
 ”اذا ترك الامام في التشهد وقام الامام قبل ان يتم المقدي او سقم الامام
 في آخر الصلاة قبل ان يتم المقدي التشهد فالمختار ان يتم التشهد كذا في
 الغالية وان لم يتم اجزأه“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الحادی عشر فی سجدة السهو﴾

ایک نماز میں کئی بار یہوں اور ایک عہدہ بھلائی ہے:

مسئلہ نمبر (۱۷۷): حضرت مفتی صاحب السلام بحکم درجہ اولیٰ رکعت

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام مسجد فرض نماز کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول جائے اور تیسری رکعت میں پھر بیٹھ جائے تو اس صورت میں کیا ایک ہی عہدہ بھول کر نے سے نماز ہو جائے گی، جب کہ وہ تیسری رکعت کے بعد پھر کھڑا ہو جائے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں ایک ہی بار عہدہ بھولا ذم آئے گا۔

”ولو سها في صلاته مرارا يكتفيه سجدة واحدة كذا في الخلاصة“ .. (الهندية:

۱۳۰/۱)

”وقوله وان تكرر) حتى لو تكررت جميع واجبات الصلوة سهوا لا يلزمه

الا سجدة واحدة بحر“ .. (رد المحتار: ۱/۵۴)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں قاتح کے ساتھ صورت فہم کرنے سے عہدہ بھلائی:

مسئلہ نمبر (۱۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار رکعت والی فرض نماز میں آخری دو رکعتوں میں سے کسی ایک میں ہوا سورۃ قاتح کے ساتھ کوئی ایک صورت چڑھ لی گئی عہدہ بھولا یا نہیں؟ اگر راہ کرام قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں دلائل و براہین کے ساتھ واضح جواب سے مراد فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقوسہ میں عہدہ بھولا نہ ہوگا۔

”ولو قرأ في الاخيرين الفاصحة والسورة لا يلزم السهو وهو الاصح“ ..

(الهندية: ۱/۱۳۶)

”واذا قرأ فی الاخرین من الظہر او العصر القلعة والسورة ما هی فی“ الحجۃ

”واذا قرأ السورة دون القلعة فلا ینہو علیہ وهو المختار ولی“ النصاب ”وعلیہ

القوی“..... (المناوی الصارخانی: ۳/۳۹۲)

”واذا قرأ.....“ علی قولہ ما ہی فلا ینہو علیہ هو المختار لان محمدًا یقول

فی ”الکتاب“ ان شاء قرأ فی الاخرین وان شاء سکت ذکر اللہ لا یطرد...“

(المحیط البرہانی: ۲/۳۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تیسری رکعت کے بعد تین تسبیحات کی مقدار پڑھنے سے بچہ ہوگا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

(۱) ایک امام صاحب چار رکعات والی نماز میں تیسری رکعت میں بیٹھ جائیں اور معتدلوں کے قدم دینے سے کھڑے ہو جائیں بعض والدہ تین مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار بیٹھ جاتے ہیں اور بعض والدہ اس سے کم لیکن آخر میں بچہ کو نہیں کرتے اور یہ جواب دیا جاتا ہے آپ کی طاری نماز ہوئی ہے یا نہیں؟

(۲) امام صاحب نماز تراویح کے بعد وتر کی تیسری رکعت میں گل ہوا بیٹھ پڑھتے ہیں اور والدہ رکوع میں چلے جاتے ہیں اور معتدلوں کے قدم دینے سے وہ دوبارہ قیام کی طرف لوٹ آتے ہیں اور والدہ نے قنوت پڑھا کر پھر رکوع میں چلے جاتے ہیں جبکہ والدہ واجب ہے اور رکوع فرض ہے فرض سے واجب کی طرف نہیں آنا چاہیے اور آخر میں بچہ کو بھی نہیں کرتے آیا وتروں کی جماعت ہوئی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر امام ایک رکعت یعنی اتنی مقدار بیٹھ جائے کہ اتنی مقدار میں تین مرتبہ ”سبحان ربی اعظم“ پڑھا جائے گا کہ اتنی مقدار پڑھنے سے بچہ ہوگا واجب ہو جاتا ہے اس سے کم کی صورت میں واجب نہیں ہوتا اور بچہ ہوگا واجب ہونے کی صورت میں بچہ ہوگا نہ کرنے سے نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔

”واللہ اعلم بالصواب“ (کنز) ای سنة کمالہ فی العیۃ القل شامھا ابن

امیر الحاج ای بحالہ من السنة ای سماعہ مشروع فیہ من الکمال السنی

کاتسبیحات فی الركوع والسجود مثلاً: هو تلبيد غريب ووجه قريب

الخ"۔۔۔ (منحة العاقل على البحر: ۱/۴۷۴)

(۲) صورت مرقومہ میں مفتی بہ قول کے مطابق بجدہ سجد واجب ہے لہذا بجدہ سجد نہ کرنے کی صورت میں نہایت کاٹا اور واجب ہے۔

"بخلاف ما لو تذكر القوت في الركوع لانه لا يعود ولا يثبت فيه القوت محله

ولو عاودت لم يرتفع ركوعه لان القوت لا يقع لمرتين فلا يرتفع به القوت

وبسبب ان السجود على كل حال فترك الواجب او تأخيرہ"۔۔۔ (حاشية

الطحاوي: ۱/۳۶۱)

"لهذا اجبت لا تفسد سجودا وتعودوا الى الصلوة السهوان لم يسجد له وان

لم يعدا يكون فاسقا والما"۔۔۔ (الدروع الرد: ۱/۳۳۶، ۳۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کہا تمہیں جبے کرنے سے بجدہ سجد واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۱۸۰)۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے تمین جبے بھولے کر لیے تو کیا بجدہ سجدہ کرنے سے نماز ادا ہو جائے گی، احتیاط فرما کر عند اللہ! بجدہ ہو؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر کسی نے تمین جبے بھولے کر لیے تو بجدہ سجدہ کرنے سے نماز ادا ہو جائے گی۔

"(قوله وترك تكرير ركوع الخ) بالرفع عطفا على البيان لأن في زيادة ركوع

وسجود تغير مشروع لأن الواجب في ركعة ركوع واحد وسجودان فقط

لهذا لا على ذلك فسقط ترك الواجب ويلزم منه ترك واجب

آخر وهو ما مر اثنى البيان الغرض في محله لأن تكرير الركوع فيه

تأخير السجود عن محله وتلخيص السجود فيه تأخير القيام أو القعدة

الخ"۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۳۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سورت فاتحہ کے حکم کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۱۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں سورت فاتحہ کے حکم سے مجہد کو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ ہماری مسجد میں امام صاحب نے قرائت میں مجہد تلاوت سے کھڑے ہونے کے بعد دوبارہ بھول کر سورت فاتحہ پڑھ دی اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ از ماہرین قرآن و سنت کے دہائی دانشو کے ساتھ کافی و ثانی جواب سے فرما فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے سورت فاتحہ کے بعد سورت خانے سے پہلے اگر سورت فاتحہ مکمل یا کچھ حصہ دوبارہ پڑھ لیا تو مجہد کو واجب ہوگا، کیونکہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے اور فاتحہ کے حکم سے تاخیر واجب پایا گیا لہذا مجہد کو ہوگا، اب اگر فاتحہ کے بعد سورت مائی اور پھر سورت فاتحہ کا اعادہ یا تکرار کیا تو اس صورت میں مجہد کو واجب نہ ہوگا نہ کوہ امام نے چونکہ تلاوت کے بعد تکرار فاتحہ کیا لہذا مجہد کو بھی تکرار مست ہوگئی جیسا کہ تحریر میں ہے:

”ولو قرأ الفاتحة مرتين يجب عليه السجود فلا يخبر السورة كذا في الذخيرة

وغيرها وذكر صاحب خان وجماحة انها ان قرأها مرتين على التواتر وجب

السجود وان فصل بينهما السورة لا يجب..... وقرأ في اكثر الفتاوى ثم

اعادتها اكثر انها مرتين كما في الظهيرية“۔۔ (البحر الرائق: ۲/ ۱۶۶، ۱۶۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چار رکعات والی نماز میں تہجد اولیٰ میں بیٹھا بھول جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۸۲): مندرجہ ذیل مسائل قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیلاً جواب با وضاحت تحریر کر دیجئے، واللہ اعلم۔ کچھ یوں ہے کہ امام صاحب چار رکعات نماز باجماعت فرض ادا کر رہے تھے اور رکعت نماز مکمل کرنے کے بعد جب مقتدی تشہد پڑھنے لگے تو امام صاحب تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے اسی لمحے پیچھے کھڑے نمازی نے ”سبحان اللہ“ کہا امام صاحب جو کھڑے تھے دوبارہ بیٹھ گئے تشہد مکمل کر کے تیسری اور چوتھی رکعت مکمل کی پھر مجہد کو یاد آ کر کے نماز مکمل کی سوال یہ ہے کہ

- ۱۔ کیا اس صورت حال میں نماز ہوگی؟
 - ۲۔ جب امام صاحب سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا انہوں نے جواب دیا کہ مکہ میں نے ابھی تیسری رکعت شروع نہیں کی تھی اس لیے تکبہ کے لیے دوبارہ بیٹھا۔
 - ۳۔ کیا امام کمرے ہونے کے بعد دوبارہ بیٹھ سکتا ہے؟ اگر بیٹھ سکتا ہے تو کب اور کس حالت میں بیٹھ سکتا ہے؟
 - ۴۔ کیا فرض اور دوسری نمازوں کے لیے ایک ہی اصول ہے؟ کوئی فرق ہے؟
- برائے سہرا بیانی سوالات کا جواب مکمل تفصیل "غوالہ جات کے ساتھ دیگر شرعیہ کا موقع دیں۔"

الجواب باسم الملك الوهاب

- ۱۔ ملتی پقل کے مطابق نماز ہوگی۔ ۲۔ فرضوں کی دوسری رکعت میں امام صاحب بغیر بیٹھے کمرے ہو جائیں تو اگر مکمل کمرے ہو جائیں تو پھر بیٹھنا نہیں چاہیے، اگر مکمل کمرے نہیں ہوئے، بلکہ قعود کے قریب ہیں تو پھر بیٹھ جانا چاہیے۔
- ۳۔ تیسری رکعت کے لیے کمرے ہونے کے بعد قعود اور بیٹھنا نہیں چاہیے اور اگر کمرے سے کمرے نہ ہوں، بلکہ قعود کے قریب ہوں تو وہاں بیٹھ جائیں اس کے علاوہ فرضوں اور سنتوں اور وتر میں قعود اخیرہ میں اور فرضوں کی ہر قعدہ میں کمرے ہونے کے بعد وہاں لوٹ سکتے ہیں، بلکہ لوٹنا ہوتا ہے۔

"وفى القوم المصنفين سها عن القعود الاول من الفرض، ولو علموا اما الغل ليعود حالهم بغيره بالسجدة لم تذكره عاديا له وشهدوا لا سهر عليه فى الاصح حالهم يستقيم قائما فى ظاهر المذهب وهو الاصح فتح والا نرى وابن استقام قائما لا يعود ولا شغاله بفرض القيام وسجدته سهر لترك الواجب فلو عاد إلى القعود بعد ذلك لفسد صلواته لوفى الفرض لعمائس بفرض وصححه انزل يلعنوا وقيل لا تفسد لكنه يكون مسيدا ويسجد لتأخير الواجب وهو الاشبه كما حققه الكمال وقرنه هو الحق بحروفي الشامية كان وجهه عامر عن الفتح أو ما فى المصنفين من أن القبول بالفساد غلط لأنه ليس بترك بل هو تأخير الخ"۔ (الترغيب الراد: ۱/ ۵۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

تراویح میں آخری تعداد میں بیٹھنے کی بجائے اہم کھڑا ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز اور تہنیں، ام صاحب آخری قعدہ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور ساتھ بعض مقتدی بھی کھڑے ہو گئے پھر مقتدیوں میں سے کسی نے امام صاحب کو لکھ دیا تو امام صاحب قعدہ کی طرف لوٹ آئے تو آیا امام پر سجدہ سکوا واجب ہوا یا نہیں اگر سجدہ سکوا واجب تھا اور نہ کیا تو کیا وہ حلاوت، جہان دو رکعتوں میں کی ہے سنت پورا کرنے کے لیے وہ حلاوت و ہرے گا یا نہیں اور کیا دور کھات واجب اللہ عار ہوگی یا نہیں، ہو وضو اہلند لائل۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں امام صاحب پر سجدہ سکرو واجب تھا جو کہ امام صاحب نے نہیں کیا لہذا ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الایہ رہ ہوگی اور اس میں بڑھا گیا قرآن و ہر ایسا جائے گا۔

٢٠ وعن أبي بكر الأسكاف أنه سئل عن رجل قام إلى الثالثة في الترويح ولم يقعد في الثانية لأن تذكر في القيام يعني أن يعود ويقعد وسلم وإن تذكر بعد ما جدد الثالثة فإن أحوال النهار كعدة أخرى كانت هذه الأربعة عن سلمة واحدة^٤... (المقدمة: ١/ ١٨٨، التواحيات: ١/ ٣٨٣)

“قولوا لكل نفل صلاة (الاولى ان يقول وكل شفع الخ، واطلق في النفل فعم المسلم كنفه وغيره ما هو له) وقولوا كل من (أي قعد الصلاة التي على حدة فرضي، فيكون والنفل الفرض لسكان فرضي فيجوز ما لم يسجد للثالثة كذلك الشرح وفيه انه السابكون فرضا اذا قعدوا لما اذ تركه وبني عليه شفعان كان اسما حتى لا تكون الصلاة فاسدة والحاصل ان القعد وغير الاخير محتمل لكونه فرضا ان فعله وواجب ان تركه للكل من القولين وجه فاعلم الا... (الطحاوي: ٣٦٦) “واذا قعد الشفع والدفرا له لا يجدي ما قرأ له وبعد القراءه ليحصل له التعميم على الصلاة المجتازة وقال بعضهم بمعنيها كذلك الجوهر في الشيرة... (المندية: ١١٨/١)

المستقبل في ظل العولمة

مسئوٰی کے لیے ایک نماز میں دو مرتبہ ہجود بکرا کے کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر (۱۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص امام کے ساتھ فرض نماز عمر کی آخری دو رکعتوں میں شریک ہو گیا لیکن امام سے نماز میں بھو گیا تو امام کے ساتھ ہجود بکرا کیا اس شخص سے بقیہ دو رکعت ادا کرتے وقت بھی بھو گیا تو یہ چھایہ ہے کہ یہ شخص دوبارہ ہجود بکرا کرے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرائط سہول صورت مسئلہ میں اس شخص پر ہجود بکرا لازم آئے گا، کیونکہ وہ بعد میں مفرد ہے۔

”قولہ (ولو سہا لہ) ای لیما یقضیہ بعد الفراغ الامام یسجد ثانیاً لآلہ منفر دلیہ،

والمفرد یسجد لیسہ و ان کان لم یسجد مع الامام لیسہ و

ثم سہا و یسجد ثانیاً سجدة عن السہوین لان السجود لا یتکثر و تعاد لہ

شرح المیۃ کذا فی حاشیۃ ابن عابدین“۔۔۔ (رد المحتار ۲/ ۶۶۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

درد شریف کی کتنی مقدار پڑھنے سے ہجود بکرا واجب ہوگا:

مسئلہ نمبر (۱۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار رکعت والی فرض نماز میں سے دوسری رکعت کے قصہ میں درد شریف کی کتنی مقدار پڑھنے سے ہجود بکرا واجب ہوگا؟ از روئے شریعت مسئلہ کی وضاحت دلائل کا علم کے ساتھ مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اس مسئلہ میں مختلف روایات ہیں:

(۱) ”اللہم صل علی محمد“ تک پڑھنے سے ہجود بکرا واجب ہوگا۔

(۲) ”و علی آل محمد“ تک پڑھنے سے ہجود بکرا واجب ہوگا۔

(۳) ایک کن کی مقدار تا خیر ہونے سے ہجود بکرا واجب ہوگا۔

(۴) ایک حرف بھی از آخر پڑھایا تو ہجود بکرا واجب ہوگا۔

طاسرینی نے شرح منہ میں فرمایا ہے کہ "وعلى آل محمد" دلی دوسری روایت جس کو کلاخی امام نے ذکر کیا ہے اس پر اکثر فقہاء کرام کا عمل ہے اور یہی روایت اصح ہے "وعلیٰ سر خیر الدین" دلی نے بھی اسی کو ترجیح دینے کو مناسب قرار دیا ہے۔

"قال زادنا هذا ذكره فيجب الاعادة او ماهاوا جب عليه سجود السهو في افعال
التي هم صل على محمد فقط على المذهب القضي به انه قال ابن عابد بن قبل
لا يجب ما لم يقل وعلى آل محمد ذكره القاضي الامام والليل ما
لم يذخر مقدار اداء ركعتين وقيل يجب ولو زاد احد ركعات احدى اركان الكل
في البحر و ذكر ان ما ذكره المصنف هنا هو المختار كما في الخلاصة واختاره
في النهاية و صرح الزيلعي في السهو بان الاصح و كلام الحلبي في شرح
المصنف الكبير يقتضي ترجيح هذا لکن ذکر فی شرحه التصحیح ان ما ذکره
القاضي الامام هو الذي عليه الاكثر وهو الاصح قال الخبير الرملي فقد اختلف
التصحيح كما ترى وينبغي ترجيح ما ذكره القاضي الامام"۔۔۔
(رد المحتار: ۱/ ۳۷۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سورت کھل کرنے سے پہلے رکوع میں چلا گیا تو سجدہ کھولا زم ہے:

مسئلہ نمبر (۱۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سورت فاتحہ کے بعد سورت
ماتا ہے لیکن آدھی ہوتی ہے اور یہ سوچتا ہے کہ رکوع میں جا کر پھر سورت رکوع میں پوری کرے ہوں بھراے خیال
آتا ہے کہ قرأت تو صرف کھڑے ہو کر ہی کرنی تھی، تو اب مسئلہ یہ ہے کہ رکوع میں کی جائے دلی قرأت سے
نہا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سورت مقررہ میں نماز ہو جائے گی لیکن سجدہ کھولا زم ہوگا۔

"و كذا الوفاء آية في الركوع والسجود أو القومة لعلبه السهو كما في الظهيرة

و غیر ہوا علیہ فی المحيط بتاخیر رکن او واجب الخ"۔۔۔ (البحر الرائق: ۴/۳۷۴)

"وفی غریب الروایۃ: اذا قرأ أحدنا یعنی فی حالة الشہد فعلیہ السہولان الموضوع لیس بموضع القراءة وكذلك لو قرأ آية فی ركوعه او سجوده الخ"۔۔۔ (المحیط البرہانی: ۳/۱۳۲)

"ولو قرأ آية فی الركوع او السجود او القومة فعليه السهو"۔۔۔ (حاشیہ الطحطاوی علی مرآی القلاح: ۴۶۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سورت فاتحہ کے بعد خمس سورت بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سورت فاتحہ کے بعد رکوع میں چلا جاتا ہے رکوع میں خیال آتا ہے کہ کوئی اور سورت نہیں پڑھی تو میرا ب کیا کرے وہیں چلا جائے یا رکوع میں ہی سورت پڑھے یا دوبارہ پڑھے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

یہ شخص قیام کی طرف وہیں لوٹے سورت پڑھے اور رکوع کا بارہا کرے اور نماز کے آخر میں سجدہ بھول کرے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

"ولو ترك السورة فذكر هاتئ الركوع او بعد الزرع منه قبل السجود فاته بعد وقرأ السورة وبعده الركوع وعليه السهولة بقرأة السورة وقعت لروض ليرتفع الركوع حتى لو لم يعده فسدت صلاته"۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسیوق اگر امام کے ساتھ سلام بھگورے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص امام کے ساتھ قہری رکعت میں شریک ہوا لیکن امام کے سلام بھگرتے وقت اس شخص نے بھی سلام بھگور دیا اور سلام بھگرنے کے بعد کھڑے ہو کر باقی نماز ادا کی تو کیا اس سورت میں سجدہ ہو یا نہ ہو؟ گناہ نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقوم میں اگر اس شخص نے بالکل امام کے ساتھ ساتھ یعنی متصل سلام پکیرا تو سجدہ سہولاً لازم نہ ہوگا اور اگر معمولی سی بھی تاخیر ہو گئی تو سجدہ سہولاً لازم آجیگا اور عموماً تاخیر ہو جاتی ہے، چنانچہ احتیاطاً سجدہ سہولاً کر لینا چاہیے۔

”قولہ (والمسبوق يسجد مع امامه) قيد بالسجود دلالة لا يتابعه في السلام معه

ويسجد معه ويشهد باننا سلم الامام فام اني القضاء فان سلم فان كان

عامة السجدة والا لا ولا لسجود عليه ان سلم سهوا قيل الامام او معه وان سلم

بعده لزمه لكونه منفردا حينئذ“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۴۹)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سجدہ سہولاً واجب اور اور ادا نہ کیا جائے تو نماز واجب الاعداد ہے:

مسئلہ نمبر (۱۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام چوتھی رکعت چڑھ کر پانچویں رکعت کے لیے اٹھ گیا پھر اس کو یاد آیا تو وہ بیٹھ گیا لیکن اس کے ذمہ سجدہ سہولاً لازم ہو گیا تھا پھر بھی اس نے سجدہ سہولاً نہیں کیا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ واجب الاعداد ہے یا نہیں؟ برائے سرکاری واضح فرمیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقوم میں نماز واجب الاعداد ہے، کیونکہ اگر سجدہ سہولاً لازم ہو اور ادا نہ کرے تو اس سے نماز واجب الاعداد ہوگی چنانچہ اگر نماز کا اہم دشمن کرنا تو ایسے شخص کا حق اور گنہگار ہوگا۔

”لما اوجبات لا تنفس سجدہ کہما و لعمادہ جو مائی العمدو السهو ان

لم يسجد له۔۔۔ قولہ (ان لم يسجد له) ای لسهو“۔۔۔ (الفرع

الر: ۱/۳۳۶)

”وان لم يمتدحكون فاسفا العا“۔۔۔ (الفرع علی الرد: ۱/۳۳۷)

”وان سلم بنية القطع من وجب عليه السهو فهو في الصلاة ان سجد

للسهو والا لا مدحما هو الاصح“ (سراج الہدیۃ: ۱/۱۴۹)

”قال في الخلاصة وان سلم وهو لا يريد ان يسجد لسهو ثم يكن تسليمة

ذلک قطعاً حتی لو بدأ له ان يسجد هو فی مجلسه ذلک قبل ان يقوم وقبل ان يتكلم فانه يسجد سجدة فی السجودان تکلم او خرج من المسجد لا تلتی بهما"۔۔۔ (خلاصۃ القضاوی: ۱/۳۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تعداوتی میں بھول کر دو شریف پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر آدمی چار رکعت نماز سنت مؤکدہ پڑھ رہا ہو لیکن دوسری رکعت میں التیات کے بعد بھول کر دو شریف پڑھ چکا تو اس وقت اعتناء ٹھیک ہے یا نہیں؟ اگر ٹھیک ہے تو چوتھی رکعت میں جہدہ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر دو شریف پڑھ چکا ہو تب بھی وہ تیسری رکعت کے لیے اٹھے گا اور چوتھی رکعت میں جہدہ سہو کرے گا بلکہ دو شریف اگر تکمیل نہ بھی پڑھا ہو اور صرف اہل آل محمد تک پڑھا ہو پھر بھی جہدہ سہو واجب ہوگا۔

"وفندمنا عن القاضي الامام انه يجب ما لم يخل وعلى ان محمداً في شرح
المعية الصغير انه قول الاكبر وهو الاصح قال الخیر الرملي فقد اختلف
الاصح كمالري ويبنى ترجيح ما قاله القاضي الامام"۔۔۔
(رد المحتار: ۱/۵۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مبوق امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیرے تو جہدہ کا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۱۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مبوق امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیرے مگر کسی سے کام یا کوئی عمل کثیر کرنے سے پہلے سے فوراً یاد آ جائے کہ نماز کی ایک رکعت یا دو رکعتیں رہتی ہیں تو کیا نماز دوبارہ شروع کرے یا اسی پر بنا کر کے بغیر نماز پوری کر کے جہدہ سہو کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکور شخص کی نماز مجددہ ہو کرنے سے درست ہو جائے گی اور ضروری نہیں بشرطیکہ سلام بھول کر پھرے اور کوئی ایسا عمل نہ پایا جائے جو قصد صلاۃ ہو البتہ اگر امام کے ساتھ قصد اسلام پھیرے گا تو اس کی نماز قاسد ہو جائے گی، اس کو لوٹنا ضروری ہے اور نہ لوٹنے کی صورت میں مذکور شخص قاسن اور گنہگار ہوگا۔

”فی الہندیۃ ولو سلم المسبوق مع الامام یظن ان کان ذا فکر الماعلیہ من القضاء فسدت صلاتہ وان کان ساهیا الماعلیہ من القضاء لا یفسد صلاتہ لانہ سلام الساہی لایحرجہ عن حرمة الصلاۃ کذا فی شرح الطحاوی وفیہ: ولو سلم علی راس الرکعتین علی ظن انہاربعۃ فانیہ بعضی علی صلاتہ ویسجد للسجود کذا فی فتاویٰ قاضیخان“۔۔۔ (الہندیۃ: ۹۸۱)

”وان لم یعدھا یحکون فاسفا آثمًا“۔۔۔ (الترغیب علی الر: ۱: ۳۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسبوق پر امام کا سلام پھیرنے کے بعد مجددہ ہو واجب ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی مسبوق پر اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد مجددہ ہو واجب ہو جائے تو وہ مجددہ ہو مسبوق کرے گا یا وہ مقتدی کے حکم میں ہے کہ مقتدی پر مجددہ ہو واجب نہیں ہوگا؟ ارادہ کر م قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد اگر مسبوق پر مجددہ ہو واجب ہو جائے تو مجددہ ہو ضرور کرے گا کیونکہ اب یہ مفرد کے حکم میں ہے۔ اور اگر مجددہ ہو واجب ہو اور نہ کرے تو نماز واجب کا عاودہ ہے، چنانچہ اگر نماز کا عاودہ نہیں کیا تو قاسن اور گنہگار ہوگا۔

”وہی کسی بن المسبوق یدافع امامہ فی سجود السجود ولم اذا قام اثنی القضاء

وسہا لانیہ یسجد لایا لفقہ تکرر وسجود السجود واجب عنہ فی البدائع بان

الشکر لوفی صلاة واحدة غير مشروع وهما صلاتان حكمهما وان كانت التحريمه
واحدة لان المسبوق فيما يقضى كالمنفرد الخ"۔۔۔ (البحر الرائق: ۱/۴۵۷)
"والمسبوق بسجد السجود فيما يقضى"۔۔۔ (التهذيب: ۱/۱۴۹)
"المسبوق اذا لم يتابع الامام في سجود السجود وسجد السجود فيما يقضى كقائه
مجدلنا۔۔۔ ولو تابع الامام في سجود السجود وسجد السجود فيما يقضى كقائه
سجد السجود"۔۔۔ (الاصحاح: ۱/۲۴۴)
"وان لم يعد لها يكون فاسقا آتيا"۔۔۔ (الترغيب والترہیب: ۱/۳۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تھدا نماز میں واجب چھوڑنے سے نماز واجب الاعادہ ہے:

مسئلہ نمبر (۱۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نماز کے اندر کوئی صحابہ واجب کو چھوڑ دے تو آیا اس سے اس کی نماز قاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر قاسد نہیں ہوتی تو کیا آخر میں مجدد ہو کر کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرتبہ میں واضح ہے کہ مجدد ہو کر واجب کو چھوڑنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے
تھدا چھوڑنے کی وجہ سے مجدد ہو کر واجب نہیں ہوتا بلکہ نماز واجب الیہ وہ ہوتی ہے، لہذا اس صورت میں مجدد ہو کر کرنے
سے نماز درست نہ ہوگی بلکہ اس نماز کا الیہ وہ (دوبارہ پڑھنا) واجب ہے اگر اس نماز کا اعادہ نہ کیا تو قاسق
اور گنہگار ہوگا۔

"(و لہا واجبات) لا تقصد ہر کھاوا لعاذو جو باقی العمدو السجود ان لم یسجد لہ

وان لم یعد ہا یكون فاسقا آتيا"۔۔۔ (الترغیب والترہیب: ۱/۳۳۶، ۳۳۷)

"و ظاہر کلام السجود الغیر انہ لا یجب السجود ولی العمدو انما یجب الاعادہ

اذا ترک واجبا عمدا اجبر التقصا نہ و ذکر التوالتی لی لغاۃ ان التوالتی

اذا ترک عمدا لا یجبر بسجدتی السجود لانہما غیر لفا جبرین بالشرع و الشرع

ورد حالۃ السہر وجعلہما متلازلہذا الثلاث لا فرقہ لان الشی لا یجبر بما فرقه
والنقصان المتعین بترك الواجب عامہ لفرق النقصان المتعین بتركه
سأھیرو هذا الجاہل اذا كان متلا لثلاث سہوا كان افون من الثلاث عمدا
والشی لا یجبر بما فرقه و حاصد ان الملازمۃ بین السبب والمسبب شرط
والعمد جنایۃ محضۃ والسجدة عیانۃ لالتصالح سببها الخ ...
(البحر الرائق: ۱/۲۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں صورتۃ فاتحہ اور دوسری صورت میں سے کوئی ایک یا دونوں چھوڑنا:

مسئلہ نمبر (۱۹۵) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص قیام میں فاتحہ یا صورت کی
جگہ دے قنوت یا کوئی دوسری دعا پڑھ لے تو شرعاً نماز کا کیا حکم ہے؟ برائے میرانی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر دے قنوت صورت فاتحہ سے قنن پڑھی ہے تو اس صورت میں بھید بھی شرعاً
نہیں بلکہ بھید کے نماز درست ہوگی اور صورت فاتحہ یا صورت میں سے ایک کو بالکل چھوڑ دینا تو ترک واجب کی
جگہ سے بھید سمجھا جائے گا اور اگر دونوں کو ترک کر دیا اور کراہ میں چلا گیا یا ان کی جگہ صرف دعا پڑھ کر کراہ
میں چلا گیا تو اس کی نماز نہ ہوگی وہ بارہ پڑھے کیونکہ مطلق قرأت فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی
ہے۔

"وان التبع الصلاة فقرأ التشهد في قيامه قبل ان يشرع في قراءة الفاتحة عامدا

او ساهيا لا سہر علیہ الا"۔۔ (فتاویٰ خانہ ہامش علی الہندیۃ: ۱/۲۴۴)

"وفي الہندیۃ (منہا) قراءۃ الفاتحة والسورة اذا ترک الفاتحة فی الاولین

او احدہما بمنزلة السہو وفيہ ایضا، ولو قراء الفاتحة وحدها وترك السورة

يجب علیہ سجود السہو الا"۔۔ (الہندیۃ: ۱/۲۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امام پانچویں رکعت کا کوع کرنے سے قبل بیٹھ جائے تو سجدہ کھڑا واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۱۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عجمت کی نماز میں امام پانچویں رکعت کے لیے اٹھ گیا، لیکن پھر یاد آنے پر دوبارہ بیٹھ گیا اس کے ذمہ سجدہ کھڑا واجب ہو گا یا نہیں؟ از دارالکرم قرآن و سنت کی واضح دلائل کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں امام پانچویں سجدہ کھڑا واجب ہے اگر سجدہ ہو گئی کیا تو نماز واجب الاعداد ہوگی۔

”وان سجد من القعدة لا عبرة حتى قام الى الخامسة رجع الى القعدة ما لم يسجد لان فيه اصلاح صلاحه... والى الخامسة لانه رجع الى شيء محله قبلها البر نفى وسجد السهر“... (مختار: ۱/۱۶۶)

”ولو قام في الصلاة الرابعة الى الركعة الخامسة او بعد بغير رفع رأسه من السجود في الركعة الثالثة او قام الى الرابعة في المغرب او الثالثة... يجب عليه سجود السهر“... (محلی کبیری: ۳۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں سورتوں کو بالترتیب کے پڑھنے سے کھڑا واجب نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر (۱۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں سورۃیں کسی ترتیب کے ساتھ پڑھنی چاہیے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جو ترتیب قرآن مجید میں سورتوں کی ہے نماز میں بھی اسی ترتیب کے ساتھ پڑھنا واجب ہے البتہ یہ واجبات نظم القرآن میں سے ہے لہذا تقدیم و تاخیر پر مجبور کھلازم نہیں آتا۔

”وفي التنجيس لو قرأ سورة ثم قرأ في الثانية سورة قبلها ساء لا يجب عليه السجود لان مرحلة ترتيب السور من واجبات نظم القرآن لا من واجبات الصلاة فتروكها لا يجب سجود السهر“... (البحر الرائق: ۱/۱۶۷)

”قال في المتن وان يقرأ منكوماً الا اذا نهم ليقرأ من البقرة. وقوله وان يقرأ منكوماً، بان يقرأ في الثانية سورة اعلى مدافراً في الاولى لان ترتيب السور في القراءة من واجبات الثلاثة“ . (الدرع الرد: ۱/۳۰۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد منفرہ کی طرح ہے:

مسئلہ نمبر (۱۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مقتدی امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شامل ہوا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ پہلی رکعت پڑھنے لگا کہ یہ عمل ہو گیا کہ جس سے جہدہ سہا جائے کیا یہ جہدہ سو کرے گا یا اس کی یہ رکعت بھی امام صاحب کے ساتھ شمار ہوگی جس کی وجہ سے جہدہ ہوگا یا نہیں ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر مسبوق مقتدی نے امام کے سلام کے بعد پڑھی جانے والی رکعت کے اندر ایسا عمل کیا جس سے جہدہ سو کر واجب ہوتا ہے تو مقتدی کو جہدہ سو کر واجب ہے کیونکہ وہ منفرہ کی طرح ہے۔

”واما المسبوق اذا سها فيما يقضي وجب عليه السهو لانه فيما يقضي منزلة المنفرد الا ترى انه يقرأ عليه القراءة“ . (مدارج الصنائع: ۱/۳۲۰)

”واما المسبوق في الحكم كانه منفرد لو اهلدا كان عليه القراءة فيما يقضي ولو سها فيما يقضي كان عليه السهو“ . (المحيط: ۳/۱۱۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسبوق مقتدی امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۹۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام کے ساتھ دوسری طرف سلام پھیر دیا بعد میں پتہ چلا کہ میری ایک رکعت راقی ہے کیا یہ مقتدی نماز سے خارج ہو گیا یا اس کو یاد آتے ہی باقی نماز ادا کرے گا؟ رکعت پڑھنے کی صورت میں جہدہ سو کر واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مسبوق نے اگر سلام پھیرنے کے بعد مکمل کثیر کر لیا تو نماز سے خارج ہو گیا اگر مکمل کثیر نہیں کیا تو نماز سے خارج نہیں ہو رکعت یا آنے کی صورت میں ادا کرے گا اور رکعت چڑھنے کی صورت میں اگر اس نے سلام نام سے پہلے یا امام کے ساتھ ہی پھیرا تھا تو مسبوق پر کچھ کونٹیں ہے اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تھا تو اس پر کچھ کھواہب ہے، اگر وہ بیشتر مقتدی امام کے بعد سلام پھیرتا ہے چنانچہ احتیاطاً کچھ سو کر لینا چاہیے۔

”المسبوق اذا سلم مع الامام ساعيا ومسح يديه على وجهه بعد السلام كما يفعل ذلك في العادة ثم تذكر ليس له ان يني لان مسح اليدين على الوجه عمل كبير من رآه يظنه عجاج الصلاة وهذا هو حد العمل الكثير فيصير عار جازم الصلاة“... (المحيط: ۱۱۲/۳)

”ولا يسلم اذا سلم الامام لان السلام للخروج عن الصلاة واليدني عليه ان كان الصلاة فاذا سلم مع الامام فان كان ذا كثر الماعليه من القضاء لصدت صلاته لانه سلام عمدا وان لم يكن ذا كثر لا يفسد لانه سلام سهو فلم يخرج من الصلاة. وهل يلزمه سجود السهو لاجل سلامه ينظر ان سلم قبل تسليم الامام او سلاما لا يلزمه لان سهوه سهو الماعدي و سهو الماعدي معطل وان سلم بعد تسليم الامام لزمه لان سهوه سهو المنفر ذيقضي ما فاتته ثم يسجد للسهو في آخر صلاته“... (بدائع الصنائع: ۱/۲۲۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

واجب نماز میں پھوڑنے سے کچھ کھاکانی نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۰۰) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نمازی نے نماز میں کوئی واجب نماز پھوڑ دیا تو کچھ سو کر کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی یا عار و کراہت واجب ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر نماز میں کوئی واجب مہم چھوڑ دیا تو تہجد کو کرنے سے نماز صحیح نہیں ہوگی بلکہ دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے۔

”وظاهر كلام الحكم العلي لا يجب السجود في العمود والماتجب الاعادة

جبر القصاصة كنه في طهر الطواف لا“... (الهندية: ۱/۱۲۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تہجد میں تہجد کی بجائے کوئی سورت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر تہجد میں التحيات کی جگہ سورت فاتحہ پڑھ لی تو کیا تہجد کو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سورت مرقومہ میں اگر تہجد میں التحيات کے بجائے سورت فاتحہ یا کوئی اور سورت بھول کر پڑھ لی تو تہجد کو کر لینے سے نماز صحیح اور درست ہو جائے گی۔

”والاقرار الصالحة مكان التشهد فعليه السهو وكذا لك الاقرار الصالحة ثم

التشهد كان عليه السهو كذا روى عن ابي حنيفة“... (الهندية: ۱/۱۲۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسبق اگر سہو امام سے پہلے یا اس کے ساتھ سلام بھیر دے تو تہجد کو تہجد واجب نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی صبح کی نماز میں دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور آخر میں سہو امام کے ساتھ سلام بھیر دیا، پھر یاد آئے کہ کھڑا ہو گیا تو آیا ایسے شخص پر تہجد کو ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر تہجد کو شخص نے امام سے پہلے یا امام کے ساتھ سلام بھیرا ہے تو اس پر تہجد کو تہجد واجب نہیں ہے اور اگر امام

کے سلام پھیرنے کے بعد اس نے سلام پھیرا تو اس صورت میں اس پر کچھ کچھ واجب ہوگا۔ اور نہ کرنے کی صورت میں نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔

” (و منها) انه لو سمع مع الامام ما حيا اوقبله لا يلزمه سجود السهو وان سلم بعده

لزمه. كذا في الظهيرية هو المختار“۔۔ (الهندية: ۱/۱۹۱م)

” لهما واجبات لا تسقط بشر كهما وان عادوا جوباني العمود السهو ان

لم يسجد له... قولان لم يسجد له اي للسهو“۔۔ (الترغيع الرود: ۱/۳۳۶م)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کچھ کچھ واجب نہ ہو اور ادا کیا جائے تو نماز کی ہوگی:

مسئلہ نمبر (۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے امام کے ساتھ دائیں طرف کو سلام پھیرا اس کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں نے ابھی ایک رکعت پڑھنی ہے تو اس کے بعد میں نے رکعت بھی پڑھ لی اور کچھ سوچا کیا میرے بعد کچھ کچھ واجب تھا؟ اگر کچھ کچھ واجب تھا تو میں نے کیا تو انکی صورت میں میری نماز ہوگی یا دوبارہ نوافل پڑھنے کی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مجھ سے سلام پھیرا ہے لہذا آپ کی نماز ہوگی امام کے سلام سے پہلے یا امام کے سلام کے ساتھ ہی سلام پھیرا ہے تو کچھ کچھ واجب نہیں ہاں اگر امام کے بعد سلام پھیرا تھا تو کچھ کچھ واجب ہے نیز کچھ کچھ واجب نہ ہونے کی صورت میں کچھ کچھ کرنے سے نماز ہو جائے گی مگر یہ انہیں کہتا تھا چند نمازوں نے کی ضرورت نہیں اگر کچھ کچھ بھول واقع ہو جائے تو اس سے کچھ کچھ واجب نہیں ہوتا۔

” السهو في سجود السهو لا يوجب السهو لانه لا يتصاحى كذا في

التهذيب“۔۔ (الهندية: ۱/۱۳۰م)

” (و منها) انه لو سمع مع الامام ما حيا اوقبله لا يلزمه سجود السهو وان سلم بعده

لزمه. كذا في الظهيرية هو المختار“۔۔ (الهندية: ۱/۹۱م)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نہجہ ہو واجب ہو جائے تو امام کے ساتھ مسبوق بھی ہوا کرے گا:

مسئلہ نمبر (۳۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) نماز میں آخری رکعت میں تکیہ اور درود شریف کے بعد ”رب اجعلنی مقیم الصلاۃ الخ“ والی دعا پڑھنا ضروری ہے یا کوئی اور قرآنی آیات یا سنون دعا پڑھی جاسکتی ہے؟ نمونہ کے لیے چند دعائیں ذکر فرمائیں؟

(۲) کیا مسبوق امام کے ساتھ نہجہ ہو کرے گا یا ایسے پیچھے ہوگا؟

(۳) اہم کی نماز سے اپنی نماز کی طرف یہ انتقال واجب ہے یا سنت ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) مذکورہ دعا پڑھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ امیدوار تو دعائیں سے کوئی بھی دعا پڑھ سکتا ہے مثلاً ”اللهم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً الخ“ اور ”ربنا اتنا فی الدنیا حسنة الخ“ وغیرہ۔

”فان الخرج من الصلاة على النبی ﷺ . ثم يقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنة الخ کذا فی الخلاصة . ومن الادعية المأثورة ما روی عن ابی بکرؓ انه قال لرسول اللہ ﷺ علمنی دعاءً اذعوبه فی صلاتی فقال اللهم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً الخ کذا فی التہذیب ویستحب ان يقول المصلی بعد ذکر الصلاة فی آخر الصلاة رب اجعلنی مقیم الصلاة الخ کذا فی التتار عنایتة (۱/۷۶۱) عن الحجة“..... (الہدیۃ: ۷۶۱)

(۲) مسبوق امام کے ساتھ نہجہ ہو کرے گا۔

”والمسبوق یجعل مع امامه مطلقاً سواء کان السہر قبل الاقضاء او بعده ثم یقضى ما فاتہ“..... (الفرع علی الرد: ۱/۵۴۹)

(۳) اہم کی نماز سے اپنی نماز کی طرف یہ انتقال واجب ہے حتیٰ کہ اگر مسبوق نے جان بوجہ کہ سلام پھیر دیا اور قضاء، فات کے لیے کھڑا نہ ہوا تو نماز قاسم ہو جائے گی۔

”فانما مسلم الامام قام الی القضاء فان سلم فان کان عامدا لسنت

والا ولا سجد عليه ان سلم سجد اقبل الامام او معه وان سلم بعده لمعه لكونه

مضر داحضاً..... (رد المحتار: ۱/۵۴۹)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تقدہ اخیرہ فرض ہے اگر چھوٹ جائے تو فرض نماز باطل ہو جائیگی:

مسئلہ نمبر (۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی دو رکعت نماز کی نیت کر لیتا ہے نماز غوا فرض ہو یا نفل اس آدمی نے دو رکعت کے بعد تکیہ چڑھا تھا لیکن پہلی کی وجہ سے وہ تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور اس کو تیسری رکعت میں دو رکوع یا سجدے کے بعد یا ناکہ یہ تیسری رکعت ہے اب اس نے چوتھی رکعت بھی ساتھ ملا دی یا اس آدمی کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو کیوں نہیں ہوئی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر اس آدمی کی یہ نماز فرض تھی تو اس کی فرضیت باطل ہو کر نفل ہو جائے گی اس لیے کہ تقدہ اخیرہ فرض تھا اور اس نے چھوڑ دیا اور آخر میں سجدہ سمجھ کر کرے اور اگر اس کی یہ نماز نفل تھی تو چوتھی رکعت کے جانے اور سجدہ سمجھ کر کرنے سے اس کی نماز درست ہو جائے گی۔

”وإذا لم يقعد الفرض بالشهد على الفجر بطل لرحله بترك القعود على

الركعتين“..... (الهندي: ۱/۱۴۹)

”(و قال لي بيان مذهب الحنفية) السبب الثاني من اسباب سجد السجود ان

يسهو عن القعود لا غير المفروض ويقوم و حكم هذه الحالة ان يعود ويجلس

بقدر الشهد لم يسلم ويسجد للسجود لانه اخر القعود المفروض عن محله

لانما مضى في الصلاة وسجد قبل ان يجلس انقلبت صلاته فلا يصح ترفع راسه

من السجدة وينضم اليها ركعة سابعة ولو كان في صلاة العصر ولا يسجد

للسجود في هذه الحالة على الاصح لان انقلابه فلا يرفع سجود السجود بخلاف

سائر كان فلا من الاصل لانه يسجد على كل حال ليكون ملزماً باعادة

الفرع الذي انقلب فلا“..... (كتاب الفقہ علی المذہب الاربع: ۱/۳۹۸)

”و لم يذكر المصنف سجود السهولان الاصح عدمه لان الظاهر

بالسجود لا ينجر بالسجود الخ“۔ (البحر الرائق: ۴/۱۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بعد از عیدین میں ہجہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶): کیا نماز میں دو رکعتیں کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عید الاضحیٰ کے دوران اگر امام صاحب کی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد تین تکبیرات کہہ کر قرأت سے پہلے ہی رکوع میں چلا جائے ایک بار دو رکعتوں کے اللہ اکبر کہنے پر یا ایک نہ لوئے چند اور مقتدیوں کے کہنے پر یا ایک لوئے اور قرأت شروع کر دے پھر آخر میں ہجہ ہو کرے تو کیا نماز ہو جائے گی حالانکہ ایک رکعت میں تو رکوع کے ہونے سے رکوع میں تسبیح نہ پڑھی ہو تو کیا نماز ہو جائے گی یا اعادہ ضروری ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں ہجہ ہو کرنے سے نماز درست ہو گئی ہے اعادہ ضروری نہیں نیز عیدین اور جمعہ میں جمع کثیر ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہجہ ہو کرنے سے اشتکاد اور لوگوں کی نماز خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے ہجہ ہو کر اٹھ جاتا ہے اور خراج عظیم کی وجہ سے اعادہ بھی صحاف ہو جاتا ہے۔

”و منها رعاية الترتيب..... ولو قلتم ان ركوع علي القراءاة لزمه السجود لكن

لا يعتد بالركوع فيفرض اعادته بعد القراءاة كخلفي البحر الرائق“۔ (التهذيب:

۱/۱۲۷)

”اكثر المشايخ على ان سجود السهول يجب ستة اشياء بتقديم

ركن و يصاحبه ركع و يسكنه ركع و يتغير واجب و يترك واجب و يترك

سنة يضاف الي جميع الصلاة اما تقديم الركن نحو ان يركع قبل ان يقرأ

او يستقبل ان يركع“۔ (النتائج جلد: ۳۸۸، ۳۸۷، ۳۸۶)

”ومن سها عن فاتحة الكتاب في الاولى اولى الثانية وذا ذكر بعد ما لرا بعض

السورة يعود فيقرأ بالفاتحة ثم بالسورة قال الظهير ابو النيث يلزمه

سجود السہو....، وفي الخلاصة اذا ركع ولم يقرأ السورة ورفع رأسه وقراء السورة واعاد الركوع وعليه السهو هو الصحيح كذا في التارخانية... (الهدية: ۱/۳۶)

”ولا يأتي الامام بسجود السهو في الجمعة والعیدین، دفعا للفتنة بكثرة الجماعة وبطلان صلاة من يرى لزوم المتابعة، وفساد الصلاة بتركه“..... (حاشية الطحطاوى مع مراعى الفلاح: ۳۶۵)

”بكثرة الجماعة، الباء للسببية وهي متعلقة بقوله للفتنة واحل العلامة التواني من هذه السببية ان عدم السجود فليقلعها اذا حضر جمع كثير امام اذا لم يحضر وانما الظاهر السجود لعدم الداعي الى الترك وهو التشويش“... (حاشية الطحطاوى على مراعى الفلاح: ۳۶۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مجہد سہو واجب تھا اور ادا کیا تو کیا گنم ہے:

مسئلہ نمبر (۳۷۷) نماز میں امام چٹھی رکعت کے بعد کھڑا ہو گیا پھر لوگوں نے قمر دیا پھر بیٹھ گیا اور پھر مجہد سہو نہیں کیا، کیا نماز ہو گئی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ذکورہ سوال میں مجہد سہو واجب تھا اس کی عدم ادائیگی کی وجہ سے نماز ٹوٹا نا واجب ہے، اور اگر نماز کا اعادہ نہیں کیا تو گنہگار ہو گا۔

”قوله: يجب له للسهو الاتى بيانه في قوله بترك واجب سهواً وذكر في المحیط عن القنورى انه سنة وظاهر الرواية الوجوب وصححه في الهداية وغيره، لانه لا جبر نقصان تمكن في الصلاة فيجب كالدعاء في الحج ويشهد له الأمر به في الاحاديث الصحيحة والمواظبة عليه وظاهر كلامهم انه لو لم يسجد ياتم بترك الواجب وترك سجود السهو بحر وفيه نظر بل ياتم

لترك الجابر فقط اذ لا يتم على السامع نعم هو في صورة العمد ظاهر بوجهي

ان يرتفع هذا الالتم باعانتها تهر... (رد المحتار: ٥٣٥/١)

"وان لم يعلها فاسقا التما"... (الذبح على الرء: ٣٣٤/١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مجہد سہ کے بارے میں دو مسئلے:

مسئلہ نمبر (۲۸)۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) ایک شخص نے فرض نماز میں تیسری یا چوتھی رکعت میں سورت طہاری آیاس پر مجہد سہ واجب ہوا یا نہیں؟

(۲) اگر مجہد سہ واجب نہیں ہو اور اس آدی نے کر دیا تو اس میں نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرتبہ میں مذکورہ شخص پر مجہد سہ واجب نہیں ہے نیز مجہد سہ (یا موجود واجب نہ ہونے کے) کرنے سے نماز ادا ہو جائے گی۔

"ولو قسم السورة التي القاصحة في الاخرين لاسهر عليه في

الاصح"... (البحر: ١٦٤/٢)

"اذ اظن الامام ان عليه سهر السجد للسهر وابعه المسبوق في ذلك لم علم

ان الامام لم يكن عليه سهر فيه ووايهان، واختلف المشايخ لا اختلاف

الروايتين واشهرهما ان صلاة المسبوق يفسد وقال الامام ابو حنيفة الكبير

لا يفسد النصر الشهيد اعذبه في واقعاته وان لم يعلم الامام ان ليس عليه

سهر لم يفسد صلاة المسبوق عندهم جميعا"... (علامہ

الفتاوى: ١٦٣/١، ١٦٣)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص چار رکعات فرض پڑھ رہا ہو اور وہ بھول کر دوسری رکعت کے قصد میں سلام پھیر دے تو اس کی چار رکعات صحیح ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر اس شخص نے کوئی اضافی صلوٰۃ پلّی نہ کیا ہو تو یہ آئے پر فوراً کنز ہو جائے اور اپنی باقی دو رکعتیں مکمل کرے اور آخر میں سجدہ بجا کرے۔

”سلم مصلى الظهر ملاحظي رأس الركعتين فوهما التامها، انتهى

او بعد او مسجد السهر لان السلام ساهبا لا يظّل لانه دعاء من وجه الا... ..

(الدر المختار على هامش رد المحتار: ۱/ ۵۵۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

”اللهم صل على“ تک چند پڑھا لیا تو سجدہ بھولا زبم ہوا کیا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۴۰): اگر کوئی شخص پہلا قصد میں بیٹھ گیا شہد کے لیے جب پھر ”اللهم صل على“ تک تشہد پڑھا لیا پھر یاد آیا کہ یہ تو پہلا قصد ہے اب وہ کنز ہوا تو آیا اس پر سجدہ بھولا زبم ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اس حالت میں جب کہ اس نے ”اللهم صل على“ پڑھا ہے اس سے آگے نہیں پڑھا ہے تو اس پر سجدہ سونپنا آئے گا۔

”ولو كثر التشهد في السجدة الاولى فعليه السهو وكذا لو زاد على التشهد

النصاة على النبي ﷺ كذا في التبيين وعليه الفوضى كذا في المضمرات

واختلفوا في قدر الزيادة فقال بعضهم يجب عليه سجود السهو بقوله اللهم

صل على محمد وقال بعضهم لا يجب عليه حتى يقول وعلى آل محمد

والاول اصح“... (فتاوى الهندية: ۱/ ۱۴۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امام ہوا کھڑا ہو گیا پھر مقتدی کے لئے پڑھنے کا نوازا کا حکم:

مسئلہ نمبر (ni) کیا فرماتے ہیں مستفیہان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشاء کی نماز باجماعت حقیقی امام صاحب درمیانی قعدہ بھول کر کھڑے ہو گئے بقول امام صاحب کے الحمد شریف شروع کر چکا تھا، یہ مقتدی بیٹھے رہے، کچھ مقتدی کھڑے ہو گئے بیٹھے والے مقتدیوں میں سے ایک نے اللہ اکبر کا تہجد یا اور پھر امام صاحب بیٹھ گئے، تشہد مکمل کر کے دوبارہ نماز پوری کی بعد میں سجدہ سہواً کی کر لیا، نماز ہو گئی ہوگی، مگر سنت طریقہ کیا ہونا چاہئے تھا؟ جب کہ امام صاحب کہتے ہیں کہ یہی طریقہ ہے۔

(۲) عشاء کی نماز کے بعد لوگ جماعت سے خارج ہو کر اپنی اپنی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، اور ادھر ہی درس شروع ہو جاتا ہے، کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نماز میں غلط پڑتا ہے آپ الگ سامنے پڑے کر درس کا عمل کر لیں، درس والے کہتے ہیں کہ آپ الگ جا کر نماز پڑھیں بلزائی کا بھی ڈر ہے، سنت مکمل سے نوازیں۔

(۳) حدیث بخاری شریف کی کتاب میں پڑھا ہے کہ لڑکان کے الفاظ دہرے ہیں اور اقامت کے الفاظ اکبرے ہیں اور ہم تو دہرے ہی پڑھتے ہیں، وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مسئلہ میں بشرط صحت بیان اگر نوازی بھولے سے قعدہ کے بغیر تیسری رکعت کے لیے عمل کھڑا ہو جائے یا کھڑے ہونے کے قریب ہو تو اسے کھڑے ہو جانا چاہئے، قعدہ کے لیے دہری نہ ہونا چاہئے، اور وہ نماز پوری کرتی چاہئے اور آخر میں سجدہ ہو کر نماز چاہئے، البتہ اگر امام تیسری رکعت میں کھڑے ہو کر مقتدیوں کے لوگ نے پڑھا "شروع کرنے کے بعد غلطی سے قعدہ میں داخل ہو آئے اور آخر میں سجدہ ہو کر لیا تو نماز پھر جاں درست ہوگئی، البتہ آئندہ اس طریقہ پر عمل نہیں کرنا چاہئے، چنانچہ علامہ عسکری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

"وان استطاع قائلنا لا يعود لاشتغاله بغيره الفهم ومسجد للسهر لترك

الواجب فلو عاد الى القعود بعد ذلك لتفسد صلواته لو فطن القوم لمعالي

بغيره وصححه الزبيعي وقيل لا تفسد لكنه يكون مسينا ومسجد لتأخير

الواجب "۔ (درمختار علی هامش رد المحتار: ۲/۸۳)

اور علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"(قوله كما حلفه الكمال) اي بما حاصره ان ذلك وان كان لا يجل لکنه

بالصحة لا يخل لما عرف ان زيادة ما دون ركعة لا يفسد وقراء في شرح العمدة
بما قدمناه اثنا عن القبة فانه يليد علم الفساد بالعود وايده في البحر ايضا
بما في المعراج عن المجيب لو عاد بعد الانتصاب مخطئا قبل يشهد لقطه
القيام والصحيح لا يبل يقوم ولا ينتقض قيامه بالعود لم يؤمر به كمن نفض
الركوع لسورة اخرى لا ينتقض ركوعه اه وبحث فيه في النهر فراجعه قوله
وهو الحق بحر) كان وجهه ماصر عن الفتح او ما في المعنى من ان القول
بالتفاد غلط لانه ليس بترك بل هو تاعير"۔۔ (فتاوى
شمس: ۵۵۱، ۵۵۰/۱)

نیرالدینی حاکمیری میں ہے۔

"ويجب اذا تعدل فيما يقام اوقام فيما يجلس فيه وهو امام او منفرد او ادا القيام
اذا استقم فاما لو كان الى القيام اقرب فانه لا يعود الى التعدة هكذا في الفتاوى
فاضى خان وسجد للسهر"۔۔ (فتاوى الهيدية: ۱/۱۲)

(۲) نماز عشاء کے بعد مسجد میں نماز پڑھنے اور درس کے سلسلہ میں دونوں قسم کے حضرات کو ایک دوسرے کا
احترام کرنا چاہئے، درس والے حضرات کو چاہئے کہ مسجد کے ایک کونہ کو درس کے لئے مقرر کر لیں تا کہ نماز میں کسی
نماز میں غفلت نہ پڑے ہاں طرح درس ڈالنا تاخیر سے شروع کریں کہ نمازی اپنی نماز مکمل کر کے شریک درس ہو سکیں،
پھر نماز پڑھنے والوں کو بھی اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ درس کا وقت ہو جائے تو اپنی نماز ڈالنا وغیرہ کر کے درس میں
شریک ہو جائیں، درس کے بعد نماز مکمل کر لیں، یا مسجد کے ایک کونہ میں نماز پڑھیں جس کو درس کی وجہ سے ان کی نماز میں
غفلت نہ پڑے۔

(۳) اذان و اقامت کے الفاظ کے بارے میں حضور ﷺ کے زمانے میں دو قسم کا عمل بہت ہے، حضرت جلال
رضی اللہ عنہ کی اذان کے بارے میں احادیث میں مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اذان کے کلمات دوسرے دوسرے
تھے، جب کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اذان کے بارے میں احادیث میں مذکور ہے کہ وہ اذان میں شہادتیں کو چار مرتبہ
دہراتے تھے، اسی طرح اقامت کے بارے میں بھی مختلف روایات میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف طریقہ
کار مذکور ہیں، حضرت بذل رضی اللہ عنہ سے ہی اقامت کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اقامت کے
افاظ کو دو دو مرتبہ دہراتے تھے، اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے اذان کے

انہیں اور اقامت کے ستر کلمات، سکھائے، مابین مختلف احادیث کو چڑھ کر کوئی فیصلہ کرنا یا ذہن میں کوئی دوسرا نام ہر کس کو اس کے بس کی بات نہیں قرآن وحدیث کے علوم میں مہارت حاصل رکھنے والے علماء نے ان تمام اصول کو اپنی کتب میں کھولی کر بیان کر دیا ہے، تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی دوسرا نڈال سکے، اقامت کے بارے میں انہما جو نے اپنے اپنے عقیدوں کے لیے راستہ تحقیق کر دیا ہے، حضرت امام، لک رحمہ اللہ کے نزدیک اقامت کے دس کلمات ہیں، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک اقامت کے گیارہ کلمات ہیں، جب کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ اور امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت الامام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق اقامت کے ستر کلمات ہیں، نیز اقامت میں ایچہ کے حکم کے باوجود وضو بھی اقامت کے اول و آخر میں تکبیر کے الفاظ کو درود مرتبہ پڑھتے ہیں، اور علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ اقامت میں تکبیر کے الفاظ کو درود مرتبہ پڑھنے کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اقامت کے اول و آخر میں تکبیر کے الفاظ کو ایک سانس میں پڑھنے سے ایچہ یعنی اکبر کے حکم پر عمل ہو جائے گا، اسی طرح اختلاف کہتے ہیں کہ اقامت کے تمام الفاظ کو باہم ملا کر ایک ایک سانس میں پڑھا جائے تو دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو سکتا ہے، چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے۔

”حدثنا حسن بن علي حدثنا عثمان وسعيد بن عامر وحجاج والمعنى
واحد قالوا حدثنا همام حدثنا عامر الاحول حدثني مكحول ان ابن
عبيد بن جندب ان ابا عبد الله رضي الله عنه حدثه ان رسول الله ﷺ علمه
الاذان سبع عشرة كلمة والائمة سبع عشرة كلمة . . والائمة الله اكبر الله
اكبر الله اكبر الله اكبر الشهدان لا اله الا الله الشهدان لا اله الا الله اشهد ان
محمد رسول الله الشهدان محمد رسول الله حي على الصلوة حي على
الصلوة حي على الفلاح حي على الفلاح قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة
الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله“ . . (سنن ابى داود: ٨٣ / ١)

عن عبد الله بن زيد وحكى الله عنه قال كان اذان رسول الله ﷺ شفعاً شفعاً في الاذان والاقامة .. وقال شعبه عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن ابي ليلى ان عبد الله بن زيد .. رأى الاذان في المنام وهذا اصح من حديث ابن ابي ليلى وعبد الرحمن بن ابي ليلى لم يسمع من عبد الله بن زيد وقال

بعض اہل العلم الاذان منی منی والاقامة منی منی وبہ يقول سليمان الثوري وابن المبارك واهل الكوفة"۔۔ (جميع الترمذی: ۱/۱۴)
 نیز علامہ نور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"وعلمناک رحمہ اللہ تعالیٰ الاقامة ايضا مرة فیهی عبدالمک رحمہ اللہ
 لعالی عشر کلمات وعبدالشافعی واحمد رحمہما اللہ تعالیٰ احدى عشر
 کلمة وعبدالسبعة عشر کلمة ولناہ ماروی عن ابی محذورة فانه کان یقیم
 منی منی وكذلك كانت اقامة الملک عبدای داؤد .. بقيت الاقامة لہی
 عندای محذورة والملک النازل منی منی وعبدالبلال بالایثار ولبت عنہ
 منی ایضا"۔۔۔ (طبقات الباری: ۱/۱۶۰، ۱۶۱/۳)

مولانا محمدی محدث سہارنپوری فرماتے ہیں

"کذا لک مارواه ابن عزيمة فی صحیحہ ولفظہ فعلمہ الاذان والاقامة منی
 منی وكذلك رواہ ابن حبان"۔۔ (حاشیہ صحیح البخاری: ۱/۸۵)
 نیز علامہ نردی شافعی فرماتے ہیں۔

"ان المختار الذی علیہ الجمهور ان الاقامة احدى عشر کلمة مہم اللہ اکبر
 اثنہ اکبر اولاً وآخر اودھ اثنیۃ فالجواب ان هذا وان کان صورة تلبية
 لہو بالنسبة لى الاذان المراد ولهذا قال اصحابنا یتسحب للمؤذن ان يقول
 کل تکبیر تین بنفسی واحدا یقول فی اول الاذان اللہ اکبر اللہ اکبر بنفس
 واحد لم یقول اثنہ اکبر اثنہ اکبر بنفس آخر"۔۔ (شرح صحیح مسلم
 للنووی: ۱/۱۶۳، ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امام چوٹی رکعت میں بھول کر کھڑا ہو گیا پھر سجدہ کیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں امام چوٹی رکعت میں دوسرے
 سجدے کے بعد کھڑا ہو گیا پھر دو گونے متبہ کیا تو بیٹھ گیا اور پھر سجدہ کیا تو بھی نہیں کیا تو کیا اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مسئول صورت میں مجبوراً جواب تھا اس کی عدم مانگنی کی وجہ سے نادر کا نذرناں واجب ہے۔

”لہذا اجبات لا تقصد بغير كفا وتعاذ جوبالي الصمد السهوان لم يسجد له ومن

لم يعدعا يكون لاسقاط المص...“ (ترويع الرد: ۳۳۶، ۳۳۷/۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بعد میں آنے والا مقتدی امام کے ساتھ مجبور ہو کر کے گا:

مسئلہ نمبر (۴۳): کیا فرماتے ہیں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے اور حق

پر مجبور ہو کر واجب ہو گیا پھر ایک مقتدی نماز میں ان کے ساتھ شامل ہوا جو کہ اس رکعت میں شامل نہ تھا جس میں امام

پر مجبور ہو کر واجب ہوا تھا تو جب امام مجبور ہو کر کے تو اس مقتدی کو ان کے ساتھ مجبور ہو کر پڑھنا چاہیے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئول میں جو مقتدی بعد میں امام کے ساتھ آکر نماز میں شریک ہوا ہے وہ بھی امام کی اتباع کرتے

ہوئے مجبور ہو کر کے گا۔

”ولا يشترط ان يكون مقتديا به وقت السجود حتى لو اترك الامام بعد عساها

يلزمه ان يسجد مع الامام لبعاله“ .. (فتاوى الهندية: ۱/۱۲۸)

”والى التهذيب اذا دخل المؤتم بعد عساها الامام سجد مع الامام“ .. (فتاوى

الشام: حاشية جديد: ۳/۳۰۳)

”وكذلك المسروق يسجد لسهو الامام سواء كان سهوا بعد الاقضاء به

او قبله بان كان مسبوقا بركعة وقد سها الامام فيها“.... (بدائع الصنائع:

۱/۳۲۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقتدی اگر بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو سجدہ کو کما حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مقتدی نے امام صاحب کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیر دیا اور بعد میں پتہ چلا کہ میری ایک رکعت رہتی ہے، کیا یہ مقتدی نماز سے خارج ہو گیا یا اس کو یاد آتے ہی باقی نماز ادا کرے گا، رکعت پڑھنے کی صورت میں سجدہ کو واجب ہوگا یا نہیں؟ شرعی حیثیت بیان فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر مقتدی نے امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا ہے اور پھر اس کو یاد آئے ہی فوراً کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی بابت سجدہ کو واجب ہوگا یا اور اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو سجدہ کو نہیں ہے۔

”ولو سلم ساجداً ان بعداً لزمه السجود والا لا (قوله) ولو سلم ساجداً (قوله) لا بد
لو سلم مع الامام على ظن ان عليه السلام معه فهو سلام عمداً ففسد كما
في البحر عن الظهيرية (قوله) لزمه السجود (لانه منفرد في هذه الحالة) (قوله
والا لا) اي وان سلم معه او قبله لا يلزمه لانه مقتضى هاتين الحالتين ح وفي
شرح المعية عن المحيط ان سلم في الاولى مفارقاتاً للسلام فلا سجد عليه لانه
مقتضى بعده يلزم لانه منفرداً ثم قال فعلى هذا برائة المعية حقيقياً
وهو نادر الوقوع اه قلت يشير الى ان الغالب لزوم السجود لان الاغلب عدم
المعية وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس فليحبه له “... (الدروع الرد :
۱/۳۳۳)

”ومنها لو سلم مع الامام ساجداً او قبله لا يلزمه سجود السجود وان سلم بعده لزمه
كذا في الظهيرية هو المختار كذا في جواهر الاعتلاطى وان سلم مع الامام على
ظن ان عليه السلام مع الامام فهو سلام عمداً ففسد كذا في الظهيرية“
--- (فتاوى الهندية: ۱/۹۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

امام نے آیت بجدہ چھی اور بجدہ نہیں کیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵) : کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے نماز میں آیت بجدہ چھی اور بجدہ نہیں کیا سلام پھیر لیا تو اب امام اور مقتدیوں کی نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط بحث سوال صورت مسئلہ میں امام اور مقتدیوں کی نماز ہو جانے کی یقین اب ان کو توبہ و استغفار لازم

←

”ولو تلاها في الصلوة سجدها فيها لا حار جها لعمر وفي البدائع واذا لم يسجد
اثم فسلزمه التوبة قوله واذا لم يسجد ثم الخ الا انه لا يلتصقها قال في شرح
المنية وكل سجدة وجبت في الصلوة ولم تؤد فيها سقطت اي لم يبق السجود
لها مشروعا لغرات محله“۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۷۰)

”و لم تلغ الصلوة حار جها لان لها مزية فلا تلغى بناقص وعليه التوبة لانه
يصدق تركها (قوله لان لها مزية) اي مزية الصلوة فلا تلغى بالسجود حار جها
لانه انقص من السجود فيها“۔۔۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مرآۃ المفاتیح:
۳۹۲)

والله اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امام پر بجدہ سہول لازم تھا اس نے نہیں کیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام پر بجدہ سہول لازم ہو جائے اور وہ سلام پھیر کر نماز ختم کرے تب اس کو یہ کہنے کے بعد دوبارہ بجدہ سہول لازم تھا تو یہ پوچھتا ہے کہ اب وہ کیا کرے گا؟ یعنی کیا وہ نماز کا اعادہ کرے گا یا نہیں؟ اگر کرے گا تو مسیوقین کیا کریں گے؟ سلام پھیر کر اس کے ساتھ دوبارہ نماز میں شریک ہوں گے یا اپنی نماز مکمل کریں گے اور بعد میں آنے والوں کی اقتداء اس امام کے پیچھے اس نماز میں جس کا امام اعادہ کر رہا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مجددہ ہونے کرنے کی وجہ سے نماز واجب الاعادة ہے جو کہ ٹھیک ہے تو اقتداء مفترض کا مختل کے پیچھے لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے، لہذا مسہوقین اور لوہار داس میں شریک نہیں ہو سکتے۔

”والمختار ان المعادة لترك واجب نقل جابر والقرض مطلق بالاولی لان القرض لا يتكرر كعاطی الضر وغیرہ“۔۔۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المرقاۃ: ۳۳۸)

”(قوله والمختار انه) ای الفعل الثاني جابر للاول بعزلة الجبر بسجود السهو وبالاول يخرج عن العدة وان كان علی وجه الكراهة علی الاصح كذا فی شرح الاكمل علی اصول الزدوی ومقابلہ مانقلوه عن ابی السمر من القرض هو الثاني وانصار ابن الهمام الاول قال لان القرض لا يتكرر“۔۔۔ (فتاویٰ حاشی: ۱/۳۳)

”و لا يصح اقتداء المفترض بالمعتل و علی القلب يجوز“۔۔۔ (فتاویٰ حاشی: ۱/۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں مجددہ کو کب واجب ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۶۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرح خمینین مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) نماز میں مجددہ کو کب واجب ہوتا ہے؟
 - (۲) فرض نماز کی پہلی رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے کی بجائے نام تحوذ اسما بھل کر بیٹھ جائے مقتدیوں کے بارے میں کیا حکم قرار دیا جائے تو کیا اس صورت میں مجددہ کو واجب ہوگا یا نہیں؟
 - (۳) مزید یہ کہ اگر مجددہ کو واجب نہ ہو تو مقتدیوں کو مجددہ کو کرنے کے لیے اصرار کرنا کیسا ہے؟ اور اگر اس صورت میں کو کر لیا جائے تو کیسا ہے؟
- قرآن و سنت کی روشنی میں مستفیض فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) تاخیر فرض اور تاخیر واجب اور واجب چھوٹنے سے کبہ کبہ واجب ہوتا ہے۔

(۲) اگر کئی دین بھار دیا کہ تین رکعت "سبحان ربی الاعلیٰ" یا "سبحان ربی العظیم" کہہ سکتا ہے تو کبہ کبہ واجب ہے اور اگر کئی دین نہیں دینا تو کبہ کبہ واجب نہیں ہے۔

(۳) اور معتزل ہیں کہ اس پر امر کرنا درست نہیں اور اگر امام نے کبہ کر لیا تو یہ بھی نماز ہوگئی۔

"لا یجب الا بترك الواجب من واجبات الصلوة فلا یجب ترك السنن والمستحبات كالسجود والتسمیة والثناء والتأمين وتكبيرات الانتطالات والتسبیحات ولا بترك الفرائض لان تركها لا یجوز بسجود السهو بل هو مفسد ان لم یندرك لیعاد او بتأخیرة ای بتأخیر الواجب عن محله او بتأخیر ركن عن محله" (حلی کبری: ۱/۳۹۳)

"ولا یجب السجود الا بترك واجب او تأخیرة او تأخیر ركن او تقلیدة او تركه او تأخیر او تغییر واجب بان یجهر فیما یخالف ولی الحقیقة وجوبه بشیء واحد وهو ترك الواجب" (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۶)

"وكذا القعدة فی آخر الركعة الاولى او الثالثة لیجب تركها ویلزم من فعلها ایضا تأخیر القيام الی الثانية او الرابعة عن محله وهذا اذا كانت القعدة طویلة اما الجلسة الخفیفة الی استیحائها الشافعی فتركها غیر واجب عندنا بل هو الافضل" (فتاویٰ شامی: ۱/۳۳۷)

"سجود السهو واجبة... لا یجب الا بترك الواجب... او بتأخیرة او بتأخیر ركن عن محله... او بؤخر القيام عطف علی ترك ای او بتأخیر ركن نحو ان یؤخر القيام الی الركعة الثانية بان یجلس بعد السجدة الثانية من الركعة الاولى جلسة قبل ان یقوم كما هو منذهب الشافعی وهذا لا یمکن به عذر من وضع اوجع او بؤخر القيام الی الركعة الثالثة بان زاد علی قدر الشاهد فی القعدة الاولى" (حلی کبری: ۳۹۳، ۳۹۴/۱)

”ولو ظن ان الامام عليه سهر فسجد للسهر فتبعه المسوق فيه ثم علم انه لم يكن عليه سهر فالتهم الروايتين ان صلوٰۃ المسوق تفسد لانه مقتدى على موضح لا يضره ان قال القبه ابو القيث لمي زمانا لا تفسد هكذا في الظهيرية“
 --- (فتاوى الهندية: ۱/۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقتدی اگر امام کے سلام سے پہلے سلام بگھروے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۸) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر جماعت کی آخری رکعت میں پیچھے ہیں اور اقیات مکمل ہونے کے بعد مقتدی نے امام کے سلام بگھرنے سے پہلے سلام بگھیر لیا (قطعی سے) تو ایسی صورت حال میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر مقتدی شروع سے آخر تک امام کے ساتھ شریک رہا پھر قطعی سے اقیات مکمل کرنے کے بعد امام کے سلام بگھرنے سے پہلے سلام بگھیر دیا تو اس صورت میں مقتدی کی نماز درست تو ہوگی، البتہ بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔
 ”وہل یلزمہ سجود السهو لاجل سلامہ ینظر ان سلم لیل تسلیم الامام او سلما معا لا یلزمہ لان سہوہ سہوہ المقتدی وسہوہ المقتدی معطل“

--- (مذہب طحاوی: ۱/۳۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسیبوق نے سوا امام کے ساتھ سلام بگھیر دیا تو سجدہ کیا حکم؟

مسئلہ نمبر (۲۹) : (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ایک رکعت کے بعد جماعت میں شامل ہوا پھر اس نے امام صاحب کے ساتھ بھول کر دونوں طرف سلام بگھیر دیا تو کیا اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ ایک رکعت ویسے ہی پوری کر کے سجدہ ہو کرے گا یا نماز کا اعادہ کرے گا؟

(۴) چار رکعت والی فرض نماز میں دوسری رکعت کے قعدہ میں درود شریف کی کتنی مقدار پڑھتے سے کچھ ہو واجب ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مذکورہ میں سلام پھیرنے کے بعد اگر گھٹکو کی ہو یا قبلہ کی جانب سے ہٹ گیا ہو تو نماز نہیں ہوئی دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے، اور اگر سلام پھیرنے کے بعد نہ گھٹکو ہوئی اور نہ ہی قبلہ سے منہ پھرا تو آخری رکعت پوری کر کے کچھ ہو کر نہ گناہ نماز گناہ رہ نہیں ہے۔

”ويسجد للسهو وجوبا وان سلم حامدا، مريذا للقطع لان مجرد نية تغيير المشروع لا تبطله ولا تعتبر مع سلام غير مستحق وهو ذكر فسجد للسهو لبقاء حرمة الصلاة ما لم ينحول عن القبلة ان ينكلم لا بطلانها التحريمه“
(مرآة الفلاح مع الطحاوى: ۴۷۴)

”ويسجد للسهو ولو مع سلامه تاوبا للقطع لان نية تغيير المشروع لغو ما لم ينحول عن القبلة ان ينكلم لبطان التحريمه“.... (رد المحتار: ۱/۵۵۵)

(۴) چار رکعت والی نماز میں اگر دوسری رکعت کے قعدہ میں درود شریف ”اللهم صل على محمد وعلى آل محمد“ تک پڑھ لے تو کچھ ہو واجب ہوتا ہے۔

”وان اعتبر قيام الى الثالثة بزيادة على الشاهد بالضرورة وقبل بحرف وفي الزيلعي الاصح وجوبه باللهم صل على محمد قوله وفي الزيلعي الخ جزم به المصنف في منه في فصل اذا اراد الشروع وقال انه المنعج واحتاره في البحر تبعاً للخلاصة والخصية وظاهر انه لا بد اني لقول المصنف هنا بالضرورة كن تأمل وقدما عن القاضي الامام انه لا يجب ما لم يقل وعلى آل محمد وفي شرح النية الصغير انه قول الاكثر وهو الاصح قال الشيخ النين الرملي فقد اعطى التصحيح كما ترى وبني ترجيح ما لانه القاضي الامام“

“ولوزادى الشهد فى القعدة الاولى على الشهد شينا نظر ان قال اللهم صل على محمد وعلى آل محمد يجب عليه سجود السهو بالاتفاق لانه امر الفرض وهو القيام روى عن ابي حنيفة لانه لوزادحر لا واسنا يجب عليه سجود السهو وروى عنه ما انه ان قال اللهم صل على محمد لا يجب ما لم يقل وعلى آل محمد وكان الشيخ ظهير الدين المرغينانى يقول لا يجب سجود السهو بقوله اللهم صل على محمد ونحوه انما المعبر بمقدار ما يلى فيه وكن وقد تقدم الكلام عليه فى بحث الشهد “ (حلى كبيرى: ٣٤٤)

والله اعلم بالصواب

★★★★★★

نماز میں تکبیرات کے وقت ہاتھ اٹھانا بھول جائیں تو سجدہ ہوگا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۳) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کی نماز میں اگر تکبیرات کہتے وقت اچھا حال نہ ہو کہ جائیں تو آیا عید سکود واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر عید نہ ہو تو کیا نماز عید مان جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسکول میں تجسیرات عیدین کہتے وقت ہاتھ اٹھانا بھول جائے تو عیدہ سہو واجب نہیں ہوتا لہذا اٹھا کر ہو جائے گی۔

ولا يجب بترك الشعير أو السمعة في الأولى والثاء وتكريرات الانقذالات
الاولى لتكبيره الركوع الركعة الثانية من صلاة العيد ولا يجب بترك وبيع
الدين في العدين وغيرهما... (التلويح الهندية: ١/١٣٩)

ولا يجب ان يهوترك رفع اليدين في تكبير الافتتاح ولا يترك ثناء الافتتاح والتعوذو الثامين ولا يترك التسمية في الركعة الاولى ولا يترك صمغ اللسان عند وريدك الحمد ولا يترك تكبيرات الركوع والسجود ولا يترك المسبحات في الركوع والسجود ولا يترك رفع اليدين

فی تکبیرات العبدین وتکبیرات الانصاح "۔ (طحاوی لاصحی عن علی

ہاشم الہمدی: ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امام نے دعائے قنوت کی جگہ رکوع کر لیا پھر قنوت دینے پر واپس آگیا تو جہد سہا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نماز قنوت کے بعد وتر میں کی تیسری رکعت میں "قل هو اللہ احد" پڑھتے ہیں اور وہ رکوع میں چلے جاتے ہیں اور مقتدیوں کے قنوت دینے سے وہ دوبارہ قیام کی طرف لوٹ آتے ہیں اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع میں چلے جاتے ہیں، دعائے قنوت واجب ہے اور رکوع فرض ہے فرض سے واجب کی طرف نہیں آنا چاہئے اور آخر میں جہد سہا بھی نہیں کرتے، آیا وتر میں جماعت ہوئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

"بما لا خلاف ما قولنا ذکر القنوت فی الركوع فانه لا يعود ولا یقتل لہ لقنوت محله

ولو عاد ولو لم یستلم یستلم رکوعہ لان القنوت لا یقع لورعہ فلا یرتفع بہ

الفرق ویسجد للسهو علی کل حال "۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مرتفی

الصلاح: ۳۶۱)

ذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہد سہا واجب ہے، لہذا جہد سہا کرنے کی صورت میں نماز کا اعادہ

ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مفتی مسبق امام کے ساتھ سلام بیکر دے تو جہد سہا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کے سلام بیکر دینے کے ساتھ ہی

مفتی مسبق نے سلام بیکر دیا تو کیا اس پر جہد سہا واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مقتدی مسبوق نے اگر امام کے ساتھ متصل یا اس سے پہلے سلام پھیر دیا تو اس پر سجدہ کد واجب نہیں ہوگا اور اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا تو سجدہ کد واجب ہے۔

"وہل يلزمہ سجود السہر لا جل سلامہ بنظر ان سلم قبل تسليم الامام او سلموا معا لا يلزمہ لان سہوہ سہوہ المقتدی وسہوہ المقتدی متعطل وان سلم بعد تسليم الامام لزمہ لان سہوہ سہوہ المقتدی فيقتضي ما لا ينافي ثم يسجد للسہوہ فی آخر صلاتہ"۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/۳۴۴)

"انہ لو سلم مع الامام سابقا او قبلہ لا يلزمہ سجود السہوہ وان سلم بعدہ لزمہ كذا في الظہیرۃ هو المختار كذا في جوہر الاعلاطی"۔۔ (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۹۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تقدیر اولیٰ میں تشہید پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

- (۱) چار رکعت نماز فرض میں دو رکعتوں کے بعد اقیات پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھنا چاہئے یا نہیں؟
 - (۲) اگر کوئی درود شریف پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟
 - (۳) ایک صاحب فرماتے ہیں: واجب اور سنتوں کی دوسری رکعت میں اقیات کے بعد درود شریف پڑھنے کو ضروری کہتا ہے مدیے شخص کے بارے میں شریعت ٹھہری کا کیا حکم ہے؟
- برائے سہر بانی دلائل سے جوابات مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) چار رکعت نماز فرض میں دو رکعتوں کے بعد صرف اقیات ہی پڑھنی چاہئے اقیات کے بعد اگر "اللہم صل علی محمد و علی آل محمد" تک پڑھ لیا تو سجدہ کد واجب ہو جائے گا۔
- "واللہم صل علی القاضی الامام انہ لا یجب ما لم یقل و علی آل محمد و فی شرح

المنية الصغير انه قول الاكثر وهو الاصح وقال الحبر الرملي قلنا يختلف النصيح كما ترى ويصلي تجميع ما قلناه القاضي الامام اه... (فتاوى ضامی: ۱/۵۳۸)

(۲) اگر کوئی شخص احتیاط کے بعد فرض نماز واجبہ یا سنت مؤکدہ میں درود شریف پڑھ لے تو اس پر مجدد ہو واجب ہے اگر مجدد ہو کرے گا تو نماز مکمل ہو جائے گی بصورت دیگر نماز واجب اللہ عازد ہوگی، اس پر مجدد ہو جائے گا پھر ایسا بھول ہے۔

"ولا يصلي على النبي ﷺ في القعدة الاولى في الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها ولو صلى ناسيا فعليه السهر" - وفي التواتر من ذوات الاربع يصلي على النبي ويستفتح ويحذر - (الترغيب المحذر: ۱/۹۵)

"لها واجبات لا تقصد سهر كذا وتعاد وجوبا في العمدة والسهر ان لم يسجد له وان لم يبعدها يكون فاسقا آثما" - (ترغيب المحذر: هامش علی رد المحتار: ۱/۳۳۶)

(۳) شخص مذکور کا ذیل عبارات فقہاء کے خلاف ہے لہذا مستحکم نہیں ہے، کیونکہ مذکورہ بالا تصریحات فقہاء سے معلوم ہوا کہ درمیانی قعدہ میں احتیاط کے بعد درود شریف پڑھنا واجب مجدد ہو ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قعدہ اخیرہ مجدد کرنا پانچویں رکعت میں بیٹھ کر سلام پکیر دینا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب عثمانی چار رکعت پڑھا کر احتیاط کے لیے ٹھکیں بیٹھ بلکہ پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے، پانچویں رکعت پوری کر کے بیٹھ کر احتیاط پڑھا اور اس کے بعد مجدد ہو بھی کر دیا از روئے شریعت کیا یہ نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں فرض مثلاً نماز نہیں ہو اور اس کا عازد ضروری ہے، چوتھی رکعت کے بعد قعدہ فرض تھا اس صورت میں مجدد ہو کافی نہیں ہے۔

”رجل صلى الظهر خمس ركعات ولم يقعد في الرابعة قال صلاته فاسدة“
... (المبسوط: ۱/۳۹۳)

”وان قيل الخامسة بالسجدة السد ظهراً عندنا“۔۔ (المحيط البرهاني:
۲/۳۲۱)

”فإنما إذا لم يقعد وقام إلى الخامسة فإن لم يقعد بالسجدة يعود لتمام وإن
قيد فسطرحة“۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/۳۴۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

محاذی اور مجدد کی تسبیحات پھوٹنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۵) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اگر نماز یا سجدہ میں تسبیحات
”سبحان ربی العظیم سبحان ربی الاعلیٰ“ جان بوجھ کر چھوڑ دے اور بار بار کہے کہ گنہگار ہوں تو کیا اس کی
نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

تسبیحات کا ذکر اور مجددی پر حقائق فرض ہے اور نہ ہی واجب ہے، ہذا حق کے چھوٹ جانے سے
نماز بغیر مجددی کے درست ہے، کیونکہ یہ سخت مؤکدہ ہے، تاہم جان بوجھ کر نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ چھوڑنے کی
عادت بنانا گناہ ہے۔

”ويقول في ركوعه سبحان ربی العظیم ثلاثاً وذلك اذناه فلترتك التسبیح
اصلاً أو اتى به مرة واحدة يجوز ويكره... ويقول في سجوده سبحان ربی
الاعلیٰ ثلاثاً وذلك اذناه كذلك المحيط ويستحب ان يزيد على الثلاث في
الركوع والسجود بعد ان يحتم بالوتر كذا في الهداية“۔۔ (فتاویٰ الهندیہ:
۱/۷۵، ۷۴)

”ويقول في سجوده سبحان ربی الاعلیٰ ثلاثاً وذلك اذناه لانه لما نزل قوله
سبح اسم ربك الاعلیٰ قال عليه السلام اجعلوا في سجودكم ولما نزل قوله

لعالی تسبیح باسم ربک العظیم قال اجعلوها فی رکوع حکم وفوائده ذالک ادعاء ای ادعاء تسبیحات السجود وادنی کمال الجمع وان ادنی کمال السنة والاوسط خمس والاكمل سبع قال الثوری یستحب ان یقولها الامام خمساً لیتمکن الملتزم من ثلاث فان نقص عن الثلاث او ترک اصلاً جاز ویکره ... (المجمر فی التبرہ: ۱/۶۳)

"وینقل فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلاثاً وذلک ادعاء وان زاد فهو الفضل بعد ان یختم علی وتر ینقل خمساً او سبعة هكذا ذکر شیخ الامام شمس الانیس حلوانی وشیخ الاسلام خواجہ زادہ علی حق المصنوع واما الامام طلائعہ فی ان ینقل علی وجه یمل القوم لانه یصور مہللتغیر وذلک مکروہ وکان الثوری یقول ینفی للامام ان یقول ذالک خمساً حتی لیتمکن القوم من ان یقول ثلاثاً کذا ذکرہ شمس الانیس سر عسی فی شرحہ ... (المحیط البرہانی: ۲/۱۱۵)

"وینقل فی سجودہ سبحان ربی الاعلی ثلاثاً وذلک ادعاء وان زاد فهو الفضل والکلام فی تسبیحات السجود نظیر الکلام فی تسبیحات الرکوع" ... (المحیط البرہانی: ۲/۱۱۹)

"قولہ اذا رکع احدکم اخرج ابو داؤد والترمذی وابن ماجہ عنہ علیہ الصلوۃ والسلام اذا رکع احدکم فلیقل ثلاث مرات سبحان ربی العظیم وذلک ادعاء واذ سجد فلیقل سبحان ربی الاعلی ثلاث مرات وذلک ادعاء فقط فی داؤد وابن ماجہ وهو مقطوع فان عروا لم یلق عبداللہ ابن مسعود قوله ادنی کمال الجمع وادنی ما یحقق بہ ما یکمل بہ لغة ویصیر جماعاً علی خلاف ما معلوم ومراده ادنی ما یحقق بہ کمالہ المعنوی وهو الجمع المحصل للسنة لا اللغوی لان الفائدة الشرعیۃ حیث امکن فی فقط علیہ الصلوۃ والسلام قدم اعتبار ماغالب الامر انه اتفق ان ادنی کمال الجمع لغة هو ادنی ما یحصل بہ السنة شرعاً ولا بدع فیہ ولو ترک التسبیح اصلاً او تنی بہ مرة واحدة کبرہ

کذا عن محمد ولوراد علی الثلاث طہو الفضل بعد ان یختتم بوتر خمس اوسع
اوسع الا اذا کان اماما والقرم یملون من ذلك ... (فتح القدیر: ۱/۲۵۹)
”قوله وقالوا الخ نص علی ذلک فی المحقق وفی الظہیر الا کملی من کتب
الاصول لیکن صرح ابن نجیم فی شرح البصار بان الاماءة الفحش من
الکراهة وهو المناسب ہذا لقول التحریر وذا رکھا یمسرجب اماءة ای
التضلیل والظلم وفی الترویج ترک السنة المؤکدة قرب الحرام ولقد یوفق
بان مرادہم بالشکراۃ التحریمة والمراد بہا فی شرح المنار التزییة فیہی
ذون المکروہ تحریمہا وقری المکروہ تنزیہا ویدل علی ذلک مافی البہر عن
الکشف الکبیر معزیا الی اصول ابن السیر حکم السنة ان یندب الی تحصیلہا
ویلام علی ترکھا مع لحوقہ المیسر ... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سورۃ الفاتحہ بھول کر دوبارہ پڑھنے سے ناکامی:

مسئلہ نمبر (۳۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سورۃ الفاتحہ تین آیتیں
پڑھ کر بھول جائے اور پھر سورۃ الفاتحہ شروع سے پڑھے تو اس پر مجدد سہولہ لازم ہوگا یا نہیں؟ بحوالہ جواب عنایت
فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر کوئی شخص فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کو دوبارہ پڑھتا ہے یا اس کے اکثر حصے کا تکرار کرتا ہے تو اس
پر مجدد سہولہ واجب ہو جاتا ہے، لیکن فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں تکرار فاتحہ سے مجدد سہولہ واجب نہیں ہوگا اور نہ ہی
فاتحہ تین آیات کو دوبارہ پڑھنے سے مجدد سہولہ لازم ہوتا ہے۔

”ولو تكرر في الاولين يجب عليه سجود السهو . او قرأ أكثر مما لم يعتاده
سأعياه فهو بمنزلة ما لو قرأها مرتين كذا في الظهيرية ...“ (فتاویٰ الہندیہ:

”و کذا الوقراءا اکثرها لم اعادها كما فى الظهيرية... واليد بالاوليين
لان الانحصار على مرة فى الاخيرين ليس بواجب حتى لا يلزم
مجرد السهو بتكرار فيها سهوا ولو تعدده...“ (فتاوى شامی:
۱/۵۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قعدہ اخیرہ میں قصداً یا سہواً تکرار تشہد سے مجدد کیا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے قعدہ اخیرہ میں تشہد
یا رد و شریف دوبارہ پڑھ لیا قصداً یا سہواً تو اس پر مجدد کیلزام ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مجدد کیلزام ہے اگرچہ سہواً یا عمدتاً اور دہر کا موقع ہے اس میں جتنا چاہیں طول دے
سکتے ہیں۔

”ولو كرر التشهد فى القعدة الاخيرة فلا يسهو عليه...“ (البحر الرائق: ۱/۷۲)
(۲/۱۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قعدہ اولیٰ میں تکرار تشہد سے مجدد کیا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر قعدہ اولیٰ میں پورا تشہد یا کچھ حصہ
دوبارہ پڑھ لیا تو مجدد کیلزام ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

قعدہ اولیٰ میں تکرار تشہد سے فرض قیام میں تاخیر لازم آتی ہے اس لیے اس پر مجدد کیلزام ہوگا اگر تاخیر
مقدور کن ہو یعنی تین مرتبہ ”سبحان ربی الاعلیٰ“ پڑھنے کی مقدار تک اس سے کم پر مجدد ہوگا نہیں ہے۔

”وَمِنْهَا لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُ فِي الْقَعْدَةِ الْأُولَى فَعَلِيهِ السَّهْوُ لِتَأْخِيرِ الْقِيَامِ وَكَذَا لَوْ صَلَّى عَنِ الْمَسِيءِ فِيهَا تَأْخِيرُهُ“..... (البحر الرائق: ۷۴/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اکیلا آدمی نماز پڑھ رہا ہو ساتھ جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۲۲۹)۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی فرض نماز پڑھ رہا تھا کچھ آدمیوں نے آکر وہاں جماعت شروع کر دی اس شخص کے ہرے میں کیا حکم ہے کہ اپنی نماز توڑ کر جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے یا اپنی نماز پوری کرے؟ نیز امام اگر نماز میں جہدہ ہو کرے تو کیا مسنون بھی سلام پھیر کر جہدہ ہو کرے یا بغیر سلام پھیرے جہدہ کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر مغفود نے پہلی رکعت کا جہدہ نہیں کیا تو نماز توڑ کر جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے اور اگر پہلی رکعت کا جہدہ کر یا ہے تو دو رکعت پر سلام پھیرے، اور اگر اکثر نمازوں میں کی یعنی تیسری رکعت کا جہدہ نہیں کیا تو بھی سلام پھیر کر جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے اور اگر تیسری رکعت پڑھ لی ہے تو پھر اپنی نماز پوری کرے، اور مسنون سلام پھیرے بغیر امام کے ساتھ جہدہ ہو کرے گا۔

”وَمِنْ صَلَاتِي رُكْعَةً مِنَ الظُّهْرِ ثُمَّ الْقِيَمَتِ يَصَلِّي رُكْعَةً ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْأِمَامِ وَإِنْ لَمْ يَتِمَّ الْأُولَى بِالسَّجْدَةِ يَطْلُعُ وَيَشْرَعُ مَعَ الْأِمَامِ عَنِ الصَّحِيحِ كَذَا فِي الْهَدَايَةِ .. وَلَوْ صَلَّى لِأَخِي مِنَ الظُّهْرِ يَتِمُّ وَيَقْدِرُ مَقْطُوعًا بِخِلَافِ مَا كَانَ فِي النَّافِلَةِ يَدْخُلُ مَعَ الْأِمَامِ بِالسَّجْدَةِ حَيْثُ يَقْطَعُهَا“ .. (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۱۹)

”وسہو الامام یوجب علی المؤمن السجود وان کان مسوقاً لم یدرک محل السہو معہ الا انہ لا یسلم بل ینتظرہ بعد سلامہ حتی یسجد لیسجد معہ ثم یقوم الی القضاء“ .. (فتح القدیر: ۱/۳۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تیسری رکعت میں بیٹھ کر قعدہ پڑھنے سے کھڑا ہونے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۹): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مقام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ ایک امام صاحب چار رکعات والی نماز کی تیسری رکعت میں بیٹھ جاتے ہیں اور مقتدیوں کے قعدہ پڑھنے سے کھڑے ہو جاتے ہیں، بعض دفعہ تین مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار بیٹھ جاتے ہیں اور بعض دفعہ اس سے کم لیکن آخر میں سجدہ سمجھتے ہیں کرتے اور یہ عموماً ایسا ہوتا رہتا ہے یا کہ نماز ہی نماز ہوئی یا نہیں؟

(۲) امام صاحب نماز تراویح کے بعد وتروں کی نماز جماعت سے پڑھا رہے ہیں، وتروں کی تیسری رکعت میں قلم ہوا اللہ پڑھنے کے بعد وہ رکوع میں چلے جاتے ہیں اور مقتدیوں کے قعدہ پڑھنے سے وہ دوبارہ قیام کی طرف لوٹ آتے ہیں اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع میں چلے جاتے ہیں جب کہ دعائے قنوت واجب ہے اور رکوع فرض ہے فرض سے واجب کی طرف نہیں آنا چاہئے، اور آخر میں سجدہ سمجھتے ہیں کرتے آیا وتروں کی جماعت ہوئی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) صورت مسئلہ میں تیسری رکعت میں اگر قعدہ رکھ کر چلاؤں کیا تو سجدہ سمجھو واجب ہوگا نہ کرنے کی صورت میں امام گنہگار ہوگا، اور نماز واجب الاعادة ہوگی، مگر نہ لڑائی تو اگرچہ گناہ تو ہوگا لیکن فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

(۲) امام اگر دعائے قنوت بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو تین کو دوبارہ قیام کی طرف نہیں لڑنا چاہئے تھا بلکہ آخر میں سجدہ سمجھ کر کسے نماز مکمل کر لیتے، اور اگر قیام کی طرف لوٹ گئے تھے تو پھر دعائے قنوت کے بعد دوبارہ رکوع نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن اگر دوبارہ رکوع کر لیا اور آخر میں سجدہ سمجھ کر لیا تب بھی نماز ہوگی، لیکن اگر سجدہ سمجھ کر نہ کیا تو نماز واجب الاعادة ہوگی اور وہ گنہگار بھی ہوگا اگر اعادة نہ کیا تو تنفس وتر ذمہ سے ساقط ہو جائے گی، واضح رہے کہ صورت مسئلہ میں سجدہ سمجھو بہر صورت واجب ہے۔

”ويجب اذا لم يجد ليمضي بغيره وهو امام او منفرد“..... (فتاویٰ

الہندیہ: ۱/۱۴۷)

”لہذا وجبات لا تفسد بغيره كذا وتعاد وجوبا في العمدة والسهو ان لم يسجد له وان لم يعدها يكون لافساقا دائما و كل صلوة اذيت مع كراهة التحريم تجب اعادةها (قوله والمخاض انه) اي الفعل الثاني جابر للاول لان الفرض لا يذكرو (قوله وتعاد وجوبا) اي يترك هذه الوجبات او واحدتها (قوله ان

لم يسجد له) ای تلسهو قوله المختار انه الفعل الثاني جابر للاول بمنزلة الجبر بسجود التسهو وبالأول يخرج عن العهدة وان كان على وجه الكراهة حتى الأصح".... (الموسم الرد: ۳۳۶/۳۳۷)

"حتى قالوا لو قرأ حر فيمن السورة ساعيا لم تذكر بقراً بالقاعدة ثم السورة ويلزمه سجود التسهو بحر وهل المراد بالحرف حقيقته أو الكلمة يرجع لم رأيت في سهو البحر قال بعد عامر وأبيده في الفج القدير بأن يكون مقدار ما ينادي به ركن أي لأن الظاهر أن العدة هي الأخير الإهداء بالقاعدة والخامس اليسير وهو ماذون ركن مدفوعه تأمل ثم رأيت صاحب الحلية أيد ما يحمله شيخه في التصح من القيد العذ كرو بما ذكروه من الزيادة على التشهد في القاعدة الأولى الموجبة لتسهو بسبب الأخير القيام من محله وان غير واحدا من المتأخيرات قلوها بطلان أداء الركن" .. (فتاوى شامي: ۱/۳۳۰)

"ويجب قراءة الترات في الوتر وتكبيرات العبدان هو الصحيح حتى يجب سجود التسهو بركتها" .. (فتاوى الهندية: ۱/۵۳)

"الامام اذا ذكر في الركوع في الوتر انه لم يقم لا ينبغي ان يعود الى القيام ومع هذا ان عاد ونسيت لا ينبغي ان يعيد الركوع ومع هذا ان عاد الركوع والقيام ما لم يعده في الركوع الاول وانما تدبره في الركوع الثاني او على القلب لا لنفسه صلاتهم كلها في الخلاصة".... (فتاوى الهندية: ۱/۱۱۱)

"ويكبر ويسجد ثانيا مطمئنا ويكر لتنهو عن على صدور قدميه بلا اعتماد وقعود استراحة ولو فعل لا بأس (قوله بلا اعتماد) أي على الأرض قال في الكفاية اشار به الى خلاف الشافعي في موضعين احدهما يعتمد بيديه على ركبته عند اداء عده على الأرض والثاني الجلسة الخفيفة قال شمس الانبة الحلواني الخلاف في الأفضل حتى لو فعل كما هو مذهبنا لا بأس به عند الشافعي ولو فعل كما هو مذهب لا بأس به عندنا كذا في المحيط قال

فی السجدة والاشیاء انه سنة او مستحب عند علم العتر البکرة فعله تنزیها
لمن یس به علواه ونیعه فی البحر والیه یشیر قولهم لا یأس به فانه یطلب
لیحاطر که اولی القول ولا یمالی ههنا قدمه الشارح فی الواجبات حیث
ذکر منها ترک قعود قبل ثانیة ورابعة لان ذاک محمول علی القعود الطویل
ولذا قیدت الجدة هنا بالخلیفة" ... (الدرمع الرد: ۳۷۳ / ۱)

"وینفی من الواجبات الثمان کل واجب او فرض فی محله للوائم القراءة
لمکت متفکرا سهوا ثم رکع اول ذکر السورة را کما تضمنها لاجتماع
اعمال الرکوع وسجد السهو وترك تکریر رکوع وثلیث سجود وترك
قعود قبل ثانیة او رابعة قوله وترك تکریر رکوع الخ - لان تکریر الرکوع
فیہ تاخیر السجود عن محله وثلیث السجود فیہ تاخیر القيام او القعدة
وکذا القعدة فی آخر الرکعة الاولی او الثالثة فیجب ترکها ینزوم من فعلها
ایضا تاخیر القيام الی الثانیة او الرابعة عن محله ولهذا کانت القعدة طویلة
اما الجلسة الخفيفة الی استحبها الشافعی فترکها غیر واجب عندنا بل
هو الأفضل " .. (الدرمع الرد: ۳۷۳، ۳۷۴ / ۱)

"ثم اذا فرغ من السجدة ینھض علی صدور قدمیه ولا یقعده علی الارض وقال
الشافعی یجلس ثم یقوم سجدة ماروی وال بن حجر ان رسول الله ﷺ کان
اذا راح رأسه من السجدة الثانیة قام کانه علی الرکف ای علی الحجر
المحمدة وقوله ینھض علی صدور قدمیه اشارة الی انه لا یعتمد علی الارض
بیدیه عند قامه وانما یعتمد بیدیه علی رکبته وقال الشافعی یعتمد بیدیه علی
الارض و ذکر الشیخ الاسام شمس الانعة الحلواني ان الخلاف فی الأفضل
حسب لو فصل کما هو مذهبنا لا یأس به عندنا شافعی ولو فصل کما هو مذهبنا لا یأس به
عندنا" ... (المحیط المبرهانی: ۲۳، ۲۴ / ۳)

والله تعالی اعلم بالصواب

مسبوق پر امام کے سلام پھیرنے کے بعد تہجد کو واجب ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۱) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی مسبوق پر اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد تہجد کو واجب ہو جائے تو وہ تہجد کو مسبوق کرے گا یا وہ مقتدی کے حکم میں ہے کہ مقتدی پر تہجد کو واجب نہیں ہوتا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مقتدی مسبوق پر اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد تہجد کو واجب ہو جائے تو وہ تہجد کو کرے گا۔

”واما المسبوق اذا سها فيما يقضى وجب عليه السهو لانه فيما يقضى بمنزلة

المتفرد الا ترى انه يفترض عليه القراءة ...“ (بدائع الصنائع: ۱/۳۳۰)

”والمتفرد يسجد مع امامه مطلقا سواء كان السهو قبل الاقضاء او بعده

لم يقضى ماله ولا وسها فيه سجدة لانه (قوله ولو سها فيه) اي فيما يقضى

بعد فراغ الامام يسجد لانه متفرد فيه والمتفرد يسجد لسهو وان كان

لم يسجد مع الامام لسهو لم سها هو ايضا كفته سجدة ان السهوين لان

السجود لا يتكرر والامام في شرح المنية ...“ (الدرمغ الرق: ۱/۵۳۹)

”ولو سها المسبوق فيما يقضى سجدة اي لسهو ايضا ولا يجزئه عنه سجدة

مع الامام وتكراره وان لم يشرع في صلاة واحدة باعتبار ان صلاته كصلتين

حكمما لانه متفرد فيما يقضى“ ... (امر الى الفلاح مع حاشية الطحاوی :

(۳۶۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قیام میں فاتحہ یا سورت کی جگہ مائے ثنوت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قیام میں فاتحہ یا سورت کی جگہ مائے ثنوت یا کوئی دوسری دعا پڑھ لے تو شرعاً نماز کا کیا حکم ہے؟ برائے مریانی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور دو رکعتوں کی سب رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا اور اس کے ساتھ سورۃ لانا واجب ہے لہذا ان میں سے کسی کو ترک کرنے یا ان کی جگہ دعائوت وغیرہ پڑھنے سے جہد کو واجب ہوتا ہے۔

”وقد عده المصنف في باب صفة الصلوة اثني عشر واجبا الاول قراءة الفاتحة فان تركها في إحدى الاولين او اكثرها وجب عليه السجود وان ترك الفلها لايجب لان للاكثر حكم الكل كذا في المحيط وسواء كان امام او منفردا... وفي المجتبى اذا ترك من الفاتحة آية وجب عليه السجود وان تركها في الاخرين لايجب ان كان في القرع، وان كان في النفل او الترتيب وجب عليه لوجوبها في الكل... الثاني ضم سورة ابي الفاتحة وقد قلنا ان المراد بها ثلاث آيات قصار اوية طويلة فلو لم يقرأ شيئا مع الفاتحة او قرأ آية قصيرة لزمه السجود“.... (البحر الرائق: ۴/۱۶۶)

ثم واجبات الصلوة انواع منها قراءة الفاتحة والسورة اذا ترك الفاتحة في الاولين لواحد او اكثر يلزمه السجود وان قرأ اكثر الفاتحة ونسى الباقي لاسجود عليه وان بقى الاكثر كان عليه السجود اماما كان او منفردا كذا في فتاوى قاضي خان وان تركها في الاخرين لايجب ان كان في القرع وان كان في النفل او الترتيب وجب عليه سجود السهو كذا في البحر الرائق.... ولو قرأ الفاتحة وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهو وكذا لو قرأ مع الفاتحة آية قصيرة كذا في النبی... (فتاویٰ الہدیۃ: ۱/۱۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

احکام کی بجائے کوئی سورت پڑھنے سے جہد کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۳): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں

(۱) اگر نمازی دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد تشهد میں بیڑ کر اُتیا تو پڑھنے کی بجائے کوئی سورۃ پڑھنا شروع کرے اور نمازی کو یاد آ جائے تو اس نے تو تشهد میں اُتیا تو پڑھنی تھی تو وہ نمازی کیا کرے؟

(۲) اگر نمازی نے کسی غلطی کی جب سے سجدہ ہو کر اُتھا اور وہ سجدہ ہو کر اُتھا تو پھر نمازی کیا کرے؟

(۳) Q.TV (کیو ٹی وی) پر سونا صاحب نے یہ مسئلہ بیان کیا تھا کہ اگر کوئی قاری قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے اور اس نے سر پہنی آواز سے آیت سجدہ تلاوت پڑھنی تو ان تمام افراد پر سجدہ تلاوت واجب ہو جائے گا جنہوں نے آیت سجدہ تلاوت سنی خواہ وہ بازار میں جا رہے ہوں تو ایسے افراد جو بازار میں یا مکان میں ہوں اور ان کا وضو بھی نہ ہوا کوئی پاک جگہ بھی نہ ہو تو وہ اُترا کیا کریں، سجدہ تلاوت کو کس طرح ادا کریں؟

قرآن وحشت کی روشنی میں ان مسائل کا حل بتا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) اگر تشهد میں اُتیا تو پڑھنے کی بجائے سورۃ الفاتحہ یا کوئی سورت پڑھنی تو سجدہ ہو کر پڑھنے سے نماز صحیح ادا ہو جائے گی۔

”وإذا قرأ الفاتحة مكان التشهد عليه السهو وكذلك إذا قرأ الفاتحة
فلم التشهد كان عليه السهو كذلك روى عن أبي حنيفة اه“۔ (فتاویٰ الہندیہ:
۱/۱۲۷)

(۲) اگر نمازی نے بھول کر سجدہ سمونہ کیا اور سلام پھیرا یا توجہ تک کوئی نماز توڑنے والا عمل نہ کیا ہو تو سجدہ ہو کر لے اور اگر تشهد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

”ولو نسي السهو... يلزمه ذلك ما دام في المسجد“۔ (فتاویٰ شامی:
۱/۵۵۹)

(۳) آیت سجدہ سننے والے پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہے اگرچہ سننے کا ارادہ نہ بھی کیا ہو اور سجدہ فوراً کرنا ضروری نہیں بلکہ بعد میں جب اُتر کر تو اس وقت سجدہ تلاوت کرے۔

”والسجدة واجبة في هذه المواضع على العالي والسامع سواء فصلت
القرآن أو لم يفصل اه“۔ (ہدایہ: ۱/۱۷۱)

”وهي على التراضي على المختار وبكره تابعها لتربها“... (في على هامش

01/07/00 = 2,9

المختصين في الطب

★★★★★★

سید محمد علی حسن علی

مسئلہ نمبر (۲۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے حقیقی کردہ سبب و سبب مسک احتلاف کے مطابق صرف تشہد پڑھ کر ایک طرف سلام پھیر کر وہ سجدے کرے پھر تشہد پڑھے، اور دوسری طرف دعا پڑھ کر دوسری طرف سلام پھیرے، یہ مسئلہ کس حدیث شریف سے ثابت ہے؟ اور حدیث شریف ایک یا زیادہ کلمہ کر جاتی جائیں، یا کہ طہیزین ہو جائے، کیونکہ فیہ مقلدین، وہاں اس مسئلہ احتلاف کے بالکل خلاف کرتے ہیں، یعنی سجدہ و سجدہ کے بعد تشہد دوسری طرف نہیں پڑھتے، تا یا یہ طریقہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ بہر حال جس طریقہ سے مسک احتلاف کے مطابق سجدہ و سلام صحیح طریقہ ہے، اور حدیث غرض کلمہ کر جاتی ہے تو آپ کی بے حد مہربانی ہوگی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

عبدوسو کے بعد قشہد لاوں مگر اس کے بعد سلام مقدور احادیث سے ثابت ہے حدیث کی مشہور کتاب جامع ترمذی میں امام ترمذی نے حدیث نقل کی ہے اور اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

عن عمران بن حصين أن النبي ﷺ صلى بهم فيها المسجد حتى لم

شہید ثم سلام اللہ ابو سعید علیہ السلام (جامع الترمذی):

1111

جیسی حدیث حضرت عمر بن الخطاب سے سن کر اپنی راکھ اور مس: غصہ / اڑا دیا "باب مسجد نبی الصلوٰۃ علیہا تسبیح" کے تحت نقل کی گئی ہے اور اسی حدیث کو امام نسائی، ابن حبان اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے۔ محدثین نے اس حدیث کو قوی کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور امام بخاری، امام مسلم، امام شریک کے مطابق ہے۔ چنانچہ علامہ سید الطہور ری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

والحدیث القوی رواه ابو داود و ترمذی و ابن ماجه و ابن حبان

والحاكم والذلي مستحيج على شرط الشيخين كعالي العبدية "....ومعارف

07/04/2014

اور امام غزالی نے بھی اس پر شرح معانی الآثار میں حدیث نقل کی ہے۔

”عن عبد الله بن مسعود قال السهر ان يقوم في صومده او يقعد في قيام او يسلم

في الركعتين فانه يسلم ثم سجدة سجدة السهر ويشهد ويسلم“.... (شرح

معانی الآثار: ۱/۲۶۰)

مذکورہ احادیث سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آئی کہ ہجہ سہوہ کے بعد تکبیر اور سلام دونوں حضور ﷺ سے

کرنا ثابت ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فرض کی تیسری رکعت میں صورت ملائے سے ہجہ سہوہ کا حکم:

مفسر (۳۳۵): کیا فرماتے ہیں مفسرین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی فرض نماز کی تیسری رکعت

میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ صورت ملائے تو کیا اس پر ہجہ سہوہ واجب ہے یا نہیں؟ نیز اگر آدمی تہجد میں اتقیات کی جگہ

سورۃ الف تھ شروع کر دے یا قیام میں فاتحہ کی جگہ اتقیات شروع کر دے تو کیا اس پر ہجہ سہوہ واجب ہے یا نہیں؟

قرآن و سنت کی روشنی میں ان مسائل کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر تیسری رکعت میں سورۃ الف تھ کے ساتھ کوئی صورت ملائی تو ہجہ سہوہ واجب نہیں

ہے۔

اگر تہجد میں اتقیات کی جگہ سورۃ الف تھ کو پڑھا تو ہجہ سہوہ واجب ہے۔

قیام میں اتقیات کو پڑھا تو ہجہ سہوہ سہوہ واجب نہیں ہے، اور اگر قیام میں اتقیات کو بعد از فاتحہ

پڑھا تو ہجہ سہوہ واجب ہے۔

”ولو قرأ السورة في الاخيرين لاسهو عليه لانها محل الذكر“... (المبین

الحقائق: ۱/۱۹۳)

”ولو قسم السورة الى الفاتحة في الاخيرين لاسهو عليه“.... (البحر الرائق:

۲/۱۶۷)

”ولو قرأ فی الاخرین الفاتحة والسورة لا يلزمه السهو وهو الاصح“

۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۶)

”واذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو“۔۔ (المحيط البرہانی :

۲/۳۰۳)

”واذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو“۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۷)

”ومنہا لو تشہد فی قیامہ بعد الفاتحة لزومه السجود وقبلها لا علی

الاصح“۔۔ (البحر الرائق: ۲/۱۷۳)

”ولو تشہد فی قیامہ قبل قراءۃ الفاتحة فلا سہو علیہ وبعدها یلزمہ سجود

السہو وهو الاصح“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۲۷)

”وعن محمد لو تشہد فی قیامہ قبل قراءۃ الفاتحة فلا سہو علیہ وبعدها یلزمہ

سجود السہو وهو الاصح“۔۔ (تبيين الحقائق: ۱/۱۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نیت کرتے وقت غم کی بجائے عصر کا نطق منہ سے نکل گیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کی نیت کرتے ہوئے غلطی سے

غم کی بجگہ عصر زبان سے ادا ہو گیا تو کیا نماز درست ہو جائے گی جب کہ دل میں یہی نیت تھی کہ غم کی نماز پڑھ

رہا ہوں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر سوا نماز غم میں غلط غم کی بجگہ عصر نکل جائے اور دل میں نماز غم ہی کا خیال ہو تو بھی نماز ہو جائے

گی۔

”فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهوا اجزاء كما في الزاهدی

فہدنی“۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۳۰۵)

”عزم علی الظہر و جری علی لسانہ ای العصر بجزیہ کذا فی شرح مقدمہ

ابی الثلیث و هكذا فی الثبوت“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۶۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اگر کچھ کھواہا نہ کیا جائے تو نماز اور اس میں کی گئی تلاوت دوبارہ پڑھائی جائے:

مسئلہ نمبر (۱۳۷): نماز تراویح میں امام آخری قعدہ پھوڑ کر سپرد حاکم ہو گیا اور بعض مقتدی بھی کھڑے ہو گئے تو مقتدیوں نے قعدہ دیا تو امام قعدہ کی طرف لوٹ گیا تو آیا امام پر کچھ کھواہا؟ ہو یا نہیں؟ اگر کچھ کھواہا تھا اور نہ کیا تو کیا وہ تلاوت بخوان دو رکعتوں میں کی تھی سنت چہری کرنے کے لیے وہ تلاوت دہرائے گا یا نہیں اور کیا وہ دو رکعات واجب الاعدادہ ہوں گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں امام پر کچھ کھواہا تھا جو کہ امام صاحب نے نہیں کیا البتہ ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعدادہ ہے اور اس میں پڑھا کیا قرآن دہرایا جائے گا۔

”و عن امی سکنو الاسکاف انه سئل عن رجل قام الى الثالثة في التراويح ونم يطعم في الثانية قال ان تذكر في التسليم يعني ان يعود ويطعم ويطعم، وان تذكر بعد ما سجد للثالثة طان اضاف اليها ركعة اخرى كانت هذه الاربع عن تسليمة واحدة“۔۔۔ (الہندیہ: ۱/۱۸۸)

”روایت فی نسخۃ فیہا اذا صلی اربعاً بتسلیمة واحدة ولم یطعم علی رأس الترتعین، علی قول امی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ یجوز عن تسلیمین و علی قول امی یوسف یجوز عن تسلیمة واحدة او“۔۔۔ کذا فی الفتاویٰ المتعارفات: ۱/۳۸۳ بحوالہ محیط الطرہانی: ۲/۳۵۸

”قولہ: (وکل فعل صلاۃ) الاولیٰ ان یقول وکل شفع الخ واطلق فی النفل فعم المؤمن کسۃ وغیرہا فالنفل وہو دھار من) ای فہو ذالصلاة الی علی حدیث فرض لیکون فی نفس الفرض لمکان فرض ليجوز ما لم یسجد للثالثة کذا فی الشرح

وفيه انه انما يكون فرضا اذا فُقدت اما اذا تركه وبقي عليه شفعاء كان واجبا حتى لا تكون الصلاة فاسدة والحاصل ان القعود غير الا غير محتمل لكونه فرضا ان فعله وواجبا ان تركه لشكل من القولين وجه فاعلم اه... (حاشية الطحطاوى: ٣٦٦)

”واذا سد الشفع وقدرأ فيه لا يجزى بما قرأ فيه وبعد القراءه ليحصل له النعم في الصلاة الجائزة وقال بعضهم بعددها كذا في الجوهرة الثيرة اه...“ (الهندية: ١/ ١١٨)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الثانی عشر فی سجدة التلاوة﴾

شیپ ریکارڈ سے آیت مجیدہ منہ:

مسئلہ نمبر (۳۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیپ ریکارڈ سے اگر آیت مجیدہ کی تلاوت ہو کر کیا اس کی وجہ سے مجیدہ واجب ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

شیپ ریکارڈ سے اگر آیت مجیدہ تلاوت ہو کر اس کے سننے کی وجہ سے مجیدہ واجب نہیں ہوتا۔

”ولا تجب اذا سمعها من غير هو المختار ومن التام الصحيح انها تجب وان سمعها من الصدى لا تجب عليه كذا في الخلاصة“... (الهندية، ۱/۱۳۲)

”وان سمعها من الصداء ويقال بالقاسم سائر نحو آله“ والى الظهير بقدر اوله
نحوه لا تجب عليه السجدة“... (الفتاوى عاتية جلد ۲: ۳۶۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آیت مجیدہ کہنے کرنے سے مجیدہ تلاوت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیت مجیدہ کی تلاوت کی جائے یا نہ تائب کیا جائے تو اس کی وجہ سے مجیدہ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

آیت مجیدہ کی تلاوت یا تائب اور کہنے کرنے کی وجہ سے مجیدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

”والى اضافة السجود الى التلاوة اشارة الى انه اذا كتبها او تلاها لا يجب عليه سجود“... (البحر الرائق، ۲/۴۰۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مجیدہ میں جا کر دعا مانگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نفل نماز کے بعد مجیدہ میں

جا کر دعا مانگتے ہیں اب ہم نے یہ پڑھا ہے کہ کسی بھی نماز کے بعد (نفل ہو یا فرض) سجدہ میں جا کر دعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر سجدہ میں جا کر دعا کیا مانگی جائے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

کسی مخصوص نماز کے بعد سجدہ شکر میں جا کر دعا مانگنے کو فقہاء نے مکروہ کہا ہے بغیر قصص جنت کے جس سجدہ شکر کا مستحب ہے۔

”و سجدة الشكر مستحبة به يفتي لکنها تکرہ بعد الصلوة“۔۔ (الدر علی هامش الفروع: ۵۷۷/۱)

”قولہ لکنها تکرہ بعد الصلوة التضمین للسجدة مطلقا لانی شرح المعنی آخر الكتاب عن شرح القندوری للزاهدی اما غیر سب فلیس بقربة ولا مکروه وما یفعل عقب الصلوة التکرہ لان الجهال یعتقدونها سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه“۔ (رد المحتار: ۱۷۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سجدہ شکر حکم:

مسئلہ نمبر (۴۴): کیا لڑاتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی نعت یا غوثی حاصل ہوا کیا سجدہ شکر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں بحوالہ جواب ثابت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

کسی نعت یا غوثی کے حاصل ہونے پر سجدہ شکر کا مستحب ہے لیکن کسی مخصوص نماز کے متصل سجدہ شکر مستحب کچھ کرنا ممنوع ہے۔

”و سجدة الشكر مستحبة به يفتي لکنها تکرہ بعد الصلوة لان الجهلة یعتقدون انها سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فهو مکروه“۔۔۔ (الطحطاوی: ۵۰۰)

”وقال ابن عابدین ”رَزَقَهُ اللهُ مالاً اوولداً او اندفعت عنه نقمة ونحو ذلك يستحب له ان يسجد لله تعالى شكر استقبل القيلة“... (المرمع الرق: ۱۷۷۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نمازوں کے بعد جہد شکر کو سنت سمجھ کر کرنا مکروہ ہے:

مسئلہ نمبر (۳۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جہد شکر ادا کرنے کا شرعی طریقہ اختیار کے بارے میں؟ گوارا تین حوادث الکالیف کی حالت میں صبر کے لیے نماز بھی پڑھنا شروع ہے جیسا کہ نص ”وامنعصوا بالصبر والصلوة“ میں لفظ صلا تمام ہے بشمول نماز، نیز مراقبہ موجودہ الکالیف پر صبر سے منشا اللہ تعالیٰ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ آخرت میں اجر و ثواب ملتا ہے نیز اللہ پاک کے قرب اور خاص اخلاص، دعا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں پر اعتبار شکرانہ کے لیے صرف جہد شکر کافی ہے یا نماز شکرانہ پڑھنا بھی درست و جائز ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے لیے جہد شکر بھی کافی ہے اور شکرانہ کے طور پر نماز ادا کرنا بھی جائز ہے البتہ نمازوں کے بعد جہد شکر کو سنت سمجھ کر ادا کرنا مکروہ ہے نیز نعمتوں کے شکر کا مراقبہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

”وسجدۃ الشکر مستحبة بہ نفسی قولہ وسجدۃ الشکر... وہی لمن تجددت عنده نعمة ظاهرة او رزقه الله تعالى مالا او ولداً او اندفعت عنه نقمة ونحو ذلك يستحب له ان يسجد لله تعالى شكر استقبل القيلة يحمد الله تعالى فيها ويسبحه ثم يكبر فيرفع رأسه كعالمی سجدة الصلوة“... (رد المحتار: ۱۷۷۷)

”وتسماع الشكر في صلاة ركعتين كما فعل رسول الله ﷺ يوم فتح مكة كما فعل النبي السمر الكبير قوله (وللا) اي محمداً بن يوسف في احدى الروايتين عنه

(ہی) ای مسجد الشکر (قریۃ بنیاد علیہا) لماروی السہ الا السانی
عن ابی بکر ان النبی ﷺ کان اذا جاء امریہ او بشریہ
حرم صاجدا، (وہیئہا) ان یکبر مستقبل القبۃ و مسجد علیہما اللہ
و یشکر ویسبح ثم یرفع رأسہ مکبرا۔۔۔ و مسجد الشکر مستحبۃ بہ یعنی
لکبہا تکرہ بعد الصلاۃ لان الجہلۃ یعتقدون انہما سۃ او واجبۃ و کل مباح یزیدی
الیہ لہو مکروہ۔۔۔ (مططاوی علی مرقی الفلاح: ۳۹۹، ۵۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بجود شکر کا ثبوت:

مسئلہ نمبر (۱۳۳): کیا فرمانے میں مقتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بناب حالی بعد از نماز رقیعات سے فارغ ہونے کے بعد کیا بجا ہے کہ کراہی واکسادی سے اللہ پاک سے دعا کر سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ میرے ایک لہذی بھائی نے اس طرح دعا مانگتے پر اعتراض کیا ہے کہ مجھے میں کہ دعا مانگنا درست نہیں ہے لیکن کیا انبیاء کرام علیہم السلام فرما کر اس مسئلہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اللہ کے پیارے بندوں نے بعد سے میں کہ کہ رب العزت سے دعائیں مانگی ہیں یا نہیں؟ اور شاربہاری تعالیٰ کیا ہے یہ مسئلہ نے وہ کا کیا طریقہ تعلیم فرمایا ہے برائے کرم قرآن و سنت کی روشنی میں جواب نہایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

یہ بجا شکر ہے اور بجا شکر شرافت ہے واجب نہیں البتہ شرعا جائز ہے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر ابو حضرت علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے ثابت ہے لیکن نماز کے بعد خصوصاً آخر کے بعد بجا کرنے کو فقہاء کرام نے صحیح و مکروہ اس لیے لکھا ہے تاکہ لوگ اسے سنت پر واجب نہ سمجھ لیں بلکہ اگر کہیں یہ ذرا نہ ہو شکا علیہ کی میں بجا کرے یا ایسے لوگوں کی موجودگی میں کرے جن کا یہ عقیدہ اس کے سنت پر واجب ہونے کا نہ ہو تو ہم اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

”و مسجد الشکر مستحبۃ وہ یعنی لکبہا تکرہ بعد الصلاۃ لان الجہلۃ
یعتقدون انہما سۃ او واجبۃ و کل مباح یزیدی الیہ لہو مکروہ (قولہ بہ یعنی)

والاظهر انها مستحبة كمالص عليه محمد لانها قد جاء فيها غير ما حديث
وفعلها ابو بكر وعمر وعلي فلا يصح الجواب عن فعله بأنه بالنسخ.... وفي
البروق الانباء سجدة الشكر جائزة عند لا واجبة الخ" . (الدرم
الرفيع: ١٠٤٤/٥)

"(هي) هي سجدة الشكر (قربة يثاب عليها) قوله (قربة يثاب عليها) وعليه
الفتاوى يوفى الثروبة يفتى يوفى ابن امير الحاج وهو ظاهر بوكيف لا وقد جاء
فيها غير ما حديث"

"وسجدة الشكر مستحبة به يفتى لكنها مكره بعد الصلاة لان الجهلة يعتقدون
انها سنة او واجبة وكل مباح يؤدي اليه فهو مكره" . (الطحاوي: ٥٠٠)

(والله تعالى اعلم بالصواب)

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز مجددات کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۳۳) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص پر نماز میں مجددات لازم
ہو اور اس نے نماز میں ہی مجددات کی نیت کے بغیر مجددات کر لیا تو کیا مجددات ادا ہو گیا ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ اگر نمازی نے مجددات کی آیت پڑھنے کے بعد فراموش کر لیا یا مجددات کی آیت
کے بعد ایک یا دو آیتیں پڑھ کر کوٹ کر لیا ہو تو مجددات کی نیت کے بغیر بھی مجددات سے وہ مجددات ادا ہو جائے گا لیکن
اگر اس نے آیت مجدد کے بعد قرأت لی کر دی یعنی اسکے بعد تین آیتیں یا دو پڑھ لیں تو اس صورت میں مجددات
میں مجددات کے مجدد کی نیت کرنے سے بھی مجددات ادا نہ ہوگا۔

"ولو روي لصلاته على الفور وسجلت عنه سجدة التلاوة نوى في السجدة
سجدة التلاوة او لم ينو وكذا اذا قرأ بعدها آيتين اجمعا ان سجدة التلاوة
يصح في سجدة التلاوة وان لم ينو التلاوة" . (خلاصة الفتاوى: ١٨٦/١)

”و سجدة التلاوة تتأدى بسجدة الصلاة وان لم يتروها لانما تقول ذلك اذا لم يقرأ بعدها ثلاث آيات او اكثر على ما يأتى اما اذا قرأ الا ثلاث تأدى بسجدة الصلاة“۔۔۔ (حلی کبری: ۴۳۴)

”ولورکع لصلاۃ علی الفور وسجدة تسقط عنه سجدة التلاوة نرى فی السجدة المسجدة الصلاة اولم يترو لذا اذا قرأ بعدها آيتين اجمعوا ان سجدة التلاوة تتأدى بسجدة الصلاة وان لم يترو .. لو قرأ ثلاث آيات وركع او سجدة صبية يترو بها لها التلاوة لم تجز“۔۔۔ (فتح القدير: ۱/ ۳۷۰)

”لقد صرحوا بأنه اذا لم يسجد ولم يركع حتى طالت القراءة لم يركع ونوى السجدة لم يجز وكذا اذا نوى السجدة الصلبة لانها صارت ديناً عليه والدين يقتضى بماله لا بما عليه والركوع والسجود عليه كذا فی البدائع“۔۔۔ (ايضا: ۱/ ۳۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران تلاوت مجدد تلاوت کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت اگر مجدد کی آیت آجائے تو کیا قرآن پاک کو دوبارہ کر کے مجدد کرے یا تلاوت جاری رکھے اور پوری کرنے کے بعد مجدد ادا کرے یا پھر بعد میں بھی ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت صورت مرقومہ میں اگر اسی وقت قرآن پاک بند کر کے مجدد تلاوت کیا جائے تو افضل ہے اور اگر صورت ختم ہونے پر بھی مجدد تلاوت کیا گیا تو کوئی حرج نہیں۔

”لانما تقول: ان الاداء لا يجب فور القراءة كما صيغتي“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/ ۵۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آیت مجیدہ کا صرف لکھنے سے مجیدہ تلاوت واجب نہیں:

مسئلہ نمبر (۱۳۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص آیت مجیدہ کو لکھے لیکن زبان سے نہ پڑھے تو کیا مجیدہ تلاوت واجب ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مجیدہ تلاوت واجب نہیں۔

”بسم بسم ثلاثه آية هي اكثر جامع حرف السجدة. وقال الشافعي تحت

قوله ”بسم ثلاثه آية“ احسن اعماله كتبها او تلاها في السجود عليه

ال... (رد المحتار: ۱/ ۵۶۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سورت میں تین مجیدہ تلاوت احتیاطاً حسن آپ پر کرنا چاہیے:

مسئلہ نمبر (۱۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورت میں ”کی آیت نمبر ۲۴ ”عز و اکمل والاب“ پر مجیدہ کرنا ہے یا آیت نمبر ۲۵ ”حسن ماب“ پر؟ کیونکہ کتاب الاذان کا قاری احتیاطاً حسن افتاویٰ اور اشرف الفتویٰ میں ”ماب“ پر مجیدہ کرنا لکھا ہے، جب کہ قرآن کے تمام نسخوں میں اناب پر مجیدہ کی علامت لکھی ہوئی ہے، براہ کرم حمد سے جلد جواب دیں تاکہ سوائے کرام کا اختلاف ختم ہو سکے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اختلاف سے بچنے کے لیے ”حسن ماب“ پر مجیدہ کیا جائے گا یا ”عز و اکمل والاب“ پر مجیدہ کر لیا جائے تو مجیدہ کی ادائیگی اختلاف کی وجہ سے علی سبیل امتیاز نہ ہوگی، لہذا اس کا فتویٰ صحیح ہے احتیاطاً ”ماب“ پر مجیدہ بہتر ہے۔

”قوله لمالك ذكره اي في فصلت اي نظيره وهو ان السجود ولو جب عند قوله

واناب لئلا يخبر عند قوله وحسن ماب لا يضر ويخرج عن الواجب والروحيات

عند قوله وحسن ماب ولذا تمها عند قوله واناب لكان السجود حاصلاً لئلا

وجوبها ووجود سبب وجوبها لوجوب نقصانها في الصلاة لو كانت صلاية

ولا تنقص في التأخير"۔۔۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مرا فی القلاح: ۳۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مصلی غیر مصلی سے آیت مجہدہ سے کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے کوئی شخص کسی ایسے شخص سے مجہدہ کی آیت سنے جو نماز میں نہ ہو بلکہ دیسے ہی تلاوت کر رہا ہو تو نمازی کے لیے کیا حکم ہے؟ نماز کے اندر ہی مجہدہ تلاوت کرے یا خارِ گاہِ بکر بعد میں کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں وہ نمازی نماز سے فارغ ہونے کے بعد مجہدہ تلاوت کرے۔

"ولو سمع المصلی السجدة من غيره لم يسجد لهما لانها غير صلاية

بل يسجد بعد هالسا معهما من غير محصور او قوله ولو سمع المصلی ای سواء

كان احدهما او مؤتما او مفردا" (وقوله من غيره) ای ممن ليس معه في الصلاة

سواء كان احدهما غير احده او مؤتما بذلك الا انهم او مفردا او غير مصل احدا"۔

۔۔۔ (رد المحتار: ۱/ ۵۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کئی مجہدہ تلاوت ادا کرتے وقت آیات مجہدہ کی تعین ضروری نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پر تین مختلف آیات کے تین مجہدے واجب ہوں تو کیا ہر آیت کا مجہدہ کرتے ہوئے آیت کی تعین ضروری ہے کہ فلاں آیت کا مجہدہ کرتا ہوں یا بلا تعین تین مجہدے کرنے سے مجہدے ادا ہو جائیں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں تعین کی نیت ضروری نہیں کہ فلاں آیت کا مجہدہ کرتا ہوں بلکہ صرف یہ نیت شرط ہے

کہ تلاوت کے مجہدے ادا کرتا ہوں۔

”بشروط الصلاة) المتقدمه (وخلا الصحیمة) ونية التعین انه لولمؤنية
 التعین) ای تعین انها سجدة آية كذا فی نهر عن القتیلو اما تعین كونها
 عن الصلاۃ فبشروط كما تقدم فی بحث النية من شروط الصلاة الا اذا كانت
 فی الصلاۃ ومجدها لولا كما علمه اهـ۔۔ (الترغیب الرذ: ۱/۵۶۷)

والله اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ریڈیو اور نوڈو بینکر پر مبنی آیات پر مجددِ خلاوت کا حکم:

- مسئلہ نمبر (۲۵۰): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو پر اور نوڈو بینکر پر جو قرآن
 حضرات قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں کیا ان کے سامعین کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ اور جب یہ مجدد کی آیات پڑھتے
 ہیں تو کیا ان کے سامعین پر مجددِ خلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟
- (۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ریڈیو پر کی جانے والی تلاوت سننے سے ثواب نہیں ملتا اور اسی طرح ریڈیو کے ذریعہ
 گانے سننے سے گناہ بھی نہیں آتا کیا یہ بات درست ہے؟
- ازدوئے شریعت جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ریڈیو پر تلاوت شریعتاً جائز نہیں ہے کیونکہ ریڈیو یا ٹیلیفون میں فضول گوئی اور غلو اور گانے بجانے اور بے ہودہ
 مجالس لگے ہوتے ہیں اس کی وجہ سے اس میں قرآن پاک کی تلاوت کی بے حرمتی ہے لہذا ایسی جگہوں میں تلاوت
 کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ثواب ہوگا، ہاں اگر کسی نے گز یا تو وہاں موجود و براہ راست سننے والے سامعین پر آیت مجدد
 کی تلاوت سننے سے مجددِ خلاوت واجب ہوگا۔

”يجب على القارئ احرامه بان لا يقرأ في الاسواق ومواضع الاشتغال“

۔۔ (الفاوی شامی: ۱/۳۰۳)

”ومن حرمة القرآن ان لا يقرأ في الاسواق وفي مواضع اللغو كذا في النية“

۔۔ (الفاوی الہندیہ: ۵/۳۱۶)

”رجل يكتب الفقه ويحبه رجل يقرأ القرآن لا يمكنه ان يستمع القرآن كان
الاسم على القارى لانه قرأ فى موضع اشغل الناس فى اعمالهم“ .. (فتاوى
فتاوى خالية جلد ۱۰: ۲/۱۴)

”رجل يكتب الفقه ويحبه رجل يقرأ القرآن ولا يمكنه استماع القرآن فالاسم
على القارى وعلى هذا لو قرأ على السطح فى الليل جهرًا والناس ينام
نام“ .. (مختصر الفتاوى: ۱/۱۰۳)

”ولو قرأ آية السجدة بالغارسية .. ولو قرأ بالعربية لزمه مطلقا لكن يعلو فى
الشامير مالم يعلم ولا يجب بكتابة القرآن والحاصل ان الوجوب انما يكون
باحدا الامرين اما بالتلاوة او بالسماع“ .. (مختصر الفتاوى: ۱/۱۸۳)

لو (تکرار تلاوت) تلاوت سنے سے بھر تلاوت واجب ہوتا ہے۔ درجہ پر تلاوت قرآن پاک سنے دقت بھر
تلاوت واجب نہیں ہوتا جب تک کہ قاری خود براہ راست تلاوت نہ کرتا ہے، اگر تلاوت دیگر لوگ کر کے کی جاتی
ہو تو بھر تلاوت واجب نہیں ہے، کیونکہ بھر تلاوت کے لیے انکی ذات کی تلاوت ضروری ہے جو محل گج رکنا ہو
لہذا اتمام ان اشیاء کی تلاوت جو ذوق اشغول نہیں ہے (مطما بصدائے بازگشت) وغیرہ، یا محل گج نہیں رکنا ہے
مجتوں کی تلاوت سننے سے بھر تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

”ينظر الى اهلية القائل واهلية بالتمييز والتوجد فوجد سماع تلاوة صحيحة
فوجب السجدة بخلاف السماع من اليفاء والصدى فان ذلك ليس بتلاوة
وكذا لا سمع من المعجنون لانه ذلك ليس بتلاوة صحيحة لعدم اهلية
لاتعدم التمييز“ .. (بدائع الصنائع: ۱/۲۳۰)

گناہنا یا ناکس ہے جس چیز سے مکی ہو۔

”وفى البرزخية استماع صوت الملاهى كضرب قصب ونحوه حرام لقوله
عليه السلام استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر“
..... (در علی الرود: ۵/۲۳۶)

”واختلفوا فى المعنى المجرد قال بعضهم انه حرام مطلقا والاستماع اليه

معصیۃ لا ھلالق مارو بناو انہ اشار فی الکتاب وهو احتیاج شیخ الاسلام رحمۃ

اللہ علیہ۔۔۔ (تبيين الحقائق: ۶/۱۳)

”ان الضرب بالقصب والطنی حرام“۔۔۔ (خلاصۃ الفتاوی: ۳/۳۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حائضہ عورت کے پاس اگر آیت مجیدہ تلاوت کی تو کیا اس پر مجبورہ لازم ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر حائضہ عورت کے پاس کوئی مجیدہ والی آیت پڑھی جائے تو اس عورت پر پاک ہونے کے وقت وہ مجبورہ ضروری ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

حائضہ عورت کے پاس اگر کسی نے آیت تلاوت کی تو اس سے حائضہ عورت پر مجبورہ تلاوت واجب نہیں

۔۔۔

”الحائض اذا سمعت آية السجدة لا سجدة عليها كذا في التذاریع“

۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۳۸)

”فلا تجب علی الکافر والصبی والمجنون والحائض والغشاء قرا“

اوسمعوا۔۔۔ (در المختار علی هامش الرد: ۵/۵۶۸، ۵۶۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خارج از اسلوٰۃ مجیدہ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۲۵۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجبورہ تلاوت کا کیا طریقہ ہے؟ جب کیا دہی نماز میں نہ ہو نماز سے باہر اگر کوئی مجیدہ والی آیت سے تو مجبورہ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

خارج نماز میں مجبورہ تلاوت ادا کرنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر مجبورہ میں جائیں

اور کچھ میں تہجمات پر ہیں، مگر اٹھا کچھ کہ کچھ سے سرائی نہیں، دائیں بائیں سلام پھیرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

”وَصَلَّيْتُ لَدَا نَهَا أَنْ يَقُومَ لِيَسْجُدَ لِأَنَّ الْخُرُورَ سَقُوطٌ مِنَ الْقِيَامِ وَالْقِرَآنِ
وَرَدِيَّةٌ وَهُوَ مَرْوِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَأَنْ لَمْ يَفْعَلْ لَمْ
يُضْرَ“۔۔۔ (المحرر الموفق: ۴/۲۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آیت کچھ دہ گھنٹے سے کچھ واجب نہیں ہے:

مسئلہ نمبر (۱۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا زبردیہ معاش کثرت ہے تو اگر کثرت کرتے ہوئے کوئی آیت جہ کچھ دہ انی ہو اس کے گھنٹے سے کچھ واجب ہوگا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر گھنٹائی کرتے ہوئے زبان سے کچھ دہ انی آیت تلاوت نہیں کی تو صرف گھنٹے سے کچھ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔

”وَلَا يَجِبُ السَّجْدَةُ بِكُتَابَةِ الْقُرْآنِ كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانَ“ - (فتاویٰ
الہندیہ: ۱/۱۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران نماز آیت کچھ تلاوت کی لیکن کچھ نہ کیا تو کیا گنم ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۵۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے نماز میں آیت کچھ دہ چھی اور کچھ نہیں کیا سلام پھیر لیا تو بامام اور مقتدیہ کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں امام اور مقتدیہ کی نماز ہو جائے گی لیکن ان کو توپ داستانہ لازم ہے۔

”وَلَوْ تَلَوْتُمُ الْفُورَةَ سَجْدَةً فِيهَا لَا خَارِجَ لَهَا وَلَا مَعْرُوفَ الْبَدَنِ وَالْإِذَا سَجَدَ
الْمُفْلِحُ فِي السُّجُودِ قَوْلُهُ وَإِذَا سَجَدَ هُمُ الْخَارِجُ لِأَنَّهُ لَا يَخْتَصِبُهَا قَالُ فِي شَرْحِ
الْمَعْنَى وَكُلِّ سَجْدَةٍ وَجِبَتْ فِي الصَّلَاةِ وَلَمْ تَزِدْ فِيهَا سَقَطَتْ أَيْ لَمْ يَزِدْ فِي السُّجُودِ
لَهَا مَعْرُوفٌ وَلَا مَعْرُوفٌ مَحَلَّةٌ هِيَ“... (رد المحتار: ۵۷۰/۱)

”وَلَمْ تَقْصُ الصَّلَاةُ خَارِجَهَا لِأَنَّ لَهَا مَزِيَّةَ الْفَلَاحِ بِإِذَا سَجَدَ وَفِيهِ الْمَعْنَى لِأَنَّهُ
بِحَسْبِ الْمَعْنَى كَمَا قَوْلُهُ لِأَنَّ لَهَا مَزِيَّةَ الْفَلَاحِ بِإِذَا سَجَدَ خَارِجَهَا
لِأَنَّهُ الْقَصُ مِنَ السُّجُودِ لَهَا“... (حاشية الطحطاوى على المرقاى الفلاح :
۳۹۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آیت مجرّدہ کا تفسیر سے ایک نئی مجرّدہ واجب ہے:

مفسر (۲۵۵): کیا فرماتے ہیں مفسرین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک طالب علم تراویح میں قرآن
سُنا رہا ہے اور مجرّدہ والی آیت پر اگر بھول جاتا ہے اور ساری اس کی قسطی نکالتا ہے اور وہ بھی مجرّدہ والی آیت کو تلاوت
کرتا ہے اب سوال یہ ہے کہ آیا ساری پڑھ کر مجرّدہ واجب ہوں گے یا ایک مجرّدہ واجب ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جب حافظ صاحب نے ایک نئی مجرّدہ والی آیت کو دوبارہ پڑھا تو حافظ اور ساری پڑھ کر ایک نئی مجرّدہ واجب

ہوگا۔

”وَجَلَّ قَوْلُهُ آيَةُ السُّجْدَةِ فَسَجْدَتُهَا ثُمَّ قَوْلُهُ هَافِي مَجْلِسُهُ فَعَلِيهِ أَنْ يَسْجُدَهَا
وَأَنْ قَوْلُهُ هَافِي مَجْلِسُهُ فَحَتَّى قَوْلُهُ هَافِي ثَلَاثَةً فِي مَجْلِسِهِ فَعَلِيهِ سَجْدَةٌ وَاحِدَةٌ
وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ وَالْغِيَاثُ أَنْ يَجِبَ بِكُلِّ تَلَاوَةٍ سَجْدَةٌ لِأَنَّ السُّجْدَةَ حَكْمُ
التَّلَاوَةِ وَالْحَكْمُ يَتَكَرَّرُ بِتَكَرُّرِ السَّبَبِ اعْتِبَارَ السَّبَبِ وَلَا مَعْنَى لِلْعَدَاخِلِ“
... (المحيط البرهاني: ۲/۳۹۷)

”وشرط التداخل اتحاد الآفة واتحاد المجلس حتى لو اختلف المجلس
واتحاد الآفة أو اتحاد المجلس واختلف الآفة لا يتداخل كذا في
المحيط“... (فتاوى الهندية: ١/١٣٣)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الثالث عشر فی صلوٰۃ المريض﴾

﴿کری پر نماز پڑھنے کا شرعی حکم﴾

مسئلہ نمبر (۴۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معذور شخص کے لیے کری پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ برائے سرکاری اس مسئلہ کا جواب تفصیل کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

معذور شخص کے لیے کری پر نماز پڑھنے کے جواز و عدم جواز کے بارے میں پندرہ ماہیث ذکر کی جاتی ہیں، اسید ہے کہ ان سے مسئلہ کی چوری وضاحت ہو جائے گی۔

(۱) عہدہ کی تقریب۔

(۲) لڑکھیں پر رکھی ہوئی اونٹنی چڑھنا یا بھل دھیرہ پر عہدہ کرنے کا حکم۔

(۳) پوشانی کی طرف اٹھائی گئی چیز پر عہدہ کرنے کا حکم۔

(۴) عادیات سے ممانعت اور ان کا عہدہ۔

(۵) کری پر بیٹھنے کی حقیقت۔

(۶) قیام پر تقدیرت رکھنے کے باوجود کری پر بیٹھنے کا حکم۔

(۷) کری پر نماز پڑھنے کی صورت میں عہدہ نگاہ کی اونچائی کی مقدار۔

(۱) عہدہ کی تقریب:

عہدہ نماز کے ارکان میں سے ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، عہدہ کا کامل اور مستنون طریقہ یہ ہے کہ اس کو ناک، پیشانی، دونوں آٹھلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں سے ادا کیا جائے، بالبت قرضیت صرف پوشانی کو رکھنے سے بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

لیکن واضح رہے کہ مذکورہ معذور کو زمین پر یا زمین پر رکھی ہوئی غویں چیز پر رکھنے سے عہدہ ادا ہوتا ہے، اس کے علاوہ ہوا میں اشارہ کرنے سے حقیقی عہدہ ادا نہیں ہوتا، بالبت معذور ہونے کی صورت میں اپنی شرائط کے ساتھ جائز ہوگا۔

(۱) "کدام السجود بالثباته بالواجب فيه، فيخلق بوضع جميع اليدين والركبتين والقدمين والحيه والالف كما ذكره الكمال وغيره"

"ومن شروط صحة السجود كونه على ما اى شيء، بعد الساجد حجمه بحيث لو بالغ لا يتصل رأسه ببلغ مما كان حال الوضع فلا يصح السجود على القطن والثلج والطين والارز والذرة وبرز الكتان والحنطة والشعير، يستقر عليه جهته ليصح السجود لان حباتها يستقر بعضها على بعض لعشرون ورخاوة"۔۔۔ (حاشية الطحطاوى على المرقا الفلاح: ۲۳۱)

(۲) "والخاصة من الفرع السجدة وهي لربطة تسمى بوضع الجبهة على الارض او ما يتصل بها بشرط الانخفاض، تؤخذ على نهاية الركوع مع الخروج عن هذا القيام۔۔۔ واما تاذيه على وجه الكمال فهو بوضع الجبهة والالف والقدمين واليدين والركبتين لسان في الصحيحين۔۔۔" (حاشیہ کبیری: ۲۴)

(۳) "السنة في السجود ان يسجد على الجبهة والالف واليدين والقدمين والركبتين واما لفرع السجود ليشادى بوضع الجبهة والالف والقدمين في قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى۔۔۔ (المحيط البرهاني: ۸۳/۲)

(۴) "وحقيقة السجود وضع بعض الوجه على الارض مما لا يخبر به فدخل الالف وخرج الحدو المثلث"۔۔۔ (رد المحتار: ۳۴۰/۱۰، البحر الرائق: ۵۱۱/۱)

(۵) "وما ذكره في جواز السجدة على الارض اوشىء لانم على الارض يسجد حجمه وتخته بحيث يستقر ولا ينضغط او ينضغط ولكن ينهى ضغطه فلا يستغل بعده"۔۔۔ (معارف المبین: ۳۹۴/۳)

(۲) زمین پر رکھی ہوئی اونگی چیز پر سجدہ کرنے کا حکم؟

اگر آدنی اچھا مسدود ہو کہ زمین پر رکھی ہوئی چیز مثلاً میز وغیرہ پر سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو فریضہ بخیرہ اس سے راقط ہو جاتا ہے، اور اشارے سے سجدہ کرنا اس کے لیے صحیح ہو جاتا ہے لیکن اگر مسدود کی حالت ایسی

نہیں، بلکہ وہ زمین پر رکھی ہوئی چیز پر سجدہ کر سکتا ہے تو اس کو سجدہ کرنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے کیونکہ یہ شخص حقیقی سجدہ پر قادر ہے لہذا اشارہ کرنے سے فریضہ ساقط نہیں ہوگا۔

فقہائے کرام کی عام مہارتوں سے جو اس معلوم ہوتا ہے لیکن علامہ شاہ رحمہ اللہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ زمین پر رکھی ہوئی چیز پر سجدہ کرنے کی طاقت رکھنے والے شخص کا فریضہ اس وقت ساقط ہوگا جب حقیقی سجدہ کرے گا کیونکہ یہ حقیقتاً سجدہ کرنے پر قادر ہے اور اشارے سے فریضہ ٹھیکہ ساقط نہیں ہوگا۔

”ولو وضعت الوسادة على الارض وسجد عليها جازات“۔۔۔ (جامع التوصلین: ۱۶۶/۲)

”وان كانت الوسادة موضوعة على الارض وكان يسجد عليه جازت صلوته“۔۔۔ (المعيط البرهانی: ۳۳/۳)

”القول قال في الذخيرة: ان كانت الوسادة موضوعة على الارض وكان يسجد عليها جازت صلاته بخلافه لو كان على سطحه ورضي الله عنها كانت تسجد على مرفة موضوعة بين يديها لعل كانت بها ولم يسمعها رسول الله ﷺ من ذلك اه“۔۔۔ (مسحة الخاقاني على البحر: ۲۰۰/۲)

”وان كانت الوسادة على الارض جاز السجود“۔۔۔ (الترغيب في الهدية: ۷۱/۳)

”واما اذا سجد على الوسادة بجزءه لما روى عن ام سلمة رضي الله عنها انها كان بها رمد فسجدت على المرفقة لجوز لها رسول الله ﷺ“۔۔۔ (المبسوط للسرخسي: ۳۸۲/۱)

”القول الحق التفصيل وهو انه ان كان ركوعه بمجرد ايماء الرأس من غير انحاء وميل الظهر فيها ايماء لا ركوع فلا يعتبر السجود بعد الايماء مطلقا، وان كان مع الاتحاد كان ركوعها محيرا حتى انه يصح من المطلق انقاد على القيام لمحيته ينظر ان كان الموضوع مما يصح السجود عليه كحجر مثلا ولم يزد ارتفاعه على الترابية او لبتين فهو سجد حقيقي ليكون رايها ساجدا لا مؤميا حتى انه يصح اقتداء القائم به واذا قلد فيها على القيام

استأنفها بل يظهر لي أنه لو كان قادر على وضع شيء على الأرض مما يصح السجود عليه أنه يلزمه ذلك لأنه قادر على الركوع والسجود حقيقة ولا يصح الإيماء بهما مع القدرة عليهما بل شرطه تعلُّقهما كما هو موضوع المسئلة ".... (رد المحتار: ١/٥٦١)

(۳) پیشانی کی طرف اٹھائی گئی چیز پر سجدہ کرنے کا حکم؟
اگر معذور آدمی کوئی چیز اپنے یا دوسرے کے ہاتھوں اٹھا کر پیشانی پر لگا دے تو اس کے بارے میں فقہائے کرام نے لکھا ہے۔

۱۔ یہ صورت اشارے کی ہے، سجدہ کی نہیں لہذا سجدہ ثارت ہوگا۔
اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اٹھائی گئی چیز کی طرف پیشانی کو جھکا دیا جائے، صرف پیشانی پر لگانا کافی نہیں، بصورت دیگر ایسا بھی ثارت ہوگا اور نہ ہی جائز نہ ہوگی۔
۳۔ مذکورہ صورت میں جس میں پیشانی کو جھکا دیا جائے مگر وہ تحریمی ہے، اگرچہ اس سے فریضہ ساقط ہو جاتی ہے، اس کی کراہت تحریریہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معذور کے لیے سر سے اشارہ کرنا مذکورہ صورت سے بہتر بلکہ ضروری ہے۔

"والسجود على الشيء المعروف ليس بالإيماء إلا إذا حرک رأسه ليجوز لوجود الإيماء لا لوجود السجود على ذلك الشيء وصححه في الخلاصة"
.... (البحر الرائق: ٢/٢٠١)

"قال ويكره للمريض المؤمى أن يرفع إليه عود أو وسادة يسجد عليه"
.... (المبسوط للسرخسي: ١/٣٨١)

"قوله ولا يرفع إلى وجهه شيئاً يسجد عليه فإن رفعه وإن وجد الإيماء جاز ويكون شيئاً ولا فلا" .. (البحر هرة الشريعة: ١/٩٥)

"يكره أن يرفع المؤمى إلى وجهه عوداً أو شيئاً يسجد عليه فإن كان لا يخفض رأسه أصلاً لا يجوز وإن خفض رأسه والخفض للسجود أزيد من الركوع جاز عن الإيماء في الأصح" .. (الترغيب على الهندية: ٣/١٠٤، ١٠٥)

”ولا يرفع الي وجهه شيئا يسجد عليه فانه يكره لو رما فان جلس بالبناء
للمسجود ذكره المعنى وهو يخفض برأسه لسجوده اكثر من ركوعه صبح
على انه ايماء لاسجود الا ان يسجد لواء الارض“۔ (الذوق المختار على
رد المحتار: ۱/۵۶۱)

(كذا في المحيط البرهاني: ۳/۳۳، وفي الهداية: ۱/۱۶۹، وفي جامع
التصولين: ۲/۱۶۹)

(۳) احادیث مما تحت اوران کا مدار:

زیر بحث مسئلہ کے متعلق بعض احادیث و آثار صحابہؓ میں مرافعت وارد ہوئی ہے لیکن ان سے مراد وہ صورتیں
ہیں جن میں کوئی چیز پیش کی کی طرف انہائی گئی ہو جیسا کہ الفاظ حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ
سے فقہائے کرام نے اس صورت کو کفر و تحریک قرار دیا ہے۔

”واما نفس الرفع المذكور فمكروه وصرح به في البدائع وغيره لعاروي
ان النبي ﷺ دخل على مريض يعوده فوجدته يصلي كذا لك فقال ان قدرت
ان تسجد على الارض فاسجد والا فساوم برأسك يروى ان عبد الله
بن مسعود دخل على امية يعوده فوجدته يصلي ويرفع اليه عودا فسجد عليه
فمزع ذلك من يدهم كان في يده وقال هذا شيء عرض لكم الشيطان اوم
يسجدك ، وروى ان ابن عمر رأى ذلك من مريض فقال اتخلون مع الله
آلهة ؟ واستدل للكراهة في المحيط بنهي عبه السلام عنه وهو يدل على
كراهة التحريم“۔ (البحر الرائق: ۲/۴۰۰)

”قوله لقوله عليه السلام ان قدرت“ التحليل يروى الزا في مسنده والبيهقي
في المعرفة عن ابي بكر الحنفي حدثنا سفیان الثوري حدثنا ابو الزبير عن جابر ان
النبي ﷺ عاد مريضا فراه يصلي على وسادة فاحتذا فرمى بها فاحذ عودا يصلي
عليه فاحتذا فرمى به وقال صل على الارض ان استطعت والا فقوم ايما واجعل
مسجودك اخفض من ركوعك“۔ (فتح القدير على الهداية: ۱/۳۵۹)

(کتاب فی المسحط البرہانی: ۳/۳۳، والمبسوط: ۱/۳۸۱)

(۵) کڑی پر بیٹھنے کی حقیقت:

اس مسئلہ میں دو باتیں قابلِ وضاحت ہیں۔

پہلی بات:

کڑی پر چڑھنا قعود ہے یا نہیں؟

(۱) کڑی پر چڑھنا قعود ہے کیونکہ کڑی پر بیٹھا ہوا شخص قاعد ہوگا یا قائم، اگر قائم ہو تو غیر معذورین کے لیے بھی ایسا کرنا ناجائز ہوگا، پٹنے، حلالہ، بالاحتاق دینا کرنا ناجائز نہیں، لہذا قاعد ہونا صحیح ہو گیا۔

(۲) فقہائے کرام نے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ اگر ایک آدمی کو تشہد اول میں سہو ہو جائے اور بجائے تشہد کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے لگے تو یا راتے جنت اگر وہ قعود کے قریب ہے تو بیٹھے گا، اور اگر قیام کے قریب ہے تو کھڑا ہوگا، اور نصف اسفل کے استواء، عدم استواء پر قعود کے قریب ہونے یا نہ ہونے کا وارر رکھا ہے، جیسا کہ مبسوط میں ہے۔

"لان حالة الركوع كحالة القيام لان القائم اما يمارى القاعد في النصف

الاسفل لان النصف الاسفل من القاعد متن ومن القائم مسر، فاما النصف

الاعلى فيهما سواء" - (مبسوط: ۴/۱۳۵)

"قولہ وان سہا عن القعود الازل وهو اليه الرب عاد والا لا ای الى القعود لان

الاصل ان ما قرب من الشيء باخذ حكمه كخفاء العصور وحريم التبر فان كان

القرب الى القعود بان رفع اليديه من الارض وركبته عليها او مالم ينتصب

النصف الاسفل وصححه في الكفاي فكانه لم يقم اصلا"۔ - (بحر الرائق:

۲/۱۷۸)

(کتاب فی التہذیب: ۱/۱۳۷)

لہذا نصف اسفل جب تک مستوی نہ ہو تو یہ قعود کے حکم میں ہے، اب اگر کڑی پر بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا جائے تو اس کی صورت بھی حیدہ کی ہے کہ نصف اسفل اس کا مستوی نہیں ہوتا، حاصل یہ ہوا کہ حالت قعود میں داخل ہے۔

(۳) علماء اربعہ اہل اہل عام میں بھی کڑی پریشانی ہوئے کوکہ عدوی شمار کیا جا تا ہے نہ کہ قائم یا دائم وغیرہ۔

دوسری بات:

یہ ہے کہ کڑی پریشانی ہوئے شخص کا موضع قعود کیا ہے؟ یا موضع قعود کا مدار قد میں ہے یا سر میں؟ علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے قعود کی تشریف دیں کی ہے۔

”ولو تبدل الانصباب فی النصف الاسفل بما يقاوم هو انضمام الرجلين والصاق الاطراف بالارض يسمى قعودا، فكان القعود اسما لمعينين مختصين في محلين مختلفين وهذا الانصباب في النصف الاعلى والانضمام والاستقرار على الارض في النصف الاسفل“۔ (مدارج الصنائع: ۱/۳۵۶)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قعود حقیقی تین چیزیں ہیں،

۱۔ انصباب نصف اعلیٰ: جو کہ کڑی پریشانی کی صورت میں حقیقتاً پائی جاتی ہے۔

۲۔ انضمام رجلین: فقہائے کرام نے اقامہ اور احتواء کی صورتوں کو قعود میں گروہ لکھا ہے، کیونکہ یہ خلاف سنت ہے اور ان میں انضمام رجلین علی جہ الکمال نہیں ہوتا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انضمام کا دخل قعود مسنون میں تو ہے، حقیقی قعود میں نہیں، ورنہ یہ صورتیں جو کڑی نہ ہوتیں، اور کڑی پریشانی کی صورت میں بھی انضمام علی جہ الکمال نہیں ہوتا بلکہ یہ صورت اگرچہ مسنون ہونے سے نکل گئی لیکن یہ بے قدر جائز ہوگی۔

۳۔ استقرار و الصاق الارض: انصباب نصف اعلیٰ کے بعد قعود کی حقیقت کا مدار احوال استقرار و الصاق الارض پر ہوگا، کیونکہ انضمام کا تعلق سنت سے ہے جیسا کہ گزر گیا۔

لہذا جس کا استقرار و الصاق زمین پر ہو تو اس کا موضع قعود زمین ہے اور جس کا کڑی یا سخت وغیرہ ہو تو اس کا موضع قعود بھی وہی جگہ ہوگی۔

دہی بات قد میں کی تو ان کا تعلق حقیقی قعود کے ساتھ اس لیے نہیں کہ کڑی پریشانی کی صورت میں جسم کا استقرار بواسطہ زمین کڑی کی سطح پر ہوتا ہے، قد میں پر نہیں، لہذا موضع قد میں موضع قعود شمار نہیں ہوگا۔

(۶) قیام پر قادر ہونے کے باوجود چلوں کا حکم؟

”قوله وان تعدل الركوع والسجود لا القيام او ما قاعدا لان ركبة القيام لمعوضا الى السجدة لعله من نهاية العظم اذا كان لا يعقبه السجود لا يكون ركبة السجود والافضل هو الائمة قاعدا“۔ (البحر الرائق: ۲/۲۰۵)

"قال فان لم يستطع الركوع والسجود لومى ايماه يعنى قاعدا ... وجعل سجدته اخص من ركوعه لانه قائم مقامهما فاحذ حكيهما" ... (التهذيب: ١٦٨/١)

"فان كان المريض يقدّر على القيام ولا يقدّر على السجود لوماً ايماه وهو قاعد لان القيام لا يتصاح الركوع والسجود وكل قيام لا يتعقبه سجد لا يكون ركناً" ... (المعجم الرباعي: ٢٤٠/٣)

"وان تعذّر ليس تعذّرهما شرطاً بل تعذّر السجود كاف لا لقيام أو ما بالهمز قاعداً وهو افضل من الايماه قائماً لقربه من الارض" ... (الفر على هامش رد المحتار: ٥٦٠/١)

فقہائے کرام کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی رکوع و سجود یا صرف سجود پر قادر نہ ہو تو قیام کا فریضہ اس سے راقع ہو جاتا ہے، کیونکہ قیام سجود کا وسیلہ اور رکوع سے اور مقصود کے سمندر ہونے سے وسیلہ بھی ساتھ ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں کام تقسیم الی میں ہے کہ انسان قیام ہی سے سجدہ میں چلا جائے لیکن جب حقیقی رکوع و سجود پر قدرت نہ ہو تو قیام بھی ساتھ ہوگا۔

لیکن اگر آدمی رکوع و سجود سے عاجز نہ ہو اس پر قیام فرض ہے مگر قیام کو چھوڑ کر نماز پڑھنے کا تو نثار ہوا نہ ہوگی۔

اب اگر زیر نظر مسئلہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کرسی پر نماز پڑھنے والا شخص جب کہ سامنے رکی ہوئی چیز پر سجدہ کر سکتا ہو، اس شخص کا اٹھنا نہیں، کیونکہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت

"بل يظهر لي انه لو كان قادراً على وضع شيء على الارض مما يصح السجود عليه انه يلزمه ذلك لانه قادر على الركوع والسجود حقيقة ولا يصح الايماه بهما مع القدرة عليهما" ... (رد المحتار: ٥٦١/١)

سے معلوم ہو چکا ہے کہ اس شخص کا سجدہ کرنا حقیقی سجدہ ہے اور اس کے لیے اشارہ کرنا بھی صحیح نہیں البتہ یہ شخص جب قادر علی السجود ہو تو قیام بھی ساتھ نہ ہوگا کیونکہ یہ مغلل بجزو عن السجود ہے جو کہ یہاں مقصود ہے۔

(۷) کرسی پر بیٹھنے کی صورت میں سجدہ کا وہ کیوں نہ پائی کی مقدار:

مسئلہ نمبر ۵ اور ۱ میں گزری ہوئی تفصیل سے جب یہ معلوم ہوا کہ کرسی پر بیٹھا ہوا شخص شرعاً دھرتا قاعد کے حکم

میں ہے، اور اس کا موضع قعود کرسی ہی کی سطح ہے، تو مجدد کا وہ کی اوچائی کی مقدار بھی چیلنے کی جگہ سے ہی جائے گی جو کہ کرسی کی سطح ہے۔

اور اس کی اوچائی کی مقدار کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کی مقدار ایک یا دو اونٹ کے برابر رکھی جائے، اور ایک یا دو اونٹ کی مقدار زیادہ سے زیادہ بارہ انگل ہوتی ہے، مہذب اگر ہی پر نماز پڑھنے والے شخص کے سامنے رکھی ہوئی چیز اگر کرسی کی سطح سے بارہ انگل یا اس سے کم اوچائی میں ہو تو نماز درست ہوگی ورنہ نہیں۔

"ولو كان موضع السجود ارفع من موضع القدمين فإل الحلو ان كانت التساوت مقدار اللمبة او السنتين يجوز وان كان اكثر لا يجوز وازاد اللمبة المنصوية لا المفروضة وعند ثلثة ربع ذراع"۔۔۔ (المعجم في التبرئة: ۱/ ۶۳)

"ولو كان موضع سجوده ارفع من عن موضع القدمين بمقدار لمبة او سنتين منصوصين جاز سجوده وان اكثر لا الاثر حمة كذا مر والمراد لمبة بخاری، وهي ربع ذراع عرض ستة اصابع لمقدار ارتفاعها نصف ذراع التسعة عشرة اصباحا ذكره الحلبي"۔۔۔ (المعجم المختار على رد المحتار: ۱/ ۳۷۴)

(مکمل فی الحلبي: ۲۵۰)

واضح رہے کہ مذکورہ عبارات میں موضع القدمین سے مراد موضع اشتقاق ہے لہذا اگر اشتقاق زمین پر ہو تو موضع قعود میں ہے اور اگر ٹیلا یا کرسی کی سطح پر ہو تو وہی موضع قعود ہے۔

خلاصہ:

مفسدہ حضرات کے لیے کرسی پر جس طرح ذیل باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز پڑھنا چاہیے۔

۱۔ اگر مفسدہ کی حالت ایسی ہے کہ وہ سامنے زمین پر رکھی ہوئی چیز پر مجدد کر سکتا ہے تو اس پر مجدد کرنا لازم ہے، اشارہ کرنے سے فرض بخود ساقط نہیں ہوگا، لہذا اگر مجدد نہیں کیا تو نماز نہیں ہوگی۔

۲۔ اسی طرح اس شخص پر قیام بھی فرض ہے، جبکہ اگر نہ پڑھنے سے قیام ساقط نہیں ہوگا۔

۳۔ کرسی کے سامنے زمین پر رکھی ہوئی کوئی چیز کی مقدار اگر کرسی کی سطح سے زیادہ بارہ انگل ہو، اس سے زیادہ

کی صورت میں مجدد واجب ہوگا۔

۴۔ اور اگر مفسدہ کی حالت ایسی ہے کہ وہ سامنے رکھی ہوئی کوئی چیز پر بھی مجدد نہیں کر سکتا تو مجدد اشارہ سے

سے رکوع و کجور کرے گا، اسی طرح قیام بھی اس شخص کے ذمے سے ساقط ہوگا لہذا یہ شخص پنجہ کر اٹھ رہے سے لہذا ادا کرے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دعائی تو اذن درست نہ ہو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۷): مکرم و محترم حضرت مفتی صاحب میرے والد صاحب بہت ضعیف ہیں نمازیں ان خود نہیں پڑھ سکتے پاس کوئی بیٹہ نہ آئے گا کہ پڑھتا جائے تو ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے ہیں، اور رکوع و سجدہ پکڑ کر کر دیا جاتا ہے ان کو پڑھیں چہاں کہ اب میں نے رکوع کرتا ہے سب میں نے سجدہ کرتا ہے، ان نمازوں کا کفارہ دینا ہوگا یا معاف ہیں؟ اگر کفارہ ہے تو کتنا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی ان کا دعائی تو اذن درست نہیں ہے کہ ان کو رکوع و سجدہ وغیرہ نماز کے ارکان ادا کرنے کا بالکل پتہ نہیں چلتا تو وہ مکلف باصلاً نہیں ہیں لہذا ترک نماز کا دیاں بھی نہ ہوگا، اور ان نمازوں کا کفارہ بھی لازم نہیں۔

”ولو معوقا في المغرب المعوق الناقص العقل والليل المدهوش من غير جنون
وليہ التفصيل المار في النسخة الثانية، وفي عامة كتب الاصول
ان حكمه كالنقص العاقل في كل الاحكام واسمى الديوسي العبادات فوجب
عليه احتياطاً ورده اليه ليس بانه نوع جنون ليمنع الوجوب وفي اصول
النسب انه لا يكلف بادلها كالنقص العاقل الا انه ان زال عنه توجه عليه
الخطاب بالاداء حالا ويقضاء ماضى بلا عرج فقد صرح بانه يقتضي القليل
دون الكثير وان لم يكن مخاطباً لهما قبل كالتام والمضى عليه دون النقص
اذ ابلغ وهو اقرب الى التحقيق كذا في شرح النسخة للهندي اسماعيل
ملخصاً“۔۔۔ (رد المحتار: ۲/۳۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نمازی کا اونٹنی جگہ پر سجدہ لگانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سجدے کی جگہ پاؤں رکھنے کی جگہ سے اونٹنی ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر پیشانی گرنے کی جگہ ٹانگیں کی جگہ سے اونچائی میں بارہ انگلیوں کے برابر یا اس سے کم اونٹنی ہو تو سجدہ کرنا بہت کے ساتھ جائز ہوگا، یہ حکم غیر مطہر کے لیے ہے اور مطہر کے لیے جا کر بہت جائز ہے۔ اور اگر بارہ انگلیوں سے زیادہ اونٹنی جگہ ہو تو سجدہ جائز نہیں ہوگا۔

”ولو كان موضع سجوده ارفع من موضع القدمين بمقدار لبتين منصوبين سجز سجوده وان اكثر لا الاثر حمة كمانه و العمدان لينة بخلاوي وهي ربع ذراع عرض ستة اصابع المقدار ارتفاعهما نصف ذراع لعاشره اصبعاً كره الحلبي الخ، وقال ابن عابدين”صححت قوله“سجز سجوده“الظاهر انه مع الكراهة لمخالفته للماثور من فعله... الخ“۔ (رد المحتار: ۱/۳۷۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شیخ فاضل کی تہریف اور اس کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری عمر تقریباً پچاس سال ہے میں نے پچھلے حصہ پر فالج کا اثر ہے کبھی کبھی خوشاب کی تکلیف بھی ہوتی ہے مگر ان تمام مذکورہ حالات کے ہوتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ بندہ کمزور ہو کر چاہیں آیات قرأت چڑھ کر نماز چڑھ سکتا ہے اور گزشتہ سال رمضان مہرک کے مکمل روزے رکھ چکا ہے اب ایک سولانا صاحب نے مجھے یہ فتویٰ دیا ہے کہ آپ چونکہ شیخ فاضل ہیں لہذا آپ کے لیے روزہ رکھنا کمزور ہو کر نماز چڑھنا حرام ہے اور اگر اس کی وجہ سے موت آتی تو وہ خود کشی کے مترادف ہوگی اور اسلام سے خارج ہو کر آپ کا نماز جنازہ نہیں چڑھایا جائے گا اب یہ فتویٰ صحیح ہے یا غلط ہے؟ اس سولانا صاحب کا فتویٰ بھی اور سال خدمت سے مفصل جواب سے مطمئن فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صاحب جواب یہ لکھتے ہیں:

”والشيخ القاضي الذي لا يقدر على الصيام بفطر“ .. (الهداية: ۱/۲۳۰)

اور صاحب خلاصۃ التناوّل لکھتے ہیں:

”الشيخ القاضي إذا عجز عن الصوم جاز له الإطعام“

اور صاحب الدرر لکھتے ہیں:

”والشيخ القاضي العاجز عن الصوم الفطر ويغدى“ .. (الدر المختار: ۳/۱۳۰)

اس پر علامہ شافعی لکھتے ہیں:

”قوله العاجز عن الصوم أي عجز مستعرا كما يأتي أمالولم يقدر عليه لشدة

الحر كان له أن يفطر ويقضيه في الشتاء“ .. (رد المحتار: ۳/۱۳۰)

ان عبارت مذکورہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آپ شیخ قاضی نہیں اور آپ نہ یہ نہیں دے سکتے اس لیے کہ شیخ قاضی وہ ہوتا ہے جو روزہ رکھنے پر قادر ہی نہ ہو اس قدر کمزور ہو گیا ہو کہ آٹھ سو گج ہونے کی امید نہ ہو، اگر رمضان المبارک میں گرمی یا بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتے تو اس کے بعد کسی حالت قضاء کرنا ضروری ہوگا، باقی رہا نماز کا مسئلہ تو اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر زیادہ کمزوری یا بیماری کی وجہ سے کھڑے ہو کر رکعتیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہیے مگر یاد رہے کہ معمولی مشقت اور تکلیف کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

”إذا عجز المريض عن القيام صلى قاعدا ير كعب وسجد كذا في الهداية وأصح

الأقوال في تفسير المعجز أن ينحفضه بالقيام ضرور عليه القنوي كذا

في المعراج الدوايه وكذلك إذا عاف زيادة المرض أو إبطاء البرء بالقيام

أو دوران الرأس كذا في التبيين أو وجد وجعا لذلك فإن لحقه نوع مشابهة

لم يجوز ترك ذلك القيام كذا في الكافي ولو كان قادرا على بعض القيام دون

تمامه يؤمر بأن يقوم قدر ما يقدر حتى إذا كان السافر اعلى أن

يكبر قائما ولا يقدر على القيام للفرأه أو كان قادرا على القيام لبعض القراءة دون

تمامها يؤمر بأن يكبر قائما ويقرأ قدر ما يقدر عليه قائما ثم يتعدى إذا عجز قال خمس

الائمة الحلواتیؑ هو الملعوب الصحيح ولو ترك هذا خفت ان لا تعود صلاحه

کلامی الخلاصۃ۔۔۔ (الہدیۃ: ۱/۱۳۶)

اس مفصل عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آپ کو حالت مذکورہ میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں جو فتویٰ کسی مولانا صاحب کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ سراسر غلط ہے اور اسکا اس فتویٰ سے اور اسکندہ کے لیے بھی فتویٰ دینے سے تاب ہو کر آرام سے عبادت میں مشغول رہنا ضروری ہے، کیونکہ وہ فتویٰ کے اہل معلوم نہیں ہوتے، جیسا کہ ان کی تحریر سے واضح ہے، غیر مجتہد کے لیے کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ دینے کا حق نہیں بلکہ فقہاء کرام کے مقتدا اور محترفات اللہ آپ کتب سے فتویٰ دینا پڑے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کرسی پر نماز پڑھنے کے ایک طریقہ کا شرعی حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۰): بخدشت جناب مفتی صاحب جہ معاشرہ فیلا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! گزارش ہے کہ میں اپنے گھر کی قرعہ میں مسجد میں الحمد للہ کئی سالوں سے نماز پڑھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی عود سے اور توفیق سے کچھ سالوں سے نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ صف اول میں ادا کرنے کا اہتمام کر چاہوں اور امام صاحب کے پیچھے اقامت بھی پڑھتا ہوں، گزشتہ تین چار ماہ سے میرے گھٹنوں میں بڑی درد کرتی ہے جس وجہ سے رکوع و سجود اور خاص طور پر اقیات میں گھٹنا دوہرا کرنا تکلیف دہ ہے اس لیے ڈاکٹر کی چاہیت پر کرسی کا استعمال شروع کیا ہے، کرسی کی گھٹلی ناخمس صف کے پچھلے کنارے پر ہوتی ہیں اور میں کرسی کے آگے کھڑا ہو کر اقامت پڑھتا ہوں اور اس کے بعد نماز میں کھڑے ہوئے قیام اور رکوع کرتا ہوں پھر بعد کرسی پر بیٹھ کر اٹھارے سے ادا کرتا ہوں، اور کرسی پر ہی اقیات سے سلام پھیرنے تک بیٹھا رہتا ہوں۔

برائے صوریاتی فرمائیں کہ یہ طریقہ جائز ہے؟ اس میں کوئی گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مذکور کی وجہ سے اس طرح نماز پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ آپ کو آگے ایسے ٹھیکلہ وغیرہ پر جس کی اونچائی بیٹھنے کی جگہ سے ادا ہوا ٹھیک یا اس سے کم پر بعد کرنے کی قدرت نہ ہو ورنہ اشارہ سے بعد کرنے کی صورت میں نماز جائز نہیں ہوگی۔

”و کذلکو عجز عن الركوع والسجود وقدر على القيام فالمستحب ان يصلي قاعدا بالايماء وان صلى قائما بالايماء جاز عندنا هكذا في فتاوى قاضي خان“
... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۶)

”اذا قدر على القيام والركوع دون السجود لم يلزمه القيام وعليه ان يصلي قاعدا بالايماء ولكن اكثر المشايخ على انه يجب عليه الايماء قاعدا بل يعتبر ان شاء صلى قائما بالايماء وان شاء صلى قاعدا بالايماء“ ... (مبہدۃ المصلی: ۱۱۱)

”بل يظهر لي انه لو كان قادرا على وضع شيء على الارض مباح السجود عليه انه يلزمه ذلك لانه قادر على الركوع والسجود حقيقة ولا يصح الايماء بهما مع القدرة عليهما“ ... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۶۱)
”ولو كان موضع السجود ارفع من موضع القدمين مقدار البنتين منصوبتين جازوالا فلا وازاد بالبنت اثنته بحاوی وهي ربيع فراع عرض ستة اصابع“
... (مبہدۃ المصلی: ۲۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مساجد میں چڑی ہوئی مروجہ کر سیں پر نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مساجد کی مروجہ کرے یا بیٹھ کر اس طرح نماز ادا کرے کہ اس کرے ہوئی تختی پر بچہ کرے تو اس کی نماز درست ہوگی یا کرے پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اس شخص کے لیے افضل یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے یا اگر یہ شخص شری کرے بخرا ہے جس کی تختی کی اونچائی بیٹھنے کی جگہ سے بارہ انچی یا اس سے کم ہے تو اس پر بچہ کرنے کا حکم زمین پر بچہ کرنے کی مانند ہے،

اور مسجد کی مرہجہ کر کے تختی کی اونچائی پارہ انگلی کی مقدار سے زیادہ ہوتی ہے لہذا اس پر مجدد کرنا درست نہیں ہے،
مجلس پانچوں کا سہارا لگا کر اشارہ سے نماز ادا کرے مگر کر کے تختی پر مجدد کرے گا تو نماز درست نہ ہوگی۔

”ولو كان موضع السجود يرفع الى اعلى من موضع القدمين ان كان ارتفاعه
مقدار ارتفاع ثنتين منصوبتين جاز السجود عليه و ان لم يكن ارتفاعه
مقدار الثنتين بل كان ازيد فلا يجوز السجود و ان زاد بالثنية في قوله مقدار ثنتين
ثنية بمخاري و هو ربع ذراع عرض ست اصابع المقدار ارتفاع الثنتين
المنصوبتين نصف ذراع طول اثني عشرة اصبا “۔۔۔ (حلی کبیری: ۲۵۰)
”فان كانت الوضوء موضوعة على الارض وكان يسجد عليها جازت صلاحه
لفقد صح ان ام سلمة كانت تسجد على مرفقه موضوعة بين يديها لعله كانت
يها ولم يسمعها رسول الله ﷺ من ذلك “۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۶۱)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مذہب مجلس کا بیخ کن نماز ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۲۶۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی مسجد میں ایک مذہب
نمازی کسی حد تک مذہب جو خود بخیر ہمارے کے جماعت میں شرکت کے لیے پہنچے لیکن رکوع بخود کسی مذہب کی کے
باعث بیخ کن نماز ادا کرے کونسا کو کر غیر کہنے پر قوت کے باوجود بیخ کن کر غیر کہے گئے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں رکوع اور بخود سے بخیر کی وجہ سے قیام ساتھ ہو چکا ہے لہذا قیام پر قدرت کے باوجود بیخ
کن کر غیر کہہ سکتا ہے۔

”قوله وان قدر الى السريض على القيام دون الركوع والسجود بان كان
مرحبه يقتضي ذلك قوله لم يلزمه المعنى اللزوم فلا بد انهما لو اقاما قانعا جاز
الان الایماء الساعدا الفضل لانه اقرب الى السجود “۔۔۔ (فتح القدیر :

”كذلك عجز عن الركوع والسجود وقدر على القيام فالمستحب ان يصلي قاعدا بايماء وان صلى قائما بايماء جاز عندنا“.... (طحاوی الہندیۃ: ۱/۱۳۶)
 ”ولسان الغالب ان من عجز عن الركوع والسجود كان عن القيام اعجز لان الانتقال من القعود الى القيام اشق من الانتقال من القيام الى الركوع والغالب ملحق بالمستعین فی الاحکام فصار كانه عجز من الامرین الا انه متى صلى قائما جاز لانه تكلف فعلا ليس عليه فصار لو تكلف الركوع جاز وان لم يكن عليه كذا تعبه“.... (بدائع الصنائع: ۱/۲۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمادی بھر کرنے پر قادر نہ ہو کیا اس سے قیام ساقط ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مریض جو قیام اور رکوع کرنے پر قادر ہے لیکن بھر کرنے پر قادر نہیں ہے، کیا اس شخص کے حق میں قیام ساقط ہو جائے گا؟ کیا اس کو بیٹھ کر نماز ادا کرنا پائز ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ مریض بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے گا؟ قیام اور رکوع اس شخص کے حق میں ساقط ہو جائے گا۔

”والمو عجز عن السجود وقدر على القيام فانه لا يجب عليه القيام“

.. (الحر الرافق: ۲/۱۹۹)

”ويسقط الركوع عن عجز عن السجود وان قدر على الركوع لان القيام

وسيلة الى السجود فاذ كانت المقصود بالذات لا يجب مادونه“

... (طحاوی علی المراقی الفلاح: ۴۳۴، ۴۳۵)

”فان كان المريض يقدر على القيام ولا يقدر على السجود او ما ايماء وهو قاعد

لان القيام لا تصاح الركوع والسجود وكل قيام لا يصحبه سجود لا يكون

ركنا“.... (المحيط البرهانی: ۳/۲۷)

”وان تعلموا الركوع والسجود لا القيام او ما قلنا هذا لان ركنية القيام للتوصل به الى السجود لتمامها من نهاية التعظيم واذا كان لا يتعبد السجود لا يكون ركنا فيه خير“۔ (البحر الرائق: ۲/۲۰۵)

”اوما قلنا هذا قال في النهر هذا الاولى من قول بعضهم صلى قاعدا اذ يغترض عليه ان يقوم للقراء فالاجاب ان الركوع والسجود اوما قلنا هذا لانه قلت ومقتضاه ان الصراحي المحرمين قاعدا ايضا ولم ارمأ ذكره في شيء من الكتب التي عندي من فتاوى وشروح وغيرها بل كتبهم متفقون على سقوط ركنية القيام وان شرعيته للتوصل الى السجود على ان القعود قيام من وجه“۔ (منحة الخائفين: ۲/۲۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

رحمن سے احوالی فٹ اوپے جلتے پر نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل مساجد کے اندر سے نماز کی بنی ہوئی کرسیاں ہیں جس کے سامنے اوپہا سارے ایک جگہ ہوتا ہے مفرد نماز کی اس کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے بلکہ جمہور اس جگہ پر کرتا ہے جوامن سے تقریباً احوالی فٹ اوپہا ہوتا ہے اس جگہ پر کیا ہو جمہور ہمارے گاہک یا نہیں؟ اور اس کی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ اور دشمن سے کتنی بلندی پر جمہور کرتا جائز ہے بلکہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا صاف کے درمیان میں کرسی رکے یا صاف کے آخر میں؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں موضع قعود (بیٹھنے کی جگہ سے جمہور گاہ کی اونچائی کی مقدار کے بارے میں فقہ کرام نے لکھا ہے کہ اس کی اونچائی بارہ انگلی یا اس سے کم ہونی چاہیے؟ چونکہ مذکورہ کرسیوں کے سامنے لگا ہوا ایک مقدار بالا سے زیادہ اونچا ہوتا ہے لہذا نماز درست نہ ہوگی، البتہ اگر جمہور کی جگہ کی اونچائی بارہ انگلی یا اس سے کم ہو تو نماز جائز ہے۔ نیز کرسی پر بیٹھنے والے کعبہ میں جہاں جگہ ملے وہیں کرسی رکھ لے، بلکہ اگر جگہ مذکورہ نماز کی کرسی نہ ہو۔

”ولو كان موضع السجود ارفع من موضع القدمين قال الحلواني ان كان الشاؤن مقدار اليدين واليدين يجوز وان كان اكثر لا يجوز واراد القلبة المنصوبة لا المنفر وشة وحد القلبة ربع ذراع“۔۔ (الجوهرة النيرة: ۱/۶۳، ۶۴)

”قلوا ارفع موضع السجود عن موضع القدمين القلبة اوليتين منصوبتين جاز لان زاد“۔۔ (فتح القدير: ۱/۲۶۴)

”ولو كان موضع سجوده ارفع من موضع القدمين بمقدار ليتين منصوبتين جاز سجوده وان اكثر لا الاثر حمة كمامر والمراد لينة بخاري وهي ربع ذراع هو من سنة اصابع لمقدار ارتفاعها نصف ذراع النفا عشرة اصبع ذكره الحلبي“۔۔ (در على الشامي: ۱/۳۷۴)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مریض امام بیخ کر نماز پڑھا سکتا ہے:

مسئلہ نمبر (۳۶۵) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ باری سجدہ امام کو عورت سے طیل ہے اور اپنی شقیں اور نواہل اکثر اوقات بیخ کرنا کرتے ہیں کیا وہ بیماری کے دوران نماز پڑھا سکتے ہیں؟ اگر نہیں کا بیٹا امامت کرنا ہے تو کمزوری کے باعث فرض نماز بیخ کرنا کرتے ہیں، کیا وہ اس صورت میں امامت کر سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بیماری کی وجہ سے بیخ کرنا امامت کرنا بھی درست ہے۔

”والاسم بمقاعد يركع ويسجد لانه ﷺ صلى آخر حلقته لقاعد او هم ليام وابونكر يلغهم تكبيره“۔۔۔ (در مختار مع رد المحتار: ۱/۳۳۵)

”اي الاسم ركع ساجد ازوموم وهذا عندهما خلافا لمحمد واليه القاعد يكونه يركع ويسجد لانه لو كان موميا لم يجر الخفاء“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۳۳۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مذہب کی نماز کے بعض احکام:

مسئلہ نمبر (۲۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) عذر کی حالت میں نماز پڑھنے کے لیے ایسی کرسیاں جن پر جہود کرنے کے لیے باعث سے بائد غنئی تھی ہوئی ہے، مثلا کرسیاں رکھنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) عذر کی حالت میں سخت جگہ پر جہود کے لیے ماتھے کا جھینٹا ضروری ہے یا نہیں؟ یا صرف اشارہ کافی ہے؟

(۳) اگر غنئی بھی نرم چیز پر جہود کر لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) مذکور صورت میں عام خود پر سر جہد کرسیوں پر بیٹھنے کی جگہ سے جہود کرنے کے لیے لگی ہوئی غنئی کی مقدار بارہ انگلیوں سے زیادہ ہوتی ہے اس لیے ان کرسیوں پر جہود کرنا اور ان کو نماز کے لیے مسجد میں رکھنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر بیٹھنے کی جگہ سے جہود کرنے کے لیے لگی ہوئی غنئی کی مقدار بارہ انگلیوں یا اس سے کم ہو تو عذر شرعی کی بناء پر ان کرسیوں کو نماز کے لیے مسجد میں رکھنا اور ان پر جہود کرنا جائز ہے۔

”ولو كان موضع السجود ارتفاع اى اعلى من موضع القديمين ان كان ارتفاعه

مقدار ارتفاع ثنتين منصوبتين جاز السجود عليه والاى وان لم يكن ارتفاعه

مقدار الثنين.... لينة بخاى وهى ربع ذراع عرض ست اصابع المقدار

ارتفاع الثنتين المنصوبتين نصف ذراع طول التنى عشرة اصبعاً“۔ (حلی)

کبیری: ۲۵۰

(۲) اگر عذر کی حالت میں سخت جگہ پر جہود کرنے سے مرض وغیرہ کے باعث جانے کا خوف ہو تو اشارہ کر سکتے ہیں۔

”معدو عليه القيام او خالف زيادة العرض حتى فاعدا بر كع ومسجد قوله

ومؤمنان تعلق اى يصلى مؤمبا وهو فاعدا ان تعلق الركوع والسجود

لمعدو مباءه وان الطاعة بحسب الطائفة“۔ (البحر الرائق: ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۱)

(۳) ایکن نرم چیز جس پر بیٹھائی قرار نہ پکڑتی ہو تو اس پر جہود کرنا جائز نہیں ہے اور اگر بیٹھائی قرار پکڑتی ہو تو جہود کرنا درست ہے۔

”وكذا الحكم اذا سجد على اثنين او الفطن المحلوج او الصلوف ونحوه ان لم يستقر جهة تمام التسلسل لا يجوز سجوده وكذا كل محشو كالخرش والوسائد وكذا كبر العمامة ما لم يكتسبه حتى ينتهي تسفله ويجد الصلاة لا يجوز سجوده“۔۔۔ (محلی کبیری: ۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جس آدمی کو قطرات کی بیماری ہو اس کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صورت حال یہ کہ اس طرح ہے کہ ایک آدمی کو قطرات کی بیماری ہے لیکن اس میں تسلسل نہیں ہے، رکوع کے اہت یا جہد کے اہت یا ٹپٹے ٹپٹے ہوئے قطرہ بول خارج ہو جاتا ہے، اسی طرح آدمی کے کھینے کا فرق بھی عام حالات میں پڑ جاتا ہے، اسی طرح دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہوا نماز یا نماز سے باہر خارج ہو جاتی ہے اور ہوا کے خروج میں بھی تسلسل نہیں ہے اوقات مذکورہ میں رکوع میں جاتے ہوئے ٹپٹے ہوئے قطرے جہد میں جاتے ہوئے ہوا کا خروج ہوتا ہے، اب اس کی نماز کے متعلق کیا حکم ہے اگر دوران صلوٰۃ اس کو یہ عارضہ لاحق ہوا تو اب کیا دوبارہ وضو کرے گا یا ایک ہی وضو سے نماز مکمل کرے گا، کیونکہ بار بار وضو میں بچہ ضعف کے خروج کا رزم آتا ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

یہ آدمی شرعاً معذور نہیں ہے، لہذا اگر رکوع و جہد میں وضو ٹوٹتا ہے تو پھر پختہ کر رکوع اور جہد اٹھا دے سے کریں اور اگر اس حالت میں بھی وضو ٹوٹ جاتا ہو تو پھر کھڑے ہو کر اٹھا دے سے رکوع و جہد کریں۔

”وفى الذكر المختار يجب ردعذرہ او تقلیدہ بقدر قدرته ولو بصلاحيه مؤميا وفى التسمية قوله ولو بصلاحيه مؤميا أى كما قالوا عند السجود ولم يسئل بقوله لمؤمى فانما لو قلنا ان كذا الوصال عند القيام يصلى قلنا “۔۔۔ (ع ۱/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بخیر طر کے سنت مؤکدہ بیچہ کر پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سخت مؤکدہ بخیر طر کے بیچہ کر پڑھنا جائز ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

فجر کی سنتوں کے علاوہ دیگر نمازوں کی سنت مؤکدہ بخیر طر کے بیچہ کر پڑھنا جائز ہے لیکن الغل اور مستحب ہے کہ بلا طر بیچہ کر پڑھنی جائیں۔

”قولہ ویصلی قاعدا مع قدرته علی القيام ابتداء وباء مطابق فی التسلل
فشمعل السنة المؤکدة والتراویح لکن ذکر قاضی غان فی فتاواه من باب
التراویح الاصح ان سنة الفجر لا یجوز اداؤها قاعدا من غیر عذر سنة الفجر
مؤکدة لا خلاف لہا والتراویح والتاکید درہا انتہی، وقد قلنا فی سنة
الفجر فی موضعها من روایة الحسن وعکذا صحیحہ حسام الدین ثم قال
الصحيح انه لا یتحب فی التراویح لمخالفتہ للتواتر وعمل السلف
وهذا کله فی الابتداء“۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۱۱۱، ۱۱۰)

”وروی البخاری عن عمران بن حصین مرفوعا من صلی قاتما لہو الفضل
ومن صلی قاعدا لہ نصف اجر القائم واما اذ صلاہ مع عجزہ فلا ینقص
ثوابہ عن ثوابہ قاتما“۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۱۱۰)

”ویجوز التطوع ای ان یصلی التطوع وسائر التواہل قاعدا بغیر عذر لما اخرج
الجماعة الامس لہما عن عمران بن حصین قال سالت النبی ﷺ عن صلوة
الرجل قاعدا فقال من صلی قاتما لہو الفضل ومن صلی قاعدا لہ نصف
اجر القائم ومن صلی بالمائلہ نصف اجر القاعد قال البروی قال العلماء هذا فی
المائلہ اما المقریضہ فلا یجوز المعرفان عجز لم ینقص من اجرہ انتہی“۔۔۔

(حلی کبیری: ۲۳۶)

”قولہ یجوز التطوع الخ یمکنی منہ سنة الفجر فانہا لا تصح قاعدا بلا عذر

وبعضهم استثنى التراويح ايضاً لما كيدھا كسنة الفجر و فرق البعض بين التراويح وسنة الفجر فجوزوا التراويح مع العتود دون سنة الفجر قال القاضي عياض وهو الصحيح قال وجه الفرق ان سنة الفجر مؤكدة لا خلاف فيها والتراويح في التاكيد دونها فلا يجوز التسوية بينهما والكلام في حيلة التعمد كعادهم في المريض "... (حلى كبيرى: ٢٣٤)

"وقال الشافعى وسنة الفجر لا يجوز قاعداً من غير عذر باجماعهم كما هو رواية الحسن عن ابي حنيفة".... (فتاوى شافعى: ١/٣٢٨)
 "روى الحسن عن ابي حنيفة ان من صلى ركعتي الفجر قاعداً من غير عذر لا يجوز".... (مذاهب الصناعات: ١/٦٣٤)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الرابع عشر فی صلوة المسافرين﴾

نماز قصر پڑھنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مسافر نماز میں قصر کرنا چاہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسنون میں نماز قصر کرنے کی صورت میں اگر اکیلا نماز پڑھے تو علم عصر بعد از رکعتوں کی نماز اور دو رکعتیں پڑھے گا اور فجر اور مغرب کی نماز چار رکعتیں پڑھے گا اور اگر عجم نام کے چھپے نماز پڑھتا ہے تو چار رکعتیں نماز پڑھے گا اور سنن دور تکمیل پڑھے گا۔

”صلی الفروض الرباعي ركعتين وجوبا لقول ابن عباس (قوله صلى الفروض الرباعي) خبر عن أبي قتادة عن النبي (صلى الله عليه وسلم) وأحضر بالفروض من المسلمين والوفور وبالرباعي عن الفجر والمغرب (قوله وجوبا) فيكره الاتمام عندنا حتى روى عن أبي حنيفة انه قال من اتم الصلاة فقد اساء وعطف السنة شرح المنية“
.... (رد المحتار: ۱/۵۸۰)

”واما اتمام المسافر بالمقيم فيصحب في الوقت ويتم قوله فيصحب في الوقت ويتم اي سواء بنى الوقت او اخرج قبل اتمامها لتغير فرضه بالبيعة لان اتصال المفير بالسبب وهو الوقت“.... (الذو مع
رد المحتار: ۱/۵۸۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز قصر کے بارے میں:

مسئلہ نمبر (۳۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص لاہور سے ملتان تین دن کے لیے جاتا ہے تو کیا اس کو نماز میں قصر کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

لاہور سے ملتان تک کا سفر چونکہ شرعی سفر نہ ہے لہذا اگر ملتان اس کا وطن اسی نہیں ہے اور ملتان میں چاروں دن سے کم رہنے کا ارادہ ہے تو وہاں پر قصر نماز پڑھنا ہوگی۔

”قل مسافة تصغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذا في التبيين هو الصحيح

كذا في جواهر الاحكام“..... (الہندیہ: ۱۳۸/۱)

”مسيرة ثلاثة ايام ولياليها من اقصر ايام السنة ولا يشترط سفر كل يوم

الى النبل بل الى الزوان وقوله مسيرة ثلاثة ايام ولياليها الاولى حذف اليا الى

كما فعل في الكنز والجامع الصغير لا يشترط السير فيها مع الايام ولذا قل

في السباعي المراد بالايام النهار لان الليل للاستراحة فلا يعتبر به نعم لو قل

اولياليها بالعطف او لكان اولى للاشارة الى انه يصح قصد السفر فيها وان

الايام غير قيد التامل“..... (الترغيع والتمحيض: ۵۷۹/۱)

”(فيقصر ان نوى) الاقامة (في اقل منه) اي في نصف شهر (ان نوى) فيه لكن

ليس) غير صالح او كنحو جزيرة (قوله في اقل منه) طاعرة ولو ساعة واحدة

وهذا شروع في محذور ما تقدم (قوله او نوى فيه) اي في نصف شهر“

.... (الترغيع والتمحيض: ۵۸۱/۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بس میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ سے نماز کے ادائیگات

پر چھٹا چاہتا ہوں میرا لے سفر پر چاہتا ہوں ہے کان ستاپ بس پر سفر کے دوران کی نمازیں آتی ہیں مگر بس کہیں رکھی نہیں

کہ کم از کم فرض نمازی ادا کر سکیں کیا سفر کے دوران بس کے اندر نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر پڑھی جا سکتی ہے

تو اس کے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے اور یہ کہ قبل کی سست کا کیسے قصین کیا جائے اور کتنی رکعت نماز ادا کی جائے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں واضح ہو کہ کسی میں فرض نماز ادا کرنا درست نہیں ہے اس لیے جس والوں کو نماز کے وقت بس روک کر نماز پڑھائی چہ پہنچے تاکہ نماز قضا متاخر ہو اور اگر بس روک کر نماز ادا نہ کر سکیں تو بعد میں قضاء کر سکیں۔

”ولا یصلی المسافر المكتوبة علی الدابة من غیر عذر لان المكتوبة فی اوقات محصورة فلا یشتق علیہ الزوال لادائها فیها بخلاف التطوع فانه ليس بمقتدر متبوء فلو انزل منه الزوال لادائها لعلو علیہ اذا ما یبسطه فیہ من التطوعات او یقلع صفره“۔ (المبسوط: ۱۔ ۲۱۹)

”واما الصلوة علی العجلة ان کان طرف العجلة علی الدابة وهی تسیر او لا تسیر صلوة علی الدابة فصحوز فی حالة العذر المذکور فی التیمم لافی غیرها ومن العذر المطر وطين یغیب فیہ الوجه وذهاب الرفقاء ودابة لا تسر کتب الامعاء او یبعین ولو محرما... وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز لولو الفقه لعلیہم بانها کالسیریر هذا کله فی الفرع والواجب بانواعه وسنة الصحر بشرط ابقائها للقبلة ان امکنه والا یقبلوا الامکان لئلا یختلف سیر المکان“۔ (الفرع المختار: ۹۸/۱)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز قصر کے مسائل:

مسئلہ نمبر (۲۷۶): (۱) ایک شہری ابتداء داخجہ سفر کی مسافت میں اور منزل مقصود تک سفر شرعی کی مسافت ہوں آیا شہر کے اندر مسافر ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص کے گاؤں یا شہر کے ساتھ دوسرے گاؤں یا شہر کی ابتداء تک سفر کی مسافت کا اندازہ کم ہو اور ابتداء تک سفر کی مسافت پوری ہو اور ان کا منزل مقصود گاؤں یا شہر کی ابتداء میں ہو تو یہ مسافر ہوگا یا نہیں؟

(۳) ایک شخص دوسری جگہ پر دوسرے شہر چلا گیا اور وہ سفر شرعی نہیں ہے اور یہ مقیم ہے اور دوسرے شہر میں سکونت کے ساتھ دوسری جگہ کا ارادہ کیا تو کیا وہ سفر شرعی بنتا ہے یا اس کا اظہار اس شہر یا گاؤں کے ساتھ شرط ہے یا ابتداء سفر کی یا صرف حرکت سے مسافر بنے گا؟ چنانچہ جواب۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۲۱) پہلی اور دوسری صورت میں مسافر نہیں ہے۔

”قوله من خرج من عسارية موضع القامه اراد بالمسافر ما يشمل بيوت الاخيه لان بها عسارية موضعها قال في الامداد فيشرط مفارقتها ولو منصرف الى قوله وأشار الى انه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كرمض المصر وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن لانه في حكم المصر وكذا القرى المتصلة بالرمض في الصحيح“..... (رد المحتار: ۵۷۸/۱)

”ويشترط لصحة نية السفر ثلاثة اشياء الاستقلال بالحكم والبلوغ والثالث عدم نقصان مدة السفر عن ثلاثة ايام فلا يقصر من لم يجاوز عمران مقامه“..... (حاشية الطحطاوى مع مراعى الفلاح: ۴۲۴)

(۳) مسافر ہو جاتا ہے محض حرکت سے مسافر نہیں بنتا۔

”قوله من بجانب عسارجه الخ قال في شرح النية فلا يصير مسافرا قبل ان يطارق عمران ما خرج منه من الجانب الذي خرج حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر ولذا كانت متصلة به لا يصير مسافرا ما لم يجاوزها“..... (رد المحتار: ۵۷۸/۱)

والله اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی کے بعد جدائی کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷۳): کیا امر ماستہ میں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہیں والدین اور بھائیوں سمیت لاہور میں مقیم ہوں میرے دو خیال اور خیال مکان کے رہائشی ہیں میرے والدین میری عیادت سے پہلے لاہور میں شفٹ ہو چکے تھے اس وقت میرے دادا زادہ تھے اب وہ فوت ہو چکے ہیں مکان میں میرے والد کی رہائشی زمین موجود ہے جس کا بندوبست میرے چچا کے ہاتھ میں ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میں اور میرے والدین جب آپاکی شہر

مکان کی تفصیل شجاع آباد میں رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے جائیں اور چند دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو کیا ان دنوں میں ہم مسافر شمار ہوں گے یا قہم؟ نیز ان دنوں میں ہم قصر نماز پڑھیں گے یا پوری نماز پڑھیں گے؟ بیخدا تو جروا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں آپ اور آپ کے والدین جب شجاع آباد میں رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے جائیں گے تو وہاں مسافر شمار ہوں گے اور اگر چند دن سے کم وہاں ٹھہرنے کی نیت ہو تو آپ قصر نماز پڑھیں گے کیونکہ وہاں میں اقامت ہونے کے بعد آپ کا وطن اصلی نہ رہے نہ کہ شجاع آباد۔

”ومن حکم الوطن الاصلی ان ينقطع بالوطن الاصلی لانه مظهره والشیء يستفيض بما هو مثله حتى اذا انتقل من البلد الذی تاهل به باعله وعیاله وتوطن ببلدة اخرى باعله وعیاله لا یطی البلد المینزل عنها وظالہ“
..... (المحیط البرهانی: ۳۰۱/۲)

”ولا بد من معرفتها لان السافر یظل بالاقامة فقول ادنی مدة الاقامة عندنا خمسة عشر یوما .. وعینا ما لم ینو الاقامة خمسة عشر یوما لا ینتم الاصله“۔ (المحیط البرهانی: ۳۸۸/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سزشرعی کہاں سے شروع ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک چھوٹا گاؤں جو شہر (تفصیل) سے تقریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اس گاؤں میں تقریباً پالیس گھر ہیں اور دو گزبانہ کی دکانیں ہیں ہفتاں وغیرہ نہیں ہے گاؤں اور شہر کے درمیان ایک موضع ہے جہاں کچرے اور جوتے کی بھی دکانیں ہیں اور ایک سرکاری ہسپتال بھی ہے مگر گاؤں کے لوگ عموماً شہر سے ہی اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں اب مطلوب یہ ہے کہ اس چھوٹے گاؤں کے افراد سزشرعی کے ارادے سے گاؤں سے نکلیں تو کہاں سے قصر شروع کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال اس کاؤں کے افراد جب سفر شرعی کے لیے گاہ کے آبادی والے مکانات اور گھروں سے نکل جائیں تو سفر فرشتہ ہوں گے اور قصر کریں گے۔

”المسافر.... من خرج من عمارة موضع الإقامة لاداء العمارة مايشمل بيوت الاحبة لان بها عمارة موضعها قال في الامداد ليس شرط مفارقتها ولو مفرقة.... واما القضاء وهو المكان المعد لمصالح البلد كتركض الدواب ودفن الموتي والقضاء الشرعي فان الفصل بالمصر اعتبر مجاوزا له وان الفصل بعنة او مزرعة فلا كفاية“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۷۸)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سوال میں نماز قصر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے لاہور میں شادی کی حالانکہ وہ بہادر نگر کا رہنے والا ہے جب پچھلے ہی کہ زید اب گراپے سرال کے ہاں جائے لیکن چند دن سے کم رہنے کی نیت کرے تو کیا یہ مسافر کی نماز پڑھے گا یا قلم کی نماز پڑھے گا؟ سرال جانے سے مسافر کہلے گا یا کہ قلم؟

(۲) زید طوڑ بہادر نگر کا رہنے والا ہے جبکہ اس نے دوسرے شہر میں ایک جگہ رہائش کے لئے خریدی اب سہل طلب بات یہ ہے کہ رہائش ابھی تک بہادر نگر میں ہے جب زید سہل پہل آئے قلم والی نماز ادا کرے گا یا مسافر والی نماز ادا کرے گا؟ یا فرض اگر زید اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر قصر نماز ادا کر چکا ہے تو ادا شدہ نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورتہ فوق میں اقامت صلاۃ کے لئے ضروری ہے کہ ٹپن اصلی یا مقام اہل و عیال ہو جس سے کوئی کرنے کا ارادہ ہو یا کسی جگہ چند دن قیام کی نیت ہو۔

”والوطن الأصلي هو وطن الانسان في بلدته او بلدة اخرى
اتصل بها“۔۔۔ (البحر: ۲/۴۳۹)

”قوله (الوطن الأصلي) ويسمى بالاهلي ووطن الفطرة والقروح

عن الھسبانی (قوله وتأھمه) ای تزوجہ قبل فی شرح النبیہ ولونزوج
المسافر ببلد ولم یسوا الاقامة به لقلیل لا یبصر مقبلاً^{۱۰۰}۔۔۔ (رد المحتار:
۵۸۶/۱)

”حتی یدخل مصرہ او یموی الاقامة نصف شهر فی بلد او قرية متعلق بقوله
قصر فی قصر النبی غایۃ دخول المصر اولیۃ الاقامة فی موضع صالح للمدة
الحد کتوبة فلان قصر۔۔۔ (البحر الرائق ۲۰/۲۳۰)

میں مذکورہ دونوں صورتوں میں محض شادی کرنے یا پلاٹ خریدنے (قبل از رہائش) سے منعم نہیں ہوگا،
لہذا قصر نماز ادا کرے گا، مگر ان شہروں کے درمیان سفر شرعی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر اگر منعم امام کی اقتداء کرے تو تعداد رکعت کی نیت ضروری نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وہ نمازی جن میں قصر ہوئی ہے ان
نمازوں میں منعم، مکی اقتداء میں نماز پڑھنے کے لئے مسافر کی نیت کا طریقہ کیا ہے کیا وہ رکعات قصر کی نیت کرے
گیا یا پار رکعات کی نیت کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مسافر جب منعم کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو تعداد رکعات کی نیت نہیں کرے گا مثلاً وہ یہ نیت کرے گا
کس قدر کی فرض نماز پڑھتا ہوں اس امام کے پیچھے۔

”وفی نية المسافر اشکال اذ لو نواھا التین لم یکن الشفع الا حیر فر ضامع انه
بصیر فر ضا للبحیہ و لو نواھا اربعاً لا یصح لانه انما یبصر فر ضه ان یعاهد الا لعداء
والظاہر انه لا یسوی عددا لل رکعات و ہوی الرض الظہر مثلاً فان لعین
اعداد الر کعات نیس بشرط۔۔۔ (الفتاویٰ شرح مختصر الفتاویٰ: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

الجواب باسم الملك الوهاب

”قال شمس الاتمة الحلواني عسكر المسلمين اذا قصدوا موضعاً منهم
احببهم وعبادهم وفساطيطهم فنزلوا مغفرة في الطريق ونصبوا الاخبية
والفساطيط وعزموا اليها على اقامة خمسة عشر يوماً ثم يصبروا متقين
لانها حمولة وليست بمساكن كغزالي المحيط“ .. (الهندية: ١/١٣٩)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ فوجی حضرات مسافر ہیں گے اور قعر نماز پر ہیں گے جب تک اس جنگل
میں خیر مان ہیں، اس لیے کہ نیت اقامت کے لیے آبادی کا ہونا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مجاذنی سے باہر غیر آباد علاقے میں فوجی کیمپ لگانے والے فوجیوں کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ افواج پاکستان تقریباً آٹھ سو سے
چھ سو بیس سو باہر غیر آباد علاقوں میں کیمپ لگا کر حالات کے پیش نظر چلی ہوئی ہیں، کچھ تو شیراز آٹھ سو سے ایک سو
تک پر کیمپ میں رہائش پذیر ہیں اور شاید چند سو اسی حالت میں رہیں گے، ان حالات میں نماز کا کیا حکم ہے
تقریباً ہری؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نہا ز قرا کریں گے اس لیے کہ نیت اقامت کے لئے آبادی ضروری ہے۔

”قال شمس الاتمة الحلواني عسكر المسلمين اذا قصدوا موضعاً منهم
احببهم وعبادهم وفساطيطهم فنزلوا مغفرة في الطريق ونصبوا الاخبية
والفساطيط وعزموا اليها على اقامة خمسة عشر يوماً ثم يصبروا متقين
لانها حمولة وليست بمساكن كغزالي المحيط“ .. (الهندية: ١/١٣٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

یہی ہے وطن اصلی کے علاوہ دوسری جگہ کے ہوں تو وہاں لئے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک فونی سرگودھا کارکن نے والا ہے اس کا ذاتی مکان اور والدین سرگودھا میں رہتے ہیں، مذکورہ آدمی خود سرکاری مکان لے کر اپنی بیوی بچوں کے ساتھ لاہور میں رہتا ہے جہاں وہ ایک ریل سے لگے چند سال تک رہ سکتا ہے اس کو کٹاؤ کی طرف سے اجازت ہوتی ہے کہ تم ایک سال سے تین سال تک رہ سکتے ہو اس طرح اس سے مکان واپس نہیں لیا جاتا، کیا اس مذکورہ آدمی کے لئے سرکاری مکان وطن اصلی ہوگا یا نہیں؟ اگر وطن اصلی نہیں تو تنظیم ایسا ہے جب لاہور بچوں کے پاس جائے گا تو نماز قصر پڑھے گا یا نہیں؟ فونی اشراں جب تک اس چھوٹی میں رہے ہیں سرکاری مکان رکھ سکتے ہیں یہ دونوں طرح کے مکان اگر جنسی اور قدرتی آفات کے بغیر اور مدت عرصہ سے قیام خالی نہیں کر دئے جاتے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں یہ وطن اقامت ہے اگر بیوی بچوں سمیت چھوڑ دیا اس سے نہ وہ وطن کا قیام کا ارادہ ہو تو نماز مکمل پڑھے گا، اگر چھوڑ دین سے کم کا ارادہ ہو تو پھر نماز قصر ہوگی۔

”ووطن سفر و قسیمی وطن الإقامة وهو البلد الذي يتولى المسافر الإقامة فيه“

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر پر جسکی لئے لازم نہیں:

مسئلہ نمبر (۸۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں لاہور میں ایک سرکاری ملازم ہوں میرا تعلق ضلع اوکاڑہ سے ہے میں لاہور میں کرایہ کے مکان میں رہتا ہوں ہفتہ کو اپنے گھر چلا جاتا ہوں اور سوسہ گودا لیں آ جاتا ہوں جب کہ میری مدت ملازمت تقریباً ۲۵ سال ہوگئی ہے ان حالات میں مجھ پر قصر ہوگی یا چھری نماز ادا کی جائے گی اور مسجد المبارک کا کیا حکم ہے حضور والا سؤدہا نہ گزارا ہے کہ آپ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب سے فوائد میں تہنیت منقول ہوں گا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر آپ کا وطن اصلی مسافت شرقی پر ہے لاہور میں چھوڑ دین سے کم قیام کی نیت ہوتی ہے

قوله ہر مسافر نماز پڑھیں گے وطن اصلی میں نماز پوری ادا کریں گے واضح ہے کہ مسافر پر جمعہ کی نماز لازم نہیں ہے۔

”وَالْوَطَنُ الْأَصْلِيُّ هُوَ وَطَنُ الْإِنْسَانِ فِي بِلَدِهِ أَوْ بِلَدَةِ أُخْرَى أَخْلَعَهُادَارُ وَطَنِهِ
يُهَاجِرُ أَهْلَهُ وَوَلَدَهُ وَلَيْسَ مِنَ الْقَصْدِ الْأَرْحَالُ مَحْضًا إِلَى الْعَيْشِ بِهِ“۔۔۔
(البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

”وَأَمَّا الشَّرْطُ فِي الْمَصْلِيِّ لَوْ جَوَّبَ الْجُمُعَةُ فَلَا لِقَامَةَ۔۔۔ مَنْ كَانَ يَوْمًا بِاللَّهِ
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ لَعَلَّهُ الْجُمُعَةُ الْأَمْسَالُ وَمَلُوكُ“۔۔۔ (المبسوط: ۲/۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اقامت سے شرعی سفر کے بعد اب بھی پردہاں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایک فوجی جس کی لاہور چھاؤنی میں مستقل چھٹنگ ہے اور ان حالات میں آٹھ ماہ سے یا پھر لاہور سے حکیم پردہ شرعی سفر طے کرنے کے بعد ہوتا ہے اس طرح وہ کسی سرکاری یا ذاتی کام کے لئے لاہور جاتا ہے اس صورت میں مسافر ہے یا کہ مقیم؟ جبکہ اس کا کام ذاتی سامان ان حالتوں میں لاہور ہی میں رہے گا کیونکہ حکیم پر بہت سامان ساتھ نہیں رکھ سکتا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں لاہور نے پر نماز قصر پڑھے گا اگر صراحتاً چند دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو اور اگر چند دن یا زیادہ کا ارادہ ہو یا کوئی ارادہ نہ ہو تو نہ زچہری پڑھے گا اس لیے کہ سامان کی موجودگی میں دلالت دیکل موجود ہے اس کے وطن اقامت ہونے کی اور صراحت دلالت پر مقدم ہوتی ہے۔

”وَلَا يَزَالُ عَلَى حُكْمِ الْمَسْفُوحِ يَتَوَيَّ الْأَقَامَةُ فِي بِلَدِهِ أَوْ لِقَامَةِ عَشْرٍ يَوْمًا
أَوْ أَكْثَرَ كَذَلِكَ فِي الْهَدْيَةِ“۔۔۔ (التهذيب: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے دور شرعی مسافت پر حکیم پر جانے والے فوجیوں کی نماز کا حکم:

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فوجیوں کی حکیم جب شرعی مسافت پر جائے تو وہ قصر کریں گے یا اتمام کریں گے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

یہاں پر آپ کے بڑے ائمہ اور کماؤں کی نیت کا اعتبار ہے ہر ایک فوجی کی نیت معین نہیں ہے کماؤں اگر ۵ ہوں یا اس سے زیادہ کی نیت کرے گا تو سب قیام ہیں گے۔

”والمصنف له المصنوع لانه الاصل الخ“۔ (رد المحتار: ۱/۵۸۷)

”الاصل ان من يمكنه الإقامة باختياره يصير مقبلاً بنية نفسه ومن لا يمكنه

الإقامة باختياره لا يصير مقبلاً بنية غيره“۔ ... والحمد لله مع اميرہ فہو لاء

لا يصيرون مقبلاً بنية أنفسهم في ظاهر الرواية كذا في

المحيط“۔ (الہندیہ: ۱/۱۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر مقتدی کا عظیم امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ایک مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۱۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسافر شرعی نے عظیم امام کی اقتداء کی اب اس مسافر کو حدث لاحق ہوایں وہ مسافر وضو کر کے دائیں آیا تو امام سلام پھیرنے کا خطاب اس پر کوئی ہی نماز پڑھنا ضروری ہے قصر کرے یا اتمام کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقوم میں جب مسافر کی نماز قاسد ہو گئی تو اب وہ قصر نماز پڑھے گا۔

”وان القیدی مسافر یقفیم اسم الو معارف ان القسده یصلی رکعتین بخلاف

ما لو القیدی بہ بنية النفل ثم القسده حیث یلزم الاربع“۔ (الہندیہ:

۱/۱۳۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

امام مسافر ہو تو قصر چھانے کا:

مسئلہ نمبر (۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی لاہور میں ملازمت کرتا ہے اور اس کا اصل وطن کھاریاں ہے اس کی ملازمت پکی اور مستقل ہے لیکن وہ ہر پختے کے بعد گھر آتا ہے وہ لاہور میں نماز قصر چھانے کا پوری نماز دہا کرے؟ نیز پکی آدمی اگر امام ہو تو کیا وہ نماز قصر چھانے کا پوری؟ جبکہ قصر میں نماز میں کوئی پریشانی ہوگی تو کس مختلف باتیں کریں گے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں چھانے ملازمت پر نماز قصر چھانے کا اگر چہ وہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو اور اگر چہ وہ نماز کا ارادہ ہو تو نماز پوری چھانے کا پھر مسافر ہونے کی صورت میں اگر وہ ملازمت کرانے تو نماز قصر چھانے کا کیونکہ اس پر قصر لازم ہے۔

”ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوما“

أو أكثر كذا في الهداية... وقرئ للمسافر في الرباعية وكنتان كذا في الهداية

والقصر واجب عندنا كذا في الخلاصة... (الهداية: ۱/۱۳۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چہرہ دن سے دائرہ تکبیل میں نماز چھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری تکبیل پچواں شمار میں ۸ دن کے لئے ہوئی ہے چونکہ ہمارا قیام کسی ایک مسجد میں نہیں ہے بلکہ اسی شہر کی مختلف مسجد میں کام کرتا ہے وضاحت فرمائیں کہ بیس قصر نماز چھانے کا پوری نماز چھانے کا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں تکبیل کے تذکرہ ہا یا م میں آپ پوری نماز چھانے کے۔

”أما في السفر الإقامة خمسة عشر يوماً في موضعين فإن كان مصرافاً واحداً“

أو قرية واحدة هــاز مفيداً لا نهما متحدان حكماً“ . (بدائع الصنائع: ۱/۴۷۰)

”وفی الحجۃ ولو نوى ان یسلم بموضعین ثلاثین یوما یصلی اربعاً ان اقامته
بکل موضع تكون خمسة عشر یوما“.... (التنزیل العائیه: ۱۵۴)

”ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة او القرية خمسة عشر یوما
او اکثر کذا فی الہندیۃ (نوی ان قال) وان نوى الإقامة اقل من خمسة
عشر یوما قصر حکم فی الہندیۃ“.... (الہندیۃ: ۱۳۹/۱)

”ونہ الإقامة اعماناً لرب خمس شرائط ترک السیر.... والحداد الموضع
والمدة والاستقلال بالرأی حکذا فی معراج الدرایۃ“.... (الہندیۃ: ۱۳۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر بننے کے لئے شہر سے خروج ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کراچی میں مقیم ہے
اور وہ شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک سفر کرتا ہے تو تقریباً ایک سو کلومیٹر بنتا ہے کیا یہ شخص شرعی
مسافر قرار دیا جاسکتا ہے اور قہری نماز پڑھ سکتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوہاب

صورت ہر قوم میں شہر کے اندر سفر کا اعتبار نہیں لہذا شہر میں نماز پوری ادا کرے گا، کیونکہ مسافر بننے کے لئے
خروج من المصّر ضروری ہے۔

”وفعل السفر لا یتحقق الا بعد الخروج من المصّر فاما ان يخرج لا یتحقق قرآن
الثبۃ بالفعل فلا یصور مسافر“ .. (بدائع الصنائع: ۱/۲۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے باہر شرعی مسافت پر نماز امت کرنے والے کی نماز کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر (۸۸): محترم کرم حضرت مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اسلام کے بعد عرض کرتا ہوں
کہ ایک مسئلہ کے بارے میں تحقیق کرنی ہے جواب سے مطلع فرمائیں وہاں یہ ہے کہ میں چار سو کارہنٹے والا ہوں

اور اسلام آباد میں سر دی کرتا ہوں اور ہر وقت گھر جاتا ہوں اور میں نے کرایہ کا مکان لیا ہوا ہے ابھی چندہ یوم کا قیام یہاں نہیں کیا کئی آدمیوں نے کہا کہ آپ اسلام آباد میں رہتے ہوئے قصر نماز پر جیسے میں نے ایک عالم دین سے بھی پوچھا انہوں نے بھی بتایا کہ آپ ایک دفعہ بھی یہاں چندہ دن سے زیادہ نہیں رہے، اس لئے قصر پر جیسے انہوں نے کہا کہ اگر آپ ایک دفعہ بھی چندہ دن نہیں تو آپ پوری نماز پر جیسے کے پورے نہیں تو میں نے قصر نماز پر جی شروع کر دی ہے لیکن ابھی تک جتنی طور پر مطمئن نہیں ہوں، میرے مہربانی آپ قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیلی جواب لکھیں تاکہ میں اس پر عمل کروں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقوم میں آپ اسلام آباد میں سفر کی نماز ادا کریں گے، کیونکہ پٹنہ اور اسلام آباد کا دور میانی فاصلہ مسافت شرعیہ ہے اور آپ اسلام آباد میں چندہ دن قیام نہیں کرتے۔

”و طین السکسی ان کمان الحلدہ بعد تحقیق السفر لم یصر الفاقا ولا اصر الفاقا، فاذا دخل المسائر بلدة ونوی ان یقیم بها یوماً ما لا تم حرج منها ثم رجع اليها فصر فيها کما کان یقصر قبل عروجه وعلیه یحمل کلام المحققین لقول البحر: انهم قالوا الاقامة فيه لانه یبقى مسافراً علی حاله فصار وجوده کمله اه“۔۔۔ (رد المحتار ۱/۵۸۷)

”و لم یثبت حکم الاقامة فی وطن السکسی، بل حکم السفر فيه باق، فمما کوننا ان اقل مدة الاقامة خمسة عشر يوماً اه“۔۔۔ (المحیط البرہانی: ۲/۳۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی تحقیق ہو جائے اور نیت ۵ اذان سے کم قیام کی ہو تو قصر کرے گا:

مسئلہ نمبر (۱۹۹)۔ محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میں بروڈ سوسائٹی کولہ ہور جو میرا اصلی گھر ہے اور میں سرگودھا میں تو کئی کرتا ہوں اور وہاں پانچ دن اور چار راتیں قیام کرتا ہوں اور عید المبارک کی شام کولہ ہور آتا ہوں میں وہاں پر نماز کیسے پڑھوں گا سفر کی نماز یا تنہم کی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں آپ سرگودھا میں سفر کی نماز پر جیسے کے کیونکہ آپ کا سفر شرعی تحقیق ہے۔

”وطن السکنی ان کان اتخذہ بعد تحقیق السفر لم یعتبر اتفاقاً
والایعتبر اتفاقاً، فإذا دخل المسافر بلدة ونوى ان یقیم بها یوماً مثلاً لم یرج منها
ثم رجع اليها النظر فيها كما كان یقتصر قبل عروجه وغلبه یحمل کلام
المحققین للقول بالبحر: انهم قالوا الاثاندة فيه لانه یلقى مسافراً علی حاله
فصار وجوده کعلمه او“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۸)

”ولم یثبت حکم الإقامة لی وطن السکنی بل حکم السفر فيه باقی لمعاد کماله
ان اقل مدة الإقامة خمسة عشر يوماً“۔۔۔ (المحیط البرہانی: ۳/۳۰۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شری کی مقدار مسافت شرعیہ پر ہے خوف خطر سے نہیں ہے:

مسئلہ نمبر (۲۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان کی ریفر فوج کا کام صرف
اور صرف پاکستانی سرحدوں کی حفاظت اور نگہداشت کرنا ہے، جبکہ اس کی ثانوی ذمہ داری اندرون ملک میں امن
و امن کو قائم رکھنا ہے اس لئے دشمن کی کئی پانٹیں امن کے قیام کے لیے ہیں، جب سے قائم ہوئی ہیں اندرون ملک
خدمات انجام دے رہی ہیں اب جبکہ پاکستان اور ہندوستان کی سرحدوں پر کشیدگی کی صورت حال ہے اور جنگ کے
امکان کو بھی سسر نہیں کیا جاسکتا، تو ریفر فوجی تمام پانٹیں ہزاروں پر یا دروازوں کے علاقوں میں تعینات ہو گئی
اور میں حالت خطر اب میں ہوں گا اگر کشیدگی ختم ہو جائے تو وہاں کسی اپنے علاقوں کی طرف ہو جائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ ان حالات میں نماز قصر دینی جیسے گی یا پوری نماز ادا کی جائے گی، یہ تمام لوگ
سرحدوں پر مسافر ہیں گے یا عجم؟ اگر مسافر ہیں گے تو کب تک اور کتنے مہینے ایام کے بعد سفر ختم ہو جائے گا، یہ تمام
لوگ عجم ہو کر پوری نماز ادا کریں گے، اور وہی طرح جمہور کی ادائیگی کے احکام بھی بیان فرمادیں اس کے علاوہ سوالی
یہ ہے کہ پلٹ کر کام یا کوئی ملازم چاہے وہ کسی بھی عہدہ کا ہو، وہ اپنے طور پر قیام کی نیت کر سکتا ہے؟ جب کہ ہر آدمی
اپنے طور پر خود مختار نہیں ہے بلکہ تمام لوگ ایک دوسرے کے بتدریج ماتحت ہیں، کچھ لوگ اپنے طور پر قیام کی نیت
کر کے پوری نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جب کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو مسافر کہتے ہیں اور وہ قصر نماز ادا کرتے
ہیں ان کے لئے بھی عجم بیان فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جس جگہ آپ روانہ ہوئے اگر ۲۸ میل کا ارادہ تھا تو آپ مسافر ہیں، ورنہ مقیم ہیں اور واضح رہے کہ سڑکری کی مقدار مسافت شرمیہ کے ساتھ ہے نہ کہ خوف اور خطرہ پر ہذا وہاں جو بھی ادا نہیں کر سکتے۔

”ولا بد للمسافر من قصد مسافة مفردة بثلاثة ايام حتى يتروخص برخصة المسافر من والا يتروخص ابدانوا نوطاف الدنيا جميعها بان كان طالب انيق او غيرهم او نحو ذلك ويكفي في ذلك قصد غلبة الظن يعني اذا غلب على ظنه انه يسافر قصر ولا يشترط فيه التيقن كذا في المتن“... (الهندية: ۱۳۹/۱)

تمام فوجی اپنے کمانڈر کے ماتحت ہونے کی بنا پر اس کے مقیم ہونے کی وجہ سے مقیم اور مسافر ہونے کی وجہ سے مسافر ہوں گے۔

”وكل من كان تبعاً لغيره يلزمه طاعته يصير مقيماً باقامته ومسافراً ببعثه وعروجه الى السفر. كذا في محيط السر حسي“... (الهندية: ۱۴۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سڑکری میں مسکن اور نوافل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۹۱): جناب مفتی صاحب السلام علیکم کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سڑکری میں مقیم اور نوافل ادا کئے جائیں گے یا کوئی گنجائش ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں دوران سفر اگر آپ کے پاس اہل حق ہے تو پھر سنتیں اور نوافل پڑھنا بہتر ہے اور یہ چارے پڑھنا ہوئے ان میں قہر نہیں ہے اور اگر حجت نہیں ہے تو نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے فقط بہتر سے مراد یہ ہے کہ انصاف اس میں ہے اور نہ پڑھنا اور نہ واجب ہے اور اگر آپ چھوڑ دیں گے تو آپ پر گناہ نہیں ہوگا۔

”وینائی، المسافر (بالسنن) ان کان (فی حال امن وقرار والا) بان کان
فی خوف وقرار (لا) یائی بہاؤ المختار لانہ ترک لعذر تجسس قبل الامتہ
القصرۃ“..... (المجمع الرد: ۵۸۵/۱)

”وبعضہم جوزوا للمسافر ترک السنن والمختار لانہ لا یائی بہاؤی حال
الخوف وینائی بہاؤی حال القرار والا من حکذا فی الوجیز للکردوی“۔۔
(الہندیۃ: ۱۴۹/۱)

”والسنن والعطو عات لا یدخلہما القصور بسبب السفر“۔۔۔
(المبسوط: ۲/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں:

مسئلہ نمبر (۴۴): حضرت مفتی اعظم صاحب اسلام علیکم اکیا فرماتے ہیں مقتدیوں کرام اس مسئلہ کے بارے
میں کہ زادہو کہتا ہے کہ وطن اصلی صرف ایک ہے، جس میں آدمی اپنے اہل خانہ سمیت رہتا ہے، اس کا موقف ہے کہ اپنے
دائرخ کا گھر بھی وطن اصلی ہے، خاکہ کہتا ہے کہ جہاں جہاں بھی آدمی کی جائیداد ہو، اس کا وطن اصلی ہے، زادہو کرم
وضاحت فرمائیں کہ ان میں سے کس کا موقف درست ہے اور فتہ مخنی کے قول کے مطابق ہے اور کہ وطن اصلی ایک
سے زادہو سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں وطن اصلی ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں جس شہر میں آدمی کے اہل و عیال ہوں گے
وہ اس کا وطن اصلی ہے، مثلاً ایک آدمی نے چار شادیاں کی ہیں اور چار مختلف شہروں میں اپنی بیویوں کو نکاح
خوا کر دیئے ہیں اور وہ چار شہروں میں رہائش پذیر ہیں تو وہ چاروں شہروں آدمی کے لئے وطن اصلی ہیں
اور وہ چاروں شہروں میں اپنی نسل پڑھنے گا۔

”وطن اصلی وهو مولد الرجل أو البلد الذي قاعل به“ - (الہندیۃ: ۱۴۴/۱)

”لو لم یکن مولدہ ولکنہ لأهل به وجعلہ ذاریعیر مقبلاً“۔ (قاضی

عنان: ۱۶۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی میں پوری نماز پڑھی جائے گی:

مسئلہ نمبر (۶۶۳) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز قصر کے متعلق فقہ حنفی کی روشنی میں چند مسائل کی وضاحت فرمائیں اور خدا تعالیٰ مجاز ہوں۔ تاویز منظور ہوگا۔

(۱) منیر احمد اپنے والدین سے ملحدہ کسی دوسرے شہر میں اپنے چھٹی بچوں سمیت رہائش رکھتا ہے اور اقامت و خطبہ کا فریضہ انجام دیتا ہے شرعی سفر سے واپس آکر وہ اپنی مسجد میں پوری نماز پڑھتا ہے حالانکہ دعوت تبلیغی اسطرح کی وجہ سے اس کا قیام گھر میں ایک ہفتہ سے زائد نہیں ہوتا دریں حالات اس کے لئے نماز کا کیا حکم ہے اور اس کا وطن اصلی اس کی جائے سکونت ہے یا اس کے والدین کا گھر؟ منیر احمد کسی شہر کا مفتی قرار کرتا ہے اور اس شہر تک جانے کے دو راستے ہیں ایک راستہ سے اس شہر کی مسافت ۳۰ میل بنتی ہے اور دوسرے راستے سے ۵۰ میل منیر ایک راستے سے جاتا ہے اور دوسرے راستے سے واپس آتا ہے تو اس کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے وہ پوری نماز پڑھے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکور شخص کی بیوی بچے جس شہر میں رہتے ہیں وہ اس کا وطن اصلی ہے اس لیے اس کو وہاں پوری نماز پڑھنی پڑے گی۔ مادہ والدین کا گھر اس کا وطن اصلی نہیں ہے۔ اگر اس نے وہاں سے ترک سکونت کر لی ہو، اور اگر اس نے وہاں ترک سکونت نہیں کی تو وہاں بھی پوری نماز پڑھے گا۔

جس راستے سے سفر کرے گا اسی کا اعتبار ہوگا اگر اس راستے سے سفر کرے گا جس کی مسافت ۳۰ میل ہے تو پھر پوری نماز پڑھے گا اگر اس راستے سے سفر کیا جس کی مسافت ۵۰ میل ہے تو قصر نماز ادا کرے گا۔

”فإذا قصد بلدة والى مقصده طريقان أحدهما مسيرة ثلاثة أيام ولياليها والآخر

ذوها ذاك لسلک الطريق الأبعد كان مسافر أحدنا فكذا لى فتاوى قاضی

عنان وان سلک الأقصر جزم كذا فى البحر الرائق“۔ (الهندية:

”وطن اصلی وهو مولد الرجل أو البلد الذي نأهل به“۔
(الهندية: ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شرعاً مقیم ہونے کے لیے نیت اقامت ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۱۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنے گھر سے سفر شرعی پر نکلتا ہے اور اس شہر میں پورے پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہیں دیکتا بلکہ چودہ دن اور پندرہ راتیں ٹھہرنا چاہتا ہے کیا وہ چوری نماز پڑھے گا یا قصر کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں شرعاً مقیم ہونے کے لئے نیت اقامت یعنی چودہ دن قیام کا ارادہ ضروری ہے، لہذا اس صورت میں یہ شخص چنانچہ مقیم نہیں بننا اس لیے قصر کرے گا۔

”ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر كذلك في الهندية (التي ان قال) وان نوى الإقامة قبل من خمسة عشر يوماً قصر حكمه في الهندية“۔۔۔ (الهندية: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اپنے گھر میں ہمیشہ چوری نماز پڑھے گا:

مسئلہ نمبر (۱۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر براہ راست والدین سے طہچہ ہے بسلسلہ ملازمت کسی دوسرے شہر میں قیام پزیر ہے اور اس کے یہی بچے بھی اس کے ہمراہ ہیں وہ اپنی صحیح ذمہ داریوں کے تحت اکثر و بیشتر سفر پر رہتا ہے، اپنے گھر کے اعداد کی نماز کا کیا حکم ہے چوری پڑھے گا یا قصر کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جس شہر میں آدمی کے اہل و عیال ہوں گے وہ اس کا وطن اصلی ہوگا لہذا گھر پر چوری نماز پڑھے گا۔

”وطن اصلی وهو مولد الرجل أو البلد الذي نأهل به“ - (الهندية: ۱/۱۴۲)

”اولم یکن مولدہ ولکنہ تامل بہ وجعلہ دار ایصر مقیما“۔ (قاضی

عنان: ۱۶۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرال میں نماز پوری پڑھے یا قصر؟

مسئلہ نمبر (۲۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زاہد کا کہنا ہے کہ سفر شری کے باوجود سرال میں بھی نماز پوری چڑھی جائے اور دلیل میں امیر المؤمنین حضرت عثمان کا قول و عمل پیش کرتا ہے کیا واقعی سرال میں نماز پوری چڑھی جائے گی اگر قصر ہوگی تو حضرت عثمان کے قول و عمل کا مطلب کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں کسی شخص میں محض نکاح کر لینے سے وہ وطن اصلی نہیں ہو جاتا بلکہ یہی بچوں کو وہاں رکھنا اور وہاں سے منتقل نہ کرنا شرط ہے چنانچہ تحریر میں ہے:

”ووطن بہامع اہلہ وولدہ ولس من قصده الا رجوعا عہا بل التعیش

یہا“۔۔۔ (البحر الرائق: ۴/۲۳۹)

”وطن اصلی و هو مولد الانسان او موضع تامل بہ و من قصده التعیش بہ

الا الا رجوعا“۔۔۔ (فتح القدیر: ۲/۱۶۷)

”وطنا اصلیا بان كان مولدہ فیہ اولم یکن مولدہ لکن تامل فیہ وجعلہ

داراً“۔۔۔ (خلاصۃ الفتاوی: ۱/۱۹۸)

تامل کے ساتھ قصد قیام و رجوع دار کی قید صاف مذکور ہے اور حضرت عثمان کے قصد میں بھی ان کے انعام کا سبب محض رجوع نہ تھا، بلکہ رجوع کے بعد اہل کا کہہ میں رکھنا اس کا سبب تھا چنانچہ کتاب کی عبارت میں اس کی تصریح ہے:

”روی انه كان لعثمان اهل بمكة واهل بالمدينة وكان يتم الصلوة بهما جميعا

اھ“۔۔۔ (کفایۃ علی فتح القدیر: ۲/۱۷۷)

یہی صورت مرقومہ کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں نکاح کر کے زہد کو وہاں نہ رکھے بلکہ اپنے

شرعیس نے آئے تو سرال کا وطن دانا کا وطن اصلی نہ ہوگا اور اگر زوجہ کو کسی کے وطن میں رہنے کے قواس کا وطن زوج کا وطن ہو جائے گا خواہ زوج کا مستقل قیام اپنے وطن میں رہتا ہو یا دونوں جگہ رہتا ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شری کے وقت محبت اپنے سرال میں پوری نماز پڑھے گی:

مسئلہ نمبر (۲۹۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت اگر خانہ کے ساتھ علیحدہ آباد ہے تو وہ اپنے سرال میں بشرط سفر شری نماز پوری ادا کرے گی یا قصر؟ نیز فضیلا اور دوسریل میں نماز کا کیا حکم ہے پوری نماز پڑھی جائے گی یا قصر؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں رعشتی کے بعد اقامت دفر میں عورت خانہ کے تابعی ہے، عورت کا سرال چونکہ خانہ کا وطن اصلی ہے اور خانہ سفر شری کے باوجود چونکہ اپنی جائے پیدائش یعنی وطن اصلی میں مقیم ہو جاتا ہے اور اس پر پوری نماز ہے، نیز نماز قصر کے لئے پابندی پڑھنے کے بے مسالت شرعیہ اور وطن کا اعتبار ہوگا انصیاں دوسریل کا نہیں۔

”ثم المحصر في السفر والاقامة لية الاصل دون البيع كالعميلة والامير مع

الصلوة التزوج مع الزوج جلاء“۔۔۔ (کسری: ۱۵۰)

”السفر الذي يتغير به الاحكام ان يقصد مسيرة ثلاثة ايام وليلها“۔۔۔

(الهداية: ۱/۱۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شادی کے بعد محبت اپنے خانہ کے تابع ہوتی ہے:

مسئلہ نمبر (۲۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت نے بچوں اور والدین کے ساتھ لاہور میں رہائش پزیر ہوئی جبکہ میرا آبائی گاؤں مری ہے اور میرے سرال داؤ پٹنڈی میں ہے جہاں مری میں جو مری زمین وغیرہ تھی وہ میرے والد اور ان کے تمام بھائیوں نے باہم رضامندی سے ایک بھائی کو مالکانہ

ظہر پر دے دی ہے اور میں اور میرے والدین دو تین ماہ بعد مری یا راولپنڈی جاتے ہیں۔ آپ سے عرض ہے کہ اس صورت میں میری وہاں نماز قصر ہوگی؟ اس سے قبل یہ مسئلہ میں نے علامہ شفیع صاحب صاحبِ مال و دلوں سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا تھا کہ میری نماز قصر ہوگی میں نے اس پر عمل شروع کر دیا مگر عید الفطر پر ہمارے قاری صاحبِ خطیب جامع مسجد اعلیٰ شاہ کالونی لاہور کینٹ نے از خود اپنے جود کے خطب میں اس مسئلہ پر بیان فرمایا اس رو سے سسرال بھی والدین کا گھر ہے، لہذا وہاں پر پوری نماز پڑھی جائے گی ان کے اس بیان کے بعد میں کھٹکشی کا شکار ہو گیا ہوں چونکہ علم کے لحاظ سے علامہ شفیع صاحب کا سحر سمجھتا ہوں، لہذا میں نے ان سے دوبارہ رابطہ کیا انہوں نے آپ سے رجوع کرنے کو کہا میری فرمایا کہ اس مسئلے میں میری رہنمائی کرنا کیسے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر آپ نے مری کی سکونت مستقل طور پر ترک کر کے لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے اور مری واپسی کا کوئی ارادہ نہیں ہے، تو لاہور میں پوری نماز ادا کریں گے اور مری میں نماز قصر ادا کریں گے بشرطیکہ مری میں قیام پھرہ دن سے کم ہو اگر پھرہ دن سے (ماہ قیام کی نیت ہو تو نماز پوری ادا کریں گے۔ اگر یہی آپ کے ساتھ لاہور میں مستقل مقیم ہیں تو راولپنڈی میں بھی آپ اور آپ کی بیوی دونوں نماز قصر کریں گے۔ بشرطیکہ قیام راولپنڈی میں پھرہ دن سے کم ہو شادی کے بعد یہی شوہر کے تابع ہوتی ہے، اگر یہی کا قیام مستقل راولپنڈی میں اپنے والدین کے پاس ہے تو پھر جب آپ راولپنڈی جائیں گے تو نماز پوری ادا کریں گے لیکن چونکہ موجودہ صورت میں یہی کا قیام لاہور میں آپ کے ساتھ ہے اس لئے وہ بھی نماز راولپنڈی میں قصر کریں گے۔

”ثم الاصلی بمقتضی بطله حتی لو کان له وطن اصلی فانتقل منه واسوطن
غیره مخرج عن کونه وطنه حتی لو دخله بعد ذلک لایلزمه الاتمام ما
لم یسقط الاتمام للمخرج من اهل علیه السلام واصحابه المهاجرین قصروا بمكة
مع انها کانت وطنهم الاصلی لکنهم اسقطوا المدينة فرائت و طلبة
مكة“... (حلی کبیری: ۳۶۹)

”ثم المرأة الماتکون تبعاً للزوج اذا نزلها مبرها المعجل وانما اذا لم یوفها
فلا تكون تبعاً له قبل الدخول“... (الہندیہ: ۱/۱۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مستقل رہائش جس جگہ اختیار کی جائے وہ وطن اصلی بن جاتا ہے:

مسئلہ نمبر (۲۹۹): اسلام پیغمبر و رحمۃ اللہ و رکاوٹ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جہادی مسجد کے امام صاحب اکثر سفر کرتے رہتے ہیں وہاں پر قہر لڑائی کے بجائے پوری نماز پڑھتے ہیں جب کہ ان کا آبائی گاؤں لاہور سے شرقی مسافت پر ہے امام صاحب سے اس مسئلہ پر دو تین خطے گفتگو ہوتی رہی کہ آپ قہر کیا کریں امام صاحب نے کہا کہ میں چندہ دن کی نیت کر لیتا ہوں لیکن ہم مطمئن نہ ہو سکتے تو انہوں نے کہا کہ آپ اس مسئلہ کی تحقیق کریں ان کے کہنے پر میں نے جامعہ اشرفیہ کی طرف رجوع کیا جس پر حضرات مفتیان کرام نے فتویٰ جاری کیا جس کی کاپی منسلک ہے اب مسئلہ یہ ہے کہ جب امام صاحب کو پتہ چلا کہ فتویٰ آگیا ہے تو پھر کہنے لگے کہ لاہور شہر میرا وطن اصلی ہے اگر مسجد والے مجھے فارغ بھی کر دیں ہیں تو میرا لاہور چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔

پہلے انہوں نے کہا کہ آپ تحقیق کریں میں بھی تحقیق کرتا ہوں اس پر سوال پیدا ہو گیا کہ دن پہلے گفتگو ہوتی تو انہوں نے پہلے کیوں نہ یہ بات کہی کہ لاہور میرا وطن اصلی ہے جب کہ امام صاحب کی ساری جائیداد زمین دیہی نیچے پوری راہروی ان کے آبائی گاؤں میں ہے یہاں پر صرف امام و خطیب ہیں، آیا لاہور شہر ان کا وطن اصلی قرار پائے گا؟ وطن اصلی کے لیے کیا شرائط ہیں بانیہ کر لیتا کافی ہے وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

”الوطن الاصلي وهو موطن ولادته او تاهله او توطنه الخ... قوله (او توطنه) ای عزم علی القرویۃ وعدم الارتحال وان لم یسأل الخ“۔ (الدومع اثر ۱: ۵۸۶)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر ایک جگہ مستقل رہائش کی نیت کر لی جائے تو وہ وطن اصلی ہو جاتا ہے۔ تاہم امام صاحب نے اگر مستقل نیت کر لی ہے اب لاہور سے کوچ نہیں کرے بلکہ مستقل لاہور میں رہنا ہے تو ان کا وطن اصلی ہو گیا یہ جن سرکاری وجہ سے باطل نہیں ہوگا نماز پوری ادا کریں گے اور آبائی گاؤں بھی وطن اصلی ہوگا ایک بندے کے وطن اصلی دو یا زیادہ ہو سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مستقل رہائش کا ایک اور مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۳۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں لاہور کے ایک مدرسہ میں درجہ

خمس کا طالب علم ہوں اور میرا آبائی گاہاں چترال ہے اور میرے والد محترم کچھلے پچاس سال سے خیر آباد (نوشہرہ) میں مامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور میرے والد نے اپنی رہائش دارہ کے گھر رکھی ہوئی ہے اور میری پیدائش بھی خیر آباد میں ہوئی ہے اور سکون بھی وہیں ہے عاب مسئلہ یہ واضح کرنا ہے کہ در سے کی چٹنی ہوئی ہے اور مجھے چار پانچ یا دس دنوں کے لیے خیر آباد جانا ہوتا ہے تو وہاں جا کر میں قصر در صوں یا چٹنی کی نماز پڑھوں گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں خیر آباد چٹنگ آپ کی جائے پیدائش ہے والدین بھی وہیں ہیں لہذا آپ وہاں پر پوری نماز ادا کریں گے بشرطیکہ آپ نے یہاں مستقل رہائش کا ارادہ کیا ہو۔

”وطن اصلی وهو مولد الرجل أو البلد الذي نأهل به“ - (الهندية: ۱/۱۳۲)

” (الوطن الاصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يطلق بموطنه) اذ لم يبق له

بالاول اهل فلور يلقى لم يظل بل يتم فيهما“ - (الدرع القرد: ۱/۵۸۶)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران سفر فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷۱) کیا کہلاتے ہیں مقتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر میں نماز کو قصر ہوتی ہے یعنی چار فرض کی جگہ در فرض پڑھتے ہیں تو کیا دوران سفر سنت مؤکدہ پڑھنی چاہیے؟ نیز فجر کی سنتوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سفر کی طالعہ شاقی نے دو حالتیں بتائی ہیں ”ایک حالت نزول“ یعنی کبھی جگہ چھوڑ دین سے کم اقامت کی نیت ہو تو وہاں پر سنت مؤکدہ ادا کرنا افضل ہے ”اور دوسری حالت یہ“ یعنی کوئی شخص کہیں جا رہا ہے اور گاڑی میں سفر شرعی کر رہا ہے تو اس صورت میں سنت مؤکدہ کو ترک کرنا درست ہے۔ بہت سنت فجر کو کسی بھی صورت ترک کرنا درست نہیں ہے۔

” (ویسائی) المسافر (بالسنن) ان كان (الى حال امن وفرازا والا) بان كان

الى عوف والفرز (لا) ياتي بهاهو المحذر لانه ترك العذر فحيث قبل الامنة

الافجر. قوله: (هو المحذر) - قلت والظاهر ان مافي المتن هو هذا وان

المراد بالامن والقول بالنزول والخوف والفرار السرير فنعلم ان فصل
الفرار انه عبر عن الفرار بالعجلة لا بهائي السرير تكون غاليامن الخوف اه.....
(الدرمع الثم: ۱/۵۸۵)

"وبعضهم جوزوا للمساافر ترك السرير والمخاض انه لا ياتي بهائي حال
الخوف ويأتي بهائي حال الفرار والامن هكذا في
الوجيز للكردي"..... (الهندية: ۱/۱۳۹)

"وتكلموا في الفصل في السرير فليل هو متروك ترعاضا قيل هو الفعل
لغيره او كان الشيخ ابو جعفر يقول بالفعل في حالة النزول والترك في حالة
السرير"..... (المنار حاشية جلد: ۳/۳۸۹)

"وان كان مائرا او غائبا لا يأتي بها وهو المختار، فويله وهو المختار
... وقيل: كذلك الاسماء الفجر والمغرب" (مخطوطي: ۳۴۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حاشی طرد پر قہم سرکاری ملازم وطن اصلی میں پھری تو نماز ادا کری:

مسئلہ نمبر (۳۰۴) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں دیرکار ہائی ہوں میری سرکاری
تو کری لاہور میں ہے جس کی وجہ سے میری بیوی اور میرے بچے میرے ساتھ مستحق لاہور میں رہتے ہیں اور اگر میری
سروسنگاؤں میں ہو جاتی ہے تو پھر جم دیکھ چلے جائیں گے اور ہمارا واپس جانے کا بھی ارادہ ہے وہاں میری زمین بھی
ہے اور میرا گھر بھی ہے اور زمین میں نے اجارہ پر دی ہوئی ہے اور گھر میں دوسرے آدمی کو کھایا ہوا ہے زمین
اور گھر میرے پاس ہیں ہم نے کچھ نہیں ہے اور نہ ہی بیچنے کا ارادہ کیا ہے اس صورت میں جب ہم
گاؤں جائیں تو نمازیں پھری پر ہمیں گے یا تھر کریں گے؟ مسئلہ کو واضح فرما کر مکتور فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورتہ میں آپ دیر میں اپنی اہلی جائز قہم گھروں کے اور نماز پھری پر ہمیں گے کیونکہ آپ کا وطن

اصلی ہے۔

”وَيُطْلَقُ الْوَطَنُ الْأَصْلِيُّ بِالْوَطَنِ الْأَصْلِيِّ إِذَا أُطْلِقَ عَنِ الْأَوَّلِ بِأَعْلَاهُ، أَمَّا إِذَا لَمْ يُسْتَفْهِلْ بِأَعْلَاهُ وَلَكِنْ اسْتَحْدِثَ أَهْلًا بِبَلَدَةٍ أُخْرَى فَلَا يُطْلَقُ وَطَنُ الْأَوَّلِ وَحَسْبُ لَهَا“۔۔۔ (الہندیہ: ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شری کی مسافت اس کی پیمائش اور نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شری سفر میں قصر نماز کا کیا حکم ہے کتنی مسافت میں قصر شروع ہو جاتی ہے؟ نیز فاصد کی پیمائش کیسے ہوتی ہے؟ جس سفر میں نماز قصر کی اجازت ہے ایسی قصر اور ان سفر بھی ہوتی چاہے مثل کے طور پر لاہور سے کراچی جا کر وہاں قیام کرنا ہے ایسی حالت میں لاہور سے سفر شروع کرتے ہی قصر نماز ہوتی چاہیے اگر قصر کرتی ہے تو لاہور سے کتنے فاصلے کے بعد قصر جائز ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مسافت سفر اصل میں تین دن ہیں تین منزل سے بھی لگی مراد ہے میل کے اعتبار سے یہ مسافت اڑھتالیس (شرعی) میل بنتے ہیں اور میل کے حساب سے تقریباً تین سو کلومیٹر بنتے ہیں۔ جب اپنے شہر کی آبادی سے ہر کل چائے تو نماز قصر شروع ہو جاتی ہے لہذا لاہور ان سفر قصر کرے گا جب تک مخصوص شہر کی آبادی نہ آجائے۔

”الاحکام التي تغير بالسفر هي قصر الصلاة وإباحة التطير واعتداد بعدة المسح التي ثلاثة أيام... وكذلك إذا هاجرت من سفره إلى مصره لم يتم حتى يدخل العمران... ولا يزال على حكم السفر حتى يتوى الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر“۔۔۔ (الہندیہ: ۱/۱۳۹، ۱۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حالت سفر میں مسافر متقیں کو اگرے گاہا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۳۸۴): محترم جناب مفتیان کرام السلام علیکم!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام؟ مطالعے عقبہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ قصر نمازوں میں سنت معاف ہوئی ہیں یا نہیں؟ اگر قضاء نماز ادا کرتا ہو تو کیا اس میں قضاء نمازوں کی سنتیں بھی قضاء کرتے ہیں یا صرف فرض قضاء پڑھتے ہیں، شکریا

الجواب باسم الملك الوهاب

سفر کی علامہ شافعی نے دو باتیں بتائی ہیں ”ایک حالت نزول“ یعنی کسی جگہ پر وہاں سے کم اقامت کی حیثیت ہو تو وہاں پر سنت مؤکدہ ادا کرنا افضل ہے ”اور دوسری حالت یہ“ یعنی کوئی شخص کہیں جا رہا ہے اور گاڑی میں سفر شرعی کر رہا ہے تو اس صورت میں سنت مؤکدہ کو ترک کرنا افضل ہے۔ طبیعت سنت جبر کو کسی بھی صورت ترک کرنا درست نہیں ہے۔

یہ سفری نماز کی قضاء کرتے ہوئے صرف فرضوں کی قضاء کرے لیکن اسی دن کی فہری سنتیں جبر کے بعد فرضوں کے ساتھ قضاء کرنی ہیں اور ذوال کے بعد سنتوں کی قضاء مراعات ہو جائے گی۔

”اذلھما مع الفرض بقضیھما بعد طلوع الشمس الی وقت الزوال ثم یسقط
ھکذا الی المحیط للسیر عسی وهو الصحیح ھکذا الی البحر الرائق“۔۔۔
(الھندیہ: ۱/۱۱۲)

”و بعضھم جوزوا السیر لترك السنن والمختار انه لا یائی بھالی حال
الخوف ویائی بھالی حال القراۃ والامن ھکذا الی الوجیز للکھنزی۔۔۔
(الھندیہ: ۱/۱۳۹)

”وتکلموا الی الافضل فی السنن لقیل هو متروک ترخصاً و قیل هو بالفعل
لقربہا و کان الشیخ ابو جعفر یقول بالفعل فی حالة النزول والترك فی حالة
السیر“۔۔۔ (التلویحات: ۳۸۹/۳ شیعہ)

”وان کان مسافراً او عابداً فلا یائی بھاو هو المختار ولو لدرو هو المختار
.... و قیل: كذلك الاسنة الفجر والمغرب“۔۔۔ (طحاوی: ۴۲۲)

واللھ تعالیٰ اعلم بالصواب

وطن اصلی کو عارضی طور پر چھوڑنے سے اس کی اہمیت ختم نہیں ہوتی:

مسئلہ نمبر (۳۰۵): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں فقہائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مہجرت یعنی بچوں کے ساتھ وطن ایک چھوڑ کر مکان چلا گیا لیکن کبھی کبھی جہاں اس کا اصلی وطن ہے جہاں اس کا مکان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہیں۔ یہاں آ کر رہتا ہے مکان میں اس نے مکان بنالیا ہے اور ارادہ ہے کہ کبھی وقت دیکھیں اپنے وطن چوڑنگا کی صورت میں اگر وہ وہاں رہنے کے لیے گھر آئے تو وہ کون سی نماز ادا کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں نماز پوری ادا کرے گا۔

”اما اذا لم يستقل باهله ولكنه استحدث اعمالا ببلدة اخرى فلا يستقل و طئه الاول

ويتم ليهما... ولو انقل باهله ومناحه الى بلد وبقي له دور وعقار في الاول قبل

بقي الاول وطئانه واليه اشار محمد في الكتاب: كذا في التواعدى...“

(الفتاوى: ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حجۃ اقامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آری اگر کوئی سے چھانگایا آئے اور یہاں آنے کی نیت جنگ کرے ہو مگر گھبراہٹ حالات جنگ کے نہیں ہیں مگر فوج احتیاط جنگل میں رہ رہی ہے یہاں ٹھہرنے کی مدت بھی معلوم ہے مگر شک ہے کہ ۱۰ پار میسے گزرنے کے بعد کوئی چلے جائیں گے، آیا ایسی صورت میں نماز قصر ادا کریں گے یا پوری نماز ادا کریں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں نماز قصر ادا کریں گے اگرچہ وہاں اقامت کا ارادہ رکھتے ہوں۔

”قال شمس الامعة الحلواني“ عسكر المسلمين اذا قصدوا ان يقاتلوا معهم

اعتبهم وحياتهم ولسانظهم فنزلوا مغفرة في الطريق ونصبوا الاغية

والفساطیط وعزموا اليها على اقامة خمسة عشر يوماً لم يهتروا عليهم

لانها حمولة وليست بمساكن كذا في المحيط"۔۔۔ (الهندية: ۱۳۹/۱)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران سفر نماز کا کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۷۷): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرتا ہے وہ یہ کہ دوران سفر نماز کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

دوران سفر نماز کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ چار رکعت والی فرض نماز میں قصر ہوگی یعنی چار رکعت والی نماز دو رکعت چھٹی ہوگی۔

"وفرض المسافر في الرباعية ركعتان كذا في الهداية"۔۔۔ (الهندية:

۱۳۹/۱)

"من تجاوز بيوت مصره مريدا سيراً وسط ثلاثة ايام الى بر او بحر او جبل

قصر"۔۔۔ (کنز الدقائق: ۵۴)

"اذا جاوز المقيم عمران مصره فاصداً مسيرة ثلاثة ايام وليلاتها سير الايل

او مشى الاقدام يلزمه قصر الصلاة"۔۔۔ (فتاویٰ خان: ۱/۱۶۴)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا مسافر نماز نماز قصر پڑھے گا:

مسئلہ نمبر (۳۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بسبب ملازمت دوسرے شہر میں رہ رہے ایک ہفتہ کے بعد گھر جاتا ہے آیا ملازمت والی جگہ میں نماز قصر پڑھے گا یا نہیں؟ جبکہ یہ اس کی ملازمت کا مسئلہ ہے یعنی ہمیشہ اس طرح ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں وہ شخص ملازم مسجد اہی چک میں نماز قصر ہی پڑھتا رہے گا۔

"ولا يزال على حكم المسافر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوما

أو أكثر . . . وإن نوى الأقل من ذلك قصر" . . . (الهداية : ۱/۳۷۱)

"فلقصر إن نوى الإقامة في أقل منه أي في نصف شهر" . . . (رد المحتار :

۱/۵۵۴)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران سفر دارا محمد اہر کھڑے پکڑی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۰۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دارا محمد اہر کھڑے پکڑی نماز حضرت دوران سفر کوئی نماز پڑھیں گے؟ قصر کریں گے یا مکمل نماز ادا کریں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر ان کی گاڑی شہر سے باہر شرعی مسافت یعنی ۴۸ میل دوری پڑ جائے ہو اور دوران سفر

کسی ایک جگہ پھر دوران پاؤں اٹھانے کا ارادہ نہ تو پھر پھر حضرات نماز قصر کریں گے ورنہ مکمل نماز ادا کریں گے۔

"ولا يزال على حكم المسافر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوما

أو أكثر كذا في الهداية . . . وإن نوى الإقامة أقل من خمسة

عشر يومان قصر هكذا في الهداية" . . . (الهداية : ۱/۱۳۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک مقام کی جانب دو الگ الگ راستوں سے جاتے ہوئے نماز ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱۰): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

کہ میرا گاڑی میں کاروبار ہے اور میں اکثر وہاں اس سٹیل میں جاتا رہتا ہوں اور گاڑی جانے کے دہرائے ہیں ایک

راستے سے جایا جائے تو شرعی سفر بنتا ہے (۹۰ کلومیٹر) اور دوسرے راستے سے سفر شرعی نہیں بنتا یعنی (۴۰ کلومیٹر)

تو آیا وہاں نماز قصر پڑھوں یا مکمل؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر آپ اس راستہ سے گئے ہیں جس سے سفر شرعی بن جائے اور آپ کی نیت وہاں چندہ دن ٹھہرنے کی نہیں ہے تو آپ مسافر ہیں اور نماز قصر ادا کریں گے اور اگر آپ نے دوسرا راستہ اختیار کیا جس سے سفر شرعی نہیں بنتا ہے تو آپ اس صورت میں مکمل نماز ادا کریں گے۔

"فإذا قصد بلدة والى مقصده طريقان أحدهما مسيرة ثلاثة أيام وثلاث ليالٍ والآخر دونها فليست الطريق الأبعد مكان مسافر أحدنا نذكره في فتاوى قاضي عسان. وإن سلك الأقصر منهم كذا في البحر الرائق..." (التهذيب: ۱۳۸/۱، مفتاح: ۱۶۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی چھوڑ کر دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۷): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عرض ہے کہ میں اپنے والدین کے ساتھ پہلے لاہور میں رہتا تھا، لیکن اب میں بسملہ طر زمت ملتان شفٹ ہو گیا ہوں میری بیوی بچے بھی میرے ساتھ ہیں اور اب لاہور نہیں آنے کا ارادہ نہیں ہے لیکن چھٹیوں میں والدین کے پاس آتے ہیں اس صورت میں نماز قصر چھین گے یا پوری ادا کرے کہ میری اب مستقل رہائش ملتان میں ہی ہے اور اب لاہور و دارہ شفٹ ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں اگر اپنا وطن اصلی چھوڑ کر کہیں اور مستقل رہائش اختیار کر لی ہو تو وہ دارہ وطن اصلی ہونے کا ارادہ نہ ہوتا اگر چندہ دن سے کم کے لئے ۱۶ میل سے زیادہ کا سفر کر کے آئے ہوں تو آپ قصر کریں گے۔

"وإذا سوطن غيره ثم سافر فدخل وطنه الأول قصر لانه لم يبق وطنه..." (التهذيب: ۱۶۶/۱)

"ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوما"

او اکثر كذا في الهداية... وان سوى الاقامة اقل من خمسة

عشر يوم فانصر هكذا في الهداية... (الهداية: ۱/ ۱۳۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر اگر عظیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو نیت کیسے پڑھے؟

مسئلہ نمبر (۳۱۴)۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک مولانا صاحب نے مسئلہ بتایا تھا کہ جب آپ سفر کے دوران ایک عظیم امام کے اقتداء میں نماز پڑھیں گے تو دو رکعات فرض طرآنہ نماز کی نیت کریں گے امام کی اقتداء میں ہونے کی وجہ سے چار رکعات پوری امام کے ساتھ ادا کریں گے اس لئے جب سفر پر گیا تو میں نے دو رکعات فرض طرآنہ کی نیت کی اس مرتبہ میں نے کافی نمازیں پڑھیں اب آپ سے یہ سوال ہے کہ کیا میری نمازیں ادا ہو گئی ہیں یا نہیں؟ اگر ہاں نہیں ہوئی تو ان کی قضاء کا کیا طریقہ ہوگا دو رکعت اقتداء کی نیت کر کے نماز پڑھوں گا یا چار رکعات اقتداء کی نیت کر کے نماز پڑھوں گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مسافر جب عظیم امام کی اقتداء کرے تو مطلق فرض وقت کی نیت کرے گا مثلاً یہ کہے کہ میں ظہر کی فرض نماز پڑھتا ہوں، اگر اس نے فرض وقت کی بجائے چار رکعات یا دو رکعات کی نیت کی تو بھی اس کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ دو رکعات کی تعمین میں ظہری سے نماز پڑھ کر کوئی الزام نہیں پڑتا۔

”والى نية المسافر اشكال اذ لو نواها التين لم يكن الشفع الاخير فربما منع الله

بصير فربما تبعه ولو نواها اربعاً لا يضر لانه لما يضر فربما لا يضر فربما لا يضر

والظاهر انه لا يضر عدد الركعات ويبنى فرض الظهر مثلاً فان لعين

اعداد الركعات ليس بشرط الخ“... (التقاية شرح مختصر الوقاية ۱/ ۱۵۵)

”الخطأ فيما لا يشترط التعمين له لا يضر، كعمين مكان الصلاة

وزمانها وعدد الركعات، فلو عين عدد ركعات الظهر ثلاثاً او خمساً صح، لان

التعمين ليس بشرط فالخطأ فيه لا يضر، قال في البداية: نية عدد الركعات

والسجادات ليس بشرط ولو نوى الظهور لالا او خمساً صحت والتفوية

التعین "۔۔۔ (الاشباه والنظائر: ۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی میں بھر جال پوری نماز ادا کی جائے گی:

مسئلہ نمبر (۱۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا گھر لاہور میں ہے ملازمت کے سلسلے میں اسلام آباد میں رہتا ہوں ہر روز لاہور آتا ہوں دو دن قیام کر کے واپس چلا جاتا ہوں ارادہ ہے کہ جو نماز لاہور میں ملازمت کی لاہور پھل ہو جائے گا اسلام آباد میں کوئی مکان جائیداد بھی ہے وغیرہ نہیں ہیں سوال یہ ہے کہ اسلام آباد میں قصر پڑھوں یا مکمل نماز پڑھوں؟ سفر میں قصر کروں تو کہاں سے شروع کروں لاہور میں قصر کروں یا قراؤم کروں؟ میں گزشتہ ایک سال سے قصر نماز پڑھ رہا ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں چونکہ آپ کا گھر لاہور میں ہے، لہذا لاہور میں آپ اگر چہ ایک دو دن رہیں آپ مکمل نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ یہاں قیام میں اور لاہور سے اگر آپ چند روزے کم ہوں گے لئے اسلام آباد میں ٹھہرنے کی نیت سے سفر کرتے ہیں تو اس صورت میں آپ اسلام آباد میں رہتے ہوئے قصر نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ اسلام آباد میں شرعاً مسافر ہیں اور لاہور شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد واپس لاہور پہنچنے تک اس دوران قصر نماز ادا کریں گے۔ جو نمازیں آپ نے لاہور میں قصر پڑھی ہیں ان کی قضا آپ کے ملازمی ہے۔

"ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً

أو أكثر كذا في التمهيدية۔۔۔ وان نوى الإقامة قبل من خمسة

عشر يوماً قصر هكذا في التمهيدية"۔۔۔ (التهذيب: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی اگر مستحلاً چھوڑے تو اس کی حلیت فتم ہو جاتی ہے:

مسئلہ نمبر (۱۳۳): بنیاب مفتی صاحب اسلام یکم درجۃ الشریعہ کا!

کیا فرماتے ہیں فقہاء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا آپنی گاؤں یہاں (وطن اجماعت) سے تقریباً ۳۰ کلو میٹر دور ہے وہاں سے ہم اپنی چٹنیہ لاؤں۔ مگر پچ کر مستقل طور پر یہاں قیام نہ کریں اور ہم کبھی کبھی اپنے گاؤں جاتے ہیں کیا ہم وہاں جا کر نماز قضا کریں گے یا کمال نماز ادا کریں گے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ کو رہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت ترقی میں اگر پیسے وطن اصلی چھوڑنے کا ارادہ کر لیا ہے تو آپ نماز قضا کریں گے۔
 ”وَالْوَطَنُ الْأَصْلِيُّ هُوَ وَطَنُ الْإِنْسَانِ فِي بِلَدِهِ أَوْ بِلَدِهِ أُخْرَى الْخِلْعَانِ أَوْ وَطَنُ
 بَيْتِهِ أَوْ بِلَدِهِ وَوَلَدِهِ وَلَيْسَ مِنَ الْقَصْدِ الْأَرْثَاقُ غَنَائِلُ تَنْعِيشُ بَيْتِهِ، وَهَذَا الْوَطَنُ
 يَسْتَلُ بِمَقْلَبِهِ لَا غَيْرُ وَهُوَ أَنْ يَرْوِطَ فِي بِلَدِهِ أُخْرَى وَيَنْقُلَ الْأَهْلَ الْيَهْلِيحُ جَرَجَ
 الْأَوَّلِ مَنْ أَنْ يَكُونَ وَطَنًا أُصْلِيًّا حَتَّى لَا يَدُورَ عَلَيْهِ
 صَلَاحُ الْأَيْمِ“۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۴۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ڈرامیجہ حضرات پوری نماز ادا کریں یا قصر کریں؟

مسئلہ نمبر (۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈرامیجہ جو کہ اکثر اوقات سفر میں رہتا ہے کیا وہ اپنی تمام نمازیں جو کہ سفر کے دوران ہیں پوری ادا کرے یا قصر ادا کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ڈرامیجہ اگر سواری شہر سے باہر ۲۸ میل دوڑے جا رہا ہے اور پھر وہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ نہ کرے تو نماز قضا کرے گا۔

”مَنْ جَلَّوْهُ بِمَوْتٍ مَصْرُوعَةٍ مَرِيضًا سِرًّا أَوْ سَطْرًا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي بَرٍّ أَوْ بَحْرٍ أَوْ جَبَلٍ
 قَصْرًا“۔۔۔ (کنز الدقائق: ۵۳، مکتبہ رحمانیہ)
 ”أَمَّا جَاوِزُ الْمَقَامِ عَمْرَانٍ مَصْرُوعَةٍ فَاصْلًا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَالْيَهْلِيحُ سِرًّا أَوْ سَطْرًا أَوْ جَبَلٍ
 الْأَقْدَامُ يَلْزَمُهُ الْقَصْرُ ثَلَاثَةَ“۔۔۔ (قاضي عیان: ۱/۱۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر میں قصر کی بجائے پوری نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب کے ساتھ اس طرح کا مسئلہ پیش ہے کہ ان کا راولپنڈی، گجرات، نور پور میں کاروبار ہے اور پائیکل ڈرائیو لاہور میں اور پٹری میں بھی اپنا گھر ہے جہاں وہ کاروبار کے دنوں میں رہتے ہیں تقریباً پندرہ راولپنڈی میں اور دو تین دن کبھی کبھی گجرات میں اور پٹری لاہور میں رہتے ہیں اب نمازیں صادی قصر پڑھیں گے یا پوری؟ اور اگر مثلاً اسٹا کا نام ۵:۵۰ منٹ پر شروع ہوتا ہے اور وہ ۵:۵۰ بجے دوسرے نکل پڑے اور لاہور میں ان کا ارادہ ۱۵ دن سے زیادہ رہنے کا ہے اور انہوں نے گھر لاہور میں اگر نماز پڑھی تو پوری پڑھیں گے یا قصر کر دیں؟ اور اگر قصر نماز ہوگی تو شہر سے نکلے رہوگی یا نہیں یا پھر ۳۸ میل کے فاصلے پر ہوگی اور اگر نہ پڑھنے کی وجہ سے پوری یا قصر پڑھتے تھے تو کیا صادی نمازوں کا حساب لگا کر وہ واجب ہے یا نہیں؟ اور سفر میں ہونے کے فرض پڑھ سکتے ہیں جبکہ آسانی بھی ہو میرے والد صاحب کہتے ہیں کہ پوری پڑھنے سے گناہ ملتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب آسانی کی ہے تو پوری نماز نہیں پڑھ سکتے اور محض اور دیگر نمازوں کی سنتوں کا یہ حکم ہے کہ وہ پڑھ سکتے ہیں اور لو اہل پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں چونکہ آپ کے والد صاحب کی مستقل رہائش لاہور میں ہے اس لیے لاہور میں ہر حال پوری نماز پڑھیں گے اور راولپنڈی اگر چند دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو پھر قصر کریں گے اگر چند دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو پھر پوری نماز پڑھیں گے لیکن دونوں صورتوں میں راستے میں قصر کریں گے اور قصر اس وقت شروع کریں گے جب اپنے شہر سے باہر نکل جائیں گے اور جہاں سے سفر شروع کریں گے وہاں سے گجرات ۳۸ میل کے فاصلے پر ہے تو قصر کریں گے اور اگر اس سے کم ہے تو پوری نماز پڑھیں گے اور جن صورتوں میں قصر پڑھتی تھی لیکن پوری پڑھ لی تو اگر دور کھٹوں کے بعد قعود کیا ہے تو نماز ادا ہوگی لیکن کیا برا ہے اس لئے استفادہ کریں نماز کا اعادہ ضروری نہیں اور اگر دور کھٹوں پر نہیں بیٹھا تو نماز نہیں ہوئی، ان کا اعادہ ضروری ہے آپ کے والد صاحب کی بات درست ہے کہ جب نماز قصر پڑھتی ہو تو پوری نماز پڑھنا گناہ ہے۔

”واما الثالث اعنى حكم السفر فهو تغيير بعض الاحكام فذكر المصنف

منها قصر الصلاة والمراد بحوب قصر ما حصى لوائم فانه اتم عاص... وفال

ايضا (قوله اللوائم والقاعدى القابعة صبح والا) الى وان لم يتعد على وان

الرحمانيين لم يصح قوله... (البحر الرائق: ۲۰، ۲۳، ۲۴)

سنتوں کا حکم یہ ہے کہ سفر کی حالت میں نہ ہو جائے۔ ”ایک حالت نزول“ یعنی کسی جگہ چند دن سے کم اقامت کی نیت ہو تو وہاں پر سنت مؤکدہ ادا کرنا افضل ہے۔ ”اور دوسری حالت یہ“ یعنی کوئی شخص کہیں جا رہا ہے اور گاڑی میں سفر فرما رہا ہے تو اس صورت میں سنت مؤکدہ کو ترک کرنا افضل ہے۔ البتہ سنت جہر کو کسی بھی صورت میں ترک کرنا درست نہیں ہے۔

”وہابی، المسافر (بالسمن) ان مکان فی حال امن وفراوان (لا) بان کان فی خوف وفراوان (لا) بانی، بہاؤ المختار لانه ترک لعذر تجسس قبل الاسنة الفجر، لال الشامي تحت قولہ (هو المختار)۔۔۔ قلت والظاهر ان مافی المعن هو هذا وان المراد بالامن والقرا والنزول وبالخوف والقرا والسير لكن قدسنا فی فصل القراۃ انه غیر عن القرا بالعبء لانہا فی السفر تكون غالباً من الخوف“۔۔۔ (الدرمیع الرد: ۵۸۵/۱)

”وبعضہم جوزوا للمسافر ترک السن والمختار لانه لا بانی بہا فی حال الخوف وہابی، بہا فی حال القرا والامن ہکذا فی الوہب للکرمی“۔۔۔ (الہندیہ: ۱۳۹/۱)

”مکملو فی الافضل فی السن لقلیل ہو موقوف تر حضاو قیل ہو الفعل لقریباً وکان الشیخ ابو جعفر یقول بالفعل فی حائۃ النزول والترك فی حائۃ السیر“۔۔۔ (العارف حائۃ جلیلہ: ۲/۳۸۹)

”وان کان سائر“ او حائفاً لا بانی بہاؤ ہو المختار، قولہ (هو المختار)۔۔۔ و قیل كذلك الاسنة الفجر والمغرب“۔۔۔ (مخطوئہ: ۳۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آپنی شہر، جائے ملازمت اور جائے سکونت میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷۷): کیا نماز ہے جس میں دو رکعتیں کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا آبائی شہر ابور ہے میرے ماں باپ انتقال کر چکے ہیں میرے رشتہ داری کے لہجہ سے اب کوئی تعلق نہیں یعنی نہ دکان نہ مکان اور نہ کوئی اور جائیداد اب میری تجدیدی سرگودھا ہو گئی ہے میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتا ہوں مکان کرائے پر لیا ہے

پھر تبدیلی ساریاں مل گئی تھیں وہاں رہتا ہوں وقت کے اختتام پر میں سرگودھا اور لاہور جاتا رہتا ہوں اب تینوں شہروں میں نمائندگی کا کیا طریقہ کار ہے۔ نیز محمد عیدین اور قربانی کے مسائل بھی مندرجہ بالا مسئلہ کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر لاہور کی وطنیت ختم کر چکے ہیں تو لاہور بھی آپ کا وطن اصلی نہیں رہا اور ساریاں میں چونکہ صرف عازمت ہے اس لیے وہ بھی وطن اصلی نہیں بلکہ سرگودھا میں مستقل بوداؤں کی نیت ہو تو وہ وطن اصلی ہو جائے گا اور اس میں نماز پوری ادا کریں گے باقی ہر جگہ اگر چندہ دن سے کم قیام کی نیت ہوگی تو نماز قصر ہی میں گے اور قربانی وغیرہ مسافر پر لازم نہیں ہوتی مگر مسافر جب وطن میں آ گیا یا کسی شہر وغیرہ میں چندہ دن یا زیادہ قیام کی نیت ہو تو مسافر نہیں رہے گا اور اپنی شرائط کے ساتھ قربانی اور جمود وغیرہ لازم ہوں گے۔

”و الوطن الاصلي هو وطن الانسان في بلدته او بلدة اخرى اتخذه اذ اراد ان يتوطن
بها مع اهله وولده وليس من قصده الانتقال عنها بل لتعيش بها. وهذا الوطن
يسقط بسببه لا غير وهو ان يتوطن في بلدة اخرى وينقل الاهل اليها بالخرج
الاول من ان يكون وطننا اصليا حتى لو دخله مسافرا لا يتم“۔۔۔۔۔
(البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مستقل رہائش والی جگہ ہی وطن اصلی ہے:

مسئلہ نمبر (۳۸): خلیع و تحصیل پکوال کے گاؤں ”انیم“ کا رہنے والا ہوں گاؤں میں میرے رہنے کے لیے ایک مکان ہے اور میں اس وقت اپنے گاؤں میں رہائش پذیر ہوں میرا ایک مکان چنڈی میں بھی ہے اس میں میرے دوڑ کے رہ رہے ہیں وہ دونوں تو کڑی پیش چران کے ہاں بیچے ان کے ساتھ ہیں گاؤں کے لوگوں کے لئے جاتا ہوں اب چونکہ ہمارے گاؤں اور چنڈی میں تقریباً ۶-۷ میل کا فاصلہ ہے تو کیا مجھے وہاں نماز قصر و اگر کرنی چاہئے یا پوری نماز پڑھنی چاہئے گاؤں میں میری مستقل رہائش ہے چنڈی صرف ضرورت کے تحت جاتا ہوں اور بچوں کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سوال میں ذکر کردہ تحریر کے مطابق چونکہ آپ کی مستقل رہائش گاہیں میں ہے اور اوپنڈی کو آپ صرف ضرورت کے تحت جاتے ہیں اس لئے جب آپ ۱۵ دن سے کم قیام کی نیت سے پڑی جائیں گے تو آپ پڑی میں نماز قصر پڑھیں گے باقی آپ کے دونوں شادی شدہ بیٹے اگر پڑی کو اپنا مستقل وطن بن چکے ہیں جیسا کہ تحریر سے یکنی سمجھ آ رہا ہے تو اس صورت میں وہ پڑی میں پوری نماز پڑھیں گے امید ہے کہ اس سے آپ کے سوال کا جواب واضح ہو جائے گا۔ پھر بھی اگر کوئی بات قابل اضافہ ہو جائے تو اس کے لیے دوبارہ رجوع کر سکتے ہیں۔

”القل مسألة تعبر فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذا في تبين هو الصحيح اهـ“

... (الهندية: ۱۳۸)

”ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة او قرية خمسة عشر يوما

او اكثر كذا في الهندية ... وان نوى الإقامة اقل من خمسة

عشر يوما لم يترك في الهندية“ ... (الهندية: ۱۳۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حلیفی جماعت کا شہر میں ۱۵ دن یا اس سے زیادہ تکلیف میں قیام کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸)۔ (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری رائے دہ مرکز سے ایک شہر میں تکلیف ہوئی جو رائے دہ مرکز سے ۷۰ کلومیٹر دور تھا اور تکلیف پندرہ دن سے زیادہ کی ہے اور سارے دن ایک ہی شہر کی مختلف مساجد میں گزارنے ہیں اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے۔

(۲) مسافر کے لئے نماز جوہ رمضان میں تراویح اور عیدین کی نمازوں اور نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) جو نمازیں قصر کے حکم والی پوری اور پوری کے حکم والی قصر پڑھی گئی ہیں ان نمازوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) ایسا شہر مسافت یعنی ۲۸ میل سے دور ہو پھر وہ دن یا اس سے زیادہ تکلیف پڑنے کی نیت ہو تو مقیم ہوں گے اور پوری نماز پڑھیں گے اگرچہ شہر کے اندر مساجد ملتے رہیں۔

”ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوما
أو أكثر كذا في الهدية“..... (الهدية: ۱/۱۳۹)

(۲) نماز جنازہ کا تو یہ حکم ہے تراکات کی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بعض کے پڑھ لینے سے
ارض ادا ہو جائیگا ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے تراویح سنت مؤکدہ
ہے لہذا باقی سن کی طرح اگر قراری حالت میں ہو تو پڑھنا چاہیے۔

”و الصلاة عليه) صفهات من كفاية بالا جماع فيكفر منكرها“... (الدر على
هامش الر: ۱/۲۳۰)

”الاحكام التي تنطبق بالسفر هي قصر الصلاة وما حقه التطير وامتداد عدة المسح
الى ثلاثة ايام وسقوط وجوب الجمعة والعيد والاضحية... وبعضهم
جوزوا للمسافر ترك السنن والمختار انه لا ياتي بها في حال الخوف ولا في
بها في حال الثقل والامن هكذا في الوجيز لشكر فري“..... (الهدية:
۱/۱۳۸، ۱۳۹)

(۳) چار رکعتوں کی نماز میں سفر پر دو رکعتیں فرض ہیں اور قبر ہمارے نزدیک واجب ہے پس اگر چار رکعتیں
پڑھ لی ہیں اور دوسری رکعت کے بعد تشهد اور قعدہ کیا ہے تو فرض ادا ہو گیا ہے اور آخری دو رکعت نفل ہوں گے
مگر ایسا کرنا گناہ ہے اور تاخیر سلام کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے لہذا اگر ایسا کرنے کی صورت میں نماز و ہرانی ہوگی
اور سہا کی صورت میں گنہگار ہوگا ایستہجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور جو نمازیں پوری کے حکم والی تصریح ملیں وہ بھی دوبارہ
پوری پڑھنی ہوگی۔

”قلوا تم مسائل من بعد فی المسئلة (الاولی تم فرضه و) لکھ (ساء)
لو عاصدا لآخر السلام وترك واجب التصرو واجب تكبير افتتاح النفل
وعلمت المنفل بالفرض وهذا لا يخل كما حروه القهستاني بعد ان فسر اسماء
الخ (وما زاد نفل) كمصلي الفجر ان يعا قوله بعد ان فسر اسماء بالتم) وكذا صرح
في البحر بتلكه فلعلم ان الاسماء هنا كراهة التحريم (رحمى)“..... (الدر مع
الر: ۱/۵۸۳)

”وہی جس نے اعمیر الواجب) الاولیٰ ان یقول لعمیر القرض وهو القیم الاولیٰ ترک

الواجب وهو القعود۔۔ (الدرع الرد ۱/ ۵۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرکاری ملازمت کی جگہ وطن اقامت بننے کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر (۳۳۸): السلام علیکم براہ کرم وجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں فتویٰ صادر فرمادیں اور مکمل دلائل سے وضاحت فرمادیں۔

میرا گرامر اندر پختل شہلی وزیرستان ایجنسی میران شاہ میں ہے اور میری ملازمت گورنمنٹ کالج پارہ چتر کرم ایجنسی میں تقریباً پانچ سال سے ہے مگر سے کالج کا قاصد تقریباً ایک سو بیس میل ہے مجھے حکومت کی طرف سے ہوا رخصت ہونے کا ارادہ ہائش کا بندوبست ہے کھانے کے پیسے ہوا کرنے پڑتے ہیں اور اہل و عیال لانے میں مجھے احتیاج ہے کہ لاکھ پانچ لاکھ موجود ہیں لیکن اہل و عیال ساتھ نہیں رکھتا بلکہ سرکاری باغی میں ہائش پذیر ہوں اس پانچ سال میں کبھی میں دن اور کبھی دس دن قیام کرنے کا موقع ملتا ہے اور مقیم بھی نہیں جاتا ہوں کبھی سفر فرمیں ہائش میں مجھے دو گرام ہائش کا معنی انتظام انفرادی کروا رہا ہے کچھ ملتا ہے۔

اب مسئلہ مطلوب یہ ہے کہ سال میں ایک دفعہ کبھی یا دو دفعہ مقیم بننے کے بعد اگر کبھی پارہ چتر میں ۱۵ دن سے کم گزاروں سفر کی نماز ادا کروں یا کہ چھری نہ ادا کروں اور حکومت کے قوانین کے مطابق ہر ملازم کو ایک جگہ دو سال نوکری کرنی پڑتی ہے ابھی تک بعض علماء نے قعر پڑھنے اور بعض نے نہ پڑھنے کو فرمایا ہے براہ کرم آپ شرعی مسئلہ حل فرما کر بتائیے ہم کون کون سے متعلق ہمارے مسئلہ جذب کو دور فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں پارہ چتر میں جب تک آپ کا سامان اور آپ کی ملازمت نہ قرار ہوں میں ایک مرتبہ چھ دن یا اس سے زائد مرتبہ نہایت اقامت سے گزار چکے ہوں تو یہ آپ کا وطن اقامت ہے اور اس سے سفر مستطعم موجود ہونے یا وطن اصلی میں داخل ہونے کے بعد ضرور داخل ہو جائے گا مگر سامان چونکہ قرینہ اقامت ہے لہذا اس میں اقامت آنے کے بعد ہر چند نہایت اقامت کرنے کی ضرورت نہیں اور کبھی دارالافتاء نہایت اقامت کافی ہے بشرطیکہ آپ کی پارہ چتر میں داخل ہونے سے قبل اس کے خلاف مروج نہایت موجود ہو کہ چندہ دن گزارنے سے پہلے وطن اصلی

یا کہیں طرح پر دن کا تو آپ پارہ چار میں سفر ہو گئے اور آپ کی دلائل نیت اقامت صریح نیت کے مقابلہ میں قابل اعتبار نہیں اور بعض قابل احترام مفتی حضرات کو یہ خط کی اس عبارت نے مشکل میں ڈال دیا ہے۔

”وطن الإقامة یعنی بقاء النفل وان اقام بموضع آخر“

حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سفر غیر مقیم ہے بعد میں اگر کہیں دوسری جگہ اقامت اختیار کر لی تو پہلا وطن اقامت جہاں اس کا سامان ہے وہ اس کا وطن اصلی باقی رہے گا کیونکہ اس کے علاوہ اگر کوئی اور محل اس کا تھیں کیا جائے تو فقہ کی مستحکم کتابوں کے بہت سے جزییات اس کے خلاف دیکھ کر آئینے جیسی تفصیل ایک رسالہ میں لکھنے والا ہوں مان شام اللہ تعالیٰ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز قصر اور اس کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۸) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی نہ ہوتے مکان میں دن کے لئے جا تا ہے تو کیا اسے نماز میں قصر کرنا ہوگی یا اگر نماز میں قصر کرنا ہوگی تو کس طرح؟

الجواب باسم الملك الوهاب

لاہور سے مکان کا واحد چونکہ شرعی سفر بناتا ہے اور مکان میں تین دن رہنے کا ارادہ ہے تو وہاں پر قصر نماز پڑھنا ہوگی۔

(۲) اگر مکان میں قیام کے دوران ایسا نماز پڑھے گا تو غیر قصر اور عشاء کے دو فرض پڑھے گا جبکہ سنت مؤکدہ پوری ادا کرے گا اور مغرب کی نماز پوری پڑھنی ہوگی اگر ختم امام کے پیچھے پڑھے گا تو پوری نماز پڑھنی ہوگی اور نیت رکعت کی تعداد کی نہ کرے گا بلکہ مطلق فرض وقت کی نیت کرے گا بہتر یہ ہے کہ مکان میں قیام کے دوران کسی صحیح عقیدہ امام کے پیچھے اجتماع نماز ادا کریں۔

”وبعضہم جوزوا المسلما سفر ترک السنن والمختار انہ لا یاتی بھائی حال

الخوف ویاتی بھائی حال القرا والامن حکذا فی الوجیز للکودری۔۔۔ ولا یزال

علی حکم السفر حتی ینوی الالامۃ فی بلدۃ نوریۃ خمسۃ عشر یوما

اواکثر کذا فی الہدایۃ۔۔۔ (الہندیۃ: ۱/۱۴۹)

”المقتصر) المسائل (المغرض) العلمي (الرباعي) فلاقتصر للقاضي والذلالی
واللواتر لانه لم یعملی ولا فی السن فان كان فی حال نزول وفراو امن
یأمن بالسن وان كان سائرا او عافا فلا یأمن به او هو المختار“ ... مرآتی
(التحلیح: ۴۲۲)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقیم حضرات اگر قصر نماز پڑھیں تو پھر ہی نماز لوٹنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۴۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے شہر مغربی صادق منج میں ایک
جماعت کی تشکیل الخلاء دن کے لیے ہوئی تو کسی نے ان کو کہہ دیا کہ تم یہاں مقیم کیسے ہو سکتے ہو بلکہ تم سر فری ہو
اس کے بعد ایک مسجد میں امام صاحب کی عدم موجودگی میں جماعت کے ایک ساتھی سے کہا گیا کہ جماعت
کروائیں تو انہوں نے غم و صرگی و دودھ کھٹ پڑھا کی اور لوگوں نے اپنی اپنی چادر کھات پھری کر میں بعد میں ایک
مولوی صاحب کے حجب کرنے سے پتہ چلا کہ جماعت والے مقیم ہیں تو اب پوچھنا یہ ہے کہ امام اور مفتی سب
یہ نمازیں لوٹائیں گے یا صرف امام ہی ان نمازیں کو لوٹائے گا؟ اور اگر سب نے لوٹائی ہیں تو کیا لوٹتے وقت ہی امام
کے ساتھ جماعت کروا سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں امام اور مفتی سب نمازیں لوٹائیں گے اسی امام کے ساتھ قضاء نمازوں کی جماعت بھی
کروا سکتے ہیں۔

”ان صلاة الامام متضمنة لصلاة المقتدى ولذا اشترط عدم مغایرتهما فانما
صحت صلاة الامام صحت صلاة المقتدى بالاتفاق والاضدت صلاته
لصحت صلاة المقتدى لانه متى لم يدع المقتدى لصلاة المقتدى ...“
(رد المحتار: ۴۲۷/۱)

”و نحن نعتبر معنى التضمن وذلك في الجواز والفساد“۔ (الهداية :
۱۴۰/۱)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی کی حدود سے باہر نکلنے پر سفر شروع ہوتا ہے:

مسئلہ نمبر (۳۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اپنے چچا کا حنفی ہوں اور مستقل طور پر انچیا کے پاس رہتا ہوں میری تمام ضروریات زندگی کے کھیل بھی میرے چچا جان ہیں اور میں غیر شادی شدہ ہوں جہاں میں اور میرے چچا رہتے ہیں اس شہر کا نام ”ٹنگرا کئی“ ہے، جبکہ میرے حنفی والدین اور بہن بھائی دوسرے شہر دریان خان میں رہتے ہیں دونوں شہروں میں تقریباً چودہ چودہ کلومیٹر کا فاصلہ ہے اب میں نے چچا کے گھر سے لاہور جانے کے لئے سفر شروع کرنا ہے اب میں شری مسافر ”ٹنگرا کئی“ سے شمار ہوں گا یا دریان خان سے۔ جبکہ پہلے ”ٹنگرا کئی“ آتا ہے بعد میں ”دریان خان“۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں شہر دریان خان آپ کا وطن اصلی ہے لہذا آپ ”ٹنگرا کئی“ سے دریان خان کی طرف سفر کرتے ہوئے جب دریان خان پہنچیں گے تو مقیم ہوں گے اور ساتھ سفر ختم ہو جائے گا اب لاہور سے ہوتے جب دریان خان کی حدود سے باہر نکلیں گے تو شری مسافر شمار ہوں گے۔

” (الوطن الاصلی) هو موطن ولادته او تاعله او لوطنه (یعنی بطن) اذالم یبق له بالاول اهل لوطنه لم یصل بل یتیم فیهما وقال الشافعی ”قلوہ اذالم یبق له بالاول اهل) ای وان بقی له فیه عفار لال فی النهر ولو نقل اعله ومناعه ولو دور فی البلد لا یتقی وطناله ولعل یتقی، کذا فی المحيط وغیرہ۔۔۔ (الدرمغ الری: ۱/ ۵۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مستقل سکونت جہاں اختیار کی جائے وہ وطن اصلی بن جاتا ہے:

مسئلہ نمبر (۳۳۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا اصلی وطن دریان خان ہے میرے والدین یہاں دریان خان میں پہلے رہتے تھے بعد میں خوشاب چے گئے خوشاب میں میرے والد صاحب لاسمت کرواتے ہیں تقریباً پچیس سال ہو گئے ہیں میری بیوی کنیں بھی خوشاب کی ہے وہاں سے ہم نے مستقل طور پر سکونت ترک کر کے خوشاب میں رہائش اختیار کر لی ہے اور وہاں صرف زمین ہے جو ہم نے دوسرے رشتہ داروں کے سپرد کی

ہوئی ہے اب ہم خوشاب میں رہ رہے ہیں دنیا خان میں اجیرہ رشتہ دار ہیں ہم انہیں ملنے کے لئے جاتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ اگر ہم وہاں چندہ دن سے کم رہیں تو نماز قصر کریں گے یا مکمل نماز پڑھیں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقوم میں خوشاب آپ کا وطن اصلی ہے کیونکہ آپ نے اپنی مستقل سکونت وہاں اختیار کی ہوئی ہے۔ ”دیر یا خان“ جب آپ اپنے رشتہ داروں سے ملنے جائیں تو نماز قصر دہا کریں گے کیونکہ محض زمین کا پانی رکنا دھن اصلی کی جگہ کا زریعہ نہیں ہے۔

”الوطن الاصلی هو موطن ولادته او تاعده او توطنه (یعنی بطنہ) اذا لم یبق له بالاول اهل فلیبقی ثم یقل بل یتم فیہما (قوله اذا لم یبق له بالاول اهل) ای وان بقى له فیه عمار فال فی النہر و لو نقل اہله و متاعہ و لو دور فی البلد لا ینفی وطنہ و قبل ینفی، کذا فی المحيط وغیرہ“۔۔۔ (الترغیع الرد: ۱/ ۵۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عنین باچار کو رکعت والی نماز میں مسافر امام کے پیچھے عجمین کی نماز کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۳۸۵) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر آدم مسافر ہو اور اس کے پیچھے عجمی مقیم ہو تو مسافر امام کے دو رکعت پر سلام پھیر دینے کے بعد مقتدی کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھے گا یا نہیں؟ وضاحت فرما کر خدا تعالیٰ مجاہد ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جب مسافر امام دو رکعت پر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی اپنی باقی ماندہ نماز کو بغیر قرأت کے مکمل کرے گا۔

”فی البدائع..... ولا لقراءة على المقتدى في بقية صلاته اذا كان مفردا ای

لا یجب علیہ لاقراءۃ شفع اخیر فی حلقہ“۔۔۔ (البدائع: ۱/ ۴۷۷)

”وان صلى المسافر بالمقیمین رکعتین سلم وقیم المقیمون صلاتہم کذلکی

الہدایۃ وحاروا منصرفین کالمسوق الا انہم لا یقرؤن فی الاصح حکذا فی
المنہج ... (المنہج: ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سز شری کا حکم صرف نیت پر نہیں بلکہ حدود شریعہ پر بھی لگنے پر ہے:

مسئلہ نمبر (۳۲۱): سفر پر روانہ ہوتے ہوئے لاہور یا شیخین پر کیا حکم ہے جبکہ سفر کی ساری شرائط پوری ہیں اور سفر رائے
وہ مرکز سے شروع کیا تھا۔

(۲) رائے وہ مرکز سے سفر پر روانہ ہوئے من آباد لاہور میں نماز ادا کی تو نماز قصر کا کیا حکم ہے مسافر من آباد کا رہنے
والا ہے اور سفر کی پوری شرائط ہیں۔

(۳) پہلی تکبیل سے واپسی پر رائے وہ مرکز میں قصر کا کیا حکم ہے جبکہ پہلی تکبیل رائے وہ مرکز سے ہوئی تھی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

من آباد میں اور لاہور یا شیخین میں پوری نماز ادا کرے گا، کیونکہ صرف نیت کرنے سے مسافر نہیں ہوگا جب
تک اپنے شہر کی حدود سے نہ نکلے اور اپنے شہر میں داخل ہوتے ہی قصر کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔

”وإذا عمل المسافر مصراً ثم الصلاة وإن لم يتو الأقامة فيه سواء دخله بنية

الاعتبار أو دخله لقتضاء الحاجة كدخلني الجوهرية البيرة أو“۔ (المنہج: ۱/۱۳۲)

لاہور کا رہنے والا پہلی تکبیل کے بعد رائے وہ میں قصر کرے گا بشرطیکہ تکبیل سے واپسی پر لاہور شہر سے
گزر نہ کرے گی ہونا اور تکبیل کی جگہ رائے وہ سے شریعت مسافت پر ہو۔

”وإن نوى الإقامة قبل من خمسة عشر يوماً قصر هكذا في الهداية“۔

(المنہج: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کسی جگہ اقامت کی نیت کے بعد چودہ دن سے پہلے اس کو پھوڑ دے تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ جو مسلمان کو جراثیم کا کارہائشی ہے اور اکثر بیٹھل اسٹاک یا نعرہ دہی اسلام آباد میں زیرِ تعلیم ہے ہر مرتبہ تین سال سے یو نعرہ دہی کے ہاتھ میں رہائش پذیر ہے ایک مرتبہ سے زائد ایک ۱۰ سے زیادہ مع الفیہ ہاتھ میں مستقل اقامت اختیار کی ہے اب بھی وہ دن بعد گھر چلا جاتا ہوں اس جنت کی معمول ہے ہاتھ میں دامنٹ بھی ہے اس صورت حال میں کیا بندہ نماز قصر اور کرے یا مکمل نماز اور کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکور شخص جب وطن اصلی سے واپس خالی الذہن آئے گا تو پہلی نیت کا اعتبار ہوگا اصحاب المال کی وجہ سے یہاں نماز پوری پڑے گا اور اگر وہ خان الذہن نہیں آیا بلکہ اس کی مرضی نیت یہ تھی کہ چودہ دن قیام سے پہلے پہلے گھر جاؤ گا تو اس صورت میں دو قصر کریگا۔

تلفہ مال الصریح علی الاستصحاب. قال فی التارخانیۃ: ادنی مدة الاقامة

عندنا خمسة عشر يوما وفيه ايضا هو عندنا ما لم يتر الاقامة خمسة

عشر يوما لا اجم الصلاۃ۔۔۔ (التارخانیۃ جدید: ۲/۳۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایام حج میں آقاؐ کی عمرات اور عرفہ میں قصر نماز پڑھیں گے:

مسئلہ نمبر (۳۷۸): عرض یہ ہے کہ میں نے اس سال حج کیا اور یہی پاکستان کے لئے ہجہ سے تقریباً آخری ملازمت تھی ہمیں حاجی کپ لاہور سے کاغذات وصول ہونے پر علم ہو گیا تھا کہ ہم نے مدینہ منورہ آخر میں جانا ہے لیکن مکہ مکرمہ میں قیام پڑتیس دن کا اور بعد میں مدینہ منورہ آٹھ دن قیام کرنا ہے اور وہیں سے واپس آنا ہے ہمارے مکہ پہنچنے کے آٹھ دن بعد حج شروع ہو گیا ہم منیٰ حوالہ اور عرفات کے لئے روانہ ہو گئے وہاں ہمارے ایک ساتھی نے جس کا نام محمد ظاہر ہے نماز باجماعت کر دلی قصر، جب میں نے اسے مطلع کیا کہ ہمارا قیام مکہ مکرمہ میں ہے اور یہ جگہ کہ سے ۱۰ سے ۱۵ کلومیٹر ہے ہمیں پوری نماز پڑھنی چاہیے اس نے جواب دیا میں تبلیغِ جماعت کا آدمی ہوں مجھے علم ہے اور آپ کو علم نہیں تھا، ہم اپنی کم طبی کی وجہ سے غ سوش ہو گئے اور اس نے وہاں تمام لوگوں کو بھی یہ کہا کہ نماز قصر پڑھو اور آپ

سے سوال یہ ہے کہ ہمیں وہاں نماز پوری پڑھنی چاہیے قحی یا قصر؟ اگر پوری پڑھنی چاہیے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس کا جواب تفصیل سے دیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ نے مکتی، عرقات، حرقات میں نماز قصری پڑھنی قحی چمکد آپ نے قصری پڑھنی ہے تو آپ کی نماز ٹھیک ہے بلکہ اگلے کی ضرورت نہیں۔

”ولو نوى الإقامة خمسة عشر يوماً في موضعين فإن كان كل منهما أصلاً بنفسه نحو مكة ومنى . . لا يصر منعهما . . ذكر في كتاب العناصك ان الحاج اذا دخل مكة في ايام العشر ونوى الإقامة نصف شهر لا تصح لانه لا بدله من الخروج الى عرقات فلا يحق الشرط“ . . (الهندية : ۱/۱۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقیم کا وقت بعد اذان ہونے کے بعد شیر سے لگتا جائز نہیں:

مطابق (۳۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک کبھی کا ستل میں ہوں، ستل کے سطحے میں مجھے دور در سفر پر جانا پڑتا ہے بعض دفعہ بعد کے دن بھی جانا پڑتا ہے اگر بعد چھوٹ جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر عمر کی نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے شیر سے اٹھ گیا تو اب بعد میں حاضر ہونا ضروری نہیں لیکن اگر عمر کی نماز کا وقت ہو گیا تو اب بعد چمکد سے پہلے لگتا جائز نہیں۔

”ولا يكره الخروج للسفر يوم الجمعة قبل الزوال وبعده وإن كان يعلم انه لا يخرج من مصره الا بعد مضي الوقت يلزمه ان يشهد الجمعة ويكره له الخروج قبل اذانها“ . . (الهندية : ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر کا ارادہ رکھنے والے کو وقت سے پہلے نماز ادا کرنا درست نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۳۹): محترم بنیاب مفتی صاحب السلام علیکم! سفر پر روانہ ہونے سے پہلے راستے میں آنے والی نماز اپنے وقت سے پہلے ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر وقت داخل نہیں ہوا تو نماز نہیں ہوگی لہذا قبل از وقت چڑھی ہوئی نماز کا اعادہ ضروری

←

”قال الله تعالى: ان الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا“۔۔۔ (سورة

النساء: ۱۰۳)

”ای موقوتہ مفروضہ وقتہ وقال زید ابن اسلم (موقوفات) منجمہ ای لزود نہائی
اسجماہوا المعنی عند اهل اللغة، مفروض لوقت بعینہ یدل وقته
فہو موقوف، ووقته فہو موقت، وہذا قول زید بن اسلم بعینہ، وقال (کتابا)
والمصدر مذکور، ف لہذا قبل (موقوفات)۔۔۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی:

۳/۴۷۳)

”اعلم ان الوقت كما هو شرط لاداء الصلاة فهو سبب لوجوبه فلا يجب بدونه
ومن جملة ما يترتب على هذا مسئلة ورود فتوى في زمن الصدور بان الاقامة ان
لا تجد وقت العشاء في بلد فاعل علينا صلاته فكتب ليس عليكم صلاة العشاء
وبه اني ظہر الدين المعروف غسانى ووردت هذه الفتوى ايضا من بلدة
بلغار الج“۔۔۔ (حلی کبیری: ۲۰۲)

”الباب الثالث في شروط الصلاة وهو خمسة سبعة۔۔۔ واستقبال القبلة
والوقت“۔۔۔ (الہدایۃ: ۵۸/۱)

”قوله شروط الصلاة ای امور خارجة عن الصلاة يتوقف عليها
الصلاة“۔۔۔ (الدرواہ علی الہدایۃ: ۹۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وطن اقامت سے سفر جانے کے بعدیت اقامت نہ کرنے بعد رہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک مقام پر مقیم ہے چودہ ایم سے زیادہ اقامت کا ارادہ ہے مقیم ہونے کے بعد مسافر ہوئے اڑتالیس میل سے زیادہ سفر کر کے واپس دارالاقامہ پہنچا یا پھر چودہ ایم کی اقامت کی نیت نہیں ہے۔ وطن اصلی جانے کا ارادہ ہے کیا یہ شخص دارالاقامہ میں رہتے ہوئے نماز قصر ادا کرے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جب وطن اقامت سے مسافت سفر یعنی اڑتالیس میل سے زیادہ سفر کر کے واپس دارالاقامہ پہنچے اور اب چودہ دن اقامت کا ارادہ بھی نہیں ہے تو یہ شخص قصر کرے گا، کیونکہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔

”ووطن الإقامة يعطل بوطن الإقامة وبإشياء السفر وبالوطن الأصلي عكسها“

الشيخ (التهذيب: ۱/۱۳۲)

”وليس السفر يعطل بوطن الإقامة بعكسها وبالوطن الأصلي وبإشياء

السفر“..... (المجمع: ۵/۵۸۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر میں وتر پڑھنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۳۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سفر میں ہے اور سفر میں عشاء کے فرض پڑھتا ہے اور وتر نہیں پڑھتا تو قضاء کرتے وقت ایک عالم کہتا ہے کہ عشاء اور وتر دونوں دوبارہ ادا کرے اور ایک کہتا ہے کہ صرف وتر ادا کرے تو اب وہ کیا کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

داخل رہے کہ دوران سفر وتر نماز پڑھنا ضروری ہے، اگر کسی وجہ سے عشاء کی نماز پڑھ لے لیجی تو وتر نماز نہ پڑھو تو قضاء صرف وتر نماز کی کرے گا۔

”ووجب القضاء بتركه ناسيا او عمدا وإن طال المدة الخ“ .. (الهندية :

۱۱۱/۱)

”ولو ترك الوتر حتى طلع الفجر فعليه قضاء“ فی ظاہر الرواۃ أصحابنا الخ“

.... (فتاویٰ التمار حاشیہ جلد ۹: ۲/۳۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر کچے سفر پر قمر کسے کا؟

مسئلہ نمبر (۳۳۳) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو گنا نماز کچے کلومیٹر کے سفر پر پڑھی جائے گی، بیڑ سنت مؤکدہ ساتھ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

قریباً ۷۷ کلومیٹر پر جانے کا ارادہ ہو تو نماز قصر پڑھیں گے، اور اگر المیزان کی حالت ہو تو سنت مؤکدہ ادا کرنی پڑے گی۔

”أذن السفر الذي يقصر فيه إذا قصد ثلاثة أيام وليلاتها والمعبر السير الوسط كسير الأهل ومضى الأقدام لا سير البريد وسير العجلة وفي الجبل يصير ما يليق بحال الجبل وإن كان ذلك يقطع في السهل بعدة يسيرة إذا خرج المسافر عن عمران البلدة قصر الصلاة سواء كان مسفر طاعة أو معصية وقصر في المغرب والوتر والسنن“ .. (الفتاوى السراجية: ۷۹)

”ويسمى المسافر بالسنن إن كان في حال أمن وفرار ولا بان كان في خوف وفرار إلا ما يبيها هو المحتار لأنه ترك للعدو“ .. (الدر على الراد: ۱/۵۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا وطن قامت سفر شرعی سے اہل ہو جاتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۴) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

- (۱) کیا وطن اقامت سفر شری سے باطل ہو جاتا ہے؟
(۲) سفر شری کی حد کیا ہے؟ اور سفر شری کا غیریت کے اعتبار ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) وطن اقامت سفر شری سے باطل ہو جاتا ہے۔

”وَيُطْلَقُ الْوَطَنُ الْأَصْلِيُّ بِمَنْطَلَةِ لَاالسُّفَرِ وَوَطَنُ الْإِقَامَةِ بِمَنْطَلَةِ وَالسُّفَرِ وَالْأَصْلِيُّ لِأَنَّ الشَّيْءَ يُطْلَقُ بِمَا هُوَ مُثَلَّهِ لَا بِمَا هُوَ دُونُهُ فَلَا يُصَاحِبُ مُطْلَقًا لَهُ“
--- (البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

”الوطن اصلي وهو موطن ولادته او تامله او لوطنه يطلق بمثله اذا لم يبق له بالاول اهل لبلد يبقی لم يطلق بل يتم فيها لا غير ويطلق وطن الإقامة بمثله وبالوطن الاصلي وبانشاء السفر والاصل ان الشيء يطلق بمثله وبما لو له لا بما دون له ولم يذكر وطن السكنى وهو متروك فيه الفل من نصف شهر لعدم فائدته وماصوره الزبلي رده في البحر“۔ (الدر المختار: ۱/۱۰۸)

”وَيُطْلَقُ الْوَطَنُ الْأَصْلِيُّ بِمَنْطَلَةِ وَيُطْلَقُ بِأَنشَاءِ السُّفَرِ وَالْعَوْدُ لِلْوَطَنِ الْأَصْلِيِّ“
--- (حاشية الطحطاوي: ۴۲۹)

”ووطن الإقامة يطلق بوطن الإقامة وبانشاء السفر وبالوطن الاصلي هكذا في الصين“۔ (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۴)

- (۲) سفر شری کی حد 48 میل ہے جو کہ تقریباً 77 کلومیٹر ہے۔

”من جاوز موت مصره مريدا سيرا وسطا ثلاثة ايام في بر او بحر او جبل قصر الحرجن الرباعي“۔ (كنز الدقائق: ۳۶)

”فل مسافة تسعير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذا في الصين“۔ (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۸)

”وكان ابن عمر وابن عباس رضي الله عنهم يقصران ويفطران في اربعة برد وهي ستة عشر فرسحا وقال صاحب الجامع البريد اميال معروفة يقال

هو أربعة فراسخ والفرسخ ثلاثة أميال وفي القوامي البريد مسكة من السكك كل النسي عشر ميلا بريد وكنا ذكر في الصباح وغيره وفي الحويرة البريد معروف عربي والفرسخ وقال ابن سيدة هو ثلاثة أميال "۔۔۔ (عمدة القاري : ٤/١٨١)

"ومسافة القصر في المذهب مسيرة ثلاثة ايام وليلاتها ثم حولوها الى القنبر بالمنازل فاعتقلوا فيه على القوال منها ستة عشر فرسخا كل فرسخ ثلاثة أميال فذلك الساتية واربعون ميلا كمسافة الحديث ويداني لكونه مذهب الآخرين"۔۔۔ (فيض الباري على صحيح البخاري : ٣/٣٩٤)

سفر شرعی کا بغیر نیت کے کوئی اہم نہیں ہے۔

"وفي الهندية ولا بد للمسافر قصد مسافة مقفولة بثلاثة ايام حتى يترخص برخصة المسافرين والا لا يترخص ابدا ولوطاف الدنيا جميعها بان كان طالب آبل او غريم او نحو ذلك"۔۔۔ (فتاوى الهندية : ١/١٣٩)

"ولا يصير مسافرا بالية حتى يخرج ويصير مقيما بمجرد ذالبة كلذلي محيط السرخ حسي"۔۔۔۔۔ (فتاوى الهندية : ١/١٣٩)

"واما الثاني ان يقصد مسيرة ثلاثة ايام فلو طاف الدنيا من غير قصد الى قطع مسيرة ثلاثة ايام لا يترخص وعلى هذا قالوا امير عرج مع جيشه في طلب العدو ولم يعلم ابن يتركهم فانهم يصون صلاة الاقامة في المذهب وان طالت المدة"۔۔۔ (البحر الرائق : ٢/٢٢٤، ٢٢٥)

والله اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقیم مقتدی مسافر امام کے پیچھے نماز کس طرح مکمل کرے گا؟

مسئلہ نمبر (۳۳۵) : کیا فرماتے ہیں مقتدیان شرع حسین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام مسافر ہو تو مقیم مقتدی اپنی نماز کیسے پوری کرے؟ نیز امامت کرنے کے لیے کوئی ایسا قیام نہیں جو امامت کر سکے اگر مسافرت کی حالت میں نماز چھاؤں تو کیا درست ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سافرت کی حالت میں نماز پڑھنا درست ہے، سائر اہرام و رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور تنہا مقتدی اپنے قید و رکعتیں بغیر قراۃ کے مکمل کریں گے۔

”وان صلى المسافر بالمقيمين ركعتين مسلم واقم المقيمون صلاتهم لان المقتدى الزم المواظبة في الركعتين لفرد في ذلالي كالصديق الا انه لا يقرء في الاصح لانه مقتصر بحزمة لا لعللا والغرض صار مؤدى لغيره كذا احتياطاً بحلف المصطفى لانه اذ ترك قراءة نافلة فلم يند الغرض فكان الاتيان اولي“۔۔۔ (فتاویٰ: ۱/۱۷۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کسی جگہ ۱۳ اداؤں ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو نماز قصر پڑھی جائے گی:

مسئلہ نمبر (۳۳۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ذمیاتی اسلام آباد میں ہے اور میں دسے دفتر کار میں ہوں، ذمیاتی پر اسلام آباد جاتے ہوئے میری نیت ۱۳ یا ۱۴ دنوں کی ہوتی ہے کیونکہ عام طور پر چند روزوں میں میری گھر کو واپسی ہو جاتی ہے، آیا نماز قصر چھوں گا یا پوری؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں یہ شخص مسافر ہی رہے گا اور قصر نماز پڑھے گا، اقامت کے لیے چند روز ٹھہرنے کی نیت ضرور کی ہے۔

”ولا يزال على حكم السفر حتى يسوى الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر كذا في الفتاوى“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

”وان لم يكن وطنه أصلياً لانه يقتصر الصلوة ما لم يتر الإقامة بها خمسة عشر يوماً“۔۔۔ (فتاویٰ حنابل علی هامش الہندیہ: ۱/۱۶۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چل میں جانے والے شیعہ حضرات نماز پوری پر ہمیں کے یا قصر کریں گے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ جماعت میں چل چار مہینے اور سال کے لیے ایک شخص میں رہا ہے، ایک شہر کی مختلف مساجد میں چہرہ دن کی یا اس سے زیادہ کی تکمیل ہوتی ہے، اس شہر کی محرق مساجد میں چہرہ دن سے زیادہ رہے تو نماز کا کیا حکم ہے؟ قصر کریں یا پوری پر ہمیں؟ یا رہے کہ کئی کئی بزرگ جماعت کو واپس مرکز بلا لیتے ہیں، اگر کچھ دن شہر میں اور کچھ دن دیہات میں رہے یا دن دن شہر میں اور دن دن دیہات میں اور پھر پانچ دن کسی دوسرے دیہات میں رہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر ایک ہی شہر کی محرق مساجد میں چہرہ دن یا اس سے زیادہ رہے تو اس صورت میں پوری نماز پڑھنی ہوگی، بشرطیکہ اس شہر میں چہرہ دن یا اس سے زیادہ گھبرنے کی نیت کی ہو اور اگر ایک شہر یا گاؤں میں چہرہ دن گھبرنے کی نیت نہ ہو تو قصر پڑھے گا۔

ثم لا يزال المسافر على حكم السفر حتى يدخل وطنه أو ينوي إقامة خمسة عشر يوما بوضع واحد من قصر الوقوف في وطنه ^۱ . (حلی کبیری : ۳۶۳)

”وان لم یؤی الا لثلاثة ال من خمسة عشر يوما لقصر هكذا فی الهدایة“
---- (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مدرسہ میں تعلیم اور مسافر ہونے میں اساتذہ کی نیت محترم ہوگی یا غلط ہوگی؟

مسئلہ نمبر (۳۳۸): محترم و کرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسے میں تعلیم اور مسافر ہونے کا اعتبار اساتذہ کرام کی نیت کا اعتبار ہوگا یا طالب علموں کی نیت کا اعتبار ہوگا؟ مسئلہ صورت یہ ہے کہ ہم چوبیس گھنٹے کے لیے جمہرات کو قریب قریب بتیوں میں جاتے ہیں اور ہم نے چار سال ایک ہی مدرسے میں پڑھنے کی نیت کی ہے کیا ہم اب مسافر ہیں یا تعلیم میں؟ اور اگر ہم یہ نیت کریں کہ چار دن مدرسے میں رہیں گے اور ساری دن جماعتوں میں جائیں گے کیا ہم مسافر ہیں یا تعلیم میں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

”الاصل ان من يمكنه الإقامة باختياره يصير مقبلاً بنية نفسه ومن لا يمكنه الإقامة باختياره لا يصير مقبلاً بنية نفسه حتى ان المروءة اذا كانت مع زوجها في السفر والرفيق مع مولاه والعلية مع اسفانه والاجير مع مساجير والجندي مع اميره فهؤلاء لا يصيرون مقبلين بنية انفسهم الى ظاهر الرواية كذا في المحيط“... (فتاوى الهندية: ۱/۱۴۱)

”والمعتبر بنية المصروع لانه الاصل لا يطاع كرامة ولا ما مهرها المتعجل وعبد غير مكاتب وجندي اذا كان يرتقي من الامير لو بيت المال واجير واسير وغيرهم وتعميد“... (فتاوى ضاعی: ۱/۵۸۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ استاذ کی نیت کا اعتبار ہوگا نہ کہ طالب علم کی نیت کا، تاہم اگر چہ وہ دن کے قیام کے بعد یا آجائے ہوتا ہے تو شرعی مسافت نہ ہونے کی وجہ سے مقیم ہی رہیں گے اور اگر گھر آئے اور چھ دن کے بعد واپس آتی ہیں تو اسے جیسا کہ مدرسہ کا ضابطہ ہے تو مسافر ہی رہیں گے، کیونکہ چھ دنوں سے کم قیام کی نیت میں وطن اقامت نہیں بنتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا مسافر مسجد میں دوسری جماعت کر سکتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۳۳۹): جناب مفتی صاحب اس مسئلہ کی چری وضاحت فرمائیں اور فتویٰ پر مبر بھی لگائیں۔

مسئلہ صورت یہ ہے کہ ایک مسجد کا امام مقرر ہے تو ان ہونگی ہے جماعت ہونے میں ابھی جنت ہوتی ہے دوسرا آنے اور انہیں نے اپنی جماعت کروائی اور پلے گئے، کیا اس صورت میں جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور کھلے کی مسجد میں امام مقرر ہے اور جماعت بھی ہونگی ہے کیا اس صورت میں ابھی مسجد کے اندر دوسرا جماعت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر امام مسافر ہیں تو جماعت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہم مقیم ہیں تو اس مقیم ہونے کی صورت میں جماعت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں اور فتوے پر مبر بھی لگائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مسئلہ کی مسجد میں جماعت کا یہ حکم وہ ہے اور اہل محلہ کی جماعت سے پہلے جو مسافروں نے جماعت کر لیا ہے

اس کا اعتبار نہیں، بلکہ جو جماعت اہل محلہ کریں گے وہی معتبر ہوگی، اور اس کے بعد بعض علماء کے نزدیک مسافر اگر دوسری جماعت کریں تو مکروہ نہیں ہے، البتہ اہل محلہ کے لیے وہ بھی مکروہ فرماتے ہیں۔

”وَيُكْرَهُ تَكْرُرُ الْجَمَاعَةِ بِالْأَذَانِ وَالْقَامَةِ فِي مَسْجِدٍ مَحَلَّةٍ لِقَوْلِهِ بِالْأَذَانِ وَالْقَامَةِ عِبَارَةٌ فِي الْخُرُوفِ اجْمَع مَعَانِدًا وَنَصِيحًا وَيُكْرَهُ تَكْرُرُ الْجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ مَحَلَّةٍ بِالْأَذَانِ وَالْقَامَةِ إِلَّا لِمَصْلَحَةٍ يَهْدِيهَا إِلَيْهِ أَوْ لِغَيْرِ أَهْلِهِ أَوْ أَهْلِهِ لَكِنْ بِمَخَالَفَةِ الْأَذَانِ وَلَوْ تَكَرَّرَ أَهْلُهُ بَدْوَهُمَا أَوْ كَانَ مَسْجِدَ طَرِيقٍ جَازَ اجْتِمَاعُهُمَا كَمَا فِي مَسْجِدِ لَيْسَ لَهُ إِمَامٌ وَلَا مُؤَذِّنٌ وَيُصَلِّي النَّاسُ فِيهِ فَوْجًا فَوْجًا قَدْ اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَنَّ يَصَلِّي كُلُّ فَرِيقٍ بِالْأَذَانِ وَالْقَامَةِ عَلَى حِدَةٍ كَمَا فِي أَمَالِي لِقَاضِي عَن “ ... وَهَذَا فِي شَامِي :

(۱/۳۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا ایک جگہ مقیم ہونے کے لیے صرف نیت اقامت کافی ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) مقیم ہونے کے لیے نیت کا اعتبار ہوتا ہے یا پہلے کم از کم چہرہ دن کا قیام ضروری ہے؟ اگر ایک انسان چہرہ دن قیام کی نیت کرے لیکن پانچ یا چھ دن کے بعد اس کو کہیں جانا پڑ جائے، پھر پھر وہ واپس آ کر اقامت میں مکمل نماز پڑھائے گا یا آدمی، جب کہ اس نے پہلی چہرہ دن مسلسل نہ گزارے ہو۔
- (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ایک آدمی کو عزم نہیں کہ وہ کتنے دن یہاں گزارے گا اس کا ارادہ ہے کہ جب کام ہو گیا وہ چلا جائے گا اب یہ آدمی نماز مقیم ہونے کے طور پر ادا کرے گا یا مسافر؟
- نیز دونوں صورتوں میں چہرہ دن کسی نے بھی نہ گزارے ہوں، جواب عنایت فرما کر مشکوٰۃ معنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) اس مسئلہ میں کچھ تفصیل ہے جس کی وضاحت یہ ہے کہ
- (الف) مقیم ہونے کے لیے چہرہ دن یا اس سے زائد کی نیت کا اعتبار رہتا ہے۔
- (ب) وطن اقامت کے بٹے کے لیے ایک مرتبہ چہرہ دن مسلسل خیرہ اقامت گزارنا ضروری ہیں۔

(ج) اگر کسی شخص نے ایک مرتبہ پندرہ دن مسلسل بیت الاقامت گزارے ہوں اور اس شخص کا ساکن اسی شہر میں رہا ہے تو اس شہر میں دوبارہ لوگنے کی صورت میں اگر اس کی کوئی نیت نہ ہو یعنی خلی الذہن ہو کہ یہاں سے میں جاؤں گا یا نہیں تو فلاذیت کے موجود ہونے کی وجہ سے یہ شخص مقیم ہوگا اور مکمل نماز ادا کرے گا اور اگر اس شخص نے دوبارہ آتے ہوئے کچھ سے پہلے پندرہ دن سے کم کی نیت کی ہو تو وہ شخص مسافر ہوگا کیونکہ یہ مرتبہ نیت ہے اور صریح کے مقابلہ میں دلالت کا اعتبار نہیں ہوتا لہذا یہ شخص قصر کرے گا۔

(د) صورت مسئول میں مذکورہ شخص نے پہلے پندرہ دن مسلسل بیت الاقامت نہیں گزارے ہیں تو وہ امن الاقامت نہیں بلکہ دوبارہ لوگنے پر اس شخص کی نیت کا اعتبار ہوگا اگر پندرہ دن یا اس سے زائد کی نیت ہے تو نماز پوری پڑھے گا اور اگر پندرہ دن سے کم کی نیت ہے تو قصر کرے گا۔

(۲) مذکورہ شخص نماز مسافر کی طرح قصر کرے گا چاہے پندرہ دن سے زائد بھی رہے۔

(۱) "ثم لا يزال المسافر على حكم السفر حتى يدخل وطنه أو يئوى الإقامة خمسة عشر يوما بموضع واحد من مصر أو قرية غير وطنه فعلم بهذا أنه يصير مقيما بدخول وطنه وإن لم يئو الإقامة وأما في غير وطنه فلا يصير مقيما إلا بئوى الإقامة"۔۔۔ (حلی کبیری: ۳۶۳)

"ولا يزال على حكم السفر حتى يئوى الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوما أو أكثر وإن نوى أقل من ذلك قصر"۔۔۔ (ہدایہ: ۱/۱۷۳)

"ووطن الإقامة ما يئوى فيه الإقامة خمسة عشر يوما فصاعدا أو لم يكن مولده ولا له به أهل"۔۔۔ (حلی کبیری: ۳۶۸)

"قوله ويظل وطن الإقامة يسمى ايها الوطن المستعار والحادث وهو ما خرج إليه بئوى إقامة نصف شهر سواء كان بينه وبين الأصلي مسيرة السفر أولا وهذا رواية ابن سماعه عن محمد بن عيسى أن المسألة شرط والأول هو المختار عندنا لاكثرين لهستانی"۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۶)

(۳) "وفي الفتاوى العيالية المسافر إذا دخل مصرا وهو على عزم أنه متى حصل غرضه خرج لا يصير مقيما وإن مكث سنة إلا إذا كان مقصودا يعم أنه لا يحصل في أقل من خمسة عشر يوما فإنه يصير مقيما وإن لم يئو الإقامة"۔۔۔ (حلی کبیری: ۳۶۵)

”وَلَوْ بَقِيَ فِي الْمَصْرِ سِتِينَ عَامًا لَمْ يَزَلْ يَحْتَاجُهُ يَخْرُجُ وَلَمْ يَزَلْ الْإِسْلَامُ

خَمْسَةَ عَشْرَ يَوْمًا لَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ الْفَهْدُ الْفَهْدُ“ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا وہ ان سفر میں شقیں اور تو اہل ادا کیے جائیں گے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سفر میں شقیں اور تو اہل ادا کیے جائیں گے یا اس میں کوئی گناہ نہیں ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اگر حالت امن قرار ہو تو شقیں پہری ادا کرنا چاہئیں بصورت دیگر چھوڑنے کی اجازت

ہے۔

”وَبَعْضُهُمْ جُورًا لِلْمَسَاكِينِ لَوْ كَانُوا يَدْرُونَ أَنَّهُ لَا يَأْتِي بِهِمْ حَالٌ

الْخَوْفِ وَيَأْتِي بِهِمْ حَالٌ الْخَوْفِ وَالْأَمْنِ كَذَلِكَ الْوَجْهِ لِلْكَرْهِيِّ“

.... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مہاجر کر لے وطن میں رہیں آئے تو نماز پوری پڑھے گا یا قصر؟

مسئلہ نمبر (۳۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں افغانستان کا باشندہ ہوں وہاں سے ہجرت کر کے اپنے آب و ہوا کے ساتھ پاکستان میں رہاؤں پڑھوں وہاں افغانستان میں کچھ زمینیں اور بچاؤ بھائی اور کچھ رشتہ دار باقی ہیں ملک پر چھاپے ہے کہ افغانستان میں موجود زمینوں سے کچھ خریدنے کے لیے رشتہ داروں سے ملنے کے جاتے ہیں اور پھر وہاں سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو نماز میں اقام کریں گے یا قصر؟

الجواب باسم الملك الوهاب

یہ آپ کی نیت پر متوقف ہے اگر آپ نے پاکستان کو اپنا وطن اصلی بنالیا ہوا ہے اور پھر سے افغانستان نقل

مکائی کا ارادہ نہیں ہے تو اب جب چہرہ دین سے کم ظہر نے کی سے لہذا لے پار مشہور دلوں سے ملنے کے لیے انسان چاہے تو قصر کرے۔

”الوطن الاصلی هو موطن ولادته ووطنه او توطنه یطلق بمثلہ اذالم یبق له بالاول اهل فلویقی لم یطلق بعم فیها (قولہ او توطنه) ای عزم علی القرار فیہ وعدم الارحام وان لم یتاھل فلو کان له ابوان ببلد غیر مولده وهو بائع و لم یسھل بہ فلیس ذلک وطنه الا اذا عزم علی القرار فیہ وترك الوطن الذی کان له قبلہ (قولہ اذالم یبق له بالاول اهل ہی وان بقی له فیہ غفار قال فی السھر ولونقل اھله ومناعه ولہ دور فی البلد لایھل ووطنه وقیل یتقی کلامی المحيط وغیرہ“ ... (ردالمحتار: ۱/۵۸۶)

”ومن کان له وطن فانتقل عنه واسم وطن غیرہ ثم سافر فدخل وطنه الاول قصر لانه لم یبق وطنه الاثری انه علیہ السلام بعد الهجرة عند نفسه بمكة من المسافرین وهذا ان الاصل ان الوطن الاصلی یطلق بمثلہ دون السفر (قولہ وهذا لان الاصل) قبل الاوطان ثلاثة وحن اصلي وهو مولد الانسان او موضع تاهل به ومن قصده النعیش به لا لارحام“ ... (فتح القدیر: ۲/۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی کے ارادے سے نکلنے والا اگر سات میں کہیں ظہر جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۳) (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیہ سفر شرعی کے ارادے سے گھر سے نکلا لیکن ساتھ یہ نیت بھی کر لی کہ سات دوست کے پاس گزراؤں گا وہاں سے پھر اپنے مقصود کی طرف روانہ ہو جاؤں گا زیہ سے دوست تک کا فاصلہ سفر شرعی نہیں بننا لیکن زیہ کے طلاق کی حدود سے باہر ہے بلکہ وہاں سے یہ کہ زیہ آج کی نمازیں دوست کے پاس یا قاصت کی پنہ سے گا یا قصر کی؟

(۲) زیہ گھر سے اس عزم دارادے سے نکلا کہ سات ساتھی کے پاس ظہر میں گا اور کل صبح کو اپنے مقصود کی طرف جائے گا زیہ کے گھر اور ساتھی تک کا فاصلہ سفر شرعی نہیں بننا اسی طرح ساتھی سے مقصود تک کا فاصلہ بھی سفر شرعی نہیں بننا، اب زیہ یتیم ہوگا یا مسافر؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) صورت مسئلہ میں جب زید سفر شری کی نیت سے ارادے سے نکلا تو علاقے کے حدود سے باہر ہوتے ہی وہ مسافر ہو گیا اور کسی جگہ پر رات کے قیام کی نیت کا قطع سوا نہیں ہے زید نمازیں پھر کرے گا۔

"قال فان لم يعزم على الإقامة مدة معومة ولكنه مكث اياما في المصر وهو على عزم الخروج لا يصير مقيما عندنا وان طال مكثه"۔۔۔ (مبسوط: ۱/۳۰۳)

"وفي صفحة الفادعة ولان لو خرج خلف غريم له لم يصير مسافرا عالم يتو ادنى مدة السفر وان طاف جميع الدنيا فكذلك لا يصير مقيما عالم يتو المكث ادنى مدة الإقامة وان طال ملازمه اتفاقا"۔۔۔ (مبسوط: ۱/۳۰۵)

"قال صاحب البحر اما الثاني فهو ان يقصد مسيرة ثلاثة ايام فلو طاف الدنيا من غير قصد الى قطع مسيرة ثلاثة لا يترخص"۔۔۔ (مبسوط: ۱/۳۰۳)

- (۲) اگر نکلے وقت سفر شری کی نیت نہیں کی تو زید تقیم ہے نمازیں اقامت کی پڑھے گا۔

"المقيم اذا قصد مصرا من الامصار وهو مأتون مسيرة ثلاثة ايام لا يكون مسافرا ولو انه خرج من ذلك المصير الذي قصد الى مصر آخره هو ايضا اقل من ثلاثة ايام فانه لا يكون مسافرا وان طاف افاق الدنيا على هذا السبيل لا يكون مسافرا"۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۲۲۸)

"ولانه لو خرج خلف غريم له لم يصير مسافرا عالم يتو ادنى مدة السفر وان طاف جميع الدنيا"۔۔۔ (مبسوط: ۱/۳۰۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک ضلع میں مختلف جگہوں میں تشکیل ہوا نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری جماعت میرچر ساگرہ (سندھ)

میں ۳۴ دن کے لیے لگی تھی، ہم نے تلف دیدہاتوں میں کام کیا جن کا درمیانی حصہ میں یا دو تین میل ہوتا تھا ہر ہفتی کا ۲۴ گھنٹہ ضروریات زندگی لینے کے لیے دو لوگ اکثر میرے ساتھ کر دیا کسی اور شہر میں جاتے ہیں ہم کسی ہفتی میں ۱۵ دن نہیں ٹھہرے۔ ۱۵ میل یا ۲۰ میل کے علاقے میں تلف دیدہاتوں میں رہے کسی نے ہمیں بتایا کہ آپ عظیم والی نذر چھبیس سال لیے ہمارے ایک ساتھی عظیم والی نذر چھتر ہا تو بچہ طلب امر یہ ہیں۔

- (۱) کیا ہم سفر کرتے یا نہیں؟
- (۲) کیا ہماری نماز درست ہوگی؟
- (۳) اگر ہم سفر کرتے تو مقامی لوگوں کی نماز ہمارے پیچھے درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال آپ کی جماعت عظیم نہیں تھی بلکہ آپ سفر کے علم میں تھے۔

”واما اتحاد المكان فالشرط فيه مدة الإقامة في مكان واحد لان الإقامة قراة والاتصال بمضاده ولا بد من الانتقال الى مكانين واذا عرف هذا الحقول اذا نوى المسافر الإقامة خمسة عشر يوما كان كائنا ما كان في مصر او احدا او قرية واحدة صار مقبلا لانهما متحدثان حكماء۔ وان كانا بمصرين نحو مكة ومكة او الكوفة والحيرة او قريبتين او احدهما مصر والاخر قرية لا يصير مقبلا لانهما مكانان مباينان حقيقة وحكما۔“۔ (مذائع الصنائع: ۱/۲۷۰)

”ولو ان حراسيا او طين الكوفة والحيرة عشرين يوما صلى ركعتين لانه نوى الإقامة في الموضعين وانما تعتبر الإقامة في موضع واحد۔۔۔ (المبسوط: ۲/۱۶۱)

- (۲) جن نمازوں میں قصد ہوا تو کیا کیا نمازیں آپ کے مسافر ساتھیوں کی درست ہوگی ہیں۔

”مسافر صلی الظہر اسی سفرہ اربعہ اربعہ فان كان قصدا في كل ركعتين قدر التشهد فصلواته ثمانية والاخر بان تطوع له وان كان ثم بقدر فصلواته فاصدة هكذا۔۔۔ (المبسوط: ۱/۳۰۷)

- (۳) مقامی لوگوں کی نمازیں آپ کسی مسافر ساتھی کی اتنا ادھیں درست نہیں ہوگی۔

”کتبہ یزید بن عبد اللہ لہذا لہ لواءتہی مقیمون بمسافر و لم یہم بالثبوت القامۃ و تابعہ
 فسدت صلواتہم لکنہ منتظلا فی الآخرین لہ علی ذلک العلامۃ شرہ لانی
 فی رسالہ فی المسائل الاثنی عشریہ و ذکرانہا و لغت لہ و لم یرعہا فی کتاب
 فہنت و لدنقلہا الرسالۃ فی باب المسائل عن
 الظہیریۃ“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۴۳)

”فلو لم المقیمون صلوٰتہم معہ فسدت لانہ القلاء المفسر عن المتغفل
 ظہیریۃ“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ہوائی سفر میں انسان مسافر کہلاتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۵) کیا کہلاتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہوائی سفر میں انسان مسافر کہلاتا ہے؟ آیا ایئر پورٹ پر وجہاز کے اڑ جانے کے بعد کیونکہ بعض ایئر پورٹ شہر سے باہر ہوتے ہیں اور بعض شہر کے اندر ہوتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ کے اندر آئی یا اسی سے نکلے ہی مسافر ہو جاتا ہے یعنی ایئر پورٹ پر پہنچتے ہی مسافر ہو جائے گا۔

”قال محمد بقصر المسافر حين يخرج من مصره ويحذف دور المصر كله
 في المحيط وفي الغالبية هو المختار وعليه الفتوى كذا في التارخانية
 الصحيح ما ذكر انه يعتبر مجاوزة عمران المصر لا غير الا اذا كان منه قرية
 او قرى متصلة ببعض المصر فحينئذ تعتبر مجاوزة القرى بخلاف القرى التي
 تكون منفصلة بفناء المصر فانه بقصر الصلوة وان لم يجاوز تلك القرية
 كذا في المحيط“۔۔۔ (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا وطن اقامت میں ہر وطنہ اقامت کی حیثیت ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک طالب علم مدرسہ میں پڑھنے کے لیے آیا اور اس نے مدرسہ کو اپنا وطن اقامت بنالیا (اس نے وہاں چھ دن قیام کر لیا) اب جب یہ دوبارہ اپنے وطن اصلی جائے گا تو کیا اس کا یہ وطن اقامت باطل ہو جائے گا یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ جب وطن اقامت دوبارہ آئے گا تو اس کو نیت کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ جب کہ جب یہ اپنے وطن اصلی یا قاتنوں کا سارا سامان وطن اقامت میں تھا تب کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کو دوبارہ نیت کرنی پڑے گی، کوئی قول معنی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جواب کے گھٹے سے پہلے بطور سہاری چند باتوں کا جائزہ ضروری ہے۔

(۱) فقہائے کھارے کو وطن کی کل تین قسمیں ہیں (۱) وطن اصلی (۲) وطن اقامت (۳) وطن سکنتی۔

وطن اصلی کہتے ہیں جہاں آدمی پیدا ہوا اور اس کے گھر والے وہاں ہوں اور اس کا وہاں سے کوچ کرنے کا کوئی ارادہ بھی نہ ہو۔

”ثم الاوطان لثلاثة وطن اصلی وهو وطن الانسان في بلدته او بلدته اخرى

اتخذها دارا وتوطن بهامع اهل وولده وليس من قصد الاثر حال عهدها

تميش بها“۔۔۔ (مذائع الصانع: ۱/۲۸۰)

وطن اقامت کہتے ہیں جہاں انسان چھ دن یا چھ دن سے زیادہ رہنے کی نیت کرے جس جگہ پہنچے نیت کر رہا ہے وہ جگہ رہنے کے قابل بھی ہو۔

”ووطن الإقامة وهو ان يقصد انسان ان يسكن في موضع صالح للإقامة

عشرة عشر يوما او أكثر“۔ (مذائع الصانع: ۱/۲۸۰)

وطن سکنتی جہاں انسان چھ دن سے کم رہنے کی نیت کرے اور وہ جگہ رہنے کے قابل بھی ہو۔

”ووطن السکنی وهو ان يقصد الانسان المقام في غير بلدته اقل من عشرة

عشر يوما“۔۔۔ (مذائع الصانع: ۱/۲۸۰)

یہ بات بھی واضح رہے کہ ایک آدمی کے کئی وطن اصلی ہو سکتے ہیں۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ وطن اصلی وطن اصلی سے تو باطل ہو سکتا ہے لیکن وطن اقامت یا وطن سکنی سے باطل نہیں ہو سکتا، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وطن اصلی سے سفر فرما کر کسی دوسری جگہ چلے وہاں کی نیت سے ٹھہرے تو پھر جب یہ اپنے وطن اصلی کی طرف دوبارہ آنے کا توہیہ اقامت کی نیت کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس وطن اصلی میں جب وہاں آنے کا توہیہ رکھ کر ہی چلے گا وہ وہاں کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جیسے کہ نبی کریم ﷺ جب پہلے مدینہ کو اپنا وطن اصلی بنا چکے تھے تو حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ کو دوبارہ وطن اصلی بنانے کی نیت نہیں کی، بلکہ دوبارہ مدینہ منورہ میں آ کر آپ نے چار رکعتیں ہی پڑھیں۔

”و لا یتنقض الوطن الاصلی لوطن الاقامة ولا یوطن السکنی لانہما دونہ
والشیء لا ینسخ بما ہو دونہ و کذا لا یتنقض بنية السفر والخروج من وطن
حسب یصبر علیہما بالعودتالیہ من غیر نية الاقامة لما ذکرنا ان الشیء الخ “
.... (بدائع الصنائع : ۱/۲۸۰)

اور وطن اقامت وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے، اور وطن اقامت سے بھی باطل ہو جاتا ہے، لیکن وطن سکنی سے باطل نہیں ہوگا، یہ اس وجہ سے کہ جب وطن اقامت سے انشاء سفر کا ارادہ ہو وطن اصلی کی طرف یا وطن اقامت کی طرف، مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے ایک جگہ چلے وہاں ٹھہرنے کی نیت کی تو یہ اس کا وطن اقامت بن گیا، پھر اس آدمی نے وطن اقامت سے وطن اصلی کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو وطن اصلی کی طرف جانے کی وجہ سے وطن اقامت کی طرف آنے کا توہیہ تک یہ چلے وہاں کی نیت نہیں کرے گا تو یہ سفر ہی رہے گا۔

”و وطن الاقامة یتنقض بالوطن الاصلی لانه لوقه و یوطن الاقامة ایضا لانه مثله
والشیء یحوز ینسخ بمثله و یتنقض بسفره ایضا لان لوطنه فی هذا المقام لیس
للسفرار ولكن لحاجة فاذا سفر منه یستدل به علی قضاء حاجته فصار مخرجاً
عن الوطن به فصار ناقضاً لدلالتہ “.... (بدائع الصنائع : ۱/۲۸۰، ۲۸۱)

”ومن حکم وطن السفر انه یتنقض بالوطن الاصلی لانه لوقه و یتنقض بوطن
السفر لانه مثله و یتنقض بانشاء السفر لانه حذوہ ولا یتنقض بوطن السکنی
لانہ دولہ “.... (۱/۱۸)

نیز یہ بات یاد رہے کہ وطن سفر سے مراد وطن اقامت ہے۔

تیسری قسم وطن سکنی ہے، وطن سکنی وطن اصلی وطن اقلیت اور وطن سکنی تینوں سے باطل ہو جائے گا اور سفر سے بھی باطل ہو جائے گا۔

”ووطن السکنی بمقتضى بوطن الاصلی ووطن الایمة لانها موقوفة وبوطن

السکنی مثله وبالسفر“..... (مذائع الصنائع: ۲۸۰/۱)

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ جو طالب علم اپنے وطن اقلیت سے وطن اصلی چلا گیا تو اس کا تو وطن اقلیت باطل ہو گیا لہذا جب وہ وطن اصلی سے وطن اقلیت کی طرف آئے گا جب تک چھ روزوں کی نیت نہیں کرے گا وہ مسافر ہی رہے گا۔

”والحاصل ان انشاء السفر یظل وطن الایمة اذا کان منه“..... (مشکوٰۃ شامی:

۵۸۶، ۵۸۷/۱)

”فان من نوى الایمة بموضع نصف شهر ثم خرج منه لا یعد السفر ثم عاد

مريدا سفرا او مريذا لك اتم مع انه انشاء سفرا بعد ان اخذ هذه الموضع دار الایمة

فثبت ان انشاء السفر لا یظل وطن الایمة الا اذا انشاء السفر منه“..... (مسحۃ

المخالف على البحر الرائق: ۲۳۰/۲)

لہذا ان ساری عبارات سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ جب طالب علم وطن اقلیت سے وطن اصلی کی طرف چلا گیا تو وہاں آ کر جب تک کہ وہ دو بارہ چھ روزہ ان تمام کی نیت نہ کرے مسافر ہی رہے گا۔

نیز واضح رہے کہ حیدر آباد کی اس عبارت ”لا یرفع الوطن کوطن الایمة یعنی بیفاء النفل“ کی وجہ سے ہم تمام متون محترمہ اور فقہاء کی عبارات صریحہ کو چھوڑ دیتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تونس سے ملتان کو کڑی کے لیے آنے والا مسافر ہوگا یا غیر؟

مسئلہ نمبر (۳۳۷): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی تونسہ شریف سے ہار پاشی ہے اور ملتان میں ڈاکٹری کے فرائض سر انجام دے رہا ہے ملتان اور تونسہ شریف کے درمیان کا فاصلہ ۵۰۰ اکوڑ میٹر ہے ڈاکہ ہے ملتان شہر میں ۵۱۵ دن گزارتا ہے اور پھر تونسہ شریف چلا جاتا ہے ایک مرتبہ اس نے

مکان میں ۱۵ دن بھی گزارے ہیں آپ سے پوچھتا ہے کہ آنکھ جب وہ آدھی مکان میں آئے تو آیا وہ قمر نواز چمے یا مکمل نماز ادا کرے؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک کا اصل وطن تونسہ شریف ہے اب وہ اپنے اہل و عیال کو مکان لایا ہے اور وہیں رہائش اختیار کی ہے اور تونسہ شریف کو نہیں چھوڑا تو وہ مکان میں قمر نواز چمے یا مکمل کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) اگر شخص مذکور کا مکان میں اس کی رہائش گاہ پر چلا ہے اور مکان میں اس کی مستقل ڈھرائی ہے تو چاہتا ہے اور اس نے ایک مرتب مکان میں چندہ دن اقامت بھی اختیار کی ہے تو مکان کی طرف آتے وقت اس کا زمین اس بات سے خالی ہو کہ یہاں سے جاؤں گا یا نا جاؤں گا تو دارالائت کے موجود ہونے کی وجہ سے وہ مقیم ہوگا اور مکمل نماز ادا کرے گا اور اگر وہ شخص مکان کی طرف آتے وقت ۳ یا ۴ دن کی نیت مکان میں رہنے کی رکھتا ہو، تو وہ مسافر ہوگا کیونکہ یہ صریح نیت ہے اور صریح کے مقابلے میں دلالت کا اعتبار نہیں ہوتا لہذا یہ شخص قمر نواز چمے گا۔

”ووطن الإقامة بطل بوطن الإقامة وبإشياء السفر وبأوطان الأصلية هكذی

الخبين“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۲)

”وقوله ووطن الإقامة بطله ای بطل وطن الإقامة بوطن الإقامة لعلمه وقوله

والسفر والأصلی ای ویبطل بإشياء السفر وبأوطان الأصلی لان السفر

خدا الإقامة فلا یقی معه“۔۔۔ (الخبين الحقائق: ۱/۴۱۳)

”ووطن الإقامة بطله بطن الأصلی لانه لوفه وبوطن الإقامة ایضا لانه معله

والشیء بحوزان یسخر بطله ویبطل بالسفر ایضا لان توطه فی هذا المقام

لیس للسفر ای ولكن لحاجة فإذا سافر معه یستعمل به علی قضاء حاجه

لصار معرضا عن التوطن به لصار ناقضا له دلالة“۔۔۔ (بدائع الصنائع:

۱/۲۸۱، ۲۸۰)

یہ شخص مقیم ہے اور مکمل نماز ادا کرے گا۔

”ثم الوطن الأصلی بحوزان یكون واحد أو أكثر من ذلک بان كان له اهل

ودار فی بلدین أو أكثر ولم یکن من لیه اهل العروح معها وان كان هو یبطل

من اهل الى اهل في السنة حتى انه لو خرج مسافر من بلدة فيها اهل ودخل في
 اى بلدة من البلاد دلتى فيها اهل فيصير مقيما من غيرية الإقامة (هذا المع
 التصانيع : ۱/۲۸۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قرآن پاک سے قمر نواز کا ثبوت:

مسئلہ قمر (۳۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر کے لیے قمر نواز کا ثبوت قرآن
 وحدیث میں کہاں پر ہے، برہان کرم مدلل جواب دے کر معین فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ مسافر کے ذکر سفر شرعی میں قمر نواز فرض ہے اور اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے،
 چنانچہ ارشاد ہوا ہے ”وَإِذَا خَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ
 الصَّلَاةِ“..... (النساء: ۱۰۱) اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کرو، اس
 آیت میں مسافر کے لیے نماز میں قمر کرنے کا حکم ابراہیمؑ اور ہے، جس کی تفریع خصوصاً کی احادیث، صحابہ کے عمل
 اور فقہاء کے اقوال میں بیان کی گئی ہے کہ جب کوئی اپنی سکونت کے علاقہ سے متفرگ ہو مگر مسافر کی مسافت کا سفر کرے
 اور چند دن سے کم قیام ہو تو یہ سفر شرعی کہلاتا ہے اور ایسا مسافر شرعاً چار رکعت والے نماز کی جگہ دو رکعت فرض
 ادا کرنے کا پابند ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”صليت الظهر مع رسول الله ﷺ بالمدينة اربعاً والعصر وبذی الحليفة

وكتعين“.... (صحيح البخاري ۱/۴۰۹)

یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کے چار فرض پڑھے اور ذی الحلیفہ کے مقام میں عصر
 کے دو فرض پڑھے۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”خبر جماع رسول الله ﷺ من المدينة الى مكة فكان يصلي ركعتين وركعتين

حتى رجعنا الى المدينة ليل له اقمتم بمكة شيئا؟ قال نعم اربع عشرة اطلق

عليه“.... (مشکوٰۃ المصابيح: ۱/۱۲۰)

عَلَى التَّوَرَى وَمَا شَافَى حَدِيثَ كَذَلِكَ يُسَمَّى فَرَاتِي فِي...۔

”وَالْحَدِيثُ بِمُطَافِرِ بْنِ أَبِي مُطَافِرٍ الشَّافِعِي مِنْ أَنَّهُ إِذَا قَامَ أَرْبَعَةُ أَيَّامٍ يَجِبُ الْإِسْتِمَامُ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقْصُرُ مَا لَمْ يَنْوَ الْأَلَامَةَ خَمْسَةَ عَشْرَ يَوْمًا قَالَ فِي الْهَدَايَةِ وَهُوَ مَا نَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ قَالَ ابْنُ الْهَيْثَمِ أَخْرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ عَنْهُمَا قَالَا إِذَا قَامَتْ بِمِلَّةٍ وَأَتَتْ مَسَافِرَ وَلَوْ تَفَسَّكَ أَنْ تَقِيمَ خَمْسَ عَشْرَةَ لَيْلَةً لَمْ تَكْمَلِ الصَّلَاةَ بِهَا وَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِي مَتَى تَطْعَنُ فَالْقَصْرُ هَـ“۔۔ (مروقة المفاتيح: ۳/۳۸۶)

اور بھی متعدد احادیث ہیں جن سے مسافر کے لیے قصر نماز کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سفر شری میں پیدل کا اعتبار ہے یا سواری ہے:

مسئلہ نمبر (۱۳۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین ان مساک کے بارے میں

- (۱) نماز قصر کے لیے سفری مقدار کیا ہے؟
 - (۲) یہ سفری مقدار سفری پیدل محترم ہے یا سواری کے کلو ط ہے؟
 - (۳) اگر دونوں کے اعتبار سے سفر کا اعتبار کیا جائے تو اس سے تمام دن چنانچہ مریو ہے یا دن کا کوئی مخصوص حصہ؟ اگر مخصوص حصہ مریو ہے تو اس کی تعیین بھی فرمادیں۔
 - (۴) پیدائی اور میدائی سفر کا کوئی فرق ہے یا نہیں؟
- ازادہ کرم و جن سے جملہ سوالات کے جوابات کتب فقہی اردو میں بحوالہ قلم ہند فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) نماز قصر کے لیے سفر شری کی مقدار متین دن کی مسافت مقرر ہے اس کے لیے کتب فقہی میں تین منزل کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے جو کہ موجودہ زمانہ کے لاکھوں میل یہ مختصر کلو میٹر کے مساوی مسافت بنتی ہے جیسا کہ قانونی حکم یہ ہے۔

”اقل مسافة لتغير فيها الاحكام مسيرة لثلاثة ايام“۔ (فتاویٰ الہندیہ:

۱/۱۳۸)

اور فتاویٰ شامی میں ہے۔

”ثم احتلوا القليل احد وعشرون وقليل لثمانية عشر وقليل خمسة عشر

والفتوى على الثاني لانه الاوسط“۔ (۱/۵۸۰)

نیز فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے۔

جاریہ نزدیک حصول سفر قصر کے لیے اڑتالیس (۳۸) میل ہیں (۳/۳۳۳)

(۲) مذکورہ بالا مسافت شرعی کی مقدار پیدل ہو یا سواری دونوں قسم کے سفر میں معتبر ہے، جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے۔

”قوله بالسیر الوسط ہی مسیر الابل و منی الاقدام“۔ (۲/۱۲۳)

(۳) اگر دونوں کے اعتبار سے سفر کی مسافت شرعی کا اعتبار کیا جائے تو اس میں اکثر دن کے سفر کا اعتبار ہوگا، مثلاً اگر کوئی شخص کسی دن صبح سورج طلوع فجر سے سفر شروع کر کے ذوال کے بعد آرام کرے اور پھر دوسرے صبح سے دن اسی طرح سفر کرے تو شرعاً یہ سفر شرعی کہلائے گا اور قصر کرے گا جیسا کہ رہنمائی میں ہے۔

”مسيرة لثلاثة ايام ولياليها من الخراف ايام المسئلة ولا يشترط سفر كل يوم الى القليل

بل الى الزوال“۔ (۲/۱۲۳)

(۴) اگر کوئی شخص پہاڑی علاقہ میں پیدل یا اونٹ کے ذریعے سفر کرے اور مسافت شرعی کا دنوں کے ذریعے حساب کرے تو اس میں اڑتالیس میل کا اعتبار ہوگا بلکہ دنوں کا حساب ہی معتبر ہوگا، البتہ اگر کوئی بس، ریل وغیرہ کسی سواری کے ذریعے سفر کرے تو اس کے لیے اڑتالیس میل کی مسافت میں میدان و پہاڑی علاقہ کے سفر کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوگا، چنانچہ فتاویٰ شامی میں ہے۔

”وبعض في الحبل بما يناسبه من المسير لانه يكون صعودا وهبوطا ومضيقا

ووعرا ليكون مني الابل والاقدام فيه دون سيرهما في السهل“۔ (فتاویٰ

شامی: ۲/۱۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

جو شخص بیحد سفر میں رہے اس کے لیے قصر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵۰): کرمی، محترمی جناب حضرت مفتی صاحب دام حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بندہ بطور ذی آئی جی پولیس ملا کٹھ ڈاون میں ڈیوٹی سر انجام دے رہا ہے، میرا کل سفر چترال ویرانہ جو پانی سوکو پٹر کے قصبے پر پھیلا ہوا ہے، یہ سفر چار ماہینہ چمکا رہا ہے بندہ کے بال بچے سواست چنگودہ شہر میں رہائش پذیر ہیں، بندہ نے کبھی بھی چند دن یا اس سے زائد دن نہ اپنے گھر مستقل گزارے ہیں اور نہ نیت کی ہے، اور نہ کر سکتا ہوں، ایسی صورت میں بندہ چنگودہ میں اپنے گھر پر رہائش کے دوران پوری نماز چھ گجا قصر، جواب سے مطلع فرما کر مخلوق فرمائیں اور آپ دارین حاصل کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت سنوڈ میں اگر آپ چنگودہ میں ڈیوٹی کے لیے رہائش پذیر ہیں یعنی آپ کا آبائی وطن نہیں ہے تو بقول آپ کے چونکہ چنگودہ میں نہ آپ چند دن ٹھہر چکے ہیں اور نہ ہی چند دن ٹھہرنے کی نیت کر سکتے ہیں تو یہ آپ کا وطن نکلی ہو لہذا آپ کا وطن نکلی میں رہتے ہوئے سفر کے دوران قصر کریں گے یہی نماز نہیں چھیں گے۔

”ولم يذکر وطن السکنی“ وهو منسوی فیہ اقل من نصف الشهر لعدم

ثانئہ۔۔۔ (فتاویٰ مختار برہامش وذا المحط: ۱/۵۸۶)

”وهو مبطل لوطن السکنی“ علی تقدیر اعتباره لان السفر يبطل وطن الاقامة

لکيف لا يبطل وطن السکنی۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آدی شری مسافر کب بنتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے، ہرے میں کہ شری مسافر آدی کب بنتا ہے کہ جہاں سے قصر نماز چھ؟ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں دلیل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ شری مسافر جہاں سے مسافر قصر نماز چھ؟ جب بنتا ہے جب اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے نکل جائے۔

”اذا جاوز المقیم عمر ان مصره فاصدا مسیرة ثلاثة ايام ولها لها مسیر الابل

او مشی الاقدام یلزمه قصر الصلاة“۔ (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۶۴)

”قال محمدر حبه الله تعالى یقتصر حين یمخرج من مصره ویختلف دور المصر

کذا فی المحيط و فی الغبائیة هو المختار و علیه الفتوی کذا فی

النظار حاتیة“۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

”من جاوز بیوت مصره مریدا وسیرا وسطا ثلاثة ايام فی بر او بحر او جبل

قصر الفرائض الرباعی“۔ (کنز الدقائق: ۴۶)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر اپنے وطن سے گزرتے ہوئے پوری نماز پڑھے گا:

مسئلہ نمبر (۳۵۲): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کالاہور وطن اصلی ہے اس کی رائج مذکر سے تکلیف ہوئی ہے مریہ کے شریک جو کالاہور سے باہر ہے اب لاہور سے گزرتے ہوئے مریہ کے تک جانے کی صورت میں لاہور میں قصر نماز پڑھے گا یا پوری نماز؟

(۲) اگر لاہور میں وطن اصلی ہونے کی وجہ سے پوری نماز پڑھے گا تو اس صورت میں مریہ کے کافر لاہور سے شمار ہوگا یا رائج مذکر سے سطر شمار ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں شخص مذکور وطن اصلی لاہور سے گزرتے ہوئے لاہور میں مکمل نماز ادا کرے گا، اور اس کے شرعی سفر مریہ کے کافر لاہور سے ہوگا اور چونکہ مریہ کے اور لاہور کے درمیان سفر شرعی نہیں ہے لہذا مریہ کے مکمل بھی اقام کرے گا۔

”قولہ و اذا دخل المسافر مصره هم الصورة وان لم یتم المقام لیه سواء دخله

بنیة الاعتیاز او دخله القضاء حاجة لان مصره معین للاقامة فلا یحتاج الی

نیة“۔ (الجمہورۃ المبررة“۔ ۱/۱۰۴)

”ثم المستعبرۃ المسجوزۃ من العجائب الذی خرج منه حتی لو جاوز عمران

المصغر قصر وان كان يحذره من جانب آخر بنية كذا في السنين"۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

"اقل مسافة تصغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذا في السنين"۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک ہستی میں اگر چند دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو ساری جماعت مسافر ہے:

مسئلہ نمبر (۳۵۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مقام دہری مسئلہ کہ تبلیغ میں جانے والے حضرات میں ایک جماعت کی مانعہ سے پڑے اور تکفیل ہوگئی جن میں سے بعض حضرات صرف مشرورہ والے تھے اور بعض حضرات چلے والے اور بعض حضرات چہ ماہرہ والے تھے اور تکفیل چندہ دن سے زائد کے لیے ہوئی، اب مشرورہ والوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور چندہ دن سے زائد وہاں پٹارہ میں ٹھہرنے والے حضرات کی نماز کا کیا حکم ہے کہ وہ پہلی پڑھیں یا قصر نماز؟ اور یہ حضرات پٹارہ میں ایک جگہ پر چندہ دن نہیں گزارتے بلکہ تین دن کسی ہستی میں اور تین دن کسی اور ہستی میں گزارتے ہیں، جب کہ کچھ علماء کرام کا کہنا ہے کہ یہ حضرات قصر نماز پڑھیں گے اس لیے کہ یہ مانعہ والوں کے ساتھ ہیں کسی بھی وقت مانعہ والے حضرات ان کو بلا لیں تو یہ چلے جائیں گے، برائے سرہانی آپ حضرات مفتیان کرام قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں چونکہ ایک ہستی میں چندہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں لہذا سب مسافر ہیں۔

"وان نوى الإقامة اقل من خمسة عشرة يوما قصر هكذا في الهداية"۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

"ولا يزال على حكم المسافر حتى يدعى الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوما أو أكثر كذا في الهداية"۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

"فلو نوى اقل من خمسة عشر يوما لا يزال حكم المسافر"۔ (حلی کبیری:

”والنوی الإقامة خمسة عشر يوماً في موضعين فان كان كل منهما اصلاً بنفسه نحو مكة ومنى والكوفة الحيرة لا يصير مقبلاً وان كان احدهما تبعاً للآخر حتى تجب الجمعة على مكانه يصير مقبلاً“ - (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۰)

”واما اتحاد المكان فالشرط فيه مدة الإقامة في مكان واحد لان الإقامة لمرور والاتصال بمضاده ولا بد من الانتقال في مكانين وادعوا هذا فيقول اذا تروى المسافر الإقامة خمسة عشر يوماً في موضعين فان كانا مصر او احداً او قرية واحداً صار مقبلاً لانهما متحدان حكماً لا تروى ان الله لو خرج اليه مسافراً لم يقصر ففقد جد الشرط وهو نية كمال مدة الإقامة في مكان واحد فصار مقبلاً وان كانا مصرين نحو مكة ومنى او الكوفة والحيرة او قرطین او احدهما مصر والآخر قرية لا يصير مقبلاً لانهما مكانان متباينان حقيقة وحكماً“

..... (بدیع الصنائع : ۱/۲۷۰)

”ثم لا يزال المسافر على حكم السفر حتى يدخل وطنه او يروی الإقامة خمسة عشر يوماً بموضع واحد من مصر او قرية غير وطنه فعلم بهذا انه يصير مقبلاً بدخول وطنه وان لم يسو الإقامة وامالی غير وطنه فلا يصير مقبلاً الابنية الإقامة واقل الإقامة ههنا خمسة عشر يوماً“..... (حلی کبری: ۳۶۳)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

۶ دن یا ۱۳ دن ایک جگہ رہنے والا مسافر ہوگا:

مسئلہ نمبر (۳۵۴): بخدشت جناب حضرت مفتی صاحب گزارش ہے کہ میں لاہور سے ۴۰۰ کلومیٹر دور کارپاشی ہوں، دل ہوش لوگری کی غرض سے کرائے کے کمرے میں رہائش پزیر ہوں تقریباً ۶ دن یا ۳ دن کے بعد گھر واپس کی جیمنی چجاتا ہوں، اس بارے میں فرمادیتے کہ میری نماز لاہور میں ۶ دن یا ۳ دن جو میں گزارتا ہوں قصر ہوگی یا پوری نماز ادا کرنا ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ کے مطابق آپ یہاں لاہور میں قہر رہیں گے۔

”ولا يزال على حكم السفر حتى ينوى الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر وإن نوى أقل من ذلك قصر لأنه لا بد من اعتبار مدة لأن السفر بجماعته الثابت“۔۔۔۔۔ (ہدایہ: ۱/۱۷۳)

”وإن نوى أقل من ذلك أي من خمسة عشر يوماً: قصر. ش: حاله م: لأنه ش: أي لأن الشان م: لا بد من اعتبار مدة لأن السفر بجماعته الثابت ش: يعني أن المسافر وبما ثبت في بعض المواضع لمصلحة له كانتظار الرفقة أو شراء السلعة فلا يعتبر ذلك فلا بد من أن يقدر الثابت مدة“۔۔۔۔۔ (الہدایہ: ۱/۱۷۳)

”ولا يزال على حكم السفر حتى ينوى الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر“۔۔۔۔۔ (الفاوی الہندیہ: ۱/۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حلافت کی جگہ دن قیام کرنے والا مسافر کا کیا حکم؟

مسئلہ نمبر (۳۵۵): محترم القام بامت مد عزت و احترام جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ حلافت لاہور سے ۱۸ کلو میٹر دور فیروز پور روڈ پر کرتا ہے اور میرا گھر ناروول میں ہے جو کہ یہاں سے تقریباً ۱۵۰ کلو میٹر دور ہے، اور میں تقریباً ہر ہفتہ گھر ناروول چلا جاتا ہوں اور وہاں ہی کوآٹا ہوں تو اس طرح میں حلافت کی جگہ ۷ روز قیام کرتا ہوں، تو ان چھ ایام میں بندہ نماز قہر جیسے گا یا پوری؟ اور پھر گھر جا کر نہ پوری پڑھی جائے گی یا قہر؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں حکم صادر فرما کر عن اللہ ماجد میں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ناروول چنگہ آپ کا وطن اصلی ہے اس لیے اس میں تو سہر حال آپ نماز پوری ادا کریں گے، خود بخود ہی

در قیام ہو یا زیادہ مالیت لاہور میں چونکہ صرف آپ کی ملازمت ہے اس میں اگر چندہ روز یا زیادہ قیام کی نیت ہوگی تو نماز پوری ہے جس کے اور اگر چندہ یوم سے کم کی نیت ہوگی تو نماز قصر ہے جس کے۔

”وإذا دخل المسافر في مضره اتم الصلوة وإن لم يبق الاقامة“ . .

(ہدایہ: ۶/۱۱)

”ولا يزال على حكم السفر حتى يسوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة

عشر يوما أو أكثر“ . . (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

”وان سوي الإقامة الل من خمسة عشر يوما قصر“ . . (فتاویٰ الہندیہ:

۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا سفر شریعتیں بڑھے؟

مسئلہ نمبر (۳۵۶) کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر شریعتوں میں چھٹی

چائیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مسافر شریعت کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر حالت امن میں ہو اور خطرہ نہ ہو، تو اسے سنتیں چھٹی چائیں یا نہیں یہاں اگر کسی خوف میں مبتلا ہو یا بھڑی میں ہو تو سنتیں ترک کر سکتا ہے، مالیت بعض حضرات نے فرمایا کہ فجر کی سنتیں چھٹی ضروری ہیں۔

”وبقي المسافر بالسنن ان كان في حال امن وقراؤ والا بان كان في خوف

والقرار لا يفتي بما هو المختار لانه ترك العذر تجتنب الاستسار

القصر“ . . (الدر المختار على هامش الرد: ۱/۵۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

غیر شرعی سفر کی نیت کرنے والا اگر شرعی سفر کا ارادہ کرے تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنے گھر سے غیر شرعی سفر کے ارادے سے نکلتا ہے یعنی ہستی دہلی کی طرف جو اس کے گھر سے بیس کونٹر کے فاصلے پر ہے پھر اس ہستی دہلی سے شرعی سفر کا ارادہ کر کے نکلتا ہے اب وہ اپنی پر اس ہستی میں پہنچ کر رات گزارتا ہے تو وہ اس ہستی میں قصر نماز پڑھے گا یا مکمل نماز؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مدح مست فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واجب رہے کہ صورت مسئلہ میں مذکور شخص سفر سے واپس آتے ہوئے دہلی پہنچ کر قصر نماز پڑھے گا اور اس طرح جب تک اپنی ہستی میں نہیں پہنچا یا اس سے پہلے کسی آبادی میں چندہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو تو قصر نماز ہی پڑھے گا۔

”رجل خرج من مصره الى قرية لحاجة ولم يقصده السفر ونوى ان يقيم فيها
الليل من خمسة عشر يوما فانه يتم فيها لانه مقيم لم يخرج من القرية لالسفر
لم يبداله ان يسافر قبل ان يدخل مصره وقبل ان يقيم ليلة في موضع آخر
لسافر فانه يقتصر ولو مر بتلك القرية ودخلها تم لانه لم يوجد ما يبطله
مما هو فوقه او مثله (قوله رده في البحر) بان السفر باق لم يوجد ما يبطله
وهو مبطل لوطن السكنى على تقدير اعتباره لان السفر يبطل وطن الالة
فكيف لا يبطل وطن السكنى لقوله لانه لم يوجد ما يبطله ممنوع“... (فتاوى
شامی: ۱/۵۸۶)

”رجل خرج من مصره الى قرية لحاجة ولم يقصده السفر ونوى ان يقيم
فيها ليل من خمسة عشر يوما فانه يتم فيها لانه مقيم لم يخرج من القرية
لالسفر لم يبداله ان يسافر قبل ان يدخل مصره وقبل ان يقيم ليلة في موضع
آخر لسافر فانه يقتصر ولو مر بتلك القرية ودخلها تم لانه لم يوجد ما يبطله
مما هو فوقه او مثله وصحح في السراج الوهاج وشرح المجموع عدم اعتباره
وقول الشارح لو مر بها تم لا يصح لان السفر باق لم يوجد ما يبطله وهو مبطل

لوطن السکنی علی تقدیر اعتبارہ لان السفر بطل وطن الإقامة فکیف لا یطل
وطن السکنی لقوله لانه لم یوجد ما یطله منوع - - (البحر الرائق)
(۲/۲۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شرعی حدود سے باہر نکلنے والا قصر ہے:

مسئلہ نمبر (۳۵۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک طالب علم اسلام آباد اسلامک یونیورسٹی میں چڑھتا ہے اور جب گھر جاتا ہوتا ہے تو راولپنڈی لڑے سے گاڑی پر بیٹھتا ہے اور جس وقت یونیورسٹی سے نکلتا ہے تو اس وقت ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور نماز ظہر راولپنڈی لڑے پر ہوا کرتا ہے تو اب آیا یہ طالب علم نماز ظہر قصر چڑھے گا یا پوری چڑھے گا؟

اور جب گھر پہنچ جاتا ہے تو اس وقت نماز عصر کا اخیر وقت ہوتا ہے تو اب آیا نماز عصر قصر چڑھے گا یا پوری چڑھے گا؟

اور راولپنڈی سے اس طالب علم کے گھر تک تقریباً ۱۵۱۵ کھوکھڑے کا فاصلہ ہے اور یکن پر تقریباً تین سائے تین گھنٹے لگتے ہیں۔

تو اسے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں مطلع فرمادیں کہ سفر شرعی کی حد کیا ہے؟ اور کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں پر ختم ہوتی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں جب طالب علم اسلام آباد کی حدود سے نکل کر راولپنڈی میں داخل ہو گیا تو یہ قصر نماز چڑھے گا اور جب گھر پہنچ جاتا ہے تو اس وقت یہ عصر کی نماز پوری چڑھے گا، کیونکہ وطن اصلی میں داخل ہو چکا ہے، سفر شرعی کی حد تین دن کی پیدل مسافت ہے جو حدودہ دین کا آدمی چلتا ہے اور فقہاء نے اس کی تعبیر میں لگان ہے کہ سفر شرعی کی حد اکیس فرسخ ہے اور بعض نے کہا کہ اٹھارہ فرسخ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ چارہ فرسخ ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے، لہذا مفتی پہ قول یہ ہے کہ سفر شرعی کی حد اٹھارہ فرسخ میل ہے اور کوئٹہ کے لحاظ سے سفر شرعی کی حد ۷۷ کھوکھڑے ہے، اور آدمی جب اپنے شہر یعنی وطن اصلی کی حدود سے نکل جاتا ہے تو اس پر فردا کے احکام

جاری ہو جاتے ہیں یعنی اب وہ قمر نماز پڑھے گا اور جب آدمی اپنے شہر یعنی وطن اصلی کی حدود میں داخل ہوتا ہے تو اس سے سفر کے تمام احکام ساقط ہو جاتے ہیں اگرچہ اس نے انکاست کی نیت نہ بھی کی ہو۔

"قال في النهاية أي التقدير بثلاث مراحل فرب من التقدير بثلاثة أيام لان المعتاد من السير في كل يوم مرحلة واحدة خصوصاً في القصر أيام السنة كذا في المبسوط اهـ وكذا ما في الفتح من انه قيل يقدر بأحد وعشرين فرسخاً وقيل بثمانية عشر والليل بمخمسة عشر وكل من قدر عليها اعتقد انه مسيرة ثلاثة أيام اهـ أي بناء على احتلاف البلدان فكل قاتل قدر ما في بلد من القصر الأيام أو بناء على اعتبار القصر الأيام أو أطولها أو المعتدل منها وعلى كل فهو صريح بان المراد بالأيام ما تنقطع فيها المراحل المعتادة فاللهم"۔۔۔ (فتاویٰ حاضی: ۱/۵۷۹)

"اذا جاوز المقيم عمران مصره فاحسب مسيره ثلاثة أيام وليلها يسير الايام او مئتي الايام بمنزله قصر الصلوة ويرخص له ترك الصيام"۔۔۔ (فتاویٰ حاضی: ۱/۱۶۳)

"ثم المعبرة المجاوزة من الجانب الذي خرج منه حتى لو جاوز عمران المصغر قصر وان كان بحذاء من جانب آخر اربعة كذا في التبيين وان كان في الجانب الذي خرج منه محلة منفصلة عن المصغر وفي القديم كانت متصلة بالمصغر لا يقصر الصلوة حتى يجاوز تلك المحلة كذا في الخلاصة"۔۔۔ (فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۹)

"ويعتبر مجاوزة عمران المصغر من الجانب الذي خرج ولا يعتبر محلة اخرى بحذاءه من الجانب الآخر فان كانت في الجانب الذي خرج محلة منفصلة عن المصغر وفي القديم كانت متصلة بالمصغر لا يقصر الصلوة حتى يجاوز تلك المحلة"۔۔۔ (فتاویٰ حاضی: ۱/۱۶۳)

"واذا دخل المسافر مصره ثم الصلوة وان لم يتوالا لانه له سواء دخله بنية الاعتبار لو دخله للقضاء الحاجة كذا في الجوهرة النيرة"۔۔۔ (فتاویٰ الهندية: ۱/۱۴۲)

”قوله واتخذ محل المسافرين مصره اتم الصلوۃ وان لم یتم الإقامة فیہ سواء دخله
بیۃ لا یتجاوز او دخله للقاء حاجۃ لان مصره متعین للإقامة فلا یحتاج الی بیۃ“
.. (الجمہورۃ البیروت: ۱۰۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عیال میں رہنے والا وطن اصلی میں مقیم ہوگا یا مسافر؟

مسئلہ نمبر (۳۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے والدین اور بہن بھائی
کراچی میں رہائش پذیر ہیں لیکن اس نے لیجن سے سی ای اپنی مستقل رہائش لاہور میں اپنے عیال میں اختیار کر لی
ہے، اور اس شخص کے شناختی کارڈ پر موجود پتہ لاہور والا لکھا ہوا ہے اور مستقل پتہ کراچی والا لکھا ہوا ہے، اب سوال
یہ ہے کہ جب یہ شخص کراچی میں اپنے والدین کے پاس جائے گا تو نہ زمین قمر کرے گا یا کھل لہاڑ پڑھے گا؟
قرآن و سنت کی روشنی میں بالذلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال اگر مذکورہ شخص نے لاہور کو اپنا وطن اصلی بنالیا ہے اور کراچی میں رہنے کا ارادہ ترک
کر دیا ہے تو اب کراچی اس کے بے وطن اصلی نہیں رہا تو کراچی میں اگر چند دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت
نہ ہو تو قمر کرے گا اور اگر کراچی میں رہنے کا ارادہ ترک نہیں کیا بلکہ وہاں بھی رہنے کا ارادہ ہے تو کراچی اس کا وطن
اصلی باقی رہے گا، لہذا جب بھی کراچی جائے گا تو پوری نماز پڑھے گا۔

”الوطن الاصلی هو موطن ولادۃ او تاملہ او توطئہ یصل بمثلہ قوله او توطئہ
ای عزم علی القرار فیہ وعدم الاوتحال وان لم یصل فلو کان تہ ابوان یولد
غیر مولدہ وهو بالغ ولم یصل بہ فیس ذلک وطئہ الا اذا عزم علی القرار فیہ
وترک الوطن الذی کان تہ شرح المعنیہ ...“ (ذریعہ التمام: ۱/۵۸۶)

”والوطن الاصلی هو الذی ولد فیہ الانسان او تزوج فیہ او لم یزوج ولم یولد
فیہ ولكن قصد العیش لا الارتحال عہ“ .. (حاشیۃ الطحطاوی: ۳۴۹)

”اذا لم يبق له بالاول اهل فهو يفي لم يعطل بل يتم ليهما (وقوله بل يتم ليهما)
 ہی بمعجزه الدخول وان لم ينو القامۃ“۔۔۔ (فرع الشامی: ۱/۵۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر اگر وقت کے اندر گر بیٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے مغرب کی نماز سفر میں پڑھی
 عشاء کا وقت جب شروع ہوا تو میں سفر میں تھا میں نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی، رات ایک بجے میں گر بیٹھ گیا،
 اب نماز قصر چھوں یا مکمل؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جب آپ نے سفر میں عشاء کی نماز پڑھی ہو اور آپ طوعاً بخر سے پہلے گر بیٹھ گئے
 تو آپ کے ذمہ پڑی نماز پڑھنا لازم ہے۔

”ولو كان مسافراً في أول الوقت ان صلى صلاة السفر لم اقام في الوقت
 لا يتغير فريضه وان لم يصل حتى اقام في آخر الوقت ينقلب فريضه
 اربعاً“۔۔۔ (الاضحيان على هامش الہندیۃ: ۱/۱۶۷)

”والمعصريفه آخر الوقت ہی المعتبر فی وجوب الاربع او الركعتين عند عدم
 الاداء في اول الوقت الجزء الاخير من الوقت وهو فريضه التحريمه
 فان كان فيه مفهما وجب عليه اربع وان كان مسافراً
 لم ركعتان“۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۲۴۴)

”اعلم ان الصلوة مادام وقفها باليهي قابله للتغير من صفة الى صفة
 بتغير حال العبد منهم لزود لما اخرج فقررت في اللغة على ما كانت عليه
 من الصفة باعتبار حاله والمعصير في ذلك آخر الوقت عند“۔۔۔ (حاشی
 کبیری: ۳۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

لڑائی کے متحر فوجی مسافروں کے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۳۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان نظام اہل مسئلہ کے بارے میں کہ صورت حال یہ ہے کہ بھارت پاکستان ملک کے بارڈر پر کشیدگی کے پیش نظر آرمی کے کچھ مسلمان لاہور سے ۳۵ کلو میٹر کے فاصلے پر تھمنا لیے لڑائی کے بارڈر کے متحر ہیں، جہاں چہ اذا لا ہے جنگ کی صورت میں بدلا جاسکتا ہے، فی الحال اس مقام پر نماز قصر ہوگی یا مکمل؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں جب آپ مقام رہائش سے اڑتالیس میل کے فاصلہ کی مسافت سے نہ لگے ہوں تو آپ پوری نماز پڑھیں گے چاہے حالت جنگ ہو یا عمارت امن ہو، قصر کا تعلق مسافت سفر سے ہے جنگ اور امن سے نہیں۔

—

"ولا بد للمسافر من قصر الصلاة بقدر ما قدرته بثلاثة ايام حتى يترخص برخصة
المسافر من ولا يترخص اياما ولو طاف الدنيا جميعا بان كان طالب الحق
او غريم او نحو ذلك" ... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

"اقل مسافة تغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام هو الصحيح كذا
في جواهر الاحكام والاحكام التي تغير بالسفر هي قصر الصلاة وابعاحه
الفطر واعتماد مدة المسح الى ثلاثة ايام وسقوط وجوب الجمعة والعیدین
والاضحية وحرمة الخروج على الحرمة بغير محرم كذلت في العتبية"
... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۸)

"قدر الشرح صلاة لانه المقصود من الباب والسفر لانه قطع المسافة
من غير تقدير والعماد سفر خاص وهو الذي يتغير به الاحكام من قصر الصلاة
واباحه الفطر واعتماد مدة المسح الى ثلاثة ايام وسقوط وجوب الجمعة
والعیدین والاضحية وحرمة الخروج على الحرمة من غير محرم" ... (فتاویٰ
شامی: ۱/۵۷۷)

”قولہ قاصداً اشارہ مع قولہ خرج الی اللہ لو خرج ولم یقصد لو قصد

ولم یخرج لایکون مسألۃ۔۔ (فتاویٰ حاشی: ۱/۵۷۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران سفر پاک ہونے والی عورت قہر کرے گی یا اتھام؟

مسئلہ نمبر (۳۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت حالت حیض میں سفر شروع کرے اور دوران سفر پاک ہو جائے تو اب بد قہر نماز پڑھے گی یا پھر ری نماز پڑھے گی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر کسی عورت نے سفر شروع کیا اور دوران سفر پاک ہو گئی تو جس مقام پر پاک ہوئی ہے اس جگہ سے لے کر اپنی منزل تک اگر سفر بقدر مسافت شرم ہے تو قہر کرے گی اگر مسافت شرم کے بقدر باقی سفر نہیں ہے تو اتھام کرے گی۔

”الحائض اذا طهرت من حیضها وبینھا وبين المقصد اقل من مسیرة ثلاث ایام

فصلی اربعاً هو الصحيح“۔۔۔ (منہج الخائف علی البحر الرائق: ۲/۲۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حالت سفر میں قضاء ہونے والی نماز میں قہر کی جائے گی:

مسئلہ نمبر (۳۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سے حالت سفر میں نماز قضاء ہو جاتی ہے تو کیا حالت اقامت میں جب وہ اس کی قضاء کرے گا تو اسے پوری نماز پڑھنی پڑے گی یا وہ قہر کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں مسافر آدمی کی جملہ نمازات سفر میں قضاء ہو گئی تو حالت اقامت میں اس قضاء نماز کو قہر کرے گا۔

”وان اقام بعد الوقت یقضى صلاة السفر كذلك فتاویٰ قاضی خان۔۔۔“

(فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۴۱)

”وان قضی فی حال اقامہ صلواتہ لثانیۃ فی حال السفر صلی رکعتین لان

القتضاء یحکم عن الثانیۃ“... (المحیط البرہانی: ۳/۱۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کمالیہ سے فیصل آباد مازمت کے لیے آنے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۴): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اپنا مسئلہ تحریر کر کے بھیج رہا ہوں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب بتا دیتے فرمائیں۔

میں فیصل آباد میں مازمت کرتا ہوں میرا آبائی شہر کمالیہ ہے جہاں میرے والدین رہائش پذیر ہیں میں بغیر کے دن کمالیہ جاتا ہوں اور سوار کو واپس فیصل آباد جائے مازمت میں آتا ہوں، فیصل آباد اور کمالیہ کا درمیانی فاصلہ ۱۰۵ کلومیٹر ہے فیصل آباد میں میرا ذاتی مکان نہیں ہے بلکہ دفتر کے ایک کمرے میں رہائش رکھی ہوئی ہے، کیا فیصل آباد میں جتنے روز رہتا ہوں پوری نماز پڑھوں گا یا قصر کروں گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

آپ کو کمالیہ میں تو نماز پوری ہوا کرتا ہوگی کیونکہ وہ آپ کا وطن اصلی ہے، البتہ فیصل آباد میں جب چند دن سے کم قیام کی نیت ہو تو قصر کریں گے اور جب چند دن یا اس سے زیادہ کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھیں گے۔

”ولا یزال علی حکم المسافر حتی ینوی الإقامة فی بلدۃ او قریۃ خمسۃ

عشر یوما او اکثر“... (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا جنگل وطن اقامت بن سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرم اللہ عنہم ان مسائل کے بارے میں

(۱) کیا جنگل کسی کا وطن اقامت بن سکتا ہے؟ جہاں وہ کھانے پینے اور قتل صابن، چائے چھٹی ضروریات حاصل کر سکتا ہو اور حیوانوں میں رہتا ہو؟

- (۲) پاک فوج کی کوئی پلٹ سڑک وغیرہ کی تعمیر کے لیے ویرانے میں بھتوں کے بے نیموں میں رہائش پذیر ہوں تو وہ عظیم ہوں گے یا سافڑ؟
- (۳) اگر سرحد پر مورچے وغیرہ تعمیر کر رہے ہیں اور قیام شدہ وہاں سے لاکھ بقیں ہے اور رہائش سکول کی عمارت اور نیموں میں ہے نیز عمارت اور نیموں کی رہائش کا حکم ایک ہے یا ٹک ہے؟ مذکورہ بالا صورتوں میں نماز قصر جوگی یا پوری؟ اور جمعہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) جنگل وطن اقامت کی صلاحیت نہ رکھتی ہے اس لیے وطن اقامت نہیں بن سکتا۔
- (۲) پاک فوج کی جو پلٹ سڑک کی تعمیر کے لیے ویرانے میں گئی ہے اگر وہ ویرانہ مسافت سفر یا اس سے زیادہ پر واقع ہے تو وہ پلٹ سافڑ ہے جب تک اقامت کی نیت نہ کی ہو اور اگر وہ ویرانہ مسافت سفر سے کم ہے تو باہر وہ پلٹ عظیم ہے۔
- (۳) اگر وہ مورچے جن کو فوجی تعمیر کر رہے ہیں جنگل میں بھی نہیں ہیں اور مدت مسافت کے اندر اندر ہیں تو اس صورت میں وہ فوجی نماز پوری ہوا کریں گے اور نہ قصر، نیز جہاں وہ فوجی ہیں اگر شرائط جمعہ موجود ہیں تو جمعہ ادا کریں گے ورنہ نہیں۔

(۱) "وَلَا تَصِحُّ نِيَّةُ الْإِقَامَةِ فِي مَفَازَةٍ لَيْسَ لَهَا فِي الْأَخْيَةِ لَعْدَمُ صَلَاحِيَّتِهَا الْمَكَانَ فِي حِفْظِهِ وَإِمَّا لَعَلَّ الْأَخْيَةَ لَتَصِحُّ لِيَهُمْ الْإِقَامَةُ فِي الْأَصْحَافِ فِي مَفَازَةٍ" --- (حاشية المطحطاوي: ۴۲۶)

(۲) "قَالَ شَيْخُ الْأُتَمَةِ الْحُلَوِيُّ عَسَكَرُ الْمُسْلِمِينَ إِذَا قَصِدُوا مَوْجِعًا وَمَعَهُمْ أَحْبَبُهُمْ وَغِيَابُهُمْ وَلَسَا يَطِيقُهُمْ لَمَزَلُوا مَفَازَةً فِي الطَّرِيقِ وَنَصَبُوا الْأَخْيَةَ وَالْقَصَاطِيطَ وَخَرَمُوا فِيهَا عَلَى الْقَامَةِ خَمْسَةَ عَشْرَ يَوْمًا لَمْ يَصِرُوا مُقِيمِينَ لِأَنْهَا حَمُولَةٌ وَلَيْسَتْ بِمَسَاكِنَ" --- (فتاوى الهندية: ۱/۱۳۹)

(۳) "وَلَوْ كُنَّا بِجُزْءِ إِدَاءِ الْجَمْعَةِ فِي الْمَصْرِ يَجُوزُ إِدَاءُهَا فِي فَاءِ الْمَصْرِ وَهُوَ الْمَوْجِعُ الْمَعْدُ لِمَصَالِحِ الْمَصْرِ مُتَصِلًا بِالْمَصْرِ وَمَنْ كَانَ مُقِيمًا بِمَوْجِعٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَصْرِ لَرَجْعَةٍ مِنَ التَّمْزِاعِ وَالتَّمْرَاعِ نَحْوِ الْقَلْبِ بِخَارِ الْأَجْمَعَةِ عَلَى

اعل ذالک الموجع وان کان الذاء یلغهم وانعوفه و العیل والامیال لیس
بشیء هکذا فی الخلاصة هکذا روی ابو جعفر عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف
وهو اختیار شمس الاسماء الحلوانی کذا فی فتاویٰ قاضی خان ... (فتاویٰ
الہندیہ: ۱/۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دیہات کے مدارس کے طلباء سفر ہوں گے یا تمیم؟

مسئلہ نمبر (۳۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) دیہات میں جو مدارس ہیں وہ شہر سے تقریباً ۶ یا ۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہیں ان کے طلباء کا کیا حکم ہے؟
آیا سفر ہوں گے یا تمیم؟

(۲) مسافر اگر سفر میں ہو اور وہ قصر نہ پڑے شوق کی وجہ سے پوری نماز پڑھے آیا وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں؟
اور نماز کا کیا حکم ہے؟

(۳) تعلیمی مدارس میں ایک روزہ کی جماعت ہر چندہ دن میں ضرور ہوتی ہے اور یہ جماعت جمعہ کی رات قرعہ
۶ یا ۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر مسجد میں گزارتے ہیں تو طلباء کو اشکال ہے کہ ہم تمیم نہ ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم دور سے
آئے ہیں بلکہ چندہ دن پورے نہیں ہوئے ماس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) اگر طلبہ کی نیت چندہ دن یا اس سے زیادہ غمیر نے کی نہیں ہے اور وہ ازاتالہیس میں یا اس سے زیادہ کی
مسافت سے آئے ہوئے ہیں تو اس صورت میں یہ طلباء مسافر ہوں گے۔

(۲) سفر میں جان بوجھ کر قصر نہ کرنا شرعاً گناہ ہے۔

(۳) اگر مکمل چندہ راتیں مدرسہ میں اقامت کی نیت نہیں ہوتی بلکہ ایک رات مدرسہ کے شہر یا گاؤں سے نکل
کر کسی دوسرے مستقل شہر یا گاؤں میں گزارنے کا ارادہ ہو تو اس صورت میں اقامت نہیں ہوگی، بلکہ ایسی نیت
والا طالب علم مسافر شمار ہوگا۔

”قل اصحابنا مسیر لثلاثۃ اہام سیر الانبیل و مشی الانعام وهو المذکور فی ظاہر

الروایات وروی عن ابی یوسف یومان واكثر الثالث وکذا روی الحسن
عن ابی حنیفہ وابن مساعده عن محمد ومثابغها من قدره بخمسة
عشر فرسخا وجعل لكل يوم خمس فراسخ ومنهم من قدره بثلاث مراحل
وقال مالک اربعة برد كل برید العاشر ميلا..... (مذاهب الصالح: ۱/۲۶۱)
”قولہ والشافعی رحمہ اللہ یوم وليلة وفي قول یومان وليلتان وفي قول
الشافعی برید كل برید اربعة اميال وكل ثلاثة اميال فرسخ لیکون ثمانية
واربعين ميلا ویكون بالفراسخ ستة عشر فرسخا“... (فتح المقيس: ۲/۳)
”وفر عن المسافر فی الرباعية رکعتان کذا فی الهدایة والقصر واجب عندنا
کذا فی الخلاصة فان صلی اربعاً وقعد فی الثانية فادر الشهادتين أنه والاخریان
نافلة ویصیر مسیئاً لتأخیر السلام وان لم یقعد فی الثانية فادرها بطلت کذا فی
الهدایة“... (فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۳۹)
”ومن عرج مسافر اصلى رکعتين اذا طارق بیوت المصير ولا يزال علی حکم
المسافر حتی یتوی الإقامة فی بلدة خمسة عشر يوماً فصاعداً یلتزمه الاتمام
فان نوى الإقامة اقل من ذلك لم یتم“... (المختصر للقدوری: ۱) سمکتہ
(الحسن)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ملک سے باہر سفر کرنے والے کے لیے قصر رکاز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۷) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملک سے باہر چھوڑ دین کا سفر ہے
اور دوسرے ملک کا قیام ۵۵ دن ہے لیکن ایک جگہ نہیں، جس دن کہیں ہفتہ کہیں ماس بارے میں وضاحت فرمائیں
کہ نماز کی ترتیب کیا ہوگی؟ آپ کی بحث نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

جب تک ایک جگہ چھوڑ دین کا قیام نہ ہو سفری نماز چھیں یعنی قصر نماز چھیں گے۔

"وان نوى الاقامة قبل من خمسة عشر قصر هكذا في الهداية"۔ (فتاویٰ

الہندیۃ: ۱/۱۳۹)

"فبصرف ان نوى الاقامة قبل من اى في نصف شهر"۔ (نور علی الشامی:

۱/۵۸۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسئلہ نمبر ۳۶۸: مسکن کو چھوڑ کر جب لاہور کو وطن اصلی پہنچا تو مسکن میں قہر ہو گیا:

مسئلہ نمبر (۳۶۸): محترم کرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

سوال یہ ہے کہ ایک ہمارا ذاتی گھر لاہور میں ہے اور دوسرا گھر مسکن میں بھی ذاتی ہے، آپ یہ بتائیں کہ ہم ایک گھر مقرر کریں گا تو دوسرے کے لیے یاد دہانی؟ یا ایک میں قہر نماز پڑھیں گے، ہم نے لاہور میں مستقل رہائش اختیار کی ہوئی ہے، مسکن اور گورنوالہ بطور کام کرنے جاتے ہیں، مسکن کی رہائش ہم نے چھوڑ دی ہے، اب وہ رہے ہمارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر آپ نے مسکن چھوڑ دیا ہے اور لاہور میں مستقل رہائش اختیار کر کے اس کو مستقل طور پر وطن بنالیا ہے تو اس صورت میں لاہور آپ کا وطن اصلی ہے، ہند اگر آپ لاہور سے تین دن کی مسافت ۲۸ میل پر جاتے ہیں اور وہاں چند دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہوتی ہے تو اس صورت میں آپ وہاں قہر نماز پڑھیں گے، مسکن کا حکم بھی آپ کے لیے یہی ہے کہ چونکہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

"ولو ان خيرا اسما لوطن الكوفة سنة فعلية ان يضل اربعا لانه نوى الاقامة في

موضعها وهذا لوطن مستعاز له ولقد بينا في كتاب الصلوة ان الاوطان ثلاثة

فعلى ذلك الاصل بنى هذه المسائل فقال ان خرج هذا المراسني مع كوفي

الى مكة فليسا تنهيا الى الحيرة نويلا اقامة بالقادسية شهرا فعلى الكوفي

ان يضل اربعا والمراسني يضل ركعتين حتى يدخل القادسية على

نيه"۔ (المصنوع: ۲/۱۵۹)

”وَيُظِلُّ الْوَطْنَ الْأَصْلِيَّ بِالْوَطَنِ الْأَصْلِيِّ إِذَا تَظَلَّ بِأَهْلِهِ وَأَمَّا إِذَا لَمْ يَظِلَّ بِأَهْلِهِ وَلَكِنَّهُ اسْتَحْدَثَ أَعْلَانِيَةً أُخْرَى فَلَا يُظِلُّ وَطَنَهُ الْأَوَّلَ وَيَتِمُّ فِيهِمَا وَلَا يُظِلُّ الْوَطْنَ الْأَصْلِيَّ بِأَنْشَاءِ السَّفَرِ وَبِوَطَنِ الْإِقَامَةِ وَوَطَنِ الْإِقَامَةِ يُظِلُّ بِوَطَنِ الْإِقَامَةِ وَبِأَنْشَاءِ السَّفَرِ وَبِالْوَطَنِ الْأَصْلِيِّ هَكَذَا فِي التَّحْقِيقِ“... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۲)

”وَلَا يَزَالُ عَلَى حَكْمِ السَّفَرِ حَتَّى يَسُوِيَ الْإِقَامَةُ فِي بِلَادَةٍ أَوْ قَرْيَةٍ حَمِيَّةٍ عَشْرِيًّا أَوْ أَكْثَرَ كَذَلِكَ فِي الْهِنْدِيَّةِ“... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

”عِبَارَةُ عَلَمَةِ الْمُتَشَائِخِ أَنَّ الْوَطَانَ ثَلَاثَةٌ وَطَنُ أَهْلِيٍّ وَهُوَ مَوْلَاكَ فِي جُلِّ أَوِ الْبِلَدِ الَّتِي تَأْخُذُ بِهِ وَوَطَنُ سَفَرٍ وَلَمْ يَسَمَّ وَطَنُ الْإِقَامَةِ وَهُوَ الْبِلَدِ الَّتِي يَتَوَقَّعُ الْمَسَافِرُ الْإِقَامَةَ فِيهِ حَمِيَّةً عَشْرِيًّا أَوْ أَكْثَرَ وَوَطَنُ سَكْنَىٍّ وَهُوَ الْبِلَدِ الَّتِي يَتَوَقَّعُ الْإِقَامَةَ فِيهِ دُونَ حَمِيَّةٍ عَشْرِيًّا وَعِبَارَةُ الْمُحَقِّقِينَ مِنْ مُتَالِفِيْنَا أَنَّ الْوَطَانَ وَطَنَانِ وَطَنُ أَهْلِيٍّ وَوَطَنُ الْإِقَامَةِ وَلَمْ يَصِرْ وَطَنُ السَّكْنَىٍّ وَطَنًا هُوَ الصَّحِيحُ هَكَذَا فِي التَّحْقِيقِ“... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا گھر سے نکلنے ہی انسان مسافر شمار ہوگا؟

مسئلہ نمبر (۳۶۹): کیا گھرانے میں علماء کرام و مفتیان نظام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) ایک آدمی HOME سے روزانہ بسلسلہ ملازمت فیروز پور میں شیخوپورہ آئے گھر سے لے کر ٹیکسری تک۔ ہنگوینٹر کا نوٹس ملتا ہے، آیا وہ آدمی ٹیکسری میں یا وہاں سفر قصر ہے؟
- (۲) ایک آدمی کراچی شہر میں مقیم ہے لیکن شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک۔۔۔ انکو مسافر شمار کیا جائے گا؟

آدی ملازمت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

گھر سے نکلنے ہی آدمی مسافر نہیں ہوتا بلکہ شہر کی آبادی سے جب باہر نکلے گا اور جہاں جانا چاہئے اپنے شہر کی

آبادی سے دوسری جگہ منزل آبادی تک اگر عکس کو نظر نہ آئے تو آبادی سے نکل کر جو نماز ادا کرے گا وہ قصر ہوگی اور اگر آبادی سے آبادی تک شرعی مسافت نہیں بنتی تو نماز پوری ادا کرنا ہوگی اور فیروزہ دہلی کی مسافت کا یہودی آبادی شیخوپورہ روڈ پر جہاں ختم ہوتی ہے ۱۲۸ میل قدیم نہیں ہے لہذا آپ کو نماز وہاں سفر بھی اور ٹیکسٹری میں بھی پوری ادا کرنا ہوگی۔

(۲) شہر کے اندر کے سفر کا اعتبار نہیں ہے لہذا شہر میں نماز پوری ادا کرے گا۔

(۱) "ال مسافة تصیر فیہا الاحکام مسیرة لثلاثة ایام کذا فی المبین
هو الصحيح کذا فی جوہر الاخلاطی الاحکام النبی لتغیر بالسفر ہی
لصغر الصلوة وبإحاطة الفطر وامتدادہ مسلة المسح الی ثلاثة ایام وسقوط
وجوب الجمعة والعیدین والاضحیة وحرمة الخروج علی الحرۃ بغير محرم
کذا فی العتبیۃ "۔ (فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۳۸)

(۲) "قال محمد ولا یفصر حتی ینخرج من مضرہ ویختلف دور المضر ولی
موضع آخر یقول ویفصر اذا جاوز عمرات المضر فاصدا مسیرة لثلاثة ایام
ولیالیہا وهذا لانه مادام فی عمرات المضر فیہو لایعد مسافرا والاصل
فی ذلک ما روی عن علی وحسبہ اللہ عنہ اللہ عرج من البصرة یرید السفر
لیجاء فی وقت العصر فتمہلہم نظر الی حصص امامہ فقال اما لو کنا جاوزنا
هذا الموضع لقصرنا "۔ (المحیط الیرہانی: ۲/۳۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر اگر بھول کر پوری نماز پڑھ لے تو کیا گنہم ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۷۰) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک شخص مسافر ہے اور اس کو معلوم ہے کہ مسافر پڑھتا ہے لیکن وہ بھولے سے سفر میں اتمام صلوٰۃ کرتا رہا لیکن جب جس دن کے بعد یہ شخص مقیم ہو گیا تو اسے یاد آ گیا کہ سفر کی حالت مجھے قصر نماز پڑھنا چاہیے تھا اور میں اتمام صلوٰۃ کرتا رہا کیا اس شخص کی نمازیں ادا ہو گئی یا قصر کی صورت میں ان کی قضاء لازم ہے؟

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ایک آدمی حالت سفر میں جان بوجھ کر قصر نماز پڑھنے کی بجائے اتمام صلوٰۃ کرتا ہے اور آخر میں سجدہ بھی نہیں کرتا کیا اس کی یہ نماز درست ہے یا واجب الاعادة ہے، دلیل جواب دے کہ جواب دہین حاصل کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) مذکورہ صورت میں اگر مسافر نے حالت سفر میں بھولے سے قصر کرنے کی بجائے پوری نماز پڑھ لی تو اگر اس نے سجدہ بھی کر لیا تو نماز درست ہے اگر سجدہ بھی نہیں کیا تو نماز واجب الاعادة ہے۔

”فماذا اثم الرباعية) والحال انه قد انقضت الاول فلهذا المشهد (صحت صلواته)

لو جرد القصر في محله وهو الجلوس على الركعتين وتقصير الاخرى بان نافلة له

مع الكراهة لتقصير الواجب وهو السلام عن محله ان كان عامدا لان كان

ساحيا بسجد للسهو“۔۔۔ (حاشية الطحطاوى: ۴۲۵)

(۲) یاد رہے کہ اگر مسافر نے حالت سفر میں جان بوجھ کر قصر کرنے کی بجائے پوری نماز پڑھ لی تو اس صورت میں نماز واجب الاعادة ہے۔

”فلو اثم مسافر ان قد انقضت القعدة الاولى تم فرجه و لكنه اساء لو عامدا المتخير

السلام وترك واجب القصر و واجب الكبيرة التناج الغل و غلط النفل

بالفرض وهذا لا يحل كما عرّفه القهستاني بعد ان السراة بالثم واستحق

الاثم“۔۔۔ (فر المختار هامش على رد المحتار: ۱/۵۸۳)

والله اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ترجمہ اذیم سے ہری پور جانے والے کے لیے قصر نماز کا حکم:

مسئلہ قصر (۳۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ ترجمہ اذیم میں ملازم ہیں اور آج کل ایک سرکاری کام کے سلسلہ میں ہری پور آئے ہوئے ہیں اور یہ جگہ ترجمہ اذیم سے تقریباً ۱۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے نیز کام کی نوعیت کے اعتبار سے ہمیں پہلے دن سے ہی معلوم تھا کہ کم از کم ۷۰ راتیں ایک ماہ تک تو ضرور ہوگا جب کہ اب ہمیں چار ماہ ہو چکے ہیں، بہر حال یہاں تک مسئلہ واضح ہے اور اس میں کسی متحرک کے حوالے سے

میں اصل مسئلہ عرض کرتا ہوں کہ ہمیں چھٹی کا پردہ گرام الشران صاحبان کی طرف سے اس طرح ملا تھا کہ ایک اتوار چھوڑ کر دوسرے اتوار کو چھٹی کرنی ہے اب ہم اسی طرح ایک اتوار چھوڑ کر دوسرے اتوار کو چھٹی کرتے ہیں، پچھلے اتوار کی چھٹی بھی اس اتوار کے ساتھ ملاتے ہیں اس طرح دو دن چھٹی ترچھا میں گزار کر ہم وہاں جہاں ہر روز رات نہ ہو جاتے ہیں یعنی اتوار کی چھٹی کرتے ہیں اور منگل کو وہاں جوتے ہیں اور پھر منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ ہفتہ گویا کہ ۱۲ دن ہری چورہ جتے ہیں اور دو دن ترچھا مل ہیڈ اتقیاس اسی طرح ہمارا قیام جاری ہے باپ اللہ کی روت سے وضاحت فرمائیں کہ کیا ہمارے قیام کا اعتبار چھٹی کے پردہ گرام کے اعتبار سے ہوگا یا کام کی نوعیت کے اعتبار سے اور ہم یہاں قصر نماز ادا کریں گے یا پوری نماز؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صحت مسئلہ میں یکمیں گے کہ قریباً ڈیم آپ کا وطن اصلی ہے یا وطن اقامت ، اگر ترچھا ڈیم آپ کا وطن اصلی ہے تو پھر آپ ترچھا ڈیم میں دو دن قیام کے دوران پوری نماز چھیں گے جب کہ دو دن سفر اور ہری چورہ پچھلے کر نماز قصر چھیں گے؟ اور اگر ترچھا ڈیم آپ کا وطن اقامت ہے مگر فی اٹھان چندہ دن اقامت کی نیت نہیں تو پھر آپ ترچھا ڈیم میں دو دن قیام کے دوران اور دو دن سفر اور ہری چورہ پچھلے کر آپ قصر نماز چھیں گے۔

”ویطل الوطن الاصلی بالوطن الاصلی الذلینفل عن الاولی باعدہ... ولا یطل

الوطن الاھلی بالشاء السفر ووطن الاقامة ووطن الاقامة یطل بوطن الاقامة

وبالشاء السفر وبالوطن الاصلی ھکذا فی الفھم اھ... (مناوی

الھندیۃ: ۱/۱۴۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مسافر اپنے وطن سے گزرتے ہوئے پوری نماز چھے گا:

مسئلہ قصر (۲۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری رہائش لاہور میں ہے تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت گانے لگا ہوں وہاں کے راستے میں چائے خانوں تو کئی مرتبہ دیکھا ہوتا ہے کہ سفر کی حالت میں جب کہ مسافر کی تمام شرعی سہولیات سے مستفید ہو رہا ہوتا ہوں تو اب میری آپ سے گزارش ہے کہ جب راستے

دفعہ جانے کے لیے لاہور شہر سے گزرتے ہیں تو جو نماز میں لاہور شہر میں پڑھتا ہوں تو وہ نماز قصر پڑھی جانے کی یا کہ پوری جب کہ لاہور میں میں اپنے گھر نہیں جاتا اس کے بعد دائیں دفعہ ہم نے تین دن غمراہ رہتا ہے اس کے بعد کسی نامعلوم مقام پر پہنچی تکمیل ہو جاتی ہے کیا اس دوران ہم دائیں دفعہ میں مقیم ہوں گے یا سفر؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جب مسافر اپنے شہر میں داخل ہوگا تو مقیم ہو جائے گا چاہے اقامت کی نیت نہ بھی کرے اور پوری نماز پڑھے گا کہ وہ شخص رانچہ میں مقیم ہوگا، کیونکہ لاہور سے رانچہ کا فاصلہ شرقی مسافت سے کم ہے، یہ شخص رانچہ میں پوری نماز پڑھے گا۔

”وإذا دخل المسافر مصره اتم الصلاة وإن لم ينو المقام فيه سواء دخله ليلة

الاختيار أو دخله للقضاء حاجة لأن مصره قلن من الإقامة فلا يحتاج إلى ليلة“

... (الجمهورية النيرة: ۱/۱۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک ہی شہر میں اگر ۵ دن کی تکمیل ہو تو سب مقیم ہوں گے؟

مسئلہ نمبر (۳۷۳) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں بندہ چار ماہ سے تبلیغی جماعت میں ۵ دن کی تکمیل وضع کو بہتان میں ایک جگہ شعیان نامی جگہ پر ہوئی چھوٹا سا بازار ہے دو دن کام کرنے کے بعد وہاں کے مقامی احباب کے مشورے سے ہم نے آگے امتیوں میں کام شروع کیا تقریباً ۳۰ دن تک وہاں رہے ہم وہاں مقامی تھے یا سفر ہم نے مقامی امام کے پیچھے نمازیں پڑھیں لیکن کچھ نمازیں ہمارے ساتھی نے پڑھا کیں جو ہم نے مقیم کی حیثیت سے پڑھیں ایک نے کہا جو ہمارا ساتھی تھا کہ ہم مقیم ہیں ہم پوری نماز پڑھیں گے، کچھ ساتھی کہتے تھے کہ ہم مسافر ہیں، امیر صاحب نے کسی ساتھی کے کہنے پر پوری نماز کا ارادہ کیا اور پڑھی، ہمارے پیچھے مقامی احباب نے بھی نماز پڑھی، ہمسوہ میں ایک عالم سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ مسافر ہیں لیکن آپ کی نماز ہوگئی مقامی احباب کی نہیں ہوئی، آپ بتائیں کہ ہم وہاں مقیم تھے یا مسافر؟ اور اگر مسافر تھے تو جو نمازیں مقیم کی حیثیت سے پڑھی ہیں ان کا کیا حال ہوگا؟ اور جس ساتھی نے کہا تھا کہ مقیم ہیں میں اسے لیتا ہوں پوری نماز پڑھا تو اس کو اب کیا کرنا چاہیے؟ کیا توپ کرے یا کفارہ دے کیا کرے؟ ہم ان امتیوں میں کام کر کے واپس شہر آتے تھے پھر وہاں سے آگے کسی ہستی میں جاتے تھے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں رائیڈ ٹرمز کی طرف سے ایک ہی شہر میں تشکیل ہوئی ہو اور اسی شہر میں جس دن یا بجیس دن کام کرتا ہے تو اس صورت میں یہ حضرات مقیم ہوں گے اور اگر ان کی تشکیل مقامی اصحاب کے مشورہ پر چھوڑ دی گئی اور انہوں نے ان کی تشکیل آگے مختلف بستوں میں کر دی اور کسی بھی ایک بستی میں چندہ دن کی نیت نہیں تھی تو یہ مسائل ہوں گے اس صورت میں اگر یہ آدم بن کر پوری نماز پڑھ چکے ہیں تو جن مقامی حضرات نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے ان کی نماز نہیں ہوئی۔

”عمر اسانی قدم بعدد اربعین ہجرتہم بہ نصف شہر و مکی قدم الکوفة کذا الک
ثم خرج کل منہما الی قصر ابن عبیدہ فاتھما بئمان فی طریق القصر لان
من بعد ان الی الکوفة اربعة ایام والقصر متوسط بینہما“
۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۸۶)

”ولولوی الاقامة خمسة عشر يوما فی موضعین فان کان کل منہما
اصلا بمطہ نحو مکة و منی و الکوفة و الحیرة لایصیر مقيما وان کان احدهما
لیحال الآخر حتی تجب الجمعة علی مکانہ یصیر مقيما“۔۔ (الفتاویٰ الہندیہ:
۱/۱۳۰)

”واشار الی انہ بشرط مفارقة ما کان من توابع موضع الاقامة کربض المصر
و هو ما حول المدينة من بیوت و مساکن فانه فی حکم المصر و کذا تقری
المصلحة بالرخص فی الصحيح“۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۷۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خادمت کی جگہ پر ایک ہفتہ رہنے والا سفر شمار ہوگا:

مسئلہ نمبر (۳۷۷): کیا فرماتے ہیں مستفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں DGK ہیٹ فیکری میں مستقل
خادمت کرتا ہوں اور ہاٹل میں ایک بار ہفتہ چڑھتا ہوں اور میری فیملی لاہور میں ہے، میں ہفتے یا دس دن سے
راؤڈ فیکری میں قیام نہیں کرتا تو آیا اس صورت میں میں فیکری میں نماز پوری پڑھوں گا یا قصر کروں گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جب آپ کی نیت نگرہار میں پندرہ دن مسلسل قیام کی نہ ہو تو اس صورت میں نگرہار میں آپ مسافر ہیں اور چار رکعت نماز میں قصر کریں گے۔

”ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً

أو أكثر كذا في الهداية“.... (طحاوی الہندیہ : ۱/۱۳۹)

”(ولا يزال المسافر الذي استحكم سفره بمضي ثلاثة أيام مسافراً يقتصر

حتى يدخل مدينته أو وطنه الأصلي أو ينوي الإقامة نصف شهر ببلدة

أو قرية“... (طحاوی علی المراقی الفلاح : ۴۲۵)

”فرض الفرض الرباعي وكعتين وجوبا لقول ابن عباس وحسب الله عنه ان الله

فرض على لسان نبيكم صلاة العقيم اربعاً والمسافر وكعتين“... (المختار

بہامش الشعلی : ۱/۵۸۰)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی کو جب مستقل نہ چھوڑا ہو تو اس میں التمام ہوگا:

مسئلہ نمبر (۳۷۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص شیخوپورہ شہر میں درس تدریس

کے فرائض انجام دے رہا ہے یہی بچے بھی اپنے پاس ہی ہیں اور مستقل یہاں پر ہی رہنے کا ارادہ ہے، اور اس کا آبائی

گاؤں جو وہاں سے ایک شری سفر کی مسافت پر واقع ہے اور وہاں کی جائیداد وغیرہ بھی والد صاحب کے نام ہے لیکن

یہ شخص عید وغیرہ یا یمنیوں کے موقع پر اپنے آبائی گاؤں دو چار دن کے لیے جاتا ہے، اب مسئلہ طلب یہ کہنا ہے

کہ ایسا شخص وہاں جا کر قصر کرے گا یا پوری نماز ادا کرے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ایسا شخص وطن قدیم میں جا کر التمام ہی کرے گا کیونکہ وطن اصلی کے ہلال کے لیے اس کو مستقل طور پر چھوڑنا

اور دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کرنا یہ دونوں ضروری ہیں۔

”وهذا لان الاصل ان الوطن الاصلي يحل بمثله“... (ہدایہ : ۱/۱۷۹)

”وهذا الوطن يظل بمنزلة لاغير“۔ (البحر الرائق: ۴/۲۳۹)

”ويظل الوطن الأصلي بالوطن الأصلي ولا ينتقل عن الأول بامره“۔۔۔ (مختار)

(الهندية: ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قصر اور اقام میں اعتبار آخری وقت کا ہے:

مسئلہ قصر (۳۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے مغرب کی نماز سفر میں پڑھی عشاء کا وقت جب شروع ہوا تو میں سفر میں تھا میں نے عشاء کی نماز ادا نہیں کی راست ایک جگہ میں گھر پہنچ گیا اب میں نماز قصر پڑھوں یا مکمل نماز پڑھوں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جب آپ نے سفر میں عشاء کی نماز نہیں پڑھی اور طوع فجر سے پہلے آپ گھر پہنچ گئے تو آپ کے ذمہ پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔

”ولو كان مسافرا في اول الوقت ان صلى صلاة السفر لم اقام في الوقت

لا يغير فرجه وان لم يصل حتى اقام في آخر الوقت يقلب فرجه

او يعا“۔۔۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندية: ۱/۱۶۷)

”قوله والمعصر فيه آخر الوقت اي المعصر في وجوب الاربع اواخر كعتين

عند عدم الاداء في اول الوقت الجزء الاخير من الوقت وهو قدر ما يسع

التحصيرة فان كان فيه مقبعا وجب عليه اربع وان كان مسافرا

فر كعتان“۔۔۔ (البحر الرائق: ۴/۲۳۴)

”اعلم ان الصلوة مادام وقتها باليا فهي قابلة للتغير من صفة الى صفة بتغير

حال العبد عالم تؤد فلا تخرج تفررت في الذمة على ما كانت عليه من الصفة

باعتبار حاله والمعتبر في ذلك آخر الوقت عدا“۔۔۔ (حلی کبیری: ۳۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ریت اٹھانے والے ٹرک ڈرائیوروں کے قصر اور اقام کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بارہ تیرہ ٹرک ڈرائیور جمع حدودوں کے موضع (چدرنگی) سے ریت اٹھا کر روانہ ہو جاتے ہیں جس وقت ہم ریت والی جگہ چدرنگی سے روانہ ہوتے ہیں تو نہایت ہٹو کی کرتے ہیں، کیونکہ ہٹو میں ریت جھگی بک جاتی ہے اور ہٹو علاقہ موضع چدرنگی سے ۷۷ کلومیٹر سے زیادہ فاصلہ پر ہے، ہماری دکانی ہٹو سے اسی دن عصر مغرب یا رات کو ہو جاتی ہے؟ اسی دوران ہم پر جہ نمازی آئیں گی وہ ہم قصر چھپس کے یا اقام کریں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں جب ہٹو موضع چدرنگی سے شرعی فاصلہ پر واقع ہے تو آپ حضرات جب اپنے علاقے چدرنگی کے حدود سے نکل جائے تو تم مسافر نماز پڑھو گے اور دکانی میں بھی جب تک تم اپنے علاقے چدرنگی کے حدود میں داخل نہ ہو تھری کر کے باکر چا آپ حضرات اسی دن کو دکانی اپنے علاقے کیوں نہ آتے ہوں۔

”والفصل مسألة سفر تنغير به اى السفر الاحكام وهى لزوم قصر الصلوة مسيرة ثلاثة ايام من القصر ايام السنة بسور وسط مع الاستراحات التى قصر المسافر الفسح هو الرباعى الذى جاوز مقامه ولوموت الاحية من الجانب الذى خرج منه وجاوز ايضا ما اتصل به اى بمقامه من فناء“۔۔۔ (حفظناوى على مراقى الفلاح: ۳۲۱، ۳۱۹)

”لا يقصر على اقل من اربعة واربعين ميلا بينها معنى“۔۔۔ (عمدة القارى: ۱۷۷/۷)

”من فارق بيوت موضع هو فيه من عصر لولوية نازيا الذهب الى موضع بيته وبين ذلك الموضع المسافة المذكورة صار مسافرا“۔۔۔ (حلى كبرى: ۳۶۲)

”خرج على قصر وهو يرى البيوت بالمدينة فلما رجع قبل له هذه الكوفة قال لاحتى ندخلها“۔۔۔ (حلى كبرى: ۳۶۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

۵۱۰۔ ادن کی نیت سے لاہور آنے والا مسافر ہوگا:

مسئلہ نمبر (۳۷۸): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں کسی ریاض علی شاہ لاہور میں جو ہر ماہ دن کے اندر تقریباً چار سال سے امانت کر رہا ہوں اور میرا وطن اصلی بخون ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ میں کبھی کبھار ۵۱۰۔ ادن کے ارادہ سے لاہور آ جا تا ہوں مگر میں اپنے علاقہ بخون چلا جاتا ہوں، تو ان ۵۱۰۔ ادن کے دوران جب میں امانت کروں گا تو قہر کروں گا یا اتمام؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر میں لگی مروت سے کسی ایسے بندہ کو ۵۱۰۔ ادن کے لیے امانت کرنے کے لیے بھیجوں کہ اس سے پہلے لاہور میں ایک سال کا عرصہ گزار چکا ہے تو وہ ۵۱۰۔ ادن کے دوران میری جگہ جب امانت کرے گا تو اتمام کرے گا یا قہر، جب کہ یہ بندہ ۵۱۰۔ ادن کے بعد فوراً اپنے علاقہ لگی مروت چلا جاتا ہو۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط امانت سوال صورت مسئلہ میں اگر شخص مذکور کا سرمان لاہور میں اس کی رہائش گاہ پر چڑا ہے اور لاہور میں مستقل امانت کرتا ہے اور اس نے ایک مرتبہ چندہ دن کی اقامت کی ہے تو یہ شخص جب لاہور آتا ہے مگر اس کا زعم اس بات سے غلط ہو کہ چندہ دن تک وہیں گا یا نہیں؟ تو دلائل نہایت کے موجود ہونے کی وجہ سے یہ شخص مقیم ہوگا اور اتمام کرے گا اور اگر لاہور آتے وقت اس کی نیت چندہ دن سے پہلے پیسے والیں جانے کی ہو تو یہ مرتبہ نیت ہے یہ شخص مسافر ہوگا کیونکہ مرتبہ کے مقابلے میں ولایت کا اعتبار نہیں ہوتا لہذا یہ شخص قہر نماز پڑھے گا اور دوسرا بندہ جو انہوں نے اپنی جگہ لگی مروت سے ۵۱۰۔ ادن کے لیے بھیجا ہے اس کا بھی ایسی حکم ہے۔

”ووطن الإقامة بطل بوطن الإقامة وباتشاء السفر وبالموطن الأصلي هكذا

فی المبیین“۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۲)

”وقوله ووطن الإقامة بطل بطل بوطن الإقامة وبالموطن الأصلي لان السفر

ضد الإقامة فلا يقي معه“۔۔۔ (المبیین المحققین: ۱/۴۱۳)

”ووطن الإقامة يتقضى بالموطن الأصلي لانه لوقوله وبوطن الإقامة ايضا لانه مثله

والشيء يجوز ان يسخ بطله ويتقضى بالسفر ايضا لان لوطه في هذا المقام

ليس للسفر وان لکن لاحتاجة فاذا سافر منه يستحل به على قضاء حاجته

فصار معرجا عن الوطن به فصار ناقضا له دلالة "۔ (مفتاح الصالح :

(۱/۲۸۱، ۲۸۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ہر ہفت میں ۵ دن پٹا ور میں رہنے والا پٹا ور میں قعر کرے گا:

مسئلہ قعر (۲۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جو کہ بھوں کے رہنے والے ہیں اور پٹا ور میں ڈھائی کرتے ہیں، ہفت میں پچھان پٹا ور میں ہوتے ہیں اور دو دن گھر رہتے ہیں یا یا یہ آدمی پٹا ور میں قعر نماز پڑھے گا یا پھر یہ پڑھے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں یہ آدمی پٹا ور میں قعر نماز پڑھا کرے گا۔

"ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة

عشر يوما أو أكثر وان نوى القل من ذلك قصر وان نوى القل من ذلك

اقى من خمسة عشر يوما قصر صلاحه "۔۔۔ (النباية شرح الهداية: ۷۷/۳)

"ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة

عشر يوما أو أكثر وان نوى القل من ذلك قصر "۔۔۔ (هداية: ۷۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جو ڈراما پھر مسلسل سفر میں ہو وہ مسلسل قعر کرے گا:

مسئلہ قعر (۲۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ڈراما پھر جو مسلسل سفر میں رہتا ہے اور کسی جگہ پر ایک دو دن سے زیادہ کا پڑاؤ نہیں ہوتا تو کیا یہ ڈراما پھر تمام نمازیں مسلسل قعری پڑھے گا یا جہاں ایک دو دن کے لیے کتاب وہاں چوٹی نماز پڑھے گا؟ جواب مختصراً فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

وہ ڈراما پھر حضرات جو مسلسل سفر میں رہتے ہیں اور ان کا سفر بھی مسافت شریعی کی بقدر ہوتا ہے تو وہ حضرات مسلسل قعر نماز پڑھیں گے، جب تک کہ کسی جگہ پر چار دن یا اس سے زیادہ کے قیام کی نیت نہ کر لیں۔

”ولا يزال على حكم الشر حتى يعمى الإقامة في بلدة أو قرية خمسة

عشر يوماً ولا أكثر كذا في الهداية“..... (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

منی میں قصر یا التمام؟

مسئلہ نمبر (۳۸۱): اقامت کے لیے مجلہ دیگر شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسافر کسی ایک ہی جگہ چندہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے جو حاجی ایام حج شروع ہونے سے کم از کم چندہ دن پہلے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے تو وہ مقیم ہوگا، اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں اور جس حدی کا کل مدت قیام وہاں چندہ دن سے کم ہو وہ سفر کہلانے کا، اس پر بھی سب کا اتفاق ہے۔

نزامی صورت:

جو حاجی ایام حج شروع ہونے سے ساتی مدت پہلے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں چندہ دن قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منی چلا جاتا ہے تو وہ مقیم شمار ہوگا یا مسافر؟ اس بارے میں دو رائے ہیں، نقطہ اختلاف یہ ہے کہ دونوں مقامات میں فصل ہے یا وصل؟ یعنی مکہ مکرمہ کی آبادی پھیلنے کی وجہ سے منی مکہ مکرمہ کا حصہ بن چکا ہے یا پہلے کی طرح اب بھی دونوں علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں؟ پہلی رائے:

دونوں کا حکم اب ایک ہے، اس لیے کہ:

- (۱) دونوں میں اتصال ہو چکا ہے۔
- (۲) دونوں بلد باقی طور پر ایک ہی بلد یہ کہ ماتحت ہیں۔
- (۳) منی کے محاذات میں بھی مکہ مکرمہ کی آبادی بچھل گئی ہے۔
- (۴) منی نامہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔
- (۵) منی میں شاہی محل، ہسپتال اور رابطہ عالمی اسلامی کے دفتر وغیرہ کی صورت میں آبادی موجود ہے۔

دوسری رائے:

دونوں علیحدہ علیحدہ مستقل مقامات ہیں اس لیے کہ منی کا قیام مکہ مکرمہ کا قیام نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ

- (۱) دونوں کے مابین فصل اب بھی موجود ہے۔
- (۲) مٹی میں آ پڑی نہیں اس لیے یہ کہہ درست نہیں کہ آبادی کے ساتھ اتصال ہوا ہے۔
- (۳) حکومت نے دونوں بچھوں کو ملا کر کہہ کر رکھا تاہم نہیں دیا دونوں کے نام مختلف ہیں عرف عام میں اب بھی دونوں الگ الگ مقامات سمجھتے جاتے ہیں۔
- (۴) حاجی ایک رات حراۃ میں بھی قیام کرتا ہے۔
- (۵) دونوں خاص طور پر طبع و مقامات ہیں دونوں مخصوص جہاں کو نہایت رکھتے ہیں۔
- (۶) مشاعر کی انتظامیہ الگ ہے۔

دونوں آرام پر تبصرہ:

دونوں مقامات میں اتصال ہے یا انفصال اس کا تعلق تو عمر و قعد سے ہے جس کا صحیح علم موقع کے مشاہدے یا معتمد خبر سے ہو سکتا ہے، ثابت اتصال اور انفصال کا معیار کیا ہے؟ قصر کے بارے میں فقہاء کی ذکر کردہ عبارات سے رہنمائی ملتی ہے مثلاً: شہری آبادی کے متصل گاؤں یا قباۃ مصرعۃ جب تک مسافر اس گاؤں یا قباۃ مصرعے سے نہ نکل جائے قصر نہیں کرے گا، گاؤں یا قباۃ کب شہری آبادی کے متصل بھی جائیگی، بعض فقہاء نے طول سکہ کے ہندو قاصطے کا اعتبار کیا ہے۔

”وَمَقْدَرُ الْاِتِّصَالِ قَدْرُ طَوْلِ السَّكَّةِ فَذَاذَا دَقُّهُوَ مُتَفَصِّلٌ“۔ (فتاویٰ سر اجیہ :

۱۱)

”الْمَسَافِرُ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْمَصْرِ وَتَلَوَّابِ الْمَصْرِ لَقَرِيَّةٍ اِنْ كَانَتْ الْقَرِيَّةُ مُتَفَصِّلَةً بِالْمَصْرِ لَا يَقْصُرُ الصَّلَاةُ لِاَنَّهَا مِنْ جُمْلَةِ الْمَصْرِ وَلَوْ لَمْ تَكُنْ مُتَفَصِّلَةً يَقْصُرُ؟“
 حتیٰ قال مشایخ بلخ: اِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مَسَافِرًا مِنْ بَلَدٍ لِلْمَاثِلِغِ ”جیاعان
 ”لَا يَقْصُرُ وَقَالَ بَعْضُ مَشَايِخِ قَدْرُ الْاِتِّصَالِ بِمَقْدَرِ طَوْلِ سَكَّةٍ فَاِنْ كَانَ بِمَقْدَرِ
 طَوْلِ سَكَّةٍ لَقَرِيَّةٍ مُتَفَصِّلَةٍ وَانْ كَانَتْ بَيْنَهُمَا اَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ لَقَرِيَّةٍ مُتَفَصِّلَةٍ“
 --- (فتاویٰ التولوا الحجیة : ۱۳۱ / ۱ - الفصل الثانی عشر فی السفر و سجدة

الصلاوة)

جب کہ بعض نے تحقیق یا بقدر طول و فاصل کی موجودگی کو انفصال کا معیار ظہر پایا ہے۔

”ذکر الامام النعمانی: والاشیء ان یکون الانفصال عن المصر قدر غلوة
فحينئذ یقصر.... قال ضمس الائمة السمر غمی والامام خوارزمزاده
والصحيح ان القاء مقدر بالغلوة -... الخ
محیط میں ہے۔

”ومن مشائخنا رحمهم الله تعالى من اعتبر مجاوزة بناء المصر ان كان بين
المصر وبين فائه اقل من قدر غلوة ولم یکن بينهما مزرعة وان كان بينهما
مزرعة او كانت المسافة بين المصر وفائه قدر غلوة لا یعتبر مجاوزة القاء“
.... (المحیط طبرہانی: ۲/۳۸۸)

تاریخ میں بحوالہ غازی مراد ہے کہ ”وجود مزرعة یا قدر غلوة“ جس طرح مصر اور بناء مصر کے
درمیان خلاست الفلک ہے اسی طرح دیو شیعہ یا ایک شہر اور رستی کے درمیان بھی خلاست الفلک ہے۔
ان حوالہ جات میں جہاں جہاں مقدار طویل سکے گا ذکر ہے وہاں مراد ہے کہ یہ اتصال و انفصال کا معیار
ہے اور جہاں ”وجود مزرعة یا قدر غلوة“ کا ذکر ہے وہاں اسے انفصال کا معیار نہیں لیا گیا ہے جس کا لازمی منطقی
نتیجہ یہ ہے کہ جزیرہ یا قدر غلوة کا نہ ہونا اتصال کی علامت ہے۔

”وان كان بينهما مزرعة او كانت المسافة بين المصر وفائه قدر غلوة لا یعتبر
مجاوزة القاء ولی العیابة وكذلك اذا كان هذا الانفصال بين قرینین او بین
قریة ومصر“.... (طحاوی تہذیب احیاء: ۲/۸)
حاشیہ برہنہ کی ص ۴۴ طبع لکھنؤ میں ہے۔

”ثم اختلف فی حد انفصال قریة عن البلد فقیل مائة ذراع وقیل بقدر غلوة
وقیل ما لا یسمع الصوت . . . وقیل یمشی ان یبعد عن البلد وحد البلد
کحد انفصال القریة وقیل کحد بناء المصر“
فلو نہ کی مقدار کتنی ہے؟ لفظ کی علی الدرس ہے۔

”قولہ اقل من غلوة ذکر فی المجتبی ان قدر الفسوة ثلاث مائة ذراع الی اربع
مائة وهو الاصح“.... (مخطوطی علی المذہب: ۱/۳۳۰)
مرقی الفلک میں ہے۔

”وان الفصل الثناء بمزودة او فضاء قدر غلوة وتقدم اليها من ثلاث مائة خطوة الى اربع مائة وفي هامشه قوله وتقدم اليها من ثلاث مائة الخ فاذن حلق الخ لها عشر ط مجلوواته وفي البحر الخ لوة اربع مائة ذراع في الاصح والعله بيان لها بانها قال البحر لاشي ان هذا التفصيل هو الاشبه“ ... (طحطاوى غنى مرقى الافلاح: ۳۵۳)

نظیر میں بحوالہ ”الطرب“ ہے۔

”الغلوة ثلاث مائة ذراع“ ... (۳/۹)

اسن القیادی ص ۳۷ جلد نمبر ۳ میں غلوہ کی مقدار ۱۶۷۷۱۳ میٹر ذکر کی گئی ہے۔

اب تک کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مقدار طول سکہ یا وجود مزورہ یا بقدر غلوۃ خلا کا ہونا یا نہ ہونا اتصال یا انفصال کے لیے معیار ہے، لیکن یہی اتصال کے باوجود دھیرا الگ الگ کیے جاتے ہیں، جیسے ماہر لہندی اور اسلام آباد یا وجود متصل ہونے کے معنوی اور حوای دونوں سطح پر الگ الگ ہیں یا یہاں بھی ہو سکتا ہے کہ انفصال کے باوجود دھیرا معنوی اور حوای سطح پر ایک کیے جائیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ معنوی تقدیہ اور عام حرف میں اختلاف ہو جائے مثلاً: حکومت سعودیہ مکہ مدنی کو ایک قرار دے جب کہ عرف میں یہ دونوں الگ الگ کیے جائیں، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ صورتیں ممکن ہیں، مثلاً فقہاء کے معیار کے مطابق دو مستقل پاروں میں ”اتصال“ ہو کر۔

(۱) حکومت اور عرف میں دونوں الگ الگ ہوں۔

(۲) حکومت اور عرف دونوں کے نزدیک دونوں ایک ہوں۔

(۳) حکومت کے نزدیک دونوں ایک ہوں۔

(۴) عرف میں دونوں ایک ہوں۔

یا دونوں میں انفصال ہو کر،

(۵) حکومت اور عرف میں دونوں ایک ہوں۔

(۶) دونوں کے نزدیک دونوں الگ الگ ہوں۔

(۷) حکومت کے نزدیک دونوں ایک ہوں۔

(۸) عرف میں دونوں ایک ہوں۔

اور فقہانی میں بعض صورتوں کا صراحتاً ذکر ہے مثلاً فتاویٰ رحمہ میں تیسری صورت کا صراحتاً ذکر ہے۔

مسافر فقیر کیسے شروع کریں؟ فتاویٰ رحمہ میں ہے۔

وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہو جانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا دوسری آبادی اگرچہ متصل ہو کر وہ دوسری آبادی ہے دونوں کے نام الگ ہیں حکومت اور کار پریشن (یعنی میونسپلیٹی، ٹیکس پارک) نے دونوں آبادیوں کے حدود الگ الگ مقرر کیے ہیں اس لیے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں (یعنی شہر) شمار ہوں گے اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کراچی آبادی (یعنی شہر) کے حدود سے تجاوز کر جائے اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کار پریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا حصہ ہے اور وہ مکہ کا جزء ہے لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے۔ (فتاویٰ رحمہ ص ۵۸/۸۹، مطبوعہ دارالاشاعت)

اسن الفتاویٰ میں آخویر صورت کا صراحتاً ذکر ہے "اتصال آبادی کا معیار" کے عنوان کے تحت حضرت مفتی رشید احمد مدظلہ العالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"روہبندیوں کے درمیان وجہ و حواس یا قدر طول (۱۶ اے ۱۳ میل) مدت قطع ہے مگر وہ موانع عرف عام میں ایک ہی شہر کے دو حصے سمجھے جاتے ہوں تو تفصیل مذکور کے باوجود دونوں کو ایک موشع قرار دیا جائے گا۔ (اسن الفتاویٰ ص ۳۱/۳۲)

مفتی انعام الحق قاسمی "۱۲ احکام مسافر" ص ۵۳ میں لکھتے ہیں:

دو جداگانہ محلے یا شہر کے متصل ہونے میں حضرت مفتی رشید احمد مدظلہ العالی نے عرف کا اعتبار کیا ہے اور مفتی سید عبدالرحیم صاحب نے کار پریشن کے ملحق کرنے کا اعتبار کیا ہے۔

پھر انہوں نے دونوں آراء میں تطبیق اس طرح دی ہے:

دونوں بزرگوں کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں مگر حقیقت ایک ہے کیونکہ عموماً کار پریشن سے ملحق عرف میں بھی ملحق تصور ہوتا ہے۔ (احکام مسافر ص ۴۳)

اس عبارت سے ایک دو طرح پہلے وہ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شہر سمیٹے ہوئے کسی علاقے یا دوسرے شہر سے متصل ہو کر اپنے اندر اس کو شامل کر لے تو اس کی دوسو فیصد ہوں گی اگر وہ علاقہ اور شہر عرف اور کار پریشن میں اسی شہر کا حصہ سمجھا جائے۔ لگے تو اب دونوں ایک شہر کے حکم میں ہوں گے..... اور اگر عرف اور کار پریشن میں دونوں کی حدود الگ الگ ہیں تو گویا کہ ریت سے ظاہری میں دونوں ایک نظر آتے ہوں پھر بھی دونوں مستحکم الگ الگ شہر کہلائیں گے۔

یہ پہلی اور دوسری صورت کا بیان ہے۔

ذکر کردہ آٹھ صورتوں میں سے اسمن الفادائی میں آٹھویں صورت کا ذکر تو ہے لیکن نہ کوئی فقہیہ دلیل سے تعرض نہیں اور فادائی رحمہ اللہ میں حرف کا ذکر نہیں اور مفتی انعام الحق صاحب قاضی نے دونوں فادائی میں جو تعلیق دی ہے وہ مسئلہ زیر بحث پر صادقی نہیں آتی، کیونکہ بالفرض مکہ مکرمہ کو مکہ مکرمہ کے ایک فرد یا دو تین حرف میں اب بھی دونوں الگ الگ مقامات سمجھے جاتے ہیں۔

اسمن الفادائی کا استدلال بظاہر قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ شریعت میں حرف کی اہمیت مسلم ہے۔
نہایت المحتاج میں ہے۔

”والفرقان المصلحان عرفا كبلدة واحدة وان اختلف اسمهما والاختلف
بمعنارورة القرية المسافر“... (نہایت المحتاج الی شرح المنہاج: ۲/۲۳۰)

منیٰ میں آبادی:

اب تک جو تحصیل گزری وہ دوا آبادیوں کے درمیان اتصال یا اتصال کے متعلق تھی لیکن منیٰ کے بارے میں یہ امر لائق توجہ ہے کہ اب وہی آبادی نہیں ہے پہلے جب منیٰ میں آبادی تھی تو مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان طویل غیر آباد تھا، اب اگر کہ مکہ مکرمہ کی آبادی منیٰ کی حدود تک پہنچ گئی ہے تو منیٰ میں آبادی نہیں ہے، منیٰ جب دونوں میں آبادی تھی تو دونوں میں اتصال تھا آج اگر وہ دونوں میں اتصال ہو چکا ہے تو منیٰ کی آبادی نہیں ہے اس لیے آبادی کا آبادی کے ساتھ اتصال نہیں ہوا ہے، فقہاء نے قدرہ نحوۃ مقدار طول مکہ یا مدورہ مد کی صورت میں جو معیار ذکر کیا ہے اس کا تحقق دوا آبادیوں یا مصر اور قہ مصر سے ہے۔

”و یعنی اہلۃ وجود و سکک“... (تیسرے الحقائق: ۱/۲۱۸)

”ان محمد بن قولون ان منیٰ لیس بمصر جماع علی ہوا قریۃ“... (مناہج الصنائع:

۱/۵۸۶)

”و منیٰ مصر فی ایام الموسم الصح الجبلۃ بہا لوجود الخلیفۃ او نائبہ مثل امیر
الحجاز و وجود الاسواق و السکک و کذا کمل اہلۃ نزل بہ الخلیفۃ“

... (الدوا المنطقی: ۱/۲۳۹، ۲۳۸)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ منیٰ میں کسی زمانے میں آج سے زیادہ آبادی تھی بعض عبارات میں تو منیٰ کو
”مصر من اہلۃ المسلمین“ کہا گیا ہے اور بعض میں منیٰ کی آبادی کو مصر کے لیے معیار قرار دیا گیا ہے۔

”ان تالیع اہلۃ اہلۃ منیٰ“... (منہج الخالق: ۲/۱۳۱)

مٹی میں موجود عمارتوں کے حلق ایک پہلو یہ ہے کہ یہ عمارتیں صرف وقتی استعمالات کے لیے ہیں، ہسپتال صرف ایام حج میں مائجیں کے لیے کھولا جاتا ہے اور شاہی محل میں ایام حج میں امراء اکٹھے ہوتے ہیں، قصر کے مسائل میں فقہاء کھتے ہیں کہ شہر کے متصل اگر باغات ہوں تو ان سے گزرنے شروع نہیں ہے اگرچہ ان کے گنبدان اور کام کرنے والے ان میں رہتے ہوں، ماوراء کے مکانات اور چھوٹی زیاں ان میں ہوں، اس لیے کہ باغ آبادی میں داخل نہیں اگرچہ آبادی کے متصل ہو۔

”ولا تعتبر المساكن من عمران المدينة وان كانت متصلة ببنائها ولو سكنها اهل البلدة في جميع السنة او بعضها ولا يعتبر سكنى الحفظة والاكره اتفاقاً“
... (طحاوی علی مرقی الفلاح: ۲۵۴)

راہ عالم اسلامی کے دفتر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ سب بھر کھلا رہتا ہے لیکن دفتر رہائش کی جگہیں نہیں ہوتیں ”مقامک میںک“ لیکن سب بھرا ہوا رہتا کوئی ضروری شرط معلوم نہیں ہوتا، ایام حج کے بعد مٹی کی مصیبت ختم ہو جاتی تھی، مزید آمدنی شیخین کے وقف کے دفاع میں کھتے ہیں۔

”وبقاؤہا مصر ایس بشرط لان الدہا علی شرف الزوال خللا لمحمد لانہا قریۃ الوہوم من منازل الحاج“۔۔۔ (مجمع الانہر: ۱/۲۴۸)
روح ازل حال مٹی کے بارے میں اس قسم کی مفید معلومات پر مشتمل ہے۔

”وقال ابن عیینۃ اخذ من المنایا وہی بلیدۃ علی فرسخ من مکۃ فزلھا میلان لعمراہام الموسم وتخلو بقیۃ السنۃ الا من یحفظھا وقل ان یكون فی الاسلام بلیدۃ کور الا لاهلہ یعنی مطرب وعلی داس منی من نحر مکہ عقبۃ لرمی علیہا الجمرۃ یوم النحر وبنی شعبان بیہما ازلۃ والمسجد فی الشارع الا یمن ومسجد الکیش بقرب عقبۃ وبہا مصانع والارواحانات وحواشی وہی ابن جیلین ومطالین علیہا وكان ابو الحسن الکرمی یخرج بجواز الجمعۃ بہا لانہا ومکہ کمصر واحد فلما حج ابو بکر الجصاصی وروی بعد ما یمنہما استضعف هذه العلة وقال هذه مصر من امصار المسلمين تعمر ولما راحلوا ولما راحلوا لا یخرجہا عن حد الامصار وعلی هذه العلة یعتمد الفاضل ابو الحسن القزوینی قال البشاری وسألنی یوما کم یسکنہا

وسط السنة من الناس؟ قلت عشرون الى ثلاثين رجلا فلما تجد فيه مصرا
الاول فيه امرؤة تحلفه فقال صدق ابو بكر واصاب فيما علق قال فلما قلت
الغلبة امام احمد البغوي بنسايور حكيت له ذلك فقال العلة مانص به الشيخ
ابو الحسن الاخرى الى قول الله عز وجل "ثم جعلها الى البيت العتيق" وقال
لعالي "هذه بلع الكعبة" وانما يقع الحرم معنى..... (معجم البلدان 9/198)

مکہ اور منیٰ ایک ہی بلدیہ کے ماتحت ہیں:

بلدیہ ایک انتظامی امور کا ادارہ ہوتا ہے۔ دہرائے اور صحرائہ بھی بلدیہ کے ماتحت ہوتے ہیں لیکن اس سے
وہ انوں، صحرائوں یا جنگلات کی شرعی حیثیت نہیں رہتی، بلدیاتی حدود بھی آبادی سے پہلے قائم ہو جاتی ہیں اور کبھی آبادی
سے بڑھ جاتی ہیں، مگر ایک بلدیہ کے ماتحت ہونے سے دونوں کا حکم ایک ہو جائے تو کیا مستقبل میں دونوں کی بلدیہ
بننے سے باخلاف ہونے سے دونوں کا حکم بھر بدل جائے گا؟ اگر فرض بلدیہ کا ایک ہونا یا نہ ہونا یا کسی جگہ کا وفق کے
مطابق ہونا کوئی شرعی دلیل معلوم نہیں ہوتی۔

دونوں مقامات صاف علیحدہ علیحدہ ہیں۔

منیٰ میں قصر اہم قصر کا اعتبار مسافر پر ہے، اس کا مناسک حج سے تعلق نہیں، منیٰ میں قصر اہتمام کرنے
سے منیٰ کی مخصوص حیثیت بدلتی نہیں ہے، کیونکہ دونوں مقامات کی حدود میں کی پیش کرنا مقصود نہیں، منیٰ کو بھی
مسجد حرام کی عمارت کے ساتھ ملا دیا گیا ہے لیکن منیٰ کی حدود میں تبدیلی نہیں کی گئی، بلکہ منیٰ میں اب بھی جنمی
اور احاد کا داخلہ جائز ہے، محل و حرم کی صاف علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں لیکن جہاں محل کی آبادی حرم سے مل گئی ہے وہاں
محل کا حکم قصر اہتمام میں حرم کا ہے، حالانکہ دونوں صاف علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں، اصل نزاع یہ ہے کہ منیٰ اور مکہ کے
بین جو فصل تھا وہ اب فتح ہو چکا ہے یا نہیں؟

منیٰ کو مخصوص قرار دے کر وہاں ہر حال میں قصر کا حکم دیا جائے اور آبادی کے سمجھنے بڑھنے کا اعتبار نہ کیا جائے
بھابر اس کی کوئی معقول وجہ نہیں آتی، شاید اللہ اعلم، امام محمدؒ کی اس تفسیل سے استدلال ہو سکے۔

"وجه قول محمد ان منیٰ قریۃ من القرى او هو منزل من منازل الحجاج
فصار محرمات الخ"..... (غایۃ البیان للرحمنی: ۱۱۱، معطوط)

وقف حردوق:

اقامت کے لیے شرط ہے کہ مسافر کسی ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔

”وَلَوْلَا هَٰذَا بِمَوْضِعَيْنِ كَمَكَّةَ وَمَعْنَى لَا يَصِرُ مَقْبَحًا . . . هَذَا إِذَا كَانَ كُلُّ

مِنَ الْمَوْضِعَيْنِ أَصْلًا بِنَفْسِهِ “ . . . (مجمع الانهر : ۲۴۰ / ۱)

اور جگہ ایسی ہو جو اقامت کے لائق ہو اقامت کے لائق جگہ مصر ہے یا قریب ہے یا خانہ بدوش لوگوں کا صحراء

ہے۔

”اَوْ يَتَوَيَّ الْقَامَةُ نَصْفَ شَهْرٍ بِمَوْضِعٍ صَالِحٍ لَهَا مِنْ مِصْرٍ أَوْ قَرْيَةٍ أَوْ مَحَرٍّ دَارًا

وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْأَعْيَةِ “ . . . (المحارر : ۲۵۰ / ۲، بیچ اہم سعید)

جو آبادی مصر کی گنجی جائے وہ مصر کی آبادی ہے جیسا کہ عمران البحر کی قید سے واضح ہے، جو محلہ پہلے
شہر کا حصہ تھا پھر شہر سے جدا ہو گیا وہ بھی شہر کا حصہ ہے اگرچہ شہر اور اس محلہ کے درمیان خلا ہو یا گنجی مسافر کے لیے
اس محلہ سے نکلنے ضروری ہوگا ”لَا يَهْدَى بَعْدَ ذَلِكَ مِنَ الْمِصْرِ بِمَحَلَّةٍ“ شری میں اس جزے کے تحت یہ اضافہ ہے کہ ”اگر
وہ محلہ ایران ہو گیا تو اس سے نکلنا ضروری نہیں، جب کہ گھاٹی میں ہے۔

”مَنْ فَارَقَ بَيْتَ بَلَدِهِ . . . وَالْبَيْتُ أَحْمَمُ مَنْ لَنْ يَكُونَ حُرَّةَ الْآنَ فَلَا يَنْقُصُ

الْأَبَاحُ الْخُرُوجَ عَنْهَا عَلَى الْأَشْبَةِ “ . . . (فتاویٰ حاسی : ۳۳۹ / ۱، مطبوعہ ایران)

ریض مصر اگر یہ محلہ پر بیض مصر اور فناء متصل کی آبادی بھی شہر کے حکم میں ہے۔

”وَصَحِيحٌ قَاضِي عَمَّانَ فِي فَتَاوَاهُ أَنَّ لَا يَدُ مِنْ مَجَاوِزَةِ الْقَرْيَةِ الْمُتَّصِلَةِ بِرَبِضِ

الْمِصْرِ . . . وَلَمْ يَذْكُرِ الْمُصَنِّفُ مَجَاوِزَةَ الْقَاءِ لِلْإِصْلَاحِ وَلِصَلِّ قَاضِي عَمَّانَ فِي

فَتَاوَاهُ لِقَالِ أَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمِصْرِ الْوَادِي مِنْ قَدْرِ غُلُوفَةٍ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا مَزْرَعَةٌ

يَحْصُرُ مَجَاوِزَةَ الْقَاءِ بَعْضًا “ . . . (المحارر الرائق : ۲۴۸ / ۲، بیچ اہم سعید)

جس مقام پر مصر کی تعریف صادق نہیں آتی وہ قریب ہے، صحراء میں صرف خانہ بدوشوں کی نیت اقامت

مستقر ہے، جو مسافر تین منزل چلنے سے پہلے سفر منسوخ کر دے، وہ صحراء میں بھی ٹھہر سکتا ہے، لیکن اس کی طے صحراء
کامل اقامت ہونا نہیں ہے۔

”وَلَا يَصِحُّ نِيَّةُ الْإِقَامَةِ فِي مَسَافَةِ مِثْلِهَا الْجَزِيرَةُ وَالْبَحْرُ وَالسُّفِينَةُ “ . . .

(محطوئی علی مرقی الفلاح : ۲۵۵، باب المسافر)

”نِيَّةُ الْإِقَامَةِ تَصَحُّ فِي الْبُيُوتِ وَالْمَعْمَرَاتِ دُونَ الْمَخَامِ وَالْأَعْيَةِ “ . . . (فتاویٰ

الانوار : ۱۱۱، طبع دار الكتب العلمية)

”والفرق بین الامنیۃ والاحیۃ والشرقی ان البقاء موضع الاقامة والقرار دون التصحراء“.... (فتاویٰ الفقار خانیاہ: ۲/۹) مفصل اللاتی والعشرون فی صلاۃ المسافر نوع آخر بیان لیا الاقامة والی لاتصح بطووعه قلدیمی کتب خانہ) آبادی کیسی ہوگا ہر خانہ میں، کوار خانہ ہے۔

”وموضع الاقامة العمران والبیوت المنعزلة من الحجر والحدود والخشب لا الخيام والاحیۃ والوبر“.... (فتاویٰ الفقار خانیاہ: ۲/۹)

مٹی کو کہ کمرہ کا قرار دیا جائے تو اقامت کے لیے ”اتحاد موضع“ کی شرط پوری ہو جاتی ہے، لیکن انفرادی یہ ہوتا ہے کہ حاجی ایک مدت مزید میں گزارے اس لیے اتحاد موضع کی شرط پھر بھی پوری نہیں ہوتی، جواب یہ ہے کہ مدت طہر نے کی لاکھ جگہ نہیں ہے اس لیے ایک مدت مزید کے لیے لگانا اقامت کے لیے مانع نہیں ہے، مدت کیوں صالح لگا اقامت نہیں؟ اس لیے کہ وہاں کئی عمارتیں نہیں اور مٹی میں ہیں لیکن کیا ان حشرق عمارتوں کی وجہ سے مٹی پر قریہ کا احلاق درست ہے؟ جب کہ اقامت سوائے مصر یا قریہ کے درست نہیں ہوتی، اگر مٹی قریہ ہے تو صالح لگا قامت ہے اور مدت نہیں اور اگر مٹی قریہ نہیں تو صالح لگا اقامت نہ ہونے کی علت مٹی میں بھی پائی جاتی ہے۔

”والفیصل بالبلد والقریۃ ہنوی صحة الاقامة فی غیر ہما وهو الظاهر لان الاقامة لا تمکون الا فی موضع صالح لہا“.... (تبيين الحقائق: ۱/۲۰۱، باب صلاۃ المسافر)

”ان یسوی مدۃ الاقامة ببلد آخر او قریۃ لان الاقامة لا تحبر الا فی موضع صالح لہا وغیر السبل والقریۃ لا تصلح للاقامة اذا سوا ثلاثة اہام“ (مجمع الزہر: ۱/۲۳۰، باب المسافر)

پہلے مٹی کہ کمرہ سے جدا ایک قریہ تھا تاہم ۱۹۸۳ء میں مٹی کی آبادی ختم کی گئی، آبادی ختم کیے جانے کے باوجود اہل علم مٹی کو مستقل مقام قرار دیتے رہے، اس وقت دونوں مقامات کے درمیان کوئی اتصال کی رائے بھی نہیں رکھتا تھا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کمرہ سے دور ایک دیوانے کو اقامت کے لیے مانع قرار دینا درست تھا؟ نیز جواہل علم مٹی کو قریہ قرار نہیں دیتے بالفاظ دیگر صالح لگا قامت نہیں کہتے ان کے نزدیک مٹی کا قیام بھی اقامت کے لیے مانع ہونا چاہیے، البتہ اگر قریہ سے کم آبادی بھی صالح لگا قامت ہوتی ہے تو جواہر مٹی کی طرف فروغ، رخ من اقامت ہے۔

محاذات مٹی کی آبادی کا حکم:

مسافر جس راستے سے نکلے اس راستے کے مکانات سے نکل جانا شرط ہے اگر مسافر کے دائیں یا بائیں کسی ایک جانب در شہر کی کوئی آبادی آگے یا پیچھے ہوئی ہو تو اس سے گزرنا شرط نہیں مگر کتب میں یہ چیزیں ای حد تک ملتی ہیں۔

ثم المصير المجاوزة من الجانب الذي خرج منه حتى لو جاوز عمران
المصير المصير وان كان بحذاء من جانب آخر ابيهة" ... (تبيين الحقائق :
١/٢٠٩)

"ويعتبر مجاوزة عمران المصير من الجانب الذي خرج ولا يعتبر محلة بحذاء
من الجانب الآخر" ... (مغلاصة الفتاوى: ١/٩٨، الفصل الثاني والعشرون
في صلاة المسافرين معطوفاً مكتبة رشيدية)

مزید حوالہ جات کے لیے خط مقدمہ، نہ نہ برہانش، ج ١/٢٢٤، ١/١٢٨، ٢/١٨٨، فتح القدیر، ٢/٣٣٠۔
فتاویٰ شامی میں بحوالہ امداد الفتاح اور طوابع الانوار میں بحوالہ رمعی اور مرقی الفلاح میں ہے کہ اگر مسافر
کدوؤں جانب سپرد میں آبادی پڑتی ہو تو ان دونوں سے نکلنا شرط ہوگا۔

"ولو جاوز عمران من جهة عروجه و كان بحذاء محلة من الجانب الآخر
يقيم مسافراً اذا اعتبر جانب عروجه ... فلو كان عمران من الجانبين فلا بد
من مجاوزة لماتى الامداد لو حاذاه من احد جانبيه فقط لا يضره كمالى فاضى
حان وغيره" ... (فتاوى شامی : ٢/١٢١، باب صلاة المسافرين معطوفاً بفتح
ایم معید)

"جواز عمران البعد و كان على عينه لو سار ابيهة فيكون مجاوزاً مسافراً
بمحلات ماله ككائنات الابنية من الجانبين فانه لم يكن مجاوزاً و حتمى"
... (طوابع الانوار : ٢/٣٣٠، معطوفاً)

"ولو حاذاه فى احد جانبيه فقط لا يضره" ... (مرآة الفلاح : ٢٥٣، طبع
مصر)

طائر شامی نے یہ جزیئہ "دو جانب والا" "اودا افتتاح" سے نقل کیا ہے جو اس کی نسبت قاضی خان کی طرف کرتے ہیں، قاضی خان میں دیگر عام کتب کی طرح "ایک جانب" کا ذکر ہے، مابتد شامی کے جدید تحقق نسخے میں اس جزیئہ کے لیے قاضی خان کی شرح الجامع الصغیر کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس جزیئہ کی صحت مشکوک نہیں ہے، کیونکہ منقول منہ ضعیف نہیں ہے نقل درست ہے اور باہقین بھی متعدد ہیں۔ (فتاویٰ شامی: ۲/۴۶، دار الفکر و التراث)

اس جزیئہ کے ذکر میں حیدر عثمانیہ اور حیدر خانہ میں بحوالہ حیدر "الجواب" کا خط آیا ہے جس کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ جانب خروج کے علاوہ مسافر کے دائیں یا بائیں دونوں اطراف کی آبادی کا اعتبار نہیں۔
 "وانما یعتبر مسافر ان یقصر الصلوة اذا افاق بیوت المصر من الجانب الذی یمخرج منه وان کان فی غیرہ من الجوانب بیوت"۔ - (حدیث: ۲/۸، باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ سکھو)

"ثم یعتبر الجانب الذی منه یمخرج المسافر من البیة لا الجوانب الذی یحدها البیة"۔ - (المحیط البرہانی: ۲/۳۸۸)

منی کے ایک جانب تو مکہ کمرہ کی آبادی پھیلی ہوئی ہے لیکن دوسری طرف آبادی نہیں اور جس جانب آبادی پھیلی ہے اس جانب حج میں پہنچ بھی سکتے ہیں۔ اس لیے اب تک مکہ کمرہ کی آبادی نے پھیل کر منی کو اپنے اندر شامل نہیں کیا ہے۔

فیہ مصر:

تحریر الابداع میں فتاویٰ درج ذیل تخریفات ہے۔

"انما اتصل بہ لاجل مصالحہ"۔ - (توضیح الايضاح: ۲/۱۳۹، بیج ایم سعید)
 شرمکائی نے اس تخریف کو صحیح کہا ہے (لطفاً دیکھیں: الدرۃ: ۱/۳۳۹)
 محمود حوران مفتی الابرار میں ہے۔

"وانما یصل بہ بعد المصلحہ"۔ - (۱/۱۳۳، باب الجمیع)
 اس تخریف کے مطابق فتاویٰ کے بنیادی اثر اور وہ ہیں۔
 شہر کے متصل ہوتا۔ (۱)

(۲) شہر کے مصالح کے لیے ہوں۔

لیکن پہلا جز یعنی قاء کا شہر کے متصل ہونا فقہاء کے درمیان اتفاقاً نہیں ہے، (قادیانی شامی: ۲/۱۳۹، مجمع الزہر: ۲/۳۷)

قاء پر ”شہر کی ضروریات کے لیے مقرر ہونا“ صادق آتا چاہئے (قادیانی شامی: ۲/۱۳۹) قاء چہ شہر کے متصل ہو یا متصل اداء جمع وہاں درست ہے لیکن قصر کے لیے قاء کا شہر کے متصل ہونا ضروری ہے۔

قاء کب شہر کے متصل بھی جائے گی اس بارے میں کئی اقوال ہیں، علامہ شامی نے تمام اقوال کو مختصر عبارت میں جمع کیا ہے۔

”وجملة اقوالهم في التدوير العتبة او تسعة غلوة ميل ميلان ثلاثة فرسخ

فرسخان ثلاثة سماع الصوت سماع الاذان“۔ (بحوالہ بالا)

ان اقوال میں بعض کو ”مجھ“ بعض کو ”اجود“ بعض کو ”حسن“ اور بعض کو ”یعنی رطلقونی“ کہا گیا ہے۔

ان تمام اقوال میں مصر کی تحدید بالمسقط کی گئی ہے، علامہ شامی قاء کے لیے حدود مقرر کرنا مناسب نہیں سمجھتے، فرماتے ہیں ”الشعوب احسن من التحديد“ علامہ شامی کے کلام میں غور کیا جائے تو علامہ تحدید کے قواعد میں ایک حد تمام شہروں کے لیے مقرر کرنے کے خلاف ہیں، کیونکہ شہر کے چھوٹے بڑے ہونے سے قاء مختلف ہو سکتی ہے اس لیے ہر شہر کے لیے اس کی ضروریات کے مناسب قاء مقرر کرنے کو مناسب سمجھتے ہیں ”فظهر ان التحديد بحسب الامصار“۔۔۔ (قادیانی شامی: نکوا: ۱۵۱)

فقہاء سے تحدید بالمسقط کے بارے میں جتنے اقوال مروی ہیں اگر ان کو شہروں کے چھوٹے بڑے اور متوسط ہونے پر محمول کیا جائے تو تمام اقوال کا باہمی اختلاف بھی ختم ہو جاتا ہے اور سب کے سب اقوال قاضی مغل ضررے ہیں، نیز قاء کے لغوی معنی کی رعایت بھی ہو جاتی ہے شرعی اصطلاح میں لغوی معنی کی رعایت اگرچہ ضروری نہیں مگر بہتر ضرور ہے۔

معنی..... قاء کدک؟

قول مرجوح:

کسی جگہ پر شہر کی ضروریات کے لیے ہونا صادق آئے تو اسے قاء شہر قرار دیا جاسکتا ہے، معنی میں قربانی کی صورت میں بہت بڑی قربت ادا ہوتی ہے، ارشاد باری ہے ”ثم محلها، الى البيت، للعقيق عدها بائع الكعبة“

فوجیوں کے اجتماع اور کوڑا کرکٹ کھیلنے کی جگہ کو ختم مصر قرار دیا جاسکتا ہے تو قربان گاہ اور حاجیوں کی اجتماع جگہ کو بھی نہ مصر قرار دیا جاسکتا ہے، مثنیٰ کو ماضی میں بھی نہ مکر قرار دینے جانے کا قول موجود ہے لیکن اس وقت بعد مسافت کی بناء پر اس قول کی تصدیق کی گئی تھی، ہدایہ اور بحر وغیرہ میں ہے کہ مثنیٰ مکر سے چار فرسخ کے فاصلہ پر ہے، بعض کتب میں دو فرسخ اور بعض کتب میں ایک فرسخ کا قول بھی آیا ہے، اگرچہ ان اقوال میں قطعیت ہو سکتی ہے مگر اس کی چند ضرورت نہیں کیونکہ مثنیٰ کی طرف سرنگ نکالنے کے بعد اب یہ فاصلہ بہت کم ہو گیا ہے، نیز "مقدور القناء بمسافة" کوئی ضروری بھی نہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، ہدایہ اشکال کو مثنیٰ قائم ہے تو بجز صحت جو کے لیے غلیظ یا اس کے باب کی شرط کیوں رکھی گئی؟ کیونکہ خاتمہ حکم مصر رہتا ہے، جواب یہ ہے کہ غلیظ کی شرط مصریت کے لیے نہیں بلکہ اقامت جو کے لیے تھی لیکن یہ جواب ضعف سے خالی نہیں ہے۔

"الحلیفۃ اذا سافر وهو فی القرى لیس له ان یجمع بالناس ولو مر بمصر من

امصار ولا یمسح بھا وهو مسافر جاز"۔۔۔ (البحر الرائق: ۱/۳۰۰ باب

صلاة الجمعة، مطبوعہ بیچ ایم سعید)

قول راجح:

اکثریت کی رائے مثنیٰ کو خاتمہ قرار دینے کی ہے، شخصین مثنیٰ میں صحت جو کے قائل ہیں، مثلاً نے اس کی دو غلطیوں لکھی ہیں۔

(۱) مثنیٰ قائم ہے۔

(۲) مثنیٰ مصر ہے۔

پہلی صحت کی فقہاء نے تردید کی ہے، صاحب بحر وغیرہ نے مصریت کی علت کو گنج کہا ہے، حوتن نے بھی "ومنی مصر لاعرفات" کی تعبیر اختیار کر کے مصریت کی علت کو ترجیح دی ہے، بحق غلطی لکھتے ہیں۔

"قلت وقوله فی المن ومنی مصر اختیار للقول الثانی فلیست عندہ من لواء

مسکة"۔۔۔ (حاشیہ علی تبیین الحقائق: ۱/۴۰۸، باب صلوٰۃ الجمعة، مکتبہ

امدادیہ ملتان)

حوتن کا اقوال معتبرہ کے لیے موضوع ہونا اور شروع و خاتمہ پر مقدم ہونا معروف اصول ہے۔

مثنیٰ کا قربان گاہ ہونا گج کی ضرورت ہے جیسا کہ قوف عرفہ گج کی ضرورت ہے، علت کا اشتراک حکم کے

اشتراک کو چاہتا ہے، اگر مثنیٰ قائم کرے تو مزاد و حرقات بھی ہیں، کیونکہ قائم و برہمی ہو سکتی ہے اور متعدد بھی رہ سکتی ہیں محض ہر کے لیے ظیفہ یا اس کے نائب کی موجودگی کی شرط تو وہ ضرورت کے لیے بھی اجازت ہر کے لیے نہیں۔

”لواصول المحلیفة اووالی العرائق فی المتنازل النسی فی طریق مکة کالتعلیفة وبعوہا جمیع لانہا قری تنعصر بمعکان الحج فصار کعننی“..... (البحر الرائق :

۲/۱۳۲، باب صلوۃ الجمعة بطبع ایم مسجد)

اگر مثنیٰ کو قائم کر قرار دیا جائے تو سوال یہ ہوگا کہ قائم شہر کے متصل ہے یا نہیں؟ کیونکہ قائم شہر کے متصل ہو تو وہاں قصر درست نہیں اور متصل نہ ہو تو قصر وہاں درست ہے، اس لیے بحث لوٹ کر پھر اس تک آجائے گی کہ مثنیٰ شہر کے متصل ہے یا متصل؟

خلاصہ یہ کہ مثنیٰ میں حاتی کا ظیفہ اترام ہے اس کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں۔

- (۱) مثنیٰ کہ کمر کے ساتھ ایک قریہ ہے (صحیحہ کا معیار یہ ہے کہ مثنیٰ کے درجے والوں پر قصر واجب ہو)
 - (۲) مثنیٰ عرف عام میں کہ کمر کا حصہ سمجھ جائے۔
 - (۳) فقہاء کے ذکر کردہ معیار کے مطابق دونوں میں اتصال پایا جائے (عرف اور محکوئی قصین سے صرف نظر کر لیا جائے)
 - (۴) مان لیا جائے کہ شہر کے آبادی نے محلی کرمی کو اپنے اعداد شامل کر دیا ہے۔
 - (۵) مثنیٰ کو شہر کے لیے قائم متصل قرار دیا جائے۔
- در یافت مطلب اسور:

(الف) اتصال یا اتصال کے باوجود عرف عام اور محکوئی تعدیہ میں اختلاف ہو جائے تو اعتبار عرف کا ہے یا محکوئی تعدیہ کا؟ یا آبادی کا اعتبار ہے؟

(ب) کیا حرقات قیاس اقامت کے لیے مانع بن سکتا ہے؟

(ج) کیا کمر کے پھیلاؤ کی وجہ سے مثنیٰ اور کمر کا اتصال ہو گیا ہے؟

(د) مثنیٰ کے علاوہ اس میں کمر کی جڑ آبادی بکلی گئی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

سوال میں دلائل کا استیعاب نہیں ہے، جانن کے دلائل اور جمادات تعدیہ میں اس سے زیادہ اور قوت میں زیادہ مضبوط ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ سوال یہ ہے کہ مثنیٰ میں قصر ہے یا اتمام؟ آخرا ب کی تحقیق مع دلائل مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

”اعلم ان منى شعب طوله ميلان وعرضه يسير والجبال المحيطة بهاما قبل منها عالية فهو من منى وليست العقبة منها قوله وليست العقبة منها عزاء فى البحر الى الازرقى واعتزى العزير جماعة بان لم يقل احدان جمره العقبة ليست من منى كيف والدلائل بان رميها تحية منى ويؤيده قوله عليه الصلوة والسلام ان اول نسكنا بمنى ان نرمى ثم ندبح ثم نحلق اه الطول قال فى رد المحتار عند قول الثامن روى جمره العقبة مائة منى هي ثالث الجمرات على حد منى من جهة مكة وليست من منى ويقال لها الجمره الكبرى والجمره الاخيرة اه وقال الامام النووي فى الايضاح اعم ان حد منى ما بين وادى محسر وجمره العقبة ومنى شعب طوله ميلان وعرضه يسير والجبال المحيطة بهاما قبل منها عليه فهو من منى وما دبر منها فليس من منى ومسجد حيف على اقل من ميل مما على مكة وجمره العقبة فى آخر منى مما على مكة وليست العقبة التى تنسب اليها الجمره من منى وهى الجمره التى بايع رسول الله ﷺ الانتصار عندها قبل الهجره قال العلامة ابن حجر الهيتمى فى حواشي قوله وجمره العقبة فى آخر منى فاعره ان الجمره من منى وهو ما اعتمدته المحقق الطبري وزعم ان خلافه الاثنى لم ينقل عن احد واعتمدته ايضا من جماعة وزعم ان قولهم ان رميها تحية منى يسلطون كونه منها وليس كمنزعمه الا لا يسلطون الا ترى ان الطوائف تحية البيت وهو خارج بل لا يصح داخله لكن صريح قول المصنف قبل ذلك حد منى ما بين وادى محسر وجمره العقبة ان جمره العقبة ليست من منى ... الخ قال الازرقى والاصحاب فى كتب المذهب حد منى ما بين جمره وادى محسر وادى محسر وليست الجمره وادى محسر من منى اه وبه يعلم ان المذهب الذى لا يحيد عن اعتماده ان الجمره ليست من منى ... فراجع ما بين جمره العقبة ومحسر مبعده الآن فراجع وما لا فراجع اه ... (ارشاد

الساری الی مناسک ملا علی القاری: ۲۴۶، مطبوعہ مکتبہ حجابہ کوثہ،

والبحر المحض: ۲/۵۱۳، بیچ نیم سہد

نظان فی البحر الرائق، نورانی محسر موضع فاصل بین علی ووز لدخلة لیس من

واحدة منهما ۴۰۰..... (البحر الرائق: ۲/۶۰۰)

ان مہارت سے یہ معلوم ہوا کہ وادی عمر اور عمرہ عقبہ کے درمیان زمین کا ٹکڑا جس کی اس جنت لبالی تقریباً دو سکل (جسے ہزارہ و حوزہ دارع سے تعبیر کیا ہے) اور چڑائی کم تھی اس قطعہ میں کوئٹی کہا جاتا ہے، اور وادی عمر مٹی اور حردلف کے درمیان حصار ہے، دونوں میں سے کسی ایک کا حصر نہیں ہے، زمانہ نبوت سے لے کر اب تک کہ اور مٹی دونوں کو الگ الگ مقامات سے تعبیر اور تصور کیا جاتا رہا ہے، موجودہ دور کی آبادی کی کثرت کی بناء پر کہ کی آبادی بکھل چکی ہے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ خلافت راشدہ کے دور کی کہ کی کل آبادی آج مسجد حرم اور اس کی حدود میں ضم ہو چکی ہے تو مناسب بات نہ ہوگی، آبادی کے اس تناسب نے جہاں اور بہت سارے مسائل کو ختم دیا ہے وہاں حدود و مقامات بھی اس کے اثر سے متاثر نہیں تھیں، بلکہ بعض جگہوں میں تو سارے شہر میں آبادی پھیلنے کی بناء پر اس سے متصل دوسرے شہر کے درمیان امتیاز دخل ہو جاتا ہے، یہی حال زمین حجاز کی آبادی کا بھی ہے کہ کہ اور حدیث کی آبادی آئے دن بکھلتی چلی چہرے ہے، یہی وجہ ہے کہ آج اگر کوئی شخص اشیرج میں سے مشرہ ذی الحج کی ارتداد میں حرم کس میں داخل ہو کر نصف شہر اقامت کی نیت کرتا ہے تو اس کے حکم کے بارے میں علماء کا اختلاف نظر آج ہے کہ آیا یہ شخص مقیم حضور ہوگا یا سفری رہے گا، کیونکہ اس نے آنحضرت ذی الحج کو کہ سے نکل کر مٹی اور ہمار وہاں سے میدان عرفات کی طرف کوچ کرتا ہوتا ہے، اب چونکہ کہ کی آبادی بڑھتے ہوئے مٹی کی حدود کو چھو رہے گی ہے اس لیے یہ اختلاف زمین میں ختم لینا ہے کہ اب تو یہ دونوں مقامات آپس میں متصل ہو چکے ہیں، لہذا زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ حکم مسافرت میں بھی تغیر ہونا چاہئے، لیکن پہلے جب آبادی کا یہ تناسب تھا تو اس وقت اس کا حکم بھی بالکل صاف تھا کہ

تو ذکر فی کتاب المناسک ابن الحاج اذا دخل مكة فی ایام العشر ونوی

الاقامة نصف شهر لا یصح لانه لانه من الخروج الی عرفات فلا یحقی

الشرط ۴۰۰..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۲، وکذا فی منحة الخائف علی

البحر للعلامة الشافعی: ۲/۲۳۳)

وفی المصنوع.

”وإذا قدم الكوفي في مكة وهو يدرى ان يلزم فيها ومعنى خمسة عشر يوما فهو مسافر لان نية الإقامة ما يكون في موضع واحد فان الإقامة عند السفر ولو جاوزا نية الإقامة الى موضعين جازنا فيها اذا غلب ذلك الميل الى القول بان السفر لا يتحقق“... (المبسوط للسرخسي، ۳/۴۰۳، مطبوعه بيروت)

امت کے طبقہ فقہاء پر اللہ تعالیٰ اپنی بات اور تمیزیں نازل فرمائے کہ انہوں نے ہر دور کی مشکلات کے لیے کسی نہ کسی خود سے ضرورہا ہمیں فرمائی ہے، ہمارے دور کا یہ مسئلہ بھی فقہاء کرام کی راہنمائی سے خالی نہیں، مسافر کے ضمن میں شیخ ابراہیم علیہ السلامی شرح ائمہ میں لکھتے ہیں۔

”الثانی فیما یصیر بہ المقيم مسافرا والمسافر مقیما و فی حکم السفر من یزاق بیوت موضع حوالہ من مصر او قریۃ لدار یا الذی یزاق الی موضع ینہ وین ذلک الموضع المسالۃ المدکورۃ صار مسافرا فلا یمیز مسافرا قبل ان یزاق عمر ان ما خرج منه من الجانب الذی خرج منه حتی لو کان لمدۃ محلۃ منفصلۃ عن المصر وقد کانت منفصلۃ بہ لا یمیز مسافرا عالم یجاوزها ولو جاوز العمران من جهة خروجہ وکان یحللہ محلۃ من الجانب الآخر یمیز مسافرا اذا لم یخرج من جهة خروجہ“... (حلی کبیری: ۵۳۶، البحر الرائق: ۳/۳۳۶، خلاصۃ الفتاوی: ۱/۱۹۸)

شیخ ابراہیم علیہ السلامی کی مذکورہ خط کشیدہ عبارت کے ساتھ علامہ رشیدی رحمہ اللہ کی یہ بحث بھی ملا میں وہ فرماتے ہیں۔

”اولا المحلۃ فی المستلین ما کان عامرا عالمو کانت المحلۃ حراما لیس فیها عبارة فلا یشرط مجاوزتها فی مسئلۃ الاولی ولو منفصلۃ بالمصر کما لا یخفی“... (الفتاوی الشامية: ۲/۱۲۱)

علامہ رشیدی کی اس عبارت اور علامہ رشیدی کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں ہے اس لیے کہ علامہ رشیدی نے ”محلۃ منفصلۃ عن المصر“ کے بارے میں عامر (آباد) ہونے کی شرط لگائی ہے جب کہ علامہ رشیدی نے ”من یزاق بیوت بلدہ“ کے بیوت کے عامر ہونے اور نہ ہونے کی بحث کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

”من لادرك بيوت بلده... وظهرت اهم من ان يكون غربة الآن فلا يقصر

الاب بالحروج عنها على الاضبه“... (فہستہ: ۱/۲۲۹، فصل فی المسافر

مطبوعة ایون)

ایک ہے شہر قریب وغیرہ کے گھروں کا آباد ہونا اور ایک ہے شہر وغیرہ سے متصل مجھے کے گھروں کا آباد ہونا
دونوں میں فرق واضح ہے، پہلا اصطلاح جہانی کی مہارت کو علامہ شامی رحمہ اللہ کی مہارت کے مناسب ظہر اور مست نہیں
ہے، بلکہ جہانی کی یہ مہارت ”درختہ“ کی اس مہارت کے مطابق ہے۔

”من عرج من عمارة موضع القامہ من جانب عرو وجہ قوله من عرج من عمارة

موضع القامہ اور انہما العمارة ما يشمل بيوت الاجسية ان لهما عمارة مواضعها“

..... (الغواصی شامی: ۲/۱۴۱)

خلاصہ یہ ہوا کہ اگر کسی شہر کی آبادی دوسرے محلے وغیرہ کے ساتھ متصل ہو جائے تو اگر وہ محلہ بھی آباد ہو
تو مسافر اپنی موضع اقامت سے تجاوز ہو کر جب تک اس محلے سے نکل نہ جائے اس وقت تک مسافر شمار نہ ہوگا،
اور اگر وہ آبادی نہیں تو پھر اس محلے سے نکلتا مسافرت کے لیے شرط نہیں ہے بلکہ اپنی موضع اقامت سے نکلنے ہی
مسافر شمار نہ ہوگا۔

اس تاظر میں اگر دیکھا جائے تو مکہ مکرمہ کی آبادی اگرچہ منی کی حدود کی طرف تجاوز ہو کر منی کے قریب پہنچی
ہو چکی ہے لیکن خود منی میں قابل اعتبار آبادی نہیں ہے کہ جس کی بناء پر منی کو بھی آباد قرار دیا جائے، کیونکہ منی میں
جو عمارتیں حجاز شامی محل، ہسپتال، بازار، دھابہ، علم اسلامی کا دفتر وغیرہ بنی ہوئی ہیں انہیں آبادی کا معیار نہیں
کہا جاسکتا جیسا کہ فقہاء کرام نے شہر سے متصل باغات کو باوجودیکہ شہر سے متصل بھی ہوں ان میں کام کرنے والوں
کے مکانات، جمہوریتیں وغیرہ بھی ہوں اور وہ اس میں رہتے بھی ہوں شہر کی آبادی میں داخل نہیں فرمادیا، علامہ شامی
”اذا“ سے نقل کرتے ہیں۔

”بصرف البساتین ولو مصلة بالبناء لانها ليست من البلدة ولو سكنها اهل

البلدة في جميع السنة او بعضها ولا يعتبر سكنى الحفظة والاكره اتفاقا“

..... (امداد: ۲/۱۴۱، وکذا فی مرقی الفلاح مع الطحطاوی: ۳۲۳)

لہذا جب مٹی خود غیر آباد پختل میدان ہے تو کہ کرم کی آبادی اگر اس سے حاصل ہوگی جائے تو بھی اسے کہ کرم کے تابع نہ کر موشع اقامت شمار نہیں کیا جائے گا، اور ای طرح مٹی کو "رض المص" بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ رض المص کی تعریف فقہاء نے یوں کی ہے۔

"هو ما حول المذبة من بيوت ومسكن... (البحر الرائق: ۲/۲۶۶)

(۲) اور اگر مٹی کو کہ کرم کی خاک کہا جائے تو اس سے متعلق وہ باتیں قائل غور ہیں۔

(۱) محققین کے نزدیک شہر کی خاک کے لیے قنوت و جود حرام کی شرط نہیں ہے بلکہ خاک کی جو تعریف فقہاء نے فرمائی ہے، ثبوت خاک کے لیے شرط ہے، خلاصہ میں درجہ التعلیل لکھتے ہیں۔

"اعلم ان بعض المحققين اهل المرجع اطلق القضاء عن تقديره بمسافة

وكذا محرز المذهب الامام محمد بن بعضهم قدره بها . . . والتعريف احسن

من التحديد لانه لا يوجد ذالك في كل مصر اما هو بحسب كبير

المصر وصغره . . . فالقول بالتحديد بمسافة يخالف التعريف المطلق على

ما صدق عليه بانه المعدل لمصالح المصر فتدفع الاثمة على ان القضاء ما عهد

للبلد العواتي وحوادث المصر كمر كفض التحيل والذواب وجمع العساكر

والخروج للرمي وغيره ذالك وای موضع يحد بمسافة يسع عساكر

مصر ويصلح ميدانا للتحيل والقرمان ورمي النيل والبنديق البارود واعتبار

المصالح وهذا من يد على فرائض الظهور ان التحديد بحسب الامصار "

..... (فتاویٰ الشافعی: ۱۳۹، ۲/۱۲۱، منحة الخائف مع البحر: ۲/۲۳۷،

خلاصة الفتاویٰ: ۲/۲۰۷)

فقہاء کی بیان کردہ یہ تعریف مٹی کے خاکہ کہ بننے پر صادق نہیں آتی کیونکہ مٹی اہل مکہ کے مصالح کے لیے نہیں بلکہ صرف ایام حج میں یہاں حجاج کرام قیام اور قربانی کرتے ہیں اور اس طرح کا قیام تو دیگر مقامات مثلاً عرقات میں بھی ہوتا ہے۔

(۲) قمریہ سطر کے اعتبار سے خاکہ مصر کا حکم ہوا ہے اور انصار و جود غیرہ کے اعتبار سے قنوت مصر کا حکم ہوا ہے، فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قنوت مصر میں جود ہوتا ہے لیکن اگر شہر کا کوئی باسی بیت سطر قنوت مصر میں داخل ہو یا سطر سے باہر ہو قنوت مصر میں داخل ہو تو وہ وہاں قنوت مصر میں قمریہ پڑھے گا اتمام نہیں کرے گا، کیونکہ قنوت مصر کو کوئی اہل مصر کی وجہ سے

مصر کے تابع کہا جاتا ہے، محمد و عیدین چونکہ اہل مصر کی ضروریات میں داخل ہیں اس لیے وہاں مسجد وغیرہ ہوں گے، جب کہ قصر صلوٰۃ اہل مصر کی ضروریات میں داخل نہیں رہے اس لیے اس حکم میں انہیں مصر مصر کے تابع نہیں ہوگا چنانچہ اہل محیط اہرانی میں ہے۔

”وہذا بخلاف ما في مخرج المسافر عن عمران المصّر حيث بقصر الصلوٰۃ لان قضاء المصّر المتعلق بالمصّر فيما كان من حوائج اهل المصّر وقصر الصلوٰۃ ليس من حوائج اهل المصّر لئلا يلحق القضاء بالمصّر في هذا الحكم“
.. (المحيط السرھانی : ۲/۳۳۰، مراقی الفلاح مع الطحطاوی : ۳۲۳/۳۲۳، شرح النظایہ لعلی القاری : ۱/۲۸۹، البحر الرائق : ۲/۲۳۸، مبسوط فقہ حنفی : ۴/۱۷۵)

لہذا اس اعتبار سے بھی حجاج کرام منیٰ میں مسافر ہوں گے اور نماز قصر چھیں گے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جو حجاج ایام حج شروع ہونے سے آئی مدت پہلے مکہ مکرمہ پہنچا ہے کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہو جاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو یہ حجاج یہاں منیٰ میں مسافر شمار ہوگا اور نماز قصر چھے گا اتمام اس کے لیے جائز نہیں ہے، البتہ اگر آبادی کا جو حصہ ہوا یہ حسب اسی رفتار سے جاری رہا اور حکومت سعودیہ نے منیٰ کے چاروں اطراف مکہ کی آبادی پھیلائی کی اجازت دے دی اور آباد کاری ہو گئی تو منیٰ کا یہ میدان اس وقت مکہ مکرمہ کی آبادی کے درمیان آ جائے گا ایسی صورت میں پھر اس کا حکم بھی تبدیل ہو جائے گا اور نماز قصر کی بجائے اتمام صلوٰۃ ہوگا۔

نوٹ: منیٰ کی دوسری طرف جو سعودی حکومت نے چھوٹا منیٰ کے لیے کیپٹیس بنایا ہے اس کی بناء پر حکم قصر میں فرقی نہیں پڑتا اس لیے کہ اس کیپٹیس مکہ کی آبادی کے درمیان منیٰ کا کھلم میدان موجود ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شرعی مسائل پر ملازمت کرنے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸۲) محترم جناب مفتی صاحب اسلام ٹیکم درجہ مفتی و رکن اتحاد

گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل کی وضاحت فرما کر عند اللہ عاجز ہوں۔

- (۱) میں ایک ٹیکسری میں ملازمت کرتا ہوں جو میرے گھر سے تقریباً دو سو کلومیٹر دور ہے میں ٹیکسری میں چارپانچ دن سے زائد ٹیکس ٹھہرتا ہجتنی چارپانچ یا سات دن بعد میں کہیں 20 یا 40 کلومیٹر پر رات گزارتا ہوں تو میں اس صورت میں نماز قصر ادا کروں یا پوری پڑھوں؟ اور میں ٹیکسری میں اقامت کی نیت بھی نہیں کرتا۔
- (۲) اگر میں ٹیکسری میں 15 دن کی نیت کر کے ٹھہر جاؤں 15 دن کے بعد گھر کے رہائیں ٹیکسری آؤں تو اس صورت میں میری پہلی اقامت باقی رہے گی یا پھر سے نیت کرنی ہوگی؟ اور اگر میری نیت 15 دن سے کم ٹھہرنے کی ہو تو میرے لیے نماز کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) جب آپ شرعی مسافت پر ملازمت کرتے ہیں اور ہر چارپانچ روز کے بعد پھر سفر کرنے کا ارادہ ہے تو ٹیکسری میں آپ نماز قصر پڑھیں گے اور اگر چند روز کی نیت ہوگی پھر پوری ادا کریں گے۔
- (۲) وطن اقامت پر چند شرعی سفر سے باہل ہو جاتا ہے اس لیے دوبارہ جب آپ آئیں گے تو پھر سے چند دن کی نیت کرنی ہوگی۔

(۱) "ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية محضة

عشر يوماً أو أكثر كذلك الهداية"۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹)

"ولا يزال المسافر الذي استحكم سفره بمعنى ثلاثة أيام مسافراً يقصر حتى

يدخل مضره يعني وطنه الأصلي أو يرى القامه نصف شهر ببلد أو قرية"

۔۔۔ (مرآۃ الفلاح: ۳۲۵)

(۲) "ويعطل وطن الإقامة بعثله ويعطل ايضاً بانشاء السفر بعده وبالعود للوطن

الأصلي"۔۔۔۔ (مرآۃ الفلاح: ۳۲۹)

"ووطن الإقامة يعطل بوطن الإقامة وبانشاء السفر وبالوطن الأصلي وكذلك

الصين"۔۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وطن اصلی کی رہائش اگر مستقل ترک کی جائے تو کیا کفر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۳): گمراہی قدر حضرت مفتی صاحب اسلام علیہ رحمۃ اللہ دیر کا ہے:

اس سوال کا شرعی جواب لکھ دیں آپ کی کرم کلمہ لازمی اور شفقت ہوگی۔

میرا وطن اصلی لاہور سے اڑھائی سوئیل دور طلیح ایک میں واقع ہے میں خود پچاس سال سے لاہور میں مقیم ہوں۔ وطن اصلی میں مکان اور زمین بھی موجود ہے، مستقل رہائش لاہور میں رکھ لی ہے، ابھی کبھی اپنے وطن میں مقیم اقارب کے ہاتھی ارشاد میں جانا چاہتا ہے وہاں قیام چند روز سے کم ہوتا ہے، اندر میں صورت وہاں جب چاہوں گے لیے جاتا تو نماز پڑھتی اور کھانا کھا کر قہر؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر ایک کی رہائش کو مستقل طور پر ترک کرنے کی نیت نہیں کی تو ایک ابھی تک آپ کا وطن اصلی ہے جتنا عمر بھی قیام کریں گے پوری نماز پڑھیں گے اور اگر آپ نے ایک کی رہائش کو مستقل طور پر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو صرف جائیداد کی موجودگی سے وطن اصلی نہیں رہے گا چند روز سے کم قیام کی صورت میں قہر کرنا ہوگی۔

"وفى المجتبى ظل القرين لهما اذا نزل اهلها ومناعه وبنى له دور وعقدوا له قات

وهذا جواب واقعة ابدلتا بها وكثير من المسلمين الموطنين فى البلاد ولهم

دور وعقدوا فى القرى البعيدة منها يصيرون بها باهلهم ومناعهم فلا بد من

حفظها انهما وطنان له لا يخل احدهما بالآخر".... (البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

"فوله او موطنه اى عزم على التفرقه وعدم الارتحال وان لم يذهل فلو كان له

ابوان ببلد غير مولده وهو بالغ ولم يذهل به فليس ذلك وطنه الا اذا عزم على

التفرقه وله وترك الوطن الذى كان له قبله شرح المنية".... (فتاوى سامی:

۱/۵۸۶)

"المسافر اذا جاوز هجران مصره فللمسافر بعض الطريق لذكره فيا في وطنه

لعزم الرجوع الى الوطن لاجل ذلك ان كان ذلك وطنه اصليا بان كان

مولده وسكن فيه او لم يكن مولده ولكنه تاهل به وجعله دارا يصير مقاما

يسمى بالعزم الى الوطن".... (فتاوى عثمانى على الهندية: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

دلائل کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے ائمہ کرامین کی دورائے ہیں۔

(۱) ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا درحقیقت عذرِ عجزی اور عذرِ عجزی کے نزدیک جائز ہے۔ انہوں نے طیارہ کو سفینہ پر قیاس کیا ہے، چنانچہ دلائل ماضیہ میں رقمطراز ہیں۔

”قلت وكذا تجوز في الطائرة والطبارة لكونه كالسفينة فان في البدائع، والسفينة كالارض لان سيرها غير مضاف اليه فلا يكون مضافا للصلاة بخلاف الدابة فان سيرها مضاف اليه وكذا الطائرة وسيرها لا تضاف اليه فكان بمنزلة الارض فتجوز فيها قائما ان قدر على القيام وان لم يقدر وجعل جريان الخلاف الذي بين الامام وصاحبه في الصلوة في السفينة بهذا ايضا اي في الطائرة والله اعلم“۔ (اعلاء السنن: ۴/۳۱۲)

جب کہ حضرت بخاری رحمہ اللہ اور حضرت تھمالونی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اگر وقت ٹھیکے کا اندیشہ ہو تو چھین اور بعد میں اس کی قضاء کریں، کیونکہ عجز میں زمین پر استحکام بلا واسطہ یا بالواسطہ ضروری ہے، اور ہوائی جہاز میں یہ شرط نہیں پائی جاتی، کیونکہ جہاز کا استحکام دھوپ ہے اور ہوا کا استحکام زمین پر نہیں ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ محفل جو سر یا کپاس پر عجزہ جائز نہیں ہے، کیونکہ زمین پر مستقر انہیں ہے۔

”ولو مسجد على الحشيش او فيمن او على الشطن او الطنفسة او التلج ان اضطرت جهته وانفذ وجد حجه يجوز وان لم تستطع لا“۔ (الهيبة: ۱/۵۰)

”ومن العجيب ان الذي نسخ في الفكر القاصر قبل مدة من الزمان نظرا الى عبارات الفقهاء انه لا يجوز الصلوة في الطائرات عند الحنفية فان شرط

السجدة لا يتحقق هناك لأنها لا بد أن تكون على الأرض أو على ما قام على الأرض والسمك في الجوز والقضاء ليس هكذا لأن نزع الصلوة وهو الذي يقتضيه مسألة لائق الطهורים عند الإمام أبي حنيفة، وإما عند الشافعية فيبهي أن يؤدى لم تقضى بوعدها حمد تؤدى ولا تقضى قيام للمسنة هذه على مسألة لائق الطهורים، ومولانا الشيخ النهاوى في كتابه "بوازير البوازي" جرح إلى عدم جواز الصلوة في الطائرة حيث يقول بعد تفصيل طويل في الصلوة المكتوبة على المركب الهوائى لا يجوز بدون العذر كما هو في حكم الصلوة على الدابة والسفينة السائرة إلى آخر مقال وبالجملة فنرجعت عما استفاد من عبارتى السابقة من الجواز في الطائرات نعم العذر المبيح للقرائن على ظهر الدابة أو السفينة أو السائر فيكون مباحا للصلوة فيها لا مطلقا، والله اعلم بالصواب " ... (معارف السنن: ۳/۳۹۷، ۳۹۶)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا معیارہ کو سفینہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ سفینہ کا استقرار پانی پر ہے، اور پانی کا استقرار زمین پر ہے، جب کہ جہاز کا استقرار ہوا پر ہے اور ہوا کا استقرار زمین پر نہیں ہے۔ "کما علم من عبارات الفقہاء"۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الخامس عشر فی صلوٰۃ الجمعة﴾

بحقی القری:

مسئلہ نمبر (۲۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کرڈھنڈ کے نام سے موسوم ہے جس کی کل آبادی تقریباً 3100 ہے، مذکورہ گاؤں میں ایک گورنمنٹ ہائی سکول ہے اور عورتوں کا ملل سکول بھی ہے اور ایک پرائمری سکول بھی ہے، مذکورہ گاؤں میں گل چھ دکا نہیں ہیں، ان میں سے دو سب سے پارٹس کی ہیں ان میں ڈیزل اور پٹرول بھی ہوتا ہے اور چار پرنٹوں کی ہیں نیز ایک ڈاکخانہ بھی ہے، المختصر ساری چیزیں آسانی سے مل سکتی ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ گاؤں میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتا تو پھر کیا حکم ہے؟ حالانکہ گاؤں میں کئی سالوں سے جمعہ شروع ہے اب ہم ان کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھیں یا اپنی ٹھہر کی نماز پڑھیں، وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صحت جمعہ کے لیے مصر جاتی یا قریہ کیرہ کا ہونا ضروری ہے صورت مسئولہ میں مذکورہ گاؤں نہ مصر مانع ہے اور نہ ہی قریہ کیرہ ہے اس لیے مذکورہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے، اس کو فی اخرونہ کرنے کی کوشش کریں، اگر بخیر نہ کرنے پر مصر ہوں تو اس صورت میں ان کے ساتھ جمعہ کی نماز میں شریک نہ ہوا جائے بلکہ اگر ایک ہے تو الگ اپنی ٹھہر کی نماز ادا کرے اور اگر زیادہ ہیں تو اذان و اقامت کے ساتھ پڑھتے ٹھہر کی نماز ادا کریں۔

”وروی عن ابی حنیفۃ امہ بلدۃ کبیرۃ لیہا سکک واسواق ولہا زماطیق ولہا
وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمہ وحلمہ او علم غیرہ والناس
یرجعون الیہ فی الحوادث وهو الاصح“.... (مناہج الصالح: ۱/۵۸۵)

”وہزارۃ الفہمسانی تقع لرحا فی القصبات والقری الکبیرۃ الی لیہا اسواق
السی قولہ ولہما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس لیہا فاض
ومیر وعطیب کما فی المضمرات والظاهر انہ ارید بہ الکراۃ لکراۃ الثقل
بالجماعۃ الاخری ان فی الجواہر لو صلوا فی القری لزیمہم اداء الظہر“

”ومن لا تحب عليهم الجمعة من أهل القرى والوادى لهم ان يصلوا الظهر
بجماعة يوم الجمعة بالذان وقامة“۔۔۔ (مندیہ: ۱/۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی شرائط:

مسئلہ نمبر (۳۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً ۳۰۰ کے قریب ہے اور اس گاؤں میں ضروریات زندگی کی اشیاء بھی بیکسر نہیں ان گاؤں والوں نے مل کر یہاں پہلے عید کی نماز چھٹا شروع کی اور پھر اس کے بعد جمعہ بھی جاری کر دیا اس گاؤں میں نماز عید اور جمعہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہاں پر جمعہ کی نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو کیا ان لوگوں کے ذمے تعمیر کی نماز کی قضاء ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز جمعہ و میرین کے لیے مصر جامع قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے اور صورت مذکورہ میں آبادی چونکہ قریہ کبیرہ نہیں ہے لہذا اس گاؤں میں نماز جمعہ چھٹا درست نہیں بلکہ گاؤں والوں کے ذمہ تعمیر کی نماز فرض ہے چونکہ گاؤں والوں کے ذمہ نماز ظہر فرض تھی جو انہوں نے ادا نہیں کی بلکہ نماز جمعہ ادا کی جو کر ان کے لیے منوع ہے لہذا ظہر کی نماز کی قضا ادا ان کے ذمہ لازم ہے۔

”ولا تلتزموا شرط فی غیر المعصی بمعنا المعصر حکذا فی الکافی والمصر فی
ظاهر الروایۃ الموضح الذی یکون فیہ مفت ولای فیقیم الحدود ویقف الا حکام
وسلخت استیضہ اسنہ مسی حکذا فی الظہیریۃ والاصوای والاضی
حان“۔۔۔ (المندیہ: ۱/۱۳۵)

”قوله والی القہستانی دایمہ الامن وعبارۃ القہستانی تقع الرضا فی انقصات
والقری الکبیرۃ النی فیہا اسواق“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”قال الشیخ الامام شمس الانبیا السرخسی ظاہر المذهب ان المعصر الجامع
ان یکون فیہ جماعات الناس وجامع واسواق للجزارات وسلطان ولای فیقیم

الحدود ویستلذ الاحکام ویكون فيه معنى اذا لم يكن التالى والسلطان

مفہوم..... (المحیط البرہانی: ۲/۳۳۹)

”الانصری ان لم یس الجواز لو وصلوا الى القرى لزمهم اذا

انظروا“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں جماعتِ کلم:

مسئلہ نمبر (۳۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین بشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ضلع تحصیل ایبٹ آباد کی داخلی بازار ویر خان میں تقریباً تین ماہ سے جمعہ چڑھانا شروع کر دیا گیا ہے بہشتی کی آبادی تقریباً بیس بجیس گھروں پر مشتمل ہے اور کچھ گھر دور ہیں اور کچھ متصل ہیں اور دیگر ارادگروہ بستیوں میں کافی قاصد ہے بہشتی میں ضروریات زندگی میں سے صرف ایک چھوٹی سی پرچن کی دوکان ہے باقی دیگر ضروریات زندگی کے لیے کوئی کھلتا موجود نہیں ہے، تو آیا اس بہشتی میں جمعہ چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

نیز بہشتی منہ سے تقریباً اڑھائی فرانگ پر بازار ویر خان میں دو بڑی مساجد میں نماز جمعہ چڑھایا جاتا ہے، بازار ویر خان کی آبادی تقریباً پانچ سو افراد پر مشتمل ہے، یہاں پر زندگی کی تمام ضروری سہولیات موجود ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

قریب منہ میں شرائطِ صحت ہونے کی وجہ سے جمعہ جائز نہیں آبادی بہت تھوڑی ہے۔

”ویشطرط لصحتها سبعة اشياء الاول المصير وهو ما لا يسع اكبر مساجده

اعله المكلفين بها وعليه القوي اكثر الفقهاء“..... (رحمہ علیہ الرحمہ: ۱/۵۹۰)

صحیح:

جامع التکالیف محترم انتقام حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب مدظلہ العالی اسلام علیکم

آپ کے سابقہ فتوے کے مطابق بہشتی منہ میں نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں، لیکن اس کے باوجود بھی بہشتی منہ میں پانچ سال سے مسلسل جمعہ جاری ہے اب پوچھا ہے کہ کیا اس بہشتی میں جمعہ کو یہی رکنا چاہئے یا نہیں؟ نیز قوی امکان یہ بھی ہے کہ اگر جمعہ کے سلسلے کو روکنے کی کوشش کی گئی تو اکثر روئے رنجی رہے ہوں گے، بلکہ اگر بہشتی منہ میں جمعہ کو

جاری ہی دکھا جائے تو کیا پھر ارد گرد والی بستیوں میں ظہر کی نماز ادا کی جاتی ہے کیا ان پر بھی نماز جو پڑھنا ہستی مند میں ضروری ہوگا یا نہیں؟

جواب صحیح:

صورت مسئلہ میں نماز جو کوئی انھوں بند کرنے کی کوشش کریں اگر اعلیٰ طاقت بند نہ کرنے پر معذور ہیں اور فساد اور انتشار کا خطرہ ہو تو ان کے ساتھ جو کسی نماز میں شریک نہ ہیں بلکہ اگر ایک ہے تو الگ اپنی ظہر کی نماز ادا کرے اور اگر زیادہ ہیں تو اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت ظہر کی نماز ادا کریں، مذکورہ ہستی کے ارد گرد والی بستیوں میں ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے ان پر جو پڑھنا واجب نہیں فرض ظہر ادا کرنا ضروری ہے، اور گزشتہ ظہر کی نمازوں کی قضاء کرنا ضروری ہے۔

”و عبارة الفقهاء اني تقع الرضا في التقصبات والقوى الكبيرة التي فيها اسواق
التي تلوها وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض
ومدير وعطية كمال في المتضررات والظاهر انه اراد به الكراهة لكرهية النقل
بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لم يهمل اداء الظهر“
--- (شامی: ۵۹۰/۱)

”ومن لا تجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبادية لهم ان يصلوا الظهر
بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة“۔۔ (الھندی: ۱۳۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جو کسی اذان اول سے بیچ کے حرام ہونے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو کے دن بیچ حرام ہونے کا حکم اذان سے ۵۵ ہے یا وقت سے ۵۵ ہے؟ اگر اذان سے ہوتا ہے تو اذان اول سے ہوتا ہے یا اذان دہلی سے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

جو کے دن اذان اول کے بعد کسی قسم کی بیچ کرنا حلال النجس میں گل ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے مدد اذان اول سے وقت نہیں۔

”و کفرہ تحریمہا مع الصحة اشار الی وجه تسمیہ المکروه عن الفاسد مع اشترکھما فی حکم المذبح الشرعی والائتم وذلك انه ذمہ من حيث صحته وعدم فساده لان النهی باعتبار معنی مجاوز للبیع لانی صلیہ ولا فی شرائط صحته ومثل هذا النهی لا یوجب الفساد بل الکراهیۃ لم قال قوله عبدالاذان الاول وهو الذی یحب السعی عبده“... (الدر مع الرد: ۳/ ۱۳۷)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں نماز جمعہ:

مسئلہ نمبر (۳۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام و علماء نظام شرعین اس مسئلہ میں

کہ ایک گاؤں میں آبادی دو جزائر اور نمازی پانچ سو ہیں اور آڑھت کی دکان، کریانہ طور پر فحیر کی دکان ہے اس طرح ٹریکٹر، موٹر سائیکلیں، کاریں بھی ہیں اور دوسرے گاؤں سے لوگ بیچ و شراء کے لیے آتے ہیں نیز شہر سے کوئی بھی چیز نہیں جٹ میں آرام سے مل سکتی ہے؟ کیا اس گاؤں میں نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ میں اقویٰ جہاں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صحت جمعہ کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے صورت مسئلہ میں یہ نہ مصر ہے نہ جامع قریہ کبیرہ ہے اس لیے یہاں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

”ما عزوه لانی حلیۃ انه بلدة کبیرة فیها مسکک و اسواق ولها زساتین و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمة و علمہ او علم غیرہ و الناس یرجعون الیه فی الحوادث قال فی البدائع وهو الاصح و تبعه الشارح وهو احسن مالی المختصر“..... (البحر الرائق: ۴/ ۲۴۶)

”و عبارة الفقہستانی تقع لرضا فی التنبیات تقرئ الکبیرة الی فیها اسواق الی قوله و لہما ذکرنا اشارۃ الی انه لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیها خاص ومنہ و خطیب کمالی المصعرات و الظاہر انه ارید به الکراهۃ لکراهۃ النقل

بِالْجَمَاعَةِ الْاُتْرَى اِنْ فِى الْجَوَاهِرِ لَوْ صَلُّوا فِى الْقُرَى لَزُمَهُمْ اَذْنَاءُ الظُّهْرِ

--- (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ہرم جواز جمع پر ایک شبہ کا جواب:

مسئلہ نمبر (۳۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تاری یعنی چالیس چالیس گھروں کا مشتمل ہے ہم اس میں ۱۰۰ مرد جمع ہادی کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے لکھنؤ میں تحریر فرماتے ہیں،

ان چوبیلتیہ میں نماز جمعہ صلیب کے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن انہوں نے جمعہ کی حیثیت کو قائم رکھتے ہوئے عصر کی تعریف میں یہاں تک تہذیل کیا ہے کہ "مالایسع اکبر مساجدہ اہلہ .. عن المکلفین یہاں تک لے آئے، حالانکہ یہ تعریف بہت سارے قری پر صدق آتی ہے جس نماز جمعہ کی حیثیت اور صدارت ہر عالیہ اسلامیہ کا مقتضی یہ ہے کہ نماز جمعہ کر رک نہ کیا جائے اگرچہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے ضمن میں ہو، (کفایت المفتی: ۲/ ۲۰۳)

لہذا کیا اس فتویٰ کے مطابق جواز کی صورت مذکورہ فی سوال لگاؤں "یہاں تک" میں نقل کتنی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

فقہاء کرام نے جمعہ کی ادائیگی کی صحت کے لیے مصر جامع کی شرط لگائی ہے اور صورت مذکورہ بالا میں مصر جامع نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ درست نہیں ہے، نیز "مالایسع اکبر مساجدہ اہلہ" والی عبارت عامہ صاحب کبیری کی عبارت سے مستثنیٰ ہے۔

"حتى التعريف الذى اختاره جماعة من المتأخرين كصاحب المختار والوقاية

وغيره هو هو ما لو اجتمع اهلہ فى اکبر مساجدہ لایسعہم فانه مطلق

یہاں لایسعہ کل فیہا یسع اہلہ و زیادۃ" ... (حلی کبیری: ۳/ ۷۳، ۷۴)

"عن ابی حنیفۃ انه بدلة کبيرة فیہا کتک و اسواق و لہذا ساق و فیہا و ان

بقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ انہم غیرہ يرجع

الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح" ... (حلی کبیری: ۳/ ۷۴)

”وَلَوْلَى الْجِدُّو دَعَاوَى عَنْ هِيَ حَنْفِيَّة كُلِّ بِلْدَةٍ لِهِيَاسِكْ
وَأَسْوَاقِي“۔۔۔ (فيض الباري: ۲/۳۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عین سوکھروئے لگاؤں میں نماز جھکا گئی:

مسئلہ نمبر (۳۹۱)۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں گزشتہ کئی سالوں سے جمعہ کی نماز پوری ہے لیکن اب بعض علماء نے غفلت کی ہے اور ہم جوڑ جہ کے قائل ہو گئے ہیں علماء میں شدید اختلاف ہے بعض وجہ کے قائل اور بعض جوڑ بھی تک جوڑ چھتے رہے ہیں ہم جوڑ کے قائل ہو گئے ہیں، گاؤں کی تحصیل کچھ یوں ہے،

گاؤں میں تین سوکھریں، تیس دکانیں ہیں جن میں تین میڈیکل سٹور ہیں ایک سرکاری ہسپتال ہے ایک شفا خانہ عیادت ہے، اس ساجہ ہیں، ایک اسلامی مدرسہ ہے مین کا اور ایک بنات کا ہے، پرائمری سول گرلز سکول بھی ہے، ضروریات زندگی میسر ہیں، موٹی، لوہا، ہرجام موجود ہیں، مارکیٹ کا نظام بھی ہے، متعدد ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے۔

(۱) اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اگر ناجائز ہے تو جوڑ چھپکے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ عین کی نماز لوعانی ہے یا نہیں؟

(۳) بعض علماء فرماتے ہیں کہ اب بنکر نے میں بدو کا خطرو ہے اس لحاظ میں ماہنامی فرمائیں۔

فیہ مصر اور قریہ کیرہ کی آسان سے آسان الفاظ میں تعریف فرمائیں جو کہ صحت جمعہ کی شرائط میں سے ہے، تاکہ عوام کو بخیر آئے، اللہ رب اعزت آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ ہال گاؤں میں قرآن مجید ہونے کی وجہ سے جمعہ جائز نہیں ہے۔

”وَعِبَارَةُ الْمَفْهُومِ تَلْعُ فَرْحًا فِي الْقَصَبَاتِ وَالْقُرَى الْكَبِيرَةِ الَّتِي
لَهَا اسْوَاقِي“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”وَلِهَذَا ذَكَرْنَا إِشَارَةً إِلَى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي الصُّغُورِ الَّتِي لَيْسَ لَهَا قَاضٍ
وَمِنْهُرُ وَخَطِيبٌ كَذَلِكَ فِي الْمَضْمَرَاتِ“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

اس سے پہلے جتنے جمعہ پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ غمر کی قضاء لازم ہے۔

”الانصری ان فی الحوائج والوصول فی النقری لزومہم اذا

الظہر“..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

مصرح مع اور قرین کچھ وہ ہے جس جگہ بازاری ہیں اور چھوٹے دیہات کے لیے مرجع ہو یا قاضی یا خطیب اور والی اور اور لوگ حوادث اور معاملات حل کرنے کے لیے اس جگہ جمعہ کرتے ہوں۔

”عن امی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اند بلدة کبیرة فیہا سبک واسواق

ولہا سابق ولہا اول یقتدر علی الصاف المظوم من الظالم بحضرتہ وعلمہ

او علم غمرہ یرجع الیہ فیما یقع من الحوادث وهذا

وهو الاصح“..... (حلی کبیری: ۳/۷۴، بدائع الصنائع: ۵۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عید کی نماز سے جو از جمعہ پر استدلال کا جواب:

مسئلہ نمبر (۳۹۶) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں ایک سو فی مکانات پر مشتمل ہے گاؤں میں تقریباً تین مسجد ہیں ایک غیر آباد ہے باقی دو ساجد آباد ہیں دوسرے محل کی مسجد میں لوگوں کے حضور سے حافظ صاحب نے بغیر کسی ملتفی سے فتویٰ لینے کے جمعہ شروع کرادیا جب کہ ہمارے گاؤں میں صرف دو کانیں ہیں بازار ہمارے گاؤں سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہے اس پہلے گاؤں کے کچھ لوگ دوسرے بازار جا کر جمعہ ادا کرتے ہیں نمازیوں کی تعداد تقریباً چوبیس تک ہو جاتی ہے لیکن کچھ اپنے علماء کرام کے حضور سے آپ کو خط لکھ رہے ہیں جب کہ ان کا کہنا ہے کہ یہاں پر جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، جب جمعہ کی نماز نہیں ہوتی تو جو لوگ جمعہ ادا کرتے ہیں ان کی نماز ظہر ہو جاتی ہے ملن کا گناہ جمعہ شروع کرانے والوں پر ہوگا، جب لوگوں سے کہا گیا کہ اس جگہ جمعہ نہیں ہوتا تو وہ کہتے ہیں کہ جدھر عیدین پڑھی جاسکتی ہیں اور جمعہ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

تفصیل سے وضاحت فرمائیں اور فتویٰ جاری کر دیں، جاسو کی میر ضرور دعا کر بھیجیں اللہ تعالیٰ آپ کا حامی

الجواب باسم الملك الوهاب

جواز جمع کے لیے مصر یا قہرہ مصر یا قریہ کیرہ کہ جس میں بازار کا نام وغیرہ ہوں مورد وجہ ایسی ہو کہ اس پاس کے دیہات کے لیے تجارتی مرکز ہو شرط ہے اور مذکورہ ہاں گاؤں میں یہ شرائط مفقود ہیں لہذا اس گاؤں میں جمع جائز نہیں ہے۔

"وفى القهستانى تاليف المنعمين وعبارة القهستانى قطع لرحلى الفصبات

والقرى الكبيرة التى فيها سواقى"..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

"وفى ما ذكرناه إشارة الى انه لا يجوز فى الصغيرة التى ليس فيها سواقى

ومير وخطب"..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

اور گاؤں والوں کا یہ کہنا کہ جہاں عید ہو جاتی ہے وہاں جمع بھی ادا کر سکتے ہیں درست نہیں ہے بلکہ جو شرائط جمع کی ہیں وہی عید کی بھی ہیں سوائے خطبہ کے کہ عید کا خطبہ بعد میں دیا جاتا ہے۔

"تجب صلواتها على من تجب عليه الجمعة بشرائها سوى الخطبة للتهامة

بعدها"..... (رد المحتار: ۱/۶۱۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حجروں کی قراۃ جمع میں شرکت کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر (۳۶۳) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کے قریب پرہے والے گھر میں جو تیس جمع ہو جائیں اور عقد المبارک کی قراۃ امام کے پیچھے ادا کرتی ہوں جبکہ امام کی آواز بذریعہ لوڈ تکمرہن تک صحیح ٹیکنیٹی ہو اور اس وقت میں کوئی غیر آدمی موجود نہیں ہوتا کیا ایسا کرنا جائز ہے جبکہ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ حجروں کا قراۃ عقد المبارک مرد کے پیچھے نہ پڑھنا جائز نہیں وصاف فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

حجروں کا جمع کے لیے آقا موعود ہے خصوصاً اس زمانہ میں کہ عقد قراۃ کا بہت خطرہ ہے اور اگر اتصال مصروف پایا جائے اور امام کی حالت معلوم ہوتی ہو چاہے کسی ذریعہ سے ہو جیسے ٹیکسٹ یا ٹیکسٹ یا ٹیکسٹ وغیرہ سے تو جمع ہو جائے گا اور اگر اتصال مصروف نہ پایا جائے یا امام کی حالت معلوم نہ ہوتی ہو تو اتنا ادا ہی درست نہ ہوگی۔

”و یکره حضور من الجماعة) ولو لجمعة وعینو وعظ (مطلقاً)
 ولو عجزوا لیل (علی المذهب) المظنی به لفساد الزمان قال ابن عابدین
 ائی مذهب المذہبین“۔۔۔ (الدر المختار: ۱/۳۱۸)
 ”ولو قام علی دکان علوج المسجد متصل بالمسجد یجوز الاقضاء لکن
 بشرط اتصال المصروف کذا فی الخلاصة“..... (الہندی: ۱/۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

”البتھر فی التھر“ یعنی گاؤں میں جو کہ شرعی حیثیت کے بارے میں مفصل فتویٰ:

مسئلہ نمبر (۳۹۳): شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی صاحب دہلوی رحمہ اللہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
 کیا لڑاتے ہیں غنائے دین اس سکر میں کہ گاؤں میں جو کہ شرعی صورت کیا ہے؟ اگر کسی گاؤں میں ایک عرصے
 بعد ہو رہا ہو کیا اسے ختم کر دینا چاہیے؟ کسی گاؤں میں جو کہ آقا کرنا کیا ہے؟ اور اگر غلط عقیدہ کے لوگوں کا جو
 ہو رہا ہو تو اس کے مقابلے میں دوسرے جو کہ اجراء کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اس بات پر اثر اختلاف حقائق ہیں کہ ”مصر جامع“ کہ زمرہ کے لیے شرط ہے۔ واضح رہے کہ ”مصر“
 اور ”مصر جامع“ میں لڑاق ہے علامہ سائور شاہ شمیمی رحمۃ اللہ علیہ لڑاتے ہیں:

”واعلم ان القرية والمصر من الاشياء العرفية التي لا تتكاد تنضبط بحال
 وان نص ولذا ترك الفقهاء تعريف المصر على العرف كما ذكره في البدائع
 والماثور جہوا الى تحديدها بالمصر الجامع فهذه الحدود كلها بعد كونها مصر لان
 المصر الجامع اخص من مطلق المصر فقد بدخلق المصر ولا يكون
 جامعاً اور ایت فی عبارة المتقدمین انهم اذا بدکروا الانحلاف
 فی حدود المصر يجعلونه فی الجامع ويقولون احتلوا فی المصر الجامع فهذه
 الحدود كلها بعد كونها مصر لان المصر الجامع..... فثبت منه انهم
 لا يعمنون به تعريف مطلق المصر والناس لمالم يتركوا امرهم طعنوا فی تلك
 الحدود“..... (طیعی الباری: ۲/۳۲۹)

ترجمہ: جان لو کہ قریہ (دیہات) اور مصر (شہر) ان اشیاء عرفیہ میں سے ہیں جن کا انتظام کسی حال میں بھی کرنا (آسان) نہیں، مگر چاہ اس کی طلب میں مصر اور کیا جائے اور ای جہ سے فقہائے مصر کی تعریف عرف پر چھوڑ دی ہے اور "مصر جامع" مطلق مصر سے خاص ہے۔ پس کسی مطلق مصر تحقیق ہوگا اور مصر جامع نہیں ہوگا اور تو نے حقیقت میں کی عبارت میں یہ دیکھ لیا کہ جب وہ مصر کی تعریف میں اختلاف ذکر کرتے ہیں تو اس کو مصر جامع قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں جب فقہاء کرام کا "مصر جامع" میں اختلاف ہے، پس مجھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس سے مطلق مصر مراد نہیں لیتے اور جو لوگ جب فقہائے کرام کے اس امر کا ادراک نہ کر سکے تو تعریضات پر اعتراضات کرنے لگے۔ (۱) فیض الہادی (۳۳۹/۳)

اس کی تائید کے لیے مشہور فقہاء کرام کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

"وظائف الملعب فی بیان حد المصر الجامع ان یکون فیہ سلطان

اوقافہ"۔ (المبسوط للمروسی: ۳۸۷/۲)

"والمصر الجامع کل موضع له امیر"۔۔۔ (الہدایہ: ۱/۱۷۷)

"ثم لا یسلم من معرفة حد المصر الجامع ومعرفة ما یخلف من تواضع"۔ (بدائع

الضمان: ۵۸۳/۱)

وفی حد المصر الجامع القوال... الخ (خلاصۃ الفتاوی: ۲۰۷/۱)

"مصر جامع" کی تعریف میں ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس میں حاکم یا قاضی موجود ہوں۔ (مبسوط)

"مصر جامع" ہر وہ جگہ ہے جس کا کوئی امیر ہو۔ (ہایہ) "مصر جامع" کی تعریف اور ان کے تواضع کی معرفت ضروری

ہے۔ (بدائع) مصر جامع کی تعریف میں خلف قوال ہیں۔ (خلاصۃ الفتاوی)

ان عبارات میں مصر کی تعریف کے دوران اس کے ساتھ لفظ "جامع" کی قید بڑھا کر یہ واضح کر دیا

کہ انہوں نے مطلق مصر کی تعریف عرف پر چھوڑ دی۔ "مصر جامع" کی تعریف عرف پر نہیں چھوڑی بلکہ خود اس کی

تعریف کی ہے۔ لہذا "مصر جامع" کی مختلف تعریضات میں سے اسی تعریف پر عمل جائز ہے جس کا مصاب ترجمان نے

اصول ترجیح کے مطابق راجح قرار دیا ہو تو اس پر عمل جائز نہیں۔

"وان الحکم والفتیہ بالقول المروج جہل و عرق للاجماع وان الحکم

المختلف باطل بالاجماع وان الرجوع عن المتفاد بعد العمل باطل

الافتاؤ هو المحتوی المذهب"

مروج قول پر توی اور فیصلہ کرنا جہالت اور غرق اجماع ہے اسی طرح مختلف مذاہب میں مطلق کر کے فیصلہ کرنا اجماع کی وجہ سے باطل ہے اور تکیہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا باطلان باطل ہے یہی ہمارے مذہب میں اجماع قول ہے۔

اس پر علامہ شامی "تقریر فرماتے ہیں:

"قال العلامة الشربلانی فی رسالۃ العقد الفریدی جواز التقلید مقتضی
مذہب الشافعی کما قالہ السبکی منع العمل بالقول المروج فی القضاء
والاحکام دون العمل لنفسه ومذہب الحنفیہ المنع عن المروج حتی لنفسه
لیکون المروج صار مسوخاً"۔۔۔ (رد المحتار: ۵۵/۱)

ترجمہ "علامہ شربلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ "العقد الفریدی جواز التقلید" میں شوافع کے مذہب کے پس منظر میں فرمایا کہ اجماع و قضاء میں مروج قول پر عمل کرنا منع ہے، البتہ از خود اس پر عمل کر سکتا ہے، جیسا کہ (صحیح ابن ماجہ) میں مروج قول پر عمل کرنا منع ہے، کیونکہ مروج قول منسوخ شمار ہوتا ہے۔"

اس عبارت سے بخوبی معلوم ہوا کہ قول مروج پر عمل جہالت ہے اور اجماع کے خلاف ہے، اب یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ "مہرجان" کی تعریفات کیا ہیں اور حق میں سے راجح کوئی تعریف ہے؟

"ثم لا بد من معرفة حد المصير الجامع ومعرفة ما هو من توابه اما المصير الجامع
لفقد اختلف الاقوال في تحديده ذكر الكرخي ان المصير الجامع ما اقيمت فيه
الحدود وتصلت فيه الاحكام وعن ابى يوسف روايات في الاملاء كل مصر فيه
منبر وفاض يثبذ الاحكام ويقوم الحدود فلهو مصر جامع نجب على هذه الجمعة
وفى رواية قال اذا اجمع في قرية من لا يسمهم مسجلوا احمد بن نهم الامام
جماعة ونصب لهم من يهلى بهم الجمعة وفى رواية لو كان فى القرية عشرة
آلاف او اكثر امرتهم بإقامة الجمعة فيها وقال بعض اصحابنا المصير الجامع
ما يتبع فيه كل محترف بحرفه من سنة الى سنة من غير ان يحتاج الى
الاتصال الى حرفة اخرى وعن ابى عبدالله التلميذ انه قال احسن ما قيل فيه
اذا كانوا اجماعا لو اجتمعوا الى اكبر مساجدهم لم يسمهم ذلك حتى احتاجوا

الشیء بمسجد الجمعة لهذا مصر تقدم فيه الجمعة وقال سليمان الثوري
المصر الجامع ما يعده الناس مصر احد ذكر الامصار المطلقة ومثل امير القاسم
النصار عن حد المصر الذي تجوز فيه الجمعة فقال ان تكون لهم منعة لوجاء
هم عند قلوبنا وعلى دفعه فحينئذ جزا ان بمصر والمصر ان ينصب فيه الحاكم
عدل يجري فيه حكم ما من الاحكام وهو ان يتقدم اليه خصمان ليحكم
بينهما وروى عن ابي حنيفة ان بلدة كبيرة فيها كك واسواق ولها سابق
وفيها زوال يتنازع على انصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره
والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الامصح" - (بدائع الصنائع: ۵۸۴)

ترجمہ: پھر "مصر" مع "کی تعریف اور اس کے توابع کی پیچیدگی ضروری ہے۔" "مصر" جامع کی تعریف میں اقوال
مختلف ہیں، امام کرشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں: کہ "مصر" جامع "وہ ہے جس میں حدود قائم ہوں اور احکام
نافذ ہوں۔ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں کئی روایات ہیں۔ امامی میں ہے کہ ہر ایسا شہر جس
میں خبر بہرہ رفاہی ہو جو احکام کو نافذ کرتا ہو اور حدود قائم کرتا ہو، یہ مصر جامع ہے اور اس کے رہنے والوں پر جو احکام
ہے اور ایک روایت میں ہے فرمایا کہ جب ایک بستی میں اتنے لوگ جمع ہوں جو اس علاقہ کے بڑی مسجد میں نہ آسکتے
ہوں تو امام (امیر) ان کے لیے جامع مسجد بنائے گا اور ان کے لیے خطیب مقرر کر دے گا، جو ان کو جمعہ پڑھائے گا
اور ایک روایت میں ہے اگر بستی میں دس ہزار یا اس سے زیادہ افراد ہوں تو میں اس میں جو قائم کرنے کا حکم دے
دوں گا اور ہمارے بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ "مصر" جامع "وہ ہے کہ ہر ہفتہ اپنے حجرے ایک سال سے دوسرے
سال تک گزار دے سکے اور کسی اور حجرے کی طرف منتقل ہونے کی ضرورت نہ پڑے۔" ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت
ہے کہ جب کوئی "مصر" جامع کہا گیا ہے، اس میں اسن یہ ہے کہ ان کی حالت یہ ہو کہ اگر ان کی مسجد میں سے
سب سے بڑی مسجد میں وہ لوگ جمع ہوں تو ان کو نہ سہجائی ہو اور جامع مسجد بنانے کی ضرورت نہ پڑے تو یہ ایسا شہر ہے
جس میں جو قائم کیا جاسکتا ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "مصر" جامع "وہ ہے کہ جس کو لوگ
شہروں کو گنتے جنت شہر شمار کرتے ہوں۔" ابو القاسم صفار رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شہر کے متعلق پوچھا گیا جس میں جو
جائز ہو تو فرمایا کہ جن علاقوں کو کسی علاقے کی قوت حاصل ہو کہ اگر دشمن (کافر) ان پر حملہ آور ہو تو وہ اپنے دفاع
پر قادر ہوں تو اس جنت مصر (پوٹ) مانا جاتا ہے اور اس کا مصر بنانا یہ ہے کہ اس میں حاکم عدل قائم کر دے دینی طور
کہ وہ فریقین کے درمیان فیصلہ کر دے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ وہ بڑی بستی ہے جس

میں مشاہیر اہلسنن اور ہذا زار ہوں اور اس کے لیے دیہات ہوں اور اس میں ایک حاکم ہو جو مظلوم کے لیے ظالم سے اپنے رعب و پد پھیلے اور اپنے صمم یا دوسرے کے علم سے انصاف دلوانے پر قادر ہوں اور لوگ اس کی طرف حیرت اور درخش مسائل میں رجوع کرتے ہوں اور یہ تفریق سب سے زیادہ اہم ہے۔

اس مہارت سے تکنیکی چیزیں و خدمات کے ساتھ معلوم ہو سکیں:

(۱) قسم لایہ میں معرفۃ حد البصر لجامع " سے معلوم ہوا کہ مصر جامع کی تعریف ضروری ہے، عموماً یہ عرف عام پر چھوڑنا صحیح نہیں، (۲) مصر جامع کی تمام مشہور تقریریں معلوم ہوئیں۔ (۳) آخر میں وہ الامام سے قول مانع متعین فرمایا جس کو علامہ النور شاہ کشمیری نے مصر جامع کی تقریرات میں سے اولی الحدوث قرار دیا ہے۔

”والله أعلم بما روى عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى كل بلد له يهناك

واسواق ونهار سابق "هـ - (البيش الباري: ٢/ ٣٣٠)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح اس قورطب کا بغض فقہ، کرام نے ترجیح دی اس طرح خطہ ہندوستان پر

یعنی "کمال موضع لہ اصبر و فاضلہ الاحکام و بقیہ الخلود" کو بھی بعض فقہاء کرام نے ترجیح دی ہے۔

”قال في شرح النبوة والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذي له

المعروف بقض "....." وخالفه معيار: ١٩٠٩

غیر بعض فقہ کرام نے امام ابو حنیفہ کی اس روایت

«لأنه ما إذا اجتمعوا إلى أكبر مساجدهم للصلوات الخمس لم يسعهم»

— 50 —

”وقال ابو شجاع هذا احسن ما قيل فيه والى الرولوجهة وهو صحيح بحرو عليه

منشئ في البداية ومن المصنفين والفرع على القول

الأعراف ظاهرة تجميعية وأيدته عبدة الشريعة بقوله لظهور القوانين في أحكام

الشرع يهدى إلى اللغة المحدودة في الانصار. "ا" ... (رد المحتار: ١٠٩٠٩)

اب ہمیں ان تین اقوال (جن میں سے ہر ایک کو بعض فقہاء کرام کی طرف سے ترجیح کا شرف حاصل ہے)

میں سے فعل کرنے کے لیے ترجیح دینے کا کیا راستہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان تعیناتوں میں سے پہلے دو قول کو حقیقت اور مصداق کے لحاظ سے ایک ہیں، صرف تعبیر کا فرق ہے جیسا کہ علامہ عثمانی کی عبارت سے واضح طور پر معلوم

اور اپنے ہاتھ میں لے کر

”قال فی شرح النبی والحد المصحح ما احتاره صاحب الہدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود تزییف صدر الشریعۃ لہ عند اعتدالہ عن صاحب الوقایۃ حیث اختار الحد المظلم بظہور التوائی فی الاحکام مزیف فان الامر والقدرة علی انفاذہا علی ما صرح بہ فی النحلة عن ابی حنیفۃ انہ یلحد کثیرۃ فیہا سکتک واسواق ولہا سائق ولہا مال یندر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فی ما ینقع من الحوادث وھذا هو الاصح او الا ان صاحب الہدایۃ ترک ذکر سکتک والرم سائق لان الغالب ان الامر والسائق الذی شانہ القدرة علی تنفیذ الاحکام والتماع الحدود لا ینکون الا علی بلد کذلک۔ او“

(رد المحتار: ۱/۵۹۰، فیض الباری: ۴/۳۳)

ترجمہ: شرح النبی میں فرمایا کہ ”مصر جامع“ کی صحیح تشریف وہی ہے جس کو صاحب ”جایہ“ نے اختیار کیا ہے کہ جس شریک امیر اور قاضی اور جراح کام شریعہ اور حدود کو نافذ کرے وہی ”مصر جامع“ ہے جبکہ صدر الشریعہ نے صاحب الوقایہ سے معذرت کرتے وقت اس قول کی تزییف کی چنانچہ اس نے احکام میں کوٹاہی کے باعث صاحب تشریف کو اختیار کیا جو کہ ٹھیک نہیں کیونکہ قاضی حدود سے مراد اس کے قاضی پر قدرت رکھتا ہے جس کی تصریح ”تختہ“ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے موجود ہے کہ ”مصر جامع“ اس بڑے شہر کو کہتے ہیں کہ جس میں شاہراہیں، بازاریں اور اس کے دیہات ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو اپنے دھبہ اور علم کے ذریعے یا کسی دوسرے شخص کے علم کے ذریعے مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانے پر قادر ہو اور لوگ اپنے مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے ہوں یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔ البتہ (صاحب جایہ) نے سنگ دور رسائیں کو ذکر نہیں کیا کیونکہ قاضی طور پر ایسا قاضی یا امیر جراح کام کے نفاذ اور حدود کے قائم کرنے پر قادر ہو جیسے ہی شہر میں موجود ہوتے ہیں۔

اس عبارت میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس وضاحت کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ تعداد صرف دو اقول میں ہے ایک ظاہر اور دوسرا کثر متون سے ”کہ امیر وقاض۔“ کی عبارت سے ذکر کر لیا گیا ہے جس کو صاحب ”تختہ“ نے معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے، دوسری دو روایت جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ”اکبر مساجدہ“ کے متون سے منقول اور مشہور ہے اب یہاں اصول ترجیح کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) "فی قضاء الفرائض من البحر من انه اذا اختلف الصحيح والقوی فالعمل

بماوافق المتن اولى"۔۔۔ (مختار: ۵۳/۱)

ترجمہ: "بحر" کے باب "قضاء الفرائض" میں ہے کہ جب صحیح اور قوی میں اہم اختلاف ہو جائے تو متن کے موافق قول پر عمل کرنا بہتر ہے۔

البحر اہل اہل کے قضاء الفرائض میں ہے کہ جب صحیح اور قوی میں اختلاف واقع ہو تو اس قول پر عمل کرنا اولیٰ ہے، جو متن کے موافق ہو۔

(۲) "وکذا لا یغیر لو کان احدہما قول الامام والاخر قول غیرہ لانه اذا تعارض

المصیحان لم یطأطر جماعی الاصل وهو تعلیم قول الامام بل فی شہادات

الفتاویٰ الخیرۃ المقر وعندنا انه لا ینفی وبعمل الایقول الامام الاعظم

ولا یعدل عنہ الی قولہما لانه صاحب المذہب والامام مقدم"۔۔۔ (رد

المحتار: ۵۳/۱)

اور اسی طرح اہل بیت میں کیا جائے اگر دونوں میں سے ایک امام (ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کا ہو اور دوسرا غیر کا ہو، کیونکہ جب دو صحیح متعارض ہو گئیں تو دونوں ساتھ ہو گئیں اور ہم نے اصل کی طرف رجوع کرنا اور یہ قول امام کو مقدم کرنا ہے بلکہ قادیانی غیر یہ کی شہادات میں ہے کہ ہمارے ہاں یہ مقرر ہے کہ نہ فتویٰ دیا جائے گا اور نہ عمل کیا جائے گا مگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اور اس سے صاحبین رحمۃ اللہ کے قول کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی صاحب مذہب اور امام مقدم ہے۔

(۳) "وکذا لو کان احدهما ظاهر الرواية وبه صرح فی کتاب الفرائض

من البحر حيث قال الفتویٰ اذا اختلفت کتاب الترجیح لظاهر الروایة وفيه

من باب المصروف اذا اختلف المصیح وجب التخص عن ظاهر الروایة

والرجوع الیہا"۔۔۔ (رد المحتار: ۵۳/۱)

ترجمہ: اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک ظاہر الروایہ ہو اور اس پر صاحب بحر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الفرائض میں تصریح کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ فتویٰ میں جب اختلاف ہو جائے تو ترجیح ظاہر الروایہ کو ہوگی اور اسی بحر کے باب المصروف میں ہے کہ جب صحیح مختلف ہو جاتی ہے تو ظاہر الروایہ کی تلاش اور ان کی طرف رجوع واجب ہے۔

مذکورہ تینوں اصول ترجیح کے لحاظ سے ظاہر الروایہ پر عمل کرنا ضروری ہے، نیز تحقیق صبی رحمۃ اللہ علیہ نے

”اکبر مساجدہ“ کی قریف پر نقش وادار کے ذکر وادار ہے کہ اس سے حرمین شریفین قرنی میں شامل ہو جائیں گے جبکہ چھوٹے چھوٹے دیہات مصر میں جائیں گے۔ (نویۃ المستمل: ۵۱۸)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں:
کہ ہندوستان میں جودان بھگوں میں جائز ہے جہاں حاکم مجاز رہا ہو کسی ایسی جہاں میں جہاں کوئی حاکم مجاز نہ ہو جو صحیح نہیں اور نہ وہاں کے باشندوں پر جو فرض ہے۔ (کفایت المفتی: ۱۸۷/۳)
یہ تو فتنی لٹاؤ سے اس مسئلہ کی تحقیق تھی اور شیخ رہے کہ حدیث کے لحاظ سے بھی حنفی مسلک اس مسئلہ میں بہت مضبوط ہے صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

”قالت کسان المسلمین یصابون الجمعة من مساؤلهم والعوالی

الحدیث“۔ (البخاری: ۱۲۳/۱)

ترجمہ فرماتی ہیں کہ لوگ ہادی ہادی اپنے گروہوں اور حدیث کے اطراف ہندو دیہات (جہنم، ہارمیل، لاملہ) پر واقع تھیں) سے جو شیش یا کرتے تھے محدث مصر طرام بخاری نور اللہ مرقدہ اس کی تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ای یامون نوبة لوبة تحضر طائفة فی جمعة وطائفة اخرى فی جمعة اخرى
فهذا یفهم انہ فی عدم الامة الجمعة فی الثقوی والنداء وحسبہ
مولانا شہداء احمد الکنکوی فی رسالہ اوقاف الثوری فی تحقیق الجمعة فی
الثری وابسطہ منہ فی ”حسن الثوری“ للشیخ محمود حسن الدیوبندی
واصلہ من البدیعینی فی الجمعة“..... (۳۳۶/۳)

”والفتح لقا لاردا علی کلام الثوری: لانه لو کان واجبا علی اهل العوالی
ماکانوا یؤا لکانوا یحضرون ایضا“۔ (۳۳۶/۳)

”وراد الشیخ المحدث الکنکوی بیان الحافظ ابن حجر لو انصف
مزیدوا من نظره لقل ان الجمعة ما تصح الا متھا فی الثوری والافکیف یستقیم
ان یرخص البقیة من الصحابة الذین لم یحضروا مسجد رسول اللہ ﷺ ان
یتخلفوا عن الامة الجمعة التي قد حدث الشارح علی فضلھا وروغب الیہ الناس
وفیہا من انواع البرکات والاجور وانہ ﷺ لنداء عندنا وک الجمعة
وعید اللہ فی احادیث وہم کانوا اخر من الناس علی الثغیرات وأرغیہم فی

الحسنات والبرم الناس للطاعات وامور البر والترك الناس للمعكرات والمعاصي ثم هو ﷺ كان ارحم الناس في ارشاد الصحابة الى امثال هذه الفضائل والنبيه على تفسير صدر عنهم في مثل هذه المهمات والعرالى اقرب موضح المدينة فتحضر طائفة الى مسجد رسول الله ﷺ وتختلف اعرون ثم لا يلبثون الجمعة في مسجدهم بقاء وهو ﷺ يعلم كل ذلك ثم لا يأمرهم بمعروف ولا ينہاهم عن منکر لهذا اوضح دليل والقوى حجة على ان الجمعة ما كانت تلزمهم في تلك القرى الصغيرة والا ما كانت تقوت بغيرهم في العواشي والماکانوا يحضرون الجمعة مساربة لكني يظهر الى الذين ويعلموا مسائل الشرع المعین. ۱۰ - - (معارف السنن: ۳/۳۳۶، ۳۳۷)

یعنی باری باری آتے تھے ایک جماعت ایک مسجد کو اور دوسری جماعت دوسرے مسجد کو کہیں کہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ اتنا ہے کہ یہاں میں جموعہ قائم نہیں کرتا ہے۔ اور سوا تا شیعہ احمد ٹنگلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "اولیٰ القری فی تحقیق الجمعة فی القری" میں اس بات کی احضات کی ہے اور حضرت مولانا گھوٹا مین دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے "امن اقری" میں اس سے بھی زیادہ تفصیل کی ہے اور اس کی اصل حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی رحمۃ اللہ علیہ کی حوالہ دیتی ہیں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی فتح الباری سے ماخوذ ہے، جہاں انہوں نے قرطبی کے کام پر رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر محمد بالائی بستیوں پر واجب ہوتا تو وہ باری باری سے نہ آتے بلکہ سب کے سب حاضر ہوتے، حضرت محدث ٹنگلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اضافی بھی کیا ہے کہ اگر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے انصاف اور دینی نظر سے کام لیا ہوتا تو وہ ضرور کہہ دیتے کہ یہاں جموعہ قائم کرنا صحیح نہیں اور نہ کیسے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم جو مسجد نبوی میں حاضر نہ تھے؟ جموعہ سے روہا ہے پر راضی ہوتے۔ جس کے فضائل کی تفصیل پر شریعت نے ابھارا ہے اور لوگوں کی اس کی ترقیب دی ہے اور اس میں تمام قسم کی برکات اور انوار ہیں اور نہ کہ جموعہ کو حضور ﷺ نے احادیث کے اندر شدید و عید ثانی ہے۔ اور وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) دوسرے لوگوں سے بھلائیوں پر زیادہ حریص اور نیکوں کے شوقین تھے اور دیگر لوگوں سے اعلیٰ امت اور امور خیر سے زیادہ چٹنے والے تھے اور منکرات و معاصی کو بہت چھوڑنے والے تھے پھر نبوی کریم ﷺ فضائل کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی راضی کرنے اور اپنے اہم امور میں کجائی پر تنبیہ کرنے کے بارے میں ارحم الناس تھے اور کوئی حد نہ منودہ کے قریب نہ تھا، یہی بہت لوگ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حاضر ہوتے اور کچھ لوگ وہاں بیچھے رہ جاتے اور دیگر مسجد بقاء میں بھی جموعہ قائم نہیں کرتے تھے اور حضور ﷺ کو یہ

سب کچھ معلوم تھا، مگر بھی ان کو سہرا المعروف نہ کرتے اور نہ کرتے منع نہ فرماتے، یہی یہ واضح دلیل اور قوی تر جہت ہے، اس بات پر کہ ان چھوٹی باتوں میں جو لازم تھا وہ نہ ہوئی میں پیچھے ہٹنے والوں سے جو نفرت نہ ہوتی اور وہ ہار کی باری اس لیے حاضر ہوتے تھے تاکہ دین کی کچھ حاصل کر لیں اور شرع حنین کے مسائل سمجھ لیں۔

نماز جمعہ بالا جماع فرض ہے اب اگر قمری میں جو کہ نماز صحیح ہوتی تو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی رو سے حدیث میں نہ آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، صحیحین ہر ایک المرض اور سید الانبیاء علیہ السلام اس منکر پر خاموشی اختیار کرتے والوں میں سے ہوں گے، جو عقل و عقل کے خلاف ہے، مجھے اس دور کے ان عوام اور علماء کرام پر تعجب ہے جو "بحوثی القری" پر مصر ہیں کیا یہ عوام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، صحیحین سے زیادہ عقل کے عاشق ہیں؟ یا اس دور کے علمائے کرام، سید الانبیاء علیہ السلام سے زیادہ تبلیغ کے عاشق ہیں؟ اگر نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو کیوں ایک مرض قطعی (لز زکیر) کو ضعیف روایات کا سہارا لے کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ فی اللہ وقامۃ لہیبة الشفاہ۔

مزید برآں خیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی جو مصنف عبدالرزاق میں صحیح سند سے مروی ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اندازے میں اس کو تسلیم کر لیا ہے کہ "لا یشریق ولا جمعة الا فی مصر جامع" ان کے اس قول نے جو حدیث القری کے عدم جواز پر میرا قد قی ثبت کر دی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی میں قی ہوا اہل بیت کے درمیان صحت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ پر "مصر جامع" کی تعریف صادق نہ ہو وہاں نماز جو شخص ہے واضح رہے کہ "قصبہ" اور "قریہ کبیرہ" "مصر جامع" سے کوئی تباہی چیز نہیں بلکہ مصر جامع کی ایک نوع ہے جیسا کہ فقہ، کرام کی عبارات سے واضح طور پر معلوم ہوا ہے۔

"وعبادۃ الفہستانی ونفع لفرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق

لان ابو القاسم ہذا لا یحلف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع

واداء الجمعة لان ہذا مجتہد فیہ لانا اتصل بہ بالحکم صار مجتمعا علیہ

ولہذا ذکرنا اشارۃ الی انہ لا یجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا القاض

ومیر وخطیب کما فی المصنعات، ا۔۔۔ (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

عبارات مذکورہ سے مصنف حواجی عالم دین، بخوبی معلوم کر سکتا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ مصر جامع ہی کی ایک نوع ہے لہذا جو حضرات "قریہ کبیرہ" کا سہارا لے کر ایسے ویہت میں نماز جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں جہاں نہ حاکم مجاز ہے اور نہ بازار ہیں بخدہ حق کے کہ اس سے صحیح نہیں۔۔۔ واضح رہے کہ "مصر جامع" واجب جمعہ اور صحت جمعہ دونوں کے لیے شرط ہے لہذا جہاں اور جس ہستی پر "مصر جامع" کی طعن پر تعریف صادق نہ آتی ہو وہاں جمعہ پڑھنا گنہ ہے بلکہ گنہ گناہوں پر مشتمل ہے۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں:

”اور جمعہ (فی القریٰ) اپنے منہ سے اپنے مذہب سے چند کروات (اور حرام) کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے اور اہل کی جماعت ... دوم تو اہل نہ رہیں ... سوم غیر لازم کا التزام ... چہاں ترک جماعت فرض علیہ ... بلکہ اگر کوئی علیہ نہ چڑھے تو ترکہ فریضہ کو حرام اور فسخ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مصر شرعاً حجاز سے ہے۔ پس یہ احتمال بھی دفع ہو گیا کہ اگر واجب نہیں تو جمعہ نہ ہو جائے گا۔“ (نداء الفتاویٰ: ۱۷۶)

”اما المصير الجامع لشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اداها عند اصحابنا حتى لا تلجب الجمعة الاعلى اهل المصير ومن كان ساكناً في توابعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصير وتوابعه فلا تلجب على اهل القري التي ليست من توابع المصير ولا يصح اداء الجمعة فيها“ . . (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

ترجمہ: ”مصر جامع“ ہمارے اصحاب کے نزدیک جمعہ کے وجوب اور اس کی صحت کی ادائیگی کے لیے شرط ہے چنانچہ جمعہ صرف شہروں، دہلوں اور جرائم کے توابع اور متصل علاقوں میں رہتے ہوں ان پر واجب ہے اسی طرح جمعہ کی ادائیگی صرف ”مصر“ اور اس کے توابع میں ہی کی جائے گی لہذا ان کا بھی دہلوں پر واجب نہیں جو ”مصر“ کے توابع میں سے نہیں اور نہ ہی جمعہ کی ادائیگی وہاں درست ہے۔

”ان صلى الجمعة اهل قرية لا يبال لهما مصر شرعاً لا يسلط الظاهر عن ذمتهم وان صلى الظاهر فرضاً يعصى بكبيرة لترك الواجب اى جماعة الظهور بائنا جماعة القبل وهذا من لياحة عظيمة“ . . (غزير الفتاوى: ۵/۳۸)

پس اگر دیہات والوں نے جمعہ قائم کیا تو اس کو (جمعہ کی وجہ سے) شرعاً ”مصر“ نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی علیہ کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط ہوگی اور اگر علیہ کی نماز اکیلا کیلئے پڑھی تو واجب (یعنی جماعت) کے ترک کی وجہ سے کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے واجب کا ترک جو کہ قتل نماز کو جماعت سے ادا کرنے کی وجہ سے واقع ہوا ہے یہ بھی بڑی قیاحت ہے۔

”وفى القنية صلاة العبد في القري تذكره تحريماً اي لانه اشتغال بما لا يصح لان المصير شرط الصحة (فحوله صلاة العبد) ومثله الجمعة“ . . (رد المحتار: ۱/۶۱۱)

ترجمہ: ”میں ہے کہ گاؤں یا دیہات میں عید کی نماز کا تم کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ غیر صحیح کام میں اپنے آپ کو مشغول کرنا ہے کیونکہ ”مصر“ اس کی صحت کے لیے شرط ہے (قول: ملا قا حید) اور یہی حکم جس کا بھی ہے۔

”والله اعلم ان مدبال کمر اعد کمر اعدہ الفضل بالجماعۃ الاخریٰ بن لسی

البحر اعر الوصلو علی القریٰ ثم یم اداء الفطرہ۔ لا۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

لہذا ہر ایسی جگہ جہاں شرعاً نماز جو جائز نہیں اور شروع ہو چکی ہو تو اس کا بند کرنا نہایت ضروری ہے۔

اب ان اذکار پر وہ کاہرہ لیتے ہیں جن کی وجہ سے بعض حنفی ”جمعیۃ القریٰ“ پر مصر ہیں:

(۱) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حدہ حقیرے کے لوگ ہمارے گاؤں میں نماز جو ادا کر رہے ہیں، لہذا اس کے مقابلہ کے لیے ہم نے بھی جو شروع کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کا مقابلہ جائز طریقہ سے کوئی دین نہیں۔

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا ہے کہ ایک گاؤں میں جماعت احمدی (مرزائی) کا بہت زور تھا۔ ہندو نے وہاں اشاعت اسلام کی۔ ایک برس میں وہ تمام اہل گاؤں راہ راست پائے اور سارے سات ماہ آدمیوں کے کہ وہ اس راہ پر پختہ ہیں اور مسجد میں نماز داخل ہو گیا ہے ان کو جگہ نہیں دیتے، چونکہ گاؤں مذکورہ میں شرائط جو نہیں پائی جاتیں صرف بمقابلہ کو دور کرنے کے لیے اگر چند عرصہ مصلح نماز جو پڑھی جائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

مفتی صاحب موصوف جواب تحریر فرماتے ہیں: چھوٹے گاؤں میں حنفیہ کے مذہب میں جو کا تم کرنے کی اجازت نہیں ہے اور جو اوائش ہوتا بلکہ مکروہ ہوتا ہے تو کسی رعایت کی وجہ سے فعل مکروہ کو اختیار کرنا اور جماعت فرض غیر کو ترک کرنا کئی نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کو دوسرے طریقے سے سمجھا دیجئے اور کبھی بھی مجمع کر کے بار بار جو جمع کر کے تکبیر کی نماز پڑھ کر ان کو باطنی و ظاہری سمجھا دیا جائے اور مسائل بخلا دیجئے لفظ۔ (عزیز الفتاویٰ: ۹۵/۵)

(۲) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ہم اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کرام کے مذہب پر عمل کرتے ہیں اس کے حلق حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”اور حنفیہ کو مذہب دیگر اس مسئلہ میں غم کرنے کی فقہاء نے اجازت نہیں دی اور ہم لوگ پابند ہیں اس امر کے کہ جس جگہ اور جس مسئلہ میں ہمارے فقہاء کرام نے فتویٰ غیر کے مذہب پر دے دیا ہے اس پر عمل کیا جائے گا ورنہ نہیں، مذہب مستحق الآخر کے بارے میں فقہاء حنفیہ نے اہم مالک کے مذہب پر فتویٰ دے دیا ہے اس پر عمل کیا جائے گا یا ہی طرح جس مسئلہ میں تصریح فقہاء کی ہے وہاں عمل کر سکتے ہیں اور جس جگہ تصریح ان حضرات کی نہیں وہاں عمل نہیں کر سکتے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم: ۴۳/۵)

اسی فتاویٰ کے ص: ۱۵۶ میں لکھتے ہیں کہ

وفاہر است کہ کسانیکہ نماز جمود و ریہات بتکلیف شائعہ اور تکلیف و در نماز و حج گاہ و شرائک قعود و دیگر بر مسک شائعہ عمل بتکلیف اس را بتکلیف منکر و بدو بتکلیف نزدیکہاء باطل است۔ نہیں قول بعض علماء حنفیہ و دیگرہ جواز اصولۃ جمود و ریہات بتکلیف شافعی ہرگز صحیح و درست نیست۔ و نماز جمود و اشتیان نزدیکہ منکر و بدو نزدیکہ شائعہ پر گناہ ترک نماز ظہر و قیام جمود بصورت عدم جواز اور بدوئے لازم آید۔

(۳) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جہاں جمود شروع ہو وہاں بندہ کیا جائے کیونکہ اس میں شہاد کا خطرہ ہے۔ جواب عرض ہے کہ اس قسم کا قول احناف کے اکثر مجتہدین و مرہب تخریج صاحب تحقیق کا قول ترجیح میں سے کسی مستثنیہ کا ہمیں معلوم نہیں ہو اور چودھویں یا چھوہویں صدی کے مسئلہ محل مفتی کا قول جہت نہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند جملے اس مسئلے میں مجھے پسند آئے ہیں بلکہ نقل کرتا ہوں۔

”اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ جہاں جمود شروع ہو وہاں بندہ کیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ سمجھا دیا جائے اس کے باوجود کوئی نہیں اسکا تودہ اپنے عمل کا خود مزہ دے مگر خود جمود چھٹا کی جاں میں درست نہیں اور یہ جو کہہ جاتا ہے کہ اس سے انتظار رہا گیا یہ ایک وجہ صحیح ہے کہ لوگوں پر حمل غالب ہے مگر یہ بھی اس امر کے لیے کافی نہیں کہ اس برکت کا خود ارتکاب کیا جائے۔ راقم الحروف اپنے گاؤں میں طالب علمی کے زمانے میں خود جمود چھٹا تا تھا۔ لیکن مسئلہ کا علم ہوا تو جمود بند کر دینے کا اعلان کر دیا، الحمد للہ نہ کوئی مرتد ہوا نہ کسی نے نماز چھوڑ دی البتہ ایسے بدوین لوگ جن کو نماز اور مسجد سے کوئی واسطہ نہیں اب بھی کچھ چینی کرتے ہیں سو ایسے لوگوں کی کچھ جتنیوں سے گھبرا کر شرعی مسائل کا اگر جلد دیا جائے تو بدین اسلام کی عقل ہی مسخ ہو جائے گی۔“

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ۳۹۸:۲)

خلاصہ یہ کہ جس آبادی پر ”مصر جامع“ کی تعریف صادق نہ آتی ہو وہاں نماز جمود جائز نہیں، خود نہیں چھٹا ہے اور دوسروں کو سمجھانا ہے اگر مان جائیں فیماوردن لڑائی کا حق آپ کو حاصل نہیں۔

”مصر جامع“ کی مفتی پر اور داغ تعریف یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں شاہراہیں، بازار یا ایسا حاکم ہو جو اپنی قوت اور غلبہ سے ظالم سے مظلوم کو انصاف دلا سکے جس کی مفصل تحقیق پہلے گزر چکی ہے قصہ اور تو یہ کبیرہ ”مصر جامع“ کی ایک نوع ہے اس کی تائید میں مناسب کلمات ہوں کہ حضرت امین لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کر کے ہر قصہ حق ثابت کر لوں فرماتے ہیں:

یہ مذہب نقلی میں مصرع و مثنوی علیہ ہے کہ مصرع شراکہ جمع سے ہے اور اہل قادیانی نے قصبات و قریہ کبیرہ کو حکم مصر میں فرمایا ہے:

”کمالی رد المحتار عن القہستانی و تقع لرضائی القصبات و القریہ الکبیرة
التي فيها اسواق... لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها الاض و منبر و خطيب
کمالی المضمرات“

رہا یہ کہ مصر اور قصبہ اور قریہ کبیرہ کی کیا حقیقت ہے، مصر کے بارے میں خود صاحب مذہب کا جواز ہے
اس کو مدد شامی نے تحت سے اس طرح نقل کیا ہے:

”عن امی حنیفة لله بلدة کبيرة و هذا هو الاصح“

اور قریہ کبیرہ کی تعریف ادب کی مہارت سے معلوم ہوتی ہے جس کا حاصل فقط اسواق و قاضی میں نمود کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی آبادی مصر کی ہی ہو یا اس میں حاکم بھی ہو۔

(اورالفتاویٰ ج ۲ ص ۴۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورت کا نماز جمعہ پڑھنا اور پڑھانا:

مسئلہ نمبر (۳۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا جمعہ کا یہ ان تہب کر کے کرنا،
جہاں مردوں اور عورتوں کا اجتماع ہو یا کسی مسجد کی بنا پر عورت نامست کرنا کتنی ہے یا نہیں؟ بیجا تو جہاں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ جہاں مرد اور عورتیں دونوں ہوں یا صرف مرد ہی ہوں تو امام مرد ہی ہوگا، کسی عورت کے لیے
جائز نہیں ہے کہ مردوں کو نماز پڑھانے چاہے وہ جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز، اسی طرح کسی عورت کے لیے جائز نہیں
کہ جمعہ کا یہ ان تہب کرے، اور عورت کا صرف مردوں کو نامست کرنا مکروہ ہے۔

”ذکر الامام ابو العباس القوطی فی کتابہ فی السماع ولا یظن من لا فطنة عنده
انما اذا التماسوت المرأة عورة انما یبدل الذک کلامہا لان ذلک لیس بصحیح
لانتانہیز الکلام مع النساء للاجانب و محاورہن عند الحاجة الی ذلک“

ولا تجز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليدها ولا تقطيعها المألى ذلك من استعمال الرجال اليهن وتحريك الشهوات منهم ومن هذا لم يحزان تولى المرأة"۔۔۔ (ردالمحتار: ۱/۲۹۹)

"وقال في موضع آخر (وقوله لا القامها) أى لا القامة المرأة الجمعة"۔۔۔ (ردالمحتار: ۱/۵۹۱)

"ولا يجوز الاقتداء بالكافر ولا القداء الرجل بالمرأة لأن الكافر ليس من أهل الصلوٰۃ والمرأة ليست من أهل إمامة الرجال فكانت صلاحها عند ما على الرجل فلانعدم معنى الاقتداء وهو البناء"۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/۳۵۲)

"(جماعة النساء) أى كره جماعة النساء لأنها لا يجوز عن ارتكاب محرم وهو قيام الإمام وسط الصف ليكره كالمرأة كذا فى الهداية وهو يدل على أنها كراهة تحريم لأن التقدم واجب على الإمام للمواظبة من النبي ﷺ وترك الواجب موجب لكراهة التحريم المقتضية للاحتم"۔۔۔ (البحر الرائق: ۱/۳۱۴)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بلاتذره بعد مجاوز کر تھیں نہ جاتا:

مسئلہ نمبر (۱۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی مجتہد کے پیشِ آخر جو کہ امام صاحب کے کردار کی وجہ سے مقتدیوں کے درمیان پیدا ہوا تھا امام صاحب کو ہر طرف گرد کیا گیا اور مسجد کی انتظامیہ اور محلہ دار امام صاحب کے کردار کی وجہ سے مخالف ہو گئے لیکن ایک گھر کے دو داخلہ اور ان کی چھوٹی بیولا دار امام صاحب کے حامی تھے باقی سب مخالف تھے اور اکثر قری دانے کی بنیاد پر امام صاحب کو ہر طرف کر کے اب نے امام لایا گیا، جس پر تمام انتظامیہ اور محلہ دار مشتعل ہیں لیکن وہ دو داخلہ اور پچھلے امام صاحب کے حامی تھے وہ اب اس نئے امام کے پیچھے نماز جمعوں اور دوسری نمازیں نہیں پڑھتے لیکن جب جمعوں یا دوسری نمازوں کے لیے اذان ہوتی ہے تو وہ لوگ مسجد میں بر وقت آ کر بیٹھ جاتے ہیں جب جمعوں یا دوسری نمازیں جماعت کھڑی ہوتی ہے تو وہ اپنی اکیلا کھیلے نماز شروع کر دیتے ہیں مگر دوسری قریبی مسجد میں جو کہ ایک یا دو گھروں کے فاصلہ پر ہے وہاں جمعوں یا نماز پڑھنے نہیں جاتے

بلکہ وہ ہیں خود اور عباد کی وجہ سے جو وہ اپنے دن نماز جمعہ کو چھوڑ کر ظہر کی نماز پڑھتے ہیں اور اس طرح دوسری نمازیں بھی پڑھتے ہیں اب ان دو شخصوں کے بارے میں کیا حکم ہے کہ ان کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صوت مرقوم میں بغیر کسی عذر کے نماز جمعہ چھوڑ کر ظہر کی نماز پڑھنا حرام ہے اور یہ عذر نماز جمعہ چھوڑنے کی وجہ سے وہ شخص ٹیٹھا ہو گا، البتہ یہ شخص نماز جمعہ کے بعد مسجد میں پہنچا ہو تو اس کے لیے ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور ہے کہ اگر نمازیں علیحدہ پڑھنے کی صورت میں اور ہو جائیں گی لیکن ایسے شخص کو تعزیر لگائی جائے گی اور اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

”وإن عقد الجمعة (جمعہ) ہی بحضورهم بالطريق الأولى (و حرم لمن لا صلواته صلاة الظهر قبلها) أما بعد ما خلا مكره غايه في يومها بمصر لم يكتف به سبب التفتوت الجمعة وهو حرام، قوله (فلا يكره) بل هو فحش عليه لقوات الجمعة قال في البحر فطس الصلاة غير مكرهة وتفتوت الجمعة حرام وهو من يدل المالئنا اه يعني ان الذكر اهة ليست لذات الصلاة بل لخارج عنها وهو كونها سبب التفتوت الجمعة بدليل انه لو صلاها بعد فوات الجمعة لم يكره فعلها بعد ما بل يجب، وقد يقال مراد الغاية عدم الذكر اهة عند الانشاء في صحة الجمعة فيكون السر ان فعلها بعد صلاته للجمعة لا بعد فواتها فامل“..... (رد المحتار: ۱/ ۶۰۳)

”ولو اتضح الصلاة لم اقيم في مسجده قالوا بانه يقطع الصلاة ويصلي بالجماعة ما لم يصل اكثر الصلاة ولو اتضح الصلاة في منزله ثم سمع الإقامة في مسجده او في مسجد آخر فانه يتم الصلاة“ . (فتاویٰ خان: ۱/ ۶۷۷)

”وقال محمّد في الاصل اعلم ان الجماعة سنة مؤكدة لا يبرح عن الترك فيها الا بضرر مرض او غيره واول هذا الكلام يقيد بالسنة وآخره يقيد بحرب وهو الظاهر..... وكذا تسمية من مسعودها سنة المراد وجوبها بالسنة ويدل عليه قوله ولو تركتم سنة نبيكم افضل لكم وكذا الاحكام يدل على الوجوب من

ان تارکھن غیر علیر معز و تر دشہادتہ و یاتم الجیران بالسکوت

حد: ۱۰۰۔۔۔ (الحلی: ۴۳۸، ۴۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سوگات دالے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۹۷): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وکرماتہ امتدید اہل مسئلہ میں آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں، ایک مقتدی کی حیثیت سے ایسا گاؤں جس میں تقریباً سو گھر ہیں تو ایسے گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ذکورہ گاؤں میں شرائط جمعہ مقتود ہونے کی وجہ سے جمعہ کرنا نہیں ہے۔

”وعبارۃ الفقہاسی و نفع فرضا فی التصدات و القری الکبریٰ الی فیہا اسواق قبل ابو الفاسم ہذا بلا عخل اذا اذن الرالی او القاضی بناء المسجد الجامع و اداء الجمعة لان هذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار جمعا علیہ و لہذا ذکرنا اشارۃ الی اللہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض و غیر و عطیب کما فی المضمورات“۔۔۔ (الدرع الرد: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ مدین کے لیے مسلم حاکم کا حاضر ہونا ضروری نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ حکومت پاکستان جس میں شری قوانین کا نفاذ بھی نہیں لیکن دینی معاملات پر قدغن (روک ٹوک اور ممانعت) بھی نہیں لیکن قیام ایماندار جمعہ کے قیام کے لیے حاکم حاضر نہیں ہوتا کیا ایسی حالت میں جمعہ فرض کر کے پڑھا جائے، جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم جو لوگ کر کے پڑھتے ہیں اس کے بعد احتیاطاً تکبیر کی نماز بھی پڑھتے ہیں ایسے طریقے میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سہل صورت مرقومہ میں قیام جمعہ مدین کے لیے حاکم مسلم کا حاضر ہونا ضروری نہیں، بلکہ

صرائحاً والذات قیام بعد ویدین کے لیے اجازت کا ہونا کافی ہے۔ لہذا مذکورہ صورت میں احتیاطاً ظہر پڑھنا بہ عمل

—

”انه لو تعذر الاستئذان من السلطان كما في هذا الزمان من عدم الفات

السلطين لعل تلك الامور ما جمعت اليه من شخص ليعلى بهم

جاءه...“ (تقریرات دافعی علی هامش الرّد: ۱/۵۹۵)

”فيمسئى عليه ما يقع في زماننا من استئذان السلطان في إقامة الجمعة

ليعلم يستعمل من الجوامع، فان اذنه بالقائه في ذلك الموضع لربّه مصلح

لاذن رب الجامع لمن يقبله عطية“... (رد المحتار: ۱/۵۹۴)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گر جاگھروں میں جمعہ اور عیدین پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۱۹۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا گر جاگھروں کو جمعہ عیدین اور عام

نمازوں کی جماعت کے لیے گرایہ پڑھنا اور ان مقامات میں نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں گر جاگھروں میں نماز پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، البتہ جب ان کو گرایہ پڑھنے

کیا جائے اور اس میں موجود غیر شرعی اشیاء کو نکال دیا جائے، اور ان گر جاگھروں میں غیر مسلم عبادت کے لیے نہ آتے

ہوں تو نماز عیدین، جمعہ اور کرامت پڑھنا جائز ہے۔

”في التصارخاتية يذكره للمستم الدعول في البيعة والكيمة واتدبركوه من

حيث الله مجمع الشياطين لا من حيث انه ليس له حق الدعول...“ (الاذاحرم

الدعول في الصلاة الاولى وبه ظهر جهل من يدخلها لاجل الصلاة فيها“

... (رد المحتار: ۱/۴۸۰)

”باب الصلاة في البيعة وقال عمرؓ ما لا ندخل كنائسكم من اجل التعاليل التي

لِهَا الصُّورُ وَكَانَ ابْنُ عِمَامٍ يُصَلِّي لِي الْبَيْعَةِ الْأَبْعَدَ لِيُحْتَمِلَ “

۔۔ (المحلى: ۱/۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر کی مارکیٹ کے ایک کمرے میں نماز جو ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۴۴۰): اسلام ٹیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہم نے مارکیٹ میں ایک چھوٹے کمرے کا اہتمام کیا ہوا ہے اب سوال یہ ہے کہ وہاں پر نماز جو کروانا جائز ہے یا نہیں جب کہ ہمارے قریب ہی جامع مسجد موجود ہے قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں شہر میں مسجد کے علاوہ مارکیٹ میں مسجد کی جگہ (مصلیٰ) میں نماز جو ادا کرنا اگرچہ نہ کرے لیکن یہ شریعت کی منشاء کے خلاف ہے کیونکہ شریعت کی منشاء جو سے ائمہ اہل عظمت اسلام ہے اور یہ جامع مسجد میں بڑی تعداد سے ادا نہ کی سے حاصل ہوتی ہے۔

”(وقوله في مصر واعلموا نضع كثيرا من مطلق على المذهب وعلمه

القصوى“..... (الدر المختار: ۱/۵۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

درکثاب میں نماز جو پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۴۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت پاکستان کے ادارے فوج کی ایک درکثاب ہے بیکرونی کے لحاظ سے وہاں اذان عام نہیں ہوتی تاہم مسجد میں پانچوں نمازیں ادا کی جاتی ہیں کثاب صاحب کا ارادہ ہے کہ اس مسجد میں جو پڑھ کر وہ درکثاب میں واقع ہے جہاں اذان عام نہیں نماز جو کا ارادہ رکھتے ہیں نماز جو جماعت کے ساتھ شروع کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر اس علاقہ کی دوسری مسجد میں نماز جو پڑھنا جائز ہو تو اس درکثاب میں بھی جو درست ہے، بشرطیکہ اس مسجد کے اس پاس داخل نہ کرنا جائز ہو۔

(والاذن العام) من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردین کافی
فلانظر غلی باب القلعة لعمو او لعادة القیمة لان الاذن العام مقرر لاهله وخلق
لمنع العدو ولا المصلی نعم لو لم یخلق لکان احسن کما فی مجمع
الانهر معز بالشرح عیون المذاهب قال وهذا اولی معانی الشیخ والشرح
فلیحفظ (قوله او قصره)..... قلت ویبغی ان یکون محل النزاع ما اختلفت
الاستقام الا فی محل واحد والی تعددت لفلانة لا یحقق التفریق کما لافاده
العلیل لامل"۔۔۔ (ذریعہ الرد: ۱/ ۶۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے تین کلومیٹر دور فیکٹری میں نماز جمعہ پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۳۰۲): کیا نماز جمعہ میں ہفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ایک فیکٹری ہے جو کے مانجھڑ
شہر سے ساڑھے تین کلومیٹر دور ہے، مانگا، ڈیرہ نالے کے قریب ہے ہماری فیکٹری میں تقریباً سو دو کھانے کرتے
ہیں جن میں تمہارے قریب مستقل فیکٹری میں رہائش پذیر ہیں، کچھ لوگ قصور سے روزانہ صبح کام کرنے کے لیے آتے
ہیں اور شام کو واپس جاتے ہیں اور زیادہ تر لوگ قرب و جوار سے آتے ہیں اور فیکٹری کے پاس ایک چھوٹا سا بازار بھی
ہے جس میں بڑی گوشت کی دکان جوتے وغیرہ اور بنائی کی دکانیں ہیں اور کچھ ہوٹل بھی اور ہماری فیکٹری کے ایک کمرے
کی ایک مسجد میں امام احمد ابھی امام اور سونڈن نہیں ہے لیکن پانچ وقت جماعت ہوتی ہے مسئلہ یہ ہے کہ ہم لوگ جمعہ کی
نماز پڑھنا چاہتے ہیں برائے سہرائی ہمیں بتائیں کہ ہم جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، جبکہ یہی فیکٹری کے قریب
شمال کی جانب ایک اور مسجد بھی زیر تعمیر ہے، مندرجہ بالا احکام کی روشنی میں مسئلہ کا حل بتائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط محض سوال مذکورہ فیکٹری میں نماز جمعہ درست نہیں کیونکہ اس میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، جبکہ
جمعہ کی شرائط ذیل عبارت میں موجود ہیں۔

"قوله وشاعرا المذاهب الشيخ قال فی شرح العیة والحد الصحيح ما اعتداه
صاحب الہدایة الہ الذی لہ امور وقاض یلفظ الاحکام وبقیم الحدود وتزیف

صدر الشريعة له عندا اعتذاره عن صاحب الوقاية حيث احتار الحد المتظنم
بمظهر التواصي في الاحكام مزيف بان المراد التقدير على اقامتها على ما صرح
به في المحفة عن امي حيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها راسخ
وفيه اوال يتناظر على انصاف المظنوم من الظالم بحسنه وعلمه او عمن غيره
يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح لا الا ان صاحب
الهداية ترك ذكر السكك والراسخ لان الغالب ان الامر والقاضي الذي
شانه التقدير على تنفيذ الاحكام والامة الحد ولا يكون الا في بلد كذلك
ان... (الموقع طرد: ۱۰۹۰)

ترجمہ: شرع المبیہ میں فرمایا کہ "مصر جامع" کی صحیح تعریف وہی ہے جس کو صاحب "ہدایہ" نے اختیار کیا ہے کہ جس
شہر کا امیر اور قاضی ہو جو احکام شرعیہ اور حدود نافذ کرے وہی "مصر جامع" ہے جبکہ صدر الشریعہ نے صاحب الوقایہ
سے معذرت کرتے وقت اس قول کی تشریح کی چنانچہ اس نے احکام میں کوئی ایسی کے باعث سابقہ تعریف کو اختیار کیا
جو کہ ٹھیک نہیں کیونکہ قامت حدود سے مراد اس کے اقامت پر قدرت رکھنا ہے جس کی تصریح "تحد" میں امام ابوحنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے موجود ہے کہ "مصر جامع" اس بڑے شہر کو کہتے ہیں کہ جس میں گلیاں، بازار اور اس کے
لیے دیہات ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو اپنے رب وادب کے علم کے ذریعے یا کسی دوسرے شخص کے علم کے
ذریعے مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانے پر قادر ہو اور لوگ اپنے مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے ہوں یہ سب
سے زیادہ صحیح قول ہے، بہت صاحب "ہدایہ" نے سلک اور سامع کو ذکر نہیں کیا کیونکہ غالب طور پر ایسا قاضی یا امیر
جو احکام کے نافذ اور حدود کے قائم کرنے پر قادر ہو ایسی ہی شہر میں موجود ہوتے ہیں۔

"(الاول شرط اذالها المص) أي شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لاتصح
في القرية ولا مفاظة لقول علي لا جمعة ولا تشریق ولا صلاة لغير ولا يصح
الا في مصر جامع لوفى مدينة عظيمة وله ابن ابى شبة وصاحبه ابن حزم
وكفى بقوله قسوة واماموا اذا لم تصح في غير مصر فلا يجب على
غير اهله..." (البحر الرائق: ۴/۳۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

شہر میں جس جگہ تک کہ نماز ادا نہ ہو وہاں جمعا کھم:

مسئلہ نمبر (۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مارکیٹ میں ایک دکان مسجد کے نام سے بخش ہوئی جس میں چار نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اور فجر کی نماز نہیں ہوتی لیکن اتوار کو بھی کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی، مارکیٹ کے چاروں اطراف میں بریلوی حضرات کی مسجدوں میں مارکیٹ کے نمازی بھی ان کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، باب پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ اب جہاں پر پانچ نمازیں پوری نہ ہو رہی ہوں وہاں جمعہ ہو سکتا ہے؟ برائے سرہانی قرآن و سنت کی روشنی میں مباحث فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اس مسجد میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے کیونکہ ایک شہر کی کئی مساجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے مگر چار نماز جمعہ یا دو مسجدوں میں ادا کرنا منشاء شریعت کے خلاف ہے جو انکشاف مقتضی اسلام ہے۔

”قولہ وتؤدی فی مصر و احمد ہواضع کثیرۃ“ مطلقاً علی المنعہ و علیہ

المعنی الا..... (درمختصر: ۱/۵۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

میانوں کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں نماز جمعا کھم:

مسئلہ نمبر (۴۳): ہمارا گاؤں ضلع میانوں میں ہے جس کی آبادی ساڑھے پانچ سو افراد پر ہے چھوٹے مرد و عورت ہر مشعل ہے اور ایکس دکانیں ہر چوں کی ہیں جن میں اشیاء خورد و نوش ملتی ہیں لیکن دکانیں بازار کی شکل میں آنے سے نہیں ہیں، تین دکانیں دوئی کی بھی ہیں جس میں فوری علاج معالجہ ہوتا ہے، ہضار و مساجد ہیں ٹیلیفون، ڈاک خانہ کی برائی ٹریک کا انتظام موجود ہے، مگر سرکاری اسپتال اور قحانہ اور امیر قاضی اور بازار نہیں ہے۔ گاؤں کے آس پاس چھوٹے چھوٹے گاؤں میں بھی جمعہ پڑھا جاتا ہے، لیکن ہمارے ہاں بعض مساجد میں جمعہ ہوتا ہے اور ان بعض میں سب سے بڑی مسجد وہاں ہے، یہاں ایک مولوی صاحب اشاعت التوحید ملت کا آیا ہے وہ کہتا ہے کہ یہاں جمعہ نہیں لیکن اب اگر ہم یہاں نہیں پڑھتے تو لوگوں میں اشتکار پیدا ہوتا ہے۔ جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں صحت جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور قریہ صغیرہ یعنی دیہات وغیرہ

میں جمعہ جائز نہیں ہے جس گاؤں کا ذکر سہل میں ہے یہ قریہ صحیرہ ہے اس میں جمعہ جائز نہیں جن پھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھایا جا رہا ہے وہاں کے لوگوں پر تکبر کی نماز کی ادائیگی لازم ہے۔ ان دیگر گاؤں والوں پر بھی جمعہ بند کرنا لازم ہے۔

”لا تصح الجمعة الا في مصر جامع اولى مصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا الجمعة ولا الشريق ولا لظرو ولا اضحى الا في مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقوم المحلودا“.... (التهذيب: ۱/۷۷۱)

”قوله شرط اذاتها العصر في شرط صحبها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مغارة لقول علي لا الجمعة ولا الشريق ولا صلاة لظرو ولا اضحى الا في مصر جامع اولى مدينة عظيمة“... (البحر الرائق: ۴/۲۳۵)

”وعبارة التقيستاني وتقع فرحان في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها امواق قال ابو القاسم هذا للاحوال اذا اذن الوالي او القاضي بناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا من جملة ما ينفذ به الحكم صار مجمعا عليه ولهذا ذكرنا الشارحة التي انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومير وخطيب كما في المصنوعات.... الا ترى ان في الجواهر فوصلوا في القرى لزومهم اداء الظهر“... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دائرہ شہاب خیل میں جس کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۵): کیا طرہاتے ہیں مقیدین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں دائرہ شہاب خیل کی کل آبادی تقریباً سات لاکھ ۷۰۰ سے اوپر ہے پھوٹے بڑے مرد و عورت کل لکھی ہیں کل مساجد بارہ ہیں، پرچون کی دکانیں چوبیس ہیں، کپڑے کی پانچ دکانیں، پرچون والوں کے ساتھ ہیں، آٹا پھنی کی تین مشینیں ہیں، دوازیلیں بیسیں بھی گاؤں ہذا میں موجود ہے۔ پانی پینے کے لیے خوب وہاں گاؤں میں ہے جس سے چندہ گاؤں کو پانی پہنچانے کے لیے پائپ لائن بچھائی گئی ہیں جس سے پانی پینے کی ضروریات پوری ہوتی ہیں شفا خانہ حیوانات

اور دوسری بھی موجود ہے، چار پرانہری سکول اور ایک ہائی سکول بھی ہے جو کے دن میلہ منڈی بھی لگاتے ہیں اور انکانہ بھی موجود ہے وغیرہ وغیرہ اس کا اس میں خفی مذہب کے مطابق نماز جمعہ عیدین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واظروہ شہاب خلیل میں نماز جمعہ جائز نہیں، مذہب خفی میں نماز جمعہ کے وجوب کے لیے مصر میں شرط ہے جسے تمام فقہاء احناف، رحمہم اللہ نے متون، شروح، مذاہب میں ذکر فرمایا ہے، البتہ مصر میں جامع کی تعریف میں فقہاء کرام کے بہت سے اقوال ہیں، جس میں سے تمہیں اقوال ایسے ہیں جن کو ترجیح دی گئی ہے۔

”وفی حد المصر اقوال كثيرة اختلفوا فيها فلولين احنافا ما في المصر
لما بهما ما عروا لابی حنیفة انه بلدة كبيرة ليهنا كك واسواق ولها سائق
وفيه ناول وفی البدائع وهو الاصح وعن ابي يوسف انه انما
اجتمعوا فی اکبر مساجدهم للصلوات الخمس لم يسلمهم وعليه فتوى
اكثر الفقهاء“..... (البحر الرائق: ۲/۴۳۷، ۴۳۶)

”قوله ولما كان حد المصر مختلفا فيه على لقال كثيرة) الفصل في ذلك
ان مكة والمدينة مصران لتمام بهما الجمعة من زمانه ... إلى اليوم لكل
موضع كان مثل احنافهم مصر وكل تفسير لا يصدق على
احنافهم فهو غير معتبر كقولهم هو ملا يسع لعله اكبر مساجده او ما يعش فيه
كل محترف بحرفه وغير ذلك) قوله عند أبي حنيفة) صرح به في المحفة
عند ورأه الحسن عنه في كتاب الصلاة كذا في غاية البيان وبه اختيار يوسف
وهو ظاهر المذهب كما في الهداية واختار الكرمي والقنوري وفي العناية
وهو ظاهر الرواية وعليه اكثر الفقهاء“... (طحاوی: ۵۱۲)

اصل ترجیح کی لحاظ سے فتویٰ ظاہر مذہب پر ہوگا، اور ان تینوں اقوال میں ظاہر الروایہ اور کما ہر مذہب قابل عمل ہوگا۔

”صرح فی کتاب الرضاع من البحر حيث قال القنوي إذا اختلفت كان
اثر جميع لظاهر الرواية وفيه من باب المصروف إذا اختلف التصحيح وجب

الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع إليها في المنحة ما عدا ظاهر الرواية ليس

منهجه لأصحابه... (رد المحتار: ۱/۵۳)

پابریں داخلہ شہاب قبل شہ نماز جمعہ کی نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرحد کی حفاظت کے لیے متعین سکاؤٹ سے کافر نماز جمعہ ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۶): کیا طرہ سے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم افغانستان میں گزرنے کے دوران سرحد کی حفاظت کے لیے آئے ہیں ہمارا اطلاق سکاؤٹ سے ہے اور یہی اقامت چاہی ملے گی وہی میں ہے اس اقامت سے چندہ دن کی اقامت مراد ہے کہ ہمیشہ کے لیے رہتا ہے۔ ذیل تفصیل کے مطابق ہم شہر یا شہر کے ارد گرد مسافرات میں چندہ دن یا اس سے زیادہ اقامت کریں گے اور سہولت یا محنتوں حدود مصر سے باہر ہیں تو مسجد غری نماز جمعہ ادا کرے گی یا نماز ظہر ادا کریں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سوال میں ذکر کردہ تحریر کو مد نظر رکھتے ہوئے چونکہ مذکورہ جگہ مصر یا تاء مصر یعنی شہر یا حدود شہر میں داخل نہیں ہے، لہذا اس جگہ پر نماز جمعہ نہ پڑھیں گے بلکہ نماز ظہر پڑھنا کریں گے باقی جہاں تک مقیم اور مسافر ہونے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر آپ مسافت شرمیہ پر ہیں اور آپ مذکورہ جگہ پر مسلسل چندہ دن یا اس سے زیادہ کی فرض سجد کے ہوئے ہیں تو اس صورت میں آپ مقیم ہوں گے اور اگر آپ کا یہاں ٹھہرنا چندہ دن سے کم ہے تو آپ مسافر ٹھہریں گے اور آپ کو قصر نماز پڑھنا ہوگی، اور مسافت شرمیہ سے مراد یہ ہے کہ آپ کا وطن اصلی اس جگہ سے ۴۸ میل کے علاوہ ہے۔

”وقوله شرط ادائها المصراي شرط صحبتها ان تؤدي لي مصر حتى لا تصح

لي قرية ولا مغارة لعلول على لاجمعة ولا شريق ولا صلالة لعلول ولا اصحى

الافى مصر جامع لوفى منجعة عظيمة روله ابن ابى شيبه وصححه ابن حزم

وكفى بقوله قلة وامامنا وانا لم تصح لي غير المصرا ولا تصح لي

غير اعله... (المحرر الرافق: ۲/۲۳۵)

”ويعطى لاصحابه اشياء الاول المصر... ولفاءه“۔۔۔ (قر علی هامش
الرو: ۱/ ۵۹۰)

”قال شمس الاتمة الحلواني عسكر المسلمين اذا قصدوا موضعاً معهم
اعبيهم وخيامهم وفساطيطهم فنزلوا مغارة في الطريق ونصبوا الاعية
والفساطيط وعزموا اليها على القامة خمسة عشر يوماً لم يصيروا اليهم
لانها حمولة وليست بمساكن“۔۔۔ (الهندية: ۱/ ۱۳۹)

”قال شمس الاتمة الحلواني وهكذا عسكر المؤمنين اذا قصدوا موضعاً معهم
اعبيهم وخيامهم وفساطيطهم فنزلوا مغارة في الطريق ونصبوا الاعية
والفساطيط وعزموا اليها على القامة عشرة يوماً لم يصيروا اليهم
لما بها انها حمولة وليست بمساكن“۔۔۔ (المحيط البرهاني: ۳۹۱/۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کے لیے اقامت کہا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۴۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں نماز جمعہ ادا ہو جائے
کہ دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے اقامت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ کی
توضیح فرمائیے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے اقامت گنتی چاہیے۔

”روى عن ابي حنيفة الى الجماعة اذا صلوا في منزلي اولى مسجد بغير اذان
واقامة اثم اسأ... ولى الخاتمة ويكره اداء المكتوبة بالجماعة في
المسجد بغير اذان واقامة اه“۔۔۔ (النتار بحالہ جلد: ۱۵۲/۲)

”والحاصل ان الاذان والاقامة كل منهما سنة في حق اهل المسجد يكره
ترك واحد منهما اذا اذانوا واقامة واما غيرهم فلا يكره ان سنة مؤكدة“۔۔۔
(البحر الرائق: ۱/ ۳۲۲)

”وَالْإِمامَةُ كَمَا لَا اِذَانٌ لِلْعَمَامِ (لَکِن هِيَ) بِأَيِ الْإِمامَةِ وَكَذَا الْإِمامَةُ (الْفُضْل مِنْهُ)
لِأَنَّ الْعَلَامَةَ الشَّاسِيَّةَ تَحْتَ قَوْلِهِ (لَکِن هِيَ الْفُضْل مِنْهُ).... فَالْهَذَا أَكْثَرُ مِنَ الْإِذَانِ
أَي لَأنَّهُ يَسْتَقْطُ عَلَى مَوَاضِعَ دُونَ الْإِمامَةِ كَمَا عَلَى حَقِّ
الْعَمَامَةِ“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۲۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمع کے فرض کے بعد چار سنتوں کا ثبوت:

مسئلہ نمبر (۳۸۸): کیا نماز میں چار سنتیں گرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کے بعد وائی چار سنتیں کس حدیث سے ثابت ہیں؟ نیز یہ مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ ہیں اس کی بھی وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد چار سنتیں سنت مؤکدہ ہیں اور انھیں ہمارے نزدیک چھ ہیں اور سنت مؤکدہ ہیں اور حدیث پاک سے ثابت ہیں۔

”وَمِنْهُمَا كَثَرٌ (أَرْبَعُ قَبْلِ الظُّهْرِ) وَأَرْبَعُ قَبْلِ (الْجُمُعَةِ) وَأَرْبَعُ (بَعْدَهَا بِسَلَامَةٍ)۔۔۔ (الدرمیع النور: ۱/۳۹۷)

”وَفِي الْبَحْرِ) وَالِدَلِيلُ.... عَلَى الْإِسْتِثْنَاءِ الْأَرْبَعِ بَعْدَهَا عَلَى صَحِيحِ مُسْلِمٍ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا “إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدَكُمْ الْجُمُعَةَ لِلْبَيْتِ بَعْدَهَا أَرْبَعًا عَلَى رِوَايَةِ “إِذَا صَلَّيْتَ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَصَلُّوا أَرْبَعًا” وَذَكَرَ فِي الْبَدَائِعِ أَنَّهُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ... وَفِي مَنِيَةِ الْمُصَلِّي وَالْأَفْضَلُ عِنْدَنَا أَنْ يَصَلِّيَ أَرْبَعًا ثَلَاثِينَ“۔۔۔ (البحر الرائق: ۳/۸۷۴)

”وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ كَانَ يَصَلِّي قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا بَعْدَهَا أَرْبَعًا“۔۔۔ (الترمذی: ۱/۲۳۰)

”عَنْ عَطَاءِ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ صَلَّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ ثَلَاثِينَ ثُمَّ صَلَّي بَعْدَ ذَلِكَ أَرْبَعًا“۔۔۔ (بیضا: ۱/۲۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک جزائر اور ادائی آبادی (سیال کش جسکا حجم:

مسطر ۳۹) عرض برائے آکائی اجزاء نماز جمعہ گاؤں سیال۔ کیا ملتے ہیں مقتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مذکورہ گاؤں کی حسب ذیل صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے:

(۱) گاؤں مذکورہ کی آبادی تقریباً ایک جزائر نفس پر مشتمل ہے گاؤں کے گرد و نواح میں داخلیات گاؤں کے حصے ہیں۔

(۲) بنیادی سہولیات زندگی میں سے بجلی پانی چار روڈ گاؤں میں آتا چینی کی بجلی اور بچوں اور بچوں کے علاوہ عظیمہ سکول بذریعہ سڑک لیسٹ آباد تک، آسانی راست سو پائل اور ٹیلفون کی سہولت موجود ہے؟

(۳) اجزاء جمعہ کتہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ گاؤں کے لوگ بنیادی دینی مسائل سے بہرہ ور ہیں اور نماز جمعہ نہ سے سستی اور بے پرواہی ہے، اجزاء جمعہ کی وجہ سے ان فراہمیل کا سد باب ہو سکتا ہے۔

آبادی کے لحاظ سے مذکورہ گاؤں اور گرد کے تمام گاؤں سے بڑا ہے جب کہ مشرق میں گاؤں کا کوٹ مغرب میں "گرمزی" اور شمال میں "برٹ" اور جنوب میں "تلہا" واقع ہیں مذکورہ تمام دیہاتوں میں عرصہ دراز سے جمعہ کا اجزاء ہو چکا ہے۔ آیا اس گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ گاؤں سیال میں نماز جمعہ کا اجزاء شرعاً درست نہیں ہے کیونکہ یہاں شرائط جمعہ مفقود ہیں اور لوگوں کی اصلاح اور ان کو دینی احکام سے آگاہ کرنے کے لیے مسجد کے نام صاحب کو خط میں کوئی دن مقرر کر لیتا ہے اور اس دن میں لوگوں کو دینی احکام سے آگاہ کرتے رہیں، نیز اگر کوئی شخص جمعہ پڑھنے کا زیادہ شوق رکھتا ہو وہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے شہر چلا جائے۔

"قولہ شرط اذانها المنصور وهو كل موضع له امر وقاض وينفذ الاحكام ويقيم

الحدود في شرط صحبها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مفازة

لقول على رضى الله عنه لاجمة ولا تشرى ولا صلاح لظرو ولا حتى الا في

مصر جامع تولى مدينة عظيمة"۔۔۔ (المحرر الوهاب: ۲/۲۴۵)

"والى حد المنصور الزان كثيرة اختاروا منها فلوئس: احدهما مامالى

المنصور فانيهما مامازوه لاني حيفة انه بلدة كثيرة فيها سكك واسواق

ولہذا سابق ولفہا ذیل بقدر علی انصاف المظنوم من الظالم بحشمته و علمہ
او علم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث قال فی البدائع
وهو الاصح..... (البحر الرائق: ۲۴۶/۳)

”وروی عن ابی حنیفۃ انہ ببلدۃ کبیرۃ لیہاسکک واسواق ولہذا سابق
ولہذا ذیل بقدر علی انصاف المظنوم من الظالم بحشمته و علمہ او علم غیرہ
یرجع الناس الیہ فیما وقع لہم من الحوادث وهذا هو الاصح
اھ... (الفتاویٰ خانیۃ: ۵۳۹/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شیرے آٹھ کلومیٹر دو گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱۰) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک چھوٹا سا گاؤں جو شیر (تحصیل)
سے تقریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اس گاؤں میں تقریباً پچیس گھر ہیں اور دو دکان کی دکانیں ہیں، ہسپتال وغیرہ
نہیں ہے، گاؤں کے لوگ عموماً شیرے ہی اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں باب مطلوب یہ ہے کہ اس چھوٹے
گاؤں میں جمعہ کی نماز شروع کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اس گاؤں میں جمعہ کی شرائط نہ پئے جانے کی وجہ سے جمعہ کی نماز شروع کرنا درست نہیں۔

”ویشترط لصحتها ثمانية اشياء الاول المصرو... ثلوثا...“ (رد المحتار:
۵۹۰/۱)

”وفی حدالمصبر الذوال کثیرۃ اختصار و امتناعا قولین: احدهما ما فی
المختصر ثانیہما ما عرّوہ لأبی حنیفۃ انہ ببلدۃ کبیرۃ لیہاسکک واسواق
ولہذا سابق ولفہا ذیل بقدر علی انصاف المظنوم من الظالم بحشمته و علمہ
او علم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث قال فی البدائع وهو الاصح اھ...
(البحر الرائق: ۲۴۶/۳)

”وردی عن اسی حنیفۃؑ وھو یلمذہ کبیرۃ فیہا ککک واسواق ولہا رستاق
وفیہا وال یقلر علی اصناف المظنوم من الطائف بحشمہ وعلیہ اوعم غیرہ
ویرجع السلس البہ البساق لہم من الحوادث وھذا هو الاصح
اوہ... (النظار خانیۃ جدیدہ: ۴/۳۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آری کے تحت حساس سرکاری ادارے میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک سرکاری ادارے میں کام کرتا ہوں یہ ادارہ آری کے اندر ہے وہاں تین ہزار کے قریب لوگ کام کرتے ہیں وہاں میں جمعہ کی نماز ادارے کے اندر ہی پڑھانی جاتی ہے، پانچ بجت کی نماز بھی نہیں ہوتی باہر سے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے اصل میں یہ ادارہ ایک انٹرنی کی شاخ ہے آپ سے پوچھا ہے کہ ہم جمعہ کی نماز ادا کریں یا نہ کریں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر یہ ادارہ شہر یا قصبہ کے اندر ہے یا شہر یا قصبہ کے ساتھ متصل ہے تو ادارہ میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں کیونکہ عام لوگوں کو جو اندر آنے کی اجازت نہیں دی جاتی وہ اس لیے ہے کہ یہ ایک حساس ادارہ ہے عام لوگوں کے اندر آنے سے کچھ دینی انتظام میں نقص واقع ہونے کا اندیشہ ہے، اگر یہ ادارہ شہر یا قصبہ سے زیادہ دور ہے اور اس ادارے اور شہر کے درمیان فاصلہ واقع ہے تو اس ادارہ میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے۔

”الاذن العام من الامام وھو یحصل بفتح ابواب الجامع للزودین کثالی
فلایضر خلق باب الفلقة لعمو الوعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهلہ وغلغله
لمنع العدو ولا المصافی نعم لو لم یخلق لکان احسن کمالی مجمع
الانہر معنی الشرح عبود المذاهب لال وھذا اولی معالی النہر والمنع
فلیحفظ...“ (الترغیب الراد: ۱/۶۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چند سو سالہادی والا علاقہ ”سکلو“ نور پانکی بلوچستان میں ملاز جو کا حکم:

مسئلہ نمبر ۱۴۲: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ متعدد جعلی علاقے میں جو عہدیدین کی ملازیم ادا کی جاسکتی ہیں؟

(ب) اگر نہیں تو پھر کس چیز کی کمی ہے کہ اس کے پورا ہونے پر تمام شرائط مکمل ہو جائیں گی؟

خلیج اور پانکی (بلوچستان) کے شمال میں ۷۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ”سکلو“ کا علاقہ اپنی ذرا بخیری سرسبز و شادابی کے لحاظ سے پورے خلیج میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے، جہاں پر افتخار و فضل کہاں کی کاشت ہوتی ہے اور علاقائی ضرورت کے لیے گندم، جوہری فصلیں بھی کاشت کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ تحصیل بلکھاس طرح ہے:

چھوٹے بچوں سمیت کل آبادی پانچ ہزار، بالغ افراد کی آبادی تھیں تین سو سے دو ہزار، ایک بڑی مرکزی مسجد، ٹھکانا، دو میڈیکل سٹور، دو دکانیں، ٹی اینس ڈاکٹر اور ایک سرکاری ہسپتال اور پانکی سکول بھی موجود ہے اس کے علاوہ موچی، ناوہار اور دھولی بھی ہیں۔

ایک چافون فونی دتے (ایف سی) کی بھی اس علاقے میں موجود ہے جو کسی بھی گز بڑے منٹے کے لیے تیار رہتی ہے۔

ملاحظہ: اس علاقے سے مرکزی شہر ”رکھنے“ کے لیے ایک مکی سڑک جاتی ہے جس پر روزانہ سروس کے اعتبار سے تین یا چار گاڑیاں سوار ہیں کو لاتی اور لے جاتی ہیں، حریدہ برائے ”رکھنے“ سے ”سکلو“ کے لیے بجلی کا کام بھی بڑی بخیری سے جاری ہے اور مغرب بجلی بھی اس علاقے میں آجائے گی (من شام اللہ)

وضاحت: مذکورہ بالا آبادی میں سے چند سو افراد کی آبادی تو بازار کے ساتھ پانکل متصل ہے، جب کہ باقی آبادی تین یا چار سرخ کلومیٹر کے احاطے میں کو لاتی کی صورت میں، ہائیک پنڈر ہے یا دوسرے کہ مذکورہ آبادی بڑی آسانی کے ساتھ جس کی ملاز میں شریک ہو سکتی ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ پہلی میں جوہ کی اقامت درست نہیں اس لیے کہ اس کی آبادی ملی ہوئی چند سو افراد پر مشتمل ہے لہذا یہ چھوٹی جتنی ہے (مصر جامع نہیں) اور جوہ کی اقامت کے لیے کم از کم بڑی بہتی ہوئی ضروری ہے اور اگر وہ غیر متصل آبادی کا اعتبار نہیں۔

قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا ظن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجتهدا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومبصر وحطوب كمال في المضمرات.... الا ترى ان في الجواهر قوله صلو في القري لزمهم اداء الظهر اهـ (رد المحتار: ۱/۳۸۸، و ۵۹۰)

”والى هذا المصير القول كثيرة اعتاروا منها قولين: احدهما ما على المحصر فانهما عزوه لابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ونهار سابق وفيها قال يقدر على انصاف المظوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث فان في البدائع وهو الاصح اهـ...“ (البحر الرائق: ۴/۴۳۶)

”وروى عن ابي حنيفة وهو بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ونهار سابق وفيها قال يقدر على انصاف المظوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث وهذا الاصح اهـ...“ (الصارح: ۲/۵۳۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چھ سو افراد والی ہستی میں قتل عام کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ پہلے بولے گاؤں موضع کھارہ میں رہائش پزیر تھے اور گاؤں سے آ کر کینٹی ہاؤس کرتے تھے عمرہ ۱۴۰۳ سال سے ہم نے اپنی ادائیگی کے قریب ہی ایک ہستی بسائی ہے ۲۵ گھر ہیں مشتمل ہے ۱۰ ہمارے ہستی میں ایک جامع مسجد بھی ہے جہاں پر نمازیوں کی تعداد ۵۰ سے ۵۵ تک ہے، نیز قرعہ بھی لکھری ہے اسے بھی لوگ نماز پڑھنے کے لیے آ جاتے ہیں اس طرح سے مسجد بھی خاصی تعداد نمازیوں کی ہو جاتی ہے اور یہ ہری دارا نمبر چھ موضع کھارہ کے دارا کے ساتھ منسلک ہے جناب عالی ہری ہستی موضع کھارہ کی مشورۃ آدلی ہے ہر طرح سے موضع کھارہ میں مثال ہے جو گاؤں موضع کھارہ کا قریباً

ایک گونہ ہے اور فیروز پورہ بھی ایک گونہ ہے ہمیں قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر فرمادیں کہ ہماری بستی میں نماز جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

مفتی

ہستی کی ہماری آبادی تحریر کریں کہ جوئے بڑے مرد و عورت مسلم غیر مسلم کل کتنے افراد ہیں۔

جواب مفتی

ہماری بستی ساڑھے تین سو افراد پر مشتمل ہے، ہم ہم سے آدھا کلونیٹر کے قافلے پر تین گھر آباد ہیں، جو تقریباً اڑھائی سو افراد پر مشتمل ہے اس طرح سے کل آبادی ۶۰۰ ہے، ہماری بستی میں کوئی غیر مسلم نہیں ہے تمام مسلمان ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ بستی میں جمعہ کی تمام شرائط نہیں پائی جاتیں نیز اس بستی کا موضع کھار کے ساتھ اتصال بھی نہیں بلکہ اتصال ہے لہذا مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں۔

”مفتی محمد صالح المنجد والقری الکبیرة التي فيها التي فيها اسواق فان
ابو القاسم هذا لا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع و آداء
الجمعة لان هذا منتهى فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجتمعا عليه ولما ذكرنا
اشارة التي انه لا يجوز لسي المصيرية التي ليس فيها قاض
ومنزوع خطيب“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹)

”كما يجوز آداء الجمعة في المصر يجوز ادائها في لواء المصر وهو الموضع
المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن كان مقبلا بموضع بينه وبين
المصر فرجة من المزروع والمراعي نحو القلع ببحار الائمة على اهل ذلك
الموضع وان كان السداء يملئهم والعلوة والميل والامبال ليس
بشيء“..... (الهدية: ۱/ ۱۳۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

ایک سو نوے مکانات پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ علاقہ گردن میں ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً ایک سو اسی گاؤں کے گھروں پر مشتمل ہے اور بالغ افراد کی تعداد تقریباً پانچ سو ہے اس گاؤں میں جمعہ شروع کیا گیا تھا پھر ایک عالم اس گاؤں میں آئے اس نے کہا کہ اس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا کیونکہ جمعہ کی شرائط اس گاؤں میں نہیں پائی جاتیں لہذا اجتماع عرصہ یہاں لوگوں نے جمعہ ادا کیا ہے اتنا عرصہ علم کی نماز کی قضاء کریں تو اس عالم کے کہنے کے مطابق گاؤں میں جمعہ نہ کر دیا گیا اب جواب طلب میرے ہے کہ آیا اس گاؤں میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: گاؤں میں بازار بھی نہیں صرف چار پانچ دکانیں ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں مذکورہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ گناہ النہی پر عمل کی نماز فرض ہے کیونکہ جمعہ کی صحت کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ ادا شرط ہے اور قریہ کبیرہ وہ گاؤں ہے جس میں بازار ہو۔

”و عبارة القهستاني تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق
الفتح“.... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”اما المصر الجامع بشرط وجوب الجمعة وبشرط صحة
ادائها عند اصحابنا حتى لا تلحق الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكناً في
تواضعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصر وتواضعه لا تلحق على اهل
القرى التي ليست من تواضع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“ .. (بدائع
الضائع: ۱/ ۵۸۳)

”وفي حد المصر قول كثير من اصحابنا قولين: احدهما ما في
المختصر فانهم اعزوه لأبي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق
وتجار سابق وفيها اهل يقدروا على انصاف المظنوم من الظالم بحشمته وعلمه
او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث قال في البدائع وهو الاصح
الثاني“... (المحرر الرائق: ۳/ ۴۳۶)

”وروی عن ابی حنیفۃؒ ہو بلندۃ کبیرۃ فیہا سبکک واسواق ولہا سابق
 و فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمہ و علمہ او علم غیرہ
 یرجع الناس الیہ فیما وقع لہم من الحوادث و ہذا هو الاصح اھ“۔۔۔
 (الصارحۃ: ۵۳۹/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چھ گویا شہر سے دہ ٹیکری میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چھ گویا شہر کے قاصد پل یا ٹیکری ہے
 اس کی ٹیکری کی تعداد ایک ہزار ہے۔ پانچ سو کے قریب ہے اور اس میں پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہے اب اس
 مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا ہے یا نہیں، کتاب و سنت کی روشنی میں مباحثہ فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اس ٹیکری یا پل میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ شہر یا شہر ہے اور نہ ہی یہ قصبہ ہے اور نہ ہی یہ قریہ
 کہہ رہا ہے۔

”وعبارۃ التہستانی وفتح الوصافی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق
 قال ابو القاسم ہذا بلا خلاف اذا بنی الوالی او القاضي بناء المسجد الجامع
 واداء الجمعة لان ہذا مجتہد لہ لہذا اتصل بہ بالحکم صار مجمعا علیہ
 و فیہا ذکرنا اشارۃ الی اہل لا تجوز الی الصغیرۃ الی لیس فیہا الناس
 و منبر و خطیب کما فی المضمرات۔۔۔ الا تری ان فی الجواہر الوصواری
 القری لزوم اداء الظہر، الارشاد المحتار: ۳۸۸/۷ و ۵۹۰“

”والی حد المصر والواں کثیرۃ اختاروا منہا قولین: ۱۔ حدھا ما فی
 المحتصر ثانیہا ما عروہ لابی حنیفۃؒ اہ بلندۃ کبیرۃ فیہا سبکک واسواق
 ونہا سابق و فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمہ و علمہ
 او علم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث فان فی البدائع و هو الاصح
 اھ“۔۔۔ (الجواہر الرائق: ۳۳۶/۳)

”وروی عن ابی حنیفۃؒ ہو مسئلہ کبیرۃ فیہا کک واسواق ولہا رستاق
ولہا زوال یقتصر علی انصاف المظنوم من الطائم بحشمته وعلیہ اوصم غیرہ
یرجع الناس الیہ فیما وقع لہم من الحوادث وہذا هو الاصح اہ“.....
(فتاویٰ خانیہ: ۲/۵۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مارکیٹ میں غیر وقف شدہ جگہ میں نماز جمعہ:

مسئلہ نمبر (۳۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تہیں اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مارکیٹ کے
تاہل کر نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ مقرر کرتے ہیں اور اس جگہ کو باقاعدہ طور پر مسجد کے لیے وقف بھی
نہیں کیا گیا ماس مقرر کردہ جگہ میں نماز جمعہ کا اہتمام کیا جاتا ہے لیکن نماز فجر اور ایام تعطیلات میں جماعت کا
اہتمام نہیں کیا جاتا بلکہ تہجدوں کے نہ ہونے کے اور چند عارضات کے مثلاً مقرر کردہ جگہ خاتمے میں ہے اور جہ
خانوں کے راستوں پر کیٹ نصب کئے گئے ہیں اور اس جہ خاتمے میں گاڑیاں اور موٹر سائیکل کھڑے کئے جاتے
ہیں مذکورہ مسجد میں نماز جمعہ کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے مدام وخطیب اور مؤذن بھی مقرر ہیں، کیا مذکورہ مسجد میں نماز فجر
اور ایام تعطیل میں نماز نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب تو نہیں ہے، کیا مذکورہ مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے کہ نہیں؟
اور مذکورہ مسجد میں دو جماعتوں کا اہتمام کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوہاب

صورت مسئلہ میں مذکورہ جگہ وقف نہ ہونے کی وجہ سے شرعی مسجد نہیں ہے لہذا مذکورہ جگہ میں ہرم اور انکی
صلوٰۃ کی وجہ سے شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی لازم نہیں آتی، اور انکی جگہ میں جماعت ٹاپے کے ادا کرنے میں
بھی کوئی حرج نہیں، واضح رہے کہ اگر مذکورہ آبادی میں قیام مسجد کی شرائط پائی جائیں تو نماز جمعہ کا اہتمام کرنا جائز ہے۔

”و من ہنسی مسجد الم ہزل ملکہ عہ حتی یفرزہ عن ملکہ بطریقہ وبان
بالصلوٰۃ لیہ و الاصلی لیہ و اصلوٰۃ ملکہ اہ“ قال صاحب البحر الرائق تحت
قولہ (و بان للناس فی الصلوٰۃ) انہ لا یشرط ان یقول اذنت لیہ بالصلوٰۃ
جماعۃ ابداً بل الاطلاق کاف لکن لو قال صلوٰۃ لیہ جماعۃ صلاۃ او صلاتین

یوماً أو شهرًا لا يكون مسجدًا كما صرح به في الذخيرة اهـ۔۔۔

(البحر الرائق: ۵/۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸)

”وہی الخاصیہ دار لہا مسجد لا یسمعون الناس من الصلوٰۃ لہ ان کان الدار لو اغلقت کان لہ جماعة ممن فیہا لہو مسجد جماعة ثبت لہ احکام المسجد من حرمة البیع والدخول والاغلاق ان کانوا لا یسمعون الناس من الصلوٰۃ لہہ۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۳۸۹)

”کفع لہ صافی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواقی لہہ۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خطبہ جمعہ سے پہلے تہود و تیسرے دعا:

مسئلہ نمبر (۳۷): کیا قرآن میں ملنے والے کرم اس مسئلہ کے بارے میں کہ تہود المبارک کا خطبہ شروع کرنے سے پہلے تہود اور تیسرے (بسم اللہ) کا دعا ضروری ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ خطبہ جمعہ کو اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع کرنا چاہیے، اور یہی سنت ہے تو اس لیے تہود و تیسرے خطبہ شروع نہ کی جائے، البتہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے تہود سرائے (دل میں) کا دعا درست ہے۔

”قوله: (ومن عطفان بجلسته بينهما طهارة القامأ) كما روى عن أبي حنيفة انه قال يبغى أن يعطب عطبة عطيفة بفتح بحمد الله تعالى وبشي عليه وبشهادة وصلى على النبي ﷺ ويعط ويذكر ويقرأ سورة ثم يجلس جلسته عطيفة ثم يقوم فيعطب عطبة أخرى بحمد الله تعالى وبشي عليه وبشهادة وصلى على النبي ﷺ ويدعو للمؤمنين والمؤمنات كما في البدائع۔۔۔۔۔ وما ذهبها ما روى الحسن عن أبي حنيفة انه يعطب عطبة عطيفة وهي تشتمل على عشرة أهدأ الحمد لله وثانيها التناء عليه بما هو أهله الخ۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۲۵۸)

”وفی النبیۃ قال ابو یوسفؒ فی الجامع: ینفی للخطیب اذا بعد المیران یعود بالہ فی نفسہ قبل الخطبۃ الاولیٰ۔۔ (ایضاً: ۲۶۰/۳)

”ویندأ بالتعوذ ثم یرتدب ذکر الخلقاء الراشدین۔۔ الخ وفی الشامیہ (قولہ ویندأ) ای قبل الخطبۃ الاولیٰ بالتعوذ ثم یحمد اللہ تعالیٰ والثناء علیہ والشہادتین الخ۔۔ (المروم: ۵۹۸/۱)

”و(امامینہا) الخمسة عشر احملها الطہارۃ حتی کثرت للمحدث والجنب (ولانہا) القیام ککالی البحر الرائق ولو خطب لاعداد او مضطجعا جاز ککالی فتاویٰ لاجلہما (ولانہا) استقبال القوم یوجہ (ورابعہا) التعوذ فی نفسہ قبل الخطبۃ (وحامسہا) ان یسمع القوم الخطبۃ وان لم یسمع اجز التزویدات (سادسہا) البدأ بحمد اللہ تعالیٰ۔۔ الخ“ (الہندیہ: ۱۴۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قریب میسر میں نماز محمد مدین جاوید نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں شہر سے تقریباً چار پانچ کلومیٹر دور ہے، ہمارے گاؤں میں تقریباً سو کے لگ بھگ مکانات ہیں اور ضروریات روزمرہ کی چیزیں میسر نہیں ہیں بلکہ افراد کی تعداد تقریباً ایک سو پچاس ہے کیا مذکورہ صورت حال کے مطابق اہل قریب پر عید باجماعت اور محمد بابہ رحمت واجب ہے کہ نہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ گاؤں میں اہل قریب پر عید اور عیدین کی نماز واجب نہیں ہے، جس کے دن اہل قریب کا گھر میں نماز عظیم ہی باجماعت ادا کریں اور اگر کسی کو جمعہ کا شوق ہو تو شہر میں جائے۔

”قولہ (شرط انانہا المص) ای شرط صحبہا ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح

فی قریۃ ولا مغاۃ۔۔ (البحر الرائق: ۲۳۵/۲)

”قولہ وکثرہ المسلمون والمسيحون اداء الظہر بجماعة فی المصر)..... قبلہ بالمصر لان الجماعة غیر مکروہة فی حق اهل السواد لانہ لا جمعة علیہم ولی فاری القول الحی: قوم لا یجب علیہم ان یحضروا الجمعة بعد الموضع صلوا الظہر جماعة لانہ لا یؤدی الی تضلیل الجماعة فی الجمعة انه فان کانوا فی السواد لظاهر الخ“... (البحر الرائق: ۲/۲۶۹)

”ولو کان بین ذلك وبين عمران المصر فرجة من مزارع ومزارع كالتقطع یسخری لا جمعة علی اهل ذلك الموضع وان سمعوا النداء والقرارة والمیل والامیال لیس بشرط“... (خلاصة الفتاوی: ۷/۱۰۷)

”(ویشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول المصر وهو لا یسع أكبر مساجده اهلہ المکلفین یہاجر علیہ شوی اکثر الفقهاء مجتبی اہ“... (الدر علی الفرق: ۱/۵۹۰)

”قولہ وهو لا یسع هذا عند ابی یوسف وعنه ان المصر کل موضع یسکن فیہ عشرة آلاف نفرو فی الصحفة عن ابی حنیفہ انه بلدة کبيرة فیہا مسکک واسواق لہا سابق ولہا وال یقدر علی اتصال المظلوم عن الظالم بحسبہ وعلمہ او عدم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث قال هذا هو الاصح“... (كشف الاستار: ۱۰۹)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قیام جمعہ کے لیے شریعتی طریقہ کی ضرورت کا اثبات شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۳۱۹) اگر کسی جگہ کی آبادی تین ہزار ہو اس جگہ جمعہ ادا کرنا شرعاً کیسا ہے جبکہ حدود کا نہیں کسی جہاں اور مساجد بھی بہت ہیں کسی ایک مسجد میں جو شخص پڑھتے ہیں ان کے علاوے کرام اس کو پڑھ کر وہ قراؤں دے کر جمعہ قائم کرنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں جمعہ درست نہیں ہے برائے مہربانی رہنمائی فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

قیام جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کچھ رہا ہونا شرط ہے لہذا وہ جگہ جس میں بازار ہوں اور ضروریات زندگی کی تمام اشیاء آسانی سے مل سکیں اور اس طرح وہاں پر سفر یا حجاز موجود ہو جو حدود اور تقویات کا غماز کر سکا ہو تو ایسی جگہ شہر کے حکم میں ہے اس میں بدترہد جمعہ اگر تاج کرے اور بدوہ کا کس جس میں مذکور ہوا باتیں نہ پائی جائیں تو وہ قریہ مصر کے حکم میں ہے تو وہاں پر شرط جمعہ اگر تاج کرے نہیں۔

”و عبارت القہستانی نفع لرحمائی التقصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق لیل ابو القاسم ہذا بخلاف اذا اذن الوالی ان القاضی یناء المسجد الجامع و اداء الجمعة لان هذا مجتہد فیہ فاذا حصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ ولما ذکرنا اشارة الی انہ لا یجوز الی الصغیرۃ الی لیس فیہا طابع ومنبر و عظیم کمالی المضمرات. و الظاہر انہ ان ینبذہ الذکر اذہ لکراۃ الخلف بالجماعة الاخری ان فی الجوامع لو صلو الی القری لزمہم اداء الطہر هذا اذا لم یحصل بہ حکم فان فی فتاوی الدیناری اذ انہی مسجد فی الرستاق بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقا علی مقال السرخسی و فالیہم و الرستاق القری کمالی القاموس“۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”روی عن ابی حنیفۃ انہ بلندۃ کبیرۃ فیہا سبکک و اسواق و لہا سابق و فیہا اول یقلد علی اصناف المظنوم من الطائم بحشمہ و علمہ و عہم غیرہ و الناس یرجعون الیہ فی الحوادث لیل فی البدائع و هو الاصح“۔ (البحر الرائق: ۴/۴۳۶)

”(و بشرط لصحتها) سبعة اشیاء الاول (المصرو و هو ما لا یسج اکبر ما جمده اعلہ مکلفین بہا۔۔۔ و ثناء و هو ما اتصل بہ لاجل مصالحہ) کذلک المعونی و رکض الخیل و المختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ انزلوا الی“۔ (الدرعی ہامش الرد: ۱/۵۹۰، ۵۹۱)

”(قوله: و الظاهر الملعب..... عن ابی حنیفۃ انہ بلندۃ کبیرۃ فیہا سبکک

و اسواق و لها و سابق و فيها و ان يقدّر على الصلّاء المظلوم من الظالم بحسنه
وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث
وهذا هو الاصح“۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اذان جمع کے بعد نکاح پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ علماء لکھتے ہیں کہ جمعہ المبارک کی پہلی
اذان اور جمعہ کی دوسری اذان کے درمیان نکاح پڑھنا حرام ہے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ جمعہ کے اذان اول کے بعد سنی الی الجمعہ کے علاوہ باقی ایسے امور ترک کرو جن سے ضروری ہے
جو سنی الی الجمعہ میں نقل ہوں خواہ وہی کام ہی کیوں نہ ہوں، لہذا اذان جمعہ کے بعد نکاح نہیں پڑھنا ہے، بلکہ جمعہ کی
نماز پڑھ کر نکاح پڑھنا ہے۔

”ووجب سعی اليها وترك البيع بالاذان الاول بلى الاصح (قوله) وترك
البيع) اذ لا يه كل عمل يساقى السعى وعصه حيا على لآية نهر“۔ (الذوق مع
الرد: ۱/۷۰۷)

”والصحيح ان السعى وترك البيع ونحوه يجب بالاذان الاول لعدم قوله
لعمري“اذن قدى للصوفى يوم الجمعة“وصداقه على الاذان الاول ايضا
”وفروا البيع“ اذ اشرك ما يشغل عن الصلاة والحطبة وانما حصى البيع
بانه كرا لا يفسد عليهم غائباً بعد الزوال فلى الاسواق بالسعى
والشراء“۔ (مفسر مظہری: ۱/۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۲)

”ويجب السعى وترك البيع بالاذان الاول“۔ (الهندية: ۱/۱۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قلنس والی عمارت میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے مارکیٹ کے اندر ایک چھوٹی سی دکان کرائے پر لی ہے ہم وہاں تین نمازیں پھر عصر اور مغرب پڑھتے اور کرتے ہیں مغرب کے بعد تارہ لکھ دیتے ہیں اور اتوار کو بھی پھنسی ہوتی ہے اس کے علاوہ کوئی بھی سرکاری پھنسی ہو وہ بند رہتی ہے اور مارکیٹ کے اوپر بائٹل قلینس ہیں وہاں بھی ایک کمرے کی مسجد ہے جس میں پانچون نمازیں ہوتی ہے اب سوال یہ ہے کہ قلینس والے مولوی صاحب مجھے جمعہ کروانا چاہتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں بلڈنگ تو ایک ہی ہے تو کیا چھوٹی جگہوں پر نماز جمعہ پڑھنا سنت کے مطابق ہے یا خلاف سنت ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر قلینس شہر کے اندر ہے تو اس عمارت میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے اس لیے کہ نماز جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں مگر بہتر یہی ہے کہ نماز جمعہ مسجد میں ادا کی جائے، کیونکہ جگہ جگہ پر جمعہ قائم کرنا منشاء شریعت کے خلاف ہے جو کہ طاقت اسلام ہے، بلکہ بہتر یہ ہے جو ایک ہی جگہ ادا کیا جائے۔

”وفى العنابة لوصلى الجمعة فى قرية بغير مسجد جامع والقرية كبيرة لها قري وفيها وان وحاكم جازات الجمعة بنوا المسجد ولم يتواران كان بمخلاف ذلك لا يجوز وهو قول منى القاسم الصغير وهذه العرب الاثلايل فى الصواب“..... (النصارى حاية: ۵۴۸/۲)

”وفى المبسوط ولان امير الفتح ابواب القصر وامر المولى فلان لجمع بالمس فى قصره فانه يحزبهم والمراد من فتح ابواب القصر الاذن للامة بالدخول والدادى الجمعة وهو مستجمع لشر الطها ولكنك مسنى لىما صنع لان المرصع المعد لا لامة الجمعة ليه المسجد وقد جفا ذلك الموضع ولى لعه نوع لرفح حيث لم يخرج من قصره الى المسجد ففعله هذا مخالف لعل السلف فكان مسنى لى ذلك“..... (المبسوط فى شرحه: ۴/۱۳۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۲۲): بخد مت باتب حضرت مولانا مفتی صاحب کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اور شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں تقریباً ۶۰ گھر ہیں کیا وہاں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں جبکہ وہاں سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر دوسری جگہ نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے وہاں خصوصاً بڑی عمر کے لوگوں کے لیے جائے ٹھکانہ ہو جاتا ہے، اگر نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے تو گاؤں میں تین مساجد ہیں جن میں سے ایک تقریباً ایک سو سال سے موجود ہے دوسری کو تقریباً پچاس سال، تیسری کو تقریباً انیس سال بنے ہوئے ہو گئے ہیں، جن میں کبلی اور تیسری کبلی ہے، جس میں تمام لوگ سنا سکتے ہیں زبان میں سے کس مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے یا کس میں پڑھا جاسکا جائزہ کرم مکمل جواب دیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صحت جمعہ کے لیے شریعتاً شہر یا قریہ کبیرہ شرط ہے مذکورہ گاؤں بظاہر قریہ صغیرہ ہے لہذا جمعہ جائز نہیں ہے۔

”و لا ذاتھما شرط لی غیر المصلیٰ منها المصروع کذا فی الذکائی و المصروعی ظاہر الروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت و قاض یقیم الحدود و ینفذ الاحکام و بلغت النبیۃ ائیمۃ منہ کذا فی الظہریۃ و التاوی قاضی خان مولی الخلاصۃ و علیہ الاعتماد کذا فی التارخ حلیہ“۔۔۔ (الہندیہ: ۱/۱۳۵)

”و یشرط لصحتها سبعۃ اشیاء الاول المصروع۔۔۔ او قاض الخ۔۔۔ (المرمع اثر: ۱/۵۹۰)

”و عبارتہ القہستانی تقع فرضاً فی القصبات و القری الکبیرۃ الی فیہا اسواق قال ابو القاسم هذا باملا خلاص اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع و اداء الجسعة لان هذا من جہد فیہ لہذا اتصل بہ بالحکم صار مجتہدا علیہ و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض و منبر و خطیب کما فی المعصرات۔۔۔ الا تری ان فی الجواہر نو صلوٰتی القری لزومہ اداء الظہر الخ“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۴۸۰ و ۵۹۰)

”ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الاعلى من يسكن المصر او ما يتصل به
فلا تجب على اهل السواد ولو قريبا وهذا اصح ما قيل
فيه“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۶۰۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دو تین گھرانوں پر مشتمل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے اعلیٰ اور قدیم گاؤں کے
مرد و زن اور بچوں نے بڑوں کی کُل تعداد ۶۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے جبکہ گاؤں کے شمال کی طرف تقریباً ۳۵ گز کے فاصلے
پر چند اور گھرانے واقع ہیں جو کہ قدیم گاؤں سے ٹکڑ کر اپنے کھیتوں میں کاشت کاری میں آگئے ہیں، مذکورہ گھرانے
۵۰۰ افراد (مرد و زن) پر مشتمل ہیں اور مذکورہ گھروں اور قدیم گاؤں کے درمیان زمینی زمین واقع ہے نیز گاؤں کے
جنوب میں ساکھونہ نگر کے فاصلے پر چند اور گھرانے بھی آباد ہیں جن کی آبادی چار سو افراد پر مشتمل ہے یہ بھی اسی قدیم
گاؤں سے نکلے ہوئے لوگ ہیں ان سب گھرانوں کی اپنی اپنی تقریباً پانچ مساجد ہیں باقاعدہ ائمہ حضرات ہیں یہ تمام
گھرانے ایک ہی نام سے پکھانے جاتے ہیں شمال کی طرف گھروں میں چوبڑی بڑی دکانیں موجود ہیں لیکن
لوہا، موچی وغیرہ اور کپڑے کی دکانوں کی سہولت موجود نہیں ہے گاؤں ہلکے سے واقع ہے کیا ایسے گاؤں میں جمعہ
اور عیدین کا جواز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کی اس سختی میں نماز جمعہ اور عیدین چوتھیں ہیں یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیر ہے۔

”اما المصر الجامع لشرط وجوب الجمعة وشرط صحة
ادائها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الا على اهل مصر ومن كان ساكن على
توابعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا على المصر وتوابعه لا تجب على اهل
القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“۔۔ (بدائع
القصا: ۱/۵۸۳)

”و عبارة القسطنطيني تقع لرحمته في القصصات والقرى الكسرة التي فيها اسواق

قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا نزل الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا من جهده فلهذا اتصل به الحكم من مجمعاعليه وليما لا كثرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها القاضي ومببر وعطيب كعالي المضمرات.... الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القري لو مهم اداء الظهر اه... (رد المحتار: ۴۸۸/۱ و ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جو فوت ہو جائے تو طیمرہ طیمرہ نماز عمر بوا کرے:

مسئلہ نمبر (۳۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ اگر ایک آدمی جو کی نماز میں امام کے ساتھ نفل سلاحدش اس نے جو کی نماز پڑھنی ہے تو کس طرح پڑھے گا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جن لوگوں کی جو کی نماز فوت ہو جائے وہ بغیر جماعت کے ظہر کی نماز طیمرہ طیمرہ پڑھیں۔

”و كذا اهل مصر فانهم الجمعة فانهم يصلون الظهر بغیر اذان ولا إقامة ولا جماعة وقال الشافعي: الظاهر ان الكراهة هنا من جهة لعدم التيقيل والمعارضة المذکورین وبإيداعالي القهستانی عن المضمرات يصلون وحدا استجاباه...“ (رد المحتار: ۲۰۵/۱)

”قال في الظهيرية جماعة فانهم الجمعة في المصر فانهم يصلون الظهر بغیر اذان ولا إقامة ولا جماعة اه...“ (البحر الرائق: ۲۶۹/۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مصر جامع کی تحریف اور ایکن اختلاف:

مسئلہ نمبر (۳۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں ”گوخیل“ میں نماز جو کے متعلق اختلاف ہے بعض ملائے کرام فرماتے ہیں کہ جائز ہے کیونکہ ”گوخیل“ میں کل افراد جن پر نماز جو واجب

ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلیل میں اکبر مساجد مصر کی تعریف یہ ہے کہ جس کی طول بھی چالیس گز شرعی ہو اور عرض بھی ہو تو اس مقدار کی کسی مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو اس دلیل کے ساتھ بنیاد رکھ کر جو کہ جواز کا فتویٰ دیتے ہیں مگر بعض علماء کرام یہاں فرماتے ہیں کہ اکبر مساجد مصر کی یہ تعریف غلط ہے اس کا کوئی ثبوت کسی محدثی کی مستند کتاب میں نہیں ہے یا اکبر مساجد مصر کی تعریف نہیں بلکہ یہ مسجد کبر کی تعریف ہے جو کہ کتب فقہ میں مذکور ہے اکبر مساجد مصر اسی مسجد کو کہا جاتا ہے جو شہر کی تمام مسجدوں میں بڑی، عبادت گاہ، مسجدوں کی سب مسجدوں میں بڑی مسجد ہے اس میں ایک ہزار آدمی صرف دو صف آہن ہو سکتے ہیں لہذا اس کا اس میں فقہ حنفی کی کسی مستند روایت میں نماز جمعہ کا ہونا نہیں ملتا۔

یہ کہ کرام ان دو طریقوں میں سے جس فریق کا قول صحیح ہو وہ کاہر فرمائیں اور اکبر الہامی کہ صحیح تعریف بھی تحریر فرمائی اگر بالفرض نماز جمعہ جائز نہیں اور ہر جمہور کے بعض لوگ اس کو نہ چھوڑیں تو کیا جمعہ کے دن اس کاؤں میں جامع مسجد کے علاوہ دیگر مسجدوں میں لوگوں کے بے غریب یا جماعت پر حجاز درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں حنفی مسلک میں واجب نماز جمعہ کے لیے مصر جامع ہونا شرط ہے جسے عام فقہاء کرام متون شریعہ اور فتاویٰ میں نقل فرما چکے ہیں، یہاں مصر جامع کی تعریف میں فقہاء کا اکتشاف نقل کیا جاتا ہے چنانچہ بدائع الصنائع میں ملک حضارہ اسکا سانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کی قول نقل فرماتے ہیں یہی تعریف یہ نقل فرمائی ہے کہ "ذاکر الذکر عی ان المعصر الجامع ما قیم فیہ الحدود و لغات فیہ الاحکام"

اسی تعریف کو صاحب الہدایہ نے (۱/ ۵۸۳) میں اختیار کیا ہے "الذکر عی وهو الظاہر (من المذهب)" کہا ہے اس کے بعد علامہ نے مصر کی تعریف میں اقاؤں نقل فرماتے ہیں کہ

"احسن ما قبل فیہ اذا کانوا بحال لواء جمعوا فی اکبر مساجدہم لم یسمہم

ذلک حتی احتاجوا الی بناء مسجد الجمعة فہذا مصر تقام فیہ الجمعة"

... (بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸۳)

دوسرا قول بالکل اخیر میں نقل کیا ہے اللہ وہ اس پر علامت عابدین فرماتے ہیں:

"(قولہ و ظاہر المذهب) قال فی شرح المنیة والحدود الصحیح ما اختارہ

صاحب الہدایہ اللہ الذی لہ الامر و قاضی فیہ الا حکام و یمیز الحدود و تعریف

صدر الشریعہ لہ عبداعتزازہ عن صاحب الوقایہ حیث احتار الحد المتظنم
بمظهر التواشی فی الاحکام مزلف لان المراد القدرۃ علی القامتها علی ما صرح
بہ فی المحقق عن امی حیفۃً انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا سابق
وفیہا اول یقلد علی انصاف المظنوم من الظالم بحشمہ وعلیہ او غم غیرہ
یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح الا ان صاحب الہدایۃ
لترك ذکر السکک والرسائق لان الغالب ان الامیر والقاضی الذی شانہ
القدرۃ علی تنفيذ الاحکام والقامۃ الحدود لا یكون الا فی بلد کذلک
انہ۔۔۔ (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کدھم جہاز کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر (۳۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں پانچ
مساجد ہیں اور تمام میں نماز جمعہ ہوتی ہے اس گاؤں میں گھروں کی تقریباً آبادی ۲۵۰ دو سو پچاس کے قریب ہے
اور بڑے گاؤں سے تقریباً ۱۶ ایکڑ دور ہے اور پڑاری کے کاغذات میں بھی گاؤں ایک ہی ہے لیکن اپنی زمین
میں بیٹھے ہیں۔ بڑے گاؤں میں ہائی سکول ہے اور ہمارے گاؤں میں پرائمری سکول ہے اور بڑے گاؤں سے
تقریباً ۱۴ ایکڑ دور ایک ڈیرے کی آبادی ہے ایک سو پچاس کے قریب ہے اور دوسرے میں تقریباً دو سو افراد ہیں۔ لیکن
چارہ یروں کے درمیان مسجد صرف ہمارے ڈیرے میں ہے اور یہ تمام ڈیرے اور ہمارے گاؤں کا تعلق اس بڑے
گاؤں سے ہے اب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ہادی مسجد میں نماز جمعہ ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت ہر قسم کی اس ہستی میں نماز جمعہ اور غیرین چ کر نہیں پڑھ سکتے اور نہ قریب کبیر ہے۔

”اما المصنوع الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها

عند اصحابنا حتى لا تلحق الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكناً الى

لواضعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا لاهل المصر وتواضعه لا تلحق على اهل

الفری فی لیست من توابع المصرو لا یصح اداء الجمعة فیہا"۔۔۔ (بدائع

الضائع: ۱/ ۵۸۳)

"وعبارۃ الفہستائی تقع فرضا فی القصبات والفری الکبیرۃ الی فیہا اسواق قال ابو القاسم ہذا بلا خلاف اذا اذن الزوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتہد لہ فاذا اتصل بہ بالحکم صار مجتمعا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی المصبرۃ الی لیس فیہا القاضی ومنبر وخطیب کما فی المضممرات۔۔۔۔۔ الا ترى ان فی الجواہر لو وصلوا فی الفری لزمہم اداء الظہر"۔۔۔ (رد المحتار:

۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں جمعہ جائز نہ ہو وہاں نماز جمعہ اور انہیں ہوتی بلکہ علم واجب الادامہ ہے:

مسئلہ نمبر (۳۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اور علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں "نور شرفوالہ" میں سات مساجد ہیں، جن میں سے چار مساجد میں نماز ہادی عت ہوتی ہے، تین مساجد میں جماعت کبھی کبھار ہوتی ہے عموماً تین مسجدوں میں رہتی ہیں جن میں سے ایک مسجد سکول میں واقع ہے اور اس کا صدر شہر سے تقریباً ایک کلومیٹر ہے اور ہمارے گاؤں میں چودہ عدد وکائیں ہیں ایک ہائر سیکنڈری سکول ہے جس کا صدر شہر سے ایک کلومیٹر ہے اور پورے آف سکول نور شرفوالہ کچھ ہوا ہے دو عدد گرلز سکول ہیں دو عدد کھیلک ہیں جس میں ڈاکٹر رہتے ہیں یہاں پر عام دیہاتی وکائیں ہیں شہری آبادی تقریباً نو سو ہے اور تقریباً ۳۹۰ دو سو ساٹھ بالغ افراد ہیں تقریباً چھ کلومیٹر کے فاصلے پر ارد گرد میں دیہات ہیں انکس گاؤں کے تمام بالغ افراد مسجد میں جماعت نماز پڑھیں تو مسجد میں جگہ بچ جائے گی اور اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے پوچھنا یہ ہے کہ یہاں پر جمعہ ہوتا ہے کنکس کچھ لوگ جمعہ اور انہیں کرتے آیا وہ تنہا رہیں یا نہیں یا جو پڑھ رہے ہیں کیا وہ ظہر کی نماز ضائع کر رہے ہیں یا نہیں؟ جمعہ شروع ہے آیا اس کو بند کر دیا جائے یا ان لوگوں کو جمعہ نہیں ادا کرتے انہیں بھی ادا کرنا چاہیے یا نہیں یا وہی لوگ ادا کرتے رہیں جو کہ ادا کر رہے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال آپ کے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ آپ کا گاؤں نہ مصر جانا ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے لہذا اس گاؤں میں جمعہ بند کیا جائے اور جو لوگ جمعہ پڑھ رہے ہیں انکے مذہب کی نماز باطلی ہے۔

”اما المصرا الجامع لشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اذانها عند اصحابنا حتى لا تلجب الجمعة الاعلى اهل المصرو من كان ساكنالى توابعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا فى المصرو وتوابعه فلا تلجب على اهل القرى التى ليست من توابع المصرو ولا يصح اداء الجمعة لهما“۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

”وعبارة القهستانی تقع لوصالى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا اذن الوالى او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجتمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومسيرو حطب كمالى المضمرات.... الا ترى ان فى الجواهر لوصالى القرى لزومهم اداء الظهر“۔۔ (رد المحتار: ۱/۴۸۸ و ۵۹۰)

”قولہ وفماصر المذهب“ قال فی شرح المنیة والحد الصبیح ما اختاره صاحب الہدایة انہ الذی لہ امیر وقاض یتخذ الاحکام یتقم الحدود وتزیف صلو الشریعة لہ عند اعتدالہ عن صاحب الوقایة حیث اختار الحد المظنم یتصور الترابی فی الاحکام مزیف لان المراد القدرة علی الامتثال علی ما صرح بہ فی الصفحة عن امی حقیقۃ انہ ملایمۃ کبیرۃ فیہا سبکک وصواق ولہا سابق ولہا واول بقدر علی انصاف المظنوم من الظالم بحشمتہ لوعلمہ لوعلم غیرہ یرجع الناس الیہ لبعینق من الحوادث وهذا هو الاصح الا ان صاحب الہدایة ترک ذکر السبک والمر سابق لان الغالب ان الامیر والقاضی الذی شانہ القدرة علی تنفیذ الاحکام والقامۃ الحدود لا یكون الا فی بلد کذلک“۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

دوسو کانوں پر مشتمل اڈے اور اس سے متصل آپادی میں شمار جو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اڈے کا ڈن کاگل وقوع میں ہے کہ نہیں ثابت ہے یا نہیں؟ تقریباً دو مختلف اشیاء کی دکانیں ہیں جو کہ اڈے کی دکانیں کہلاتی ہیں اور اس اڈے کے قریب ہی تقریباً بیس سو گھروں کی آپادی بھی ہے جو کہ اس اڈے سے متصل ہے اور اس اڈے سے آٹھ یا نو ایکڑ کے قاصطے پر متصل گھروں پر ایک بستی بھی ہے جو کہ تقریباً دو سو گھروں پر مشتمل ہے اس بستی میں بھی سات آٹھ دکانیں اور گلیاں بھی ہیں اور باقی اس اڈے کی متصل ارد گرد ایک ایک گھروں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ دیہاتوں میں ہر ایک اپنی اپنی زمین میں گھر بناتا ہے تو اسی طرح اس بستی کے گرد و نواح میں ایک ایک گھر اور بڑے بڑے کوئی ایک ایکڑ کے قاصطے پر گھر ہے تو کوئی پانچ ایکڑ کے قاصطے پر ہے تو اس طرح کوئی کم اور زیادہ قاصطے پر گھر ہیں اور عام دیہاتوں کی طرح یہ سلسلہ غیر محدود ہے اور اڈے کی دکانوں سے نوگ گرد و نواح سے سو سلف لینے آتے ہیں اور اس مذکورہ آپادی میں سکول و چٹری وغیرہ ہیں ڈاکخانہ نہیں لیکن ڈاک پہنچانے کا انتظام ہے پکلی سڑکیں ٹیلی فون آمد و رفت کے ذرائع جدید سہولیات پھر ہیں لیکن اس مذکورہ آپادی کو لوگوں کے عرف میں شہر نہیں کہا جاتا اگرچہ ضروریات زندگی کی تمام اشیاء مل جاتی ہیں باقی کوئی تھانہ وغیرہ نہیں ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسی جگہ میں جو کہ بڑے یا نہیں؟ جبکہ اڈے پر دو ساجد ہیں اور ایک مسجد بستی میں ہے جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے جو کہ اڈے سے کچھ دور ہے اس بستی میں جو پڑھایا جاتا ہے اور اڈے کی ساجد میں بھی جو پڑھایا جاتا ہے اور بیس بیس سال سے جو پڑھایا جاتا ہے اب اس جگہ جو جائز نہیں تو کیا کہی جاتے جو بند کر دیا جائے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز جو کہ صحت کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے مذکورہ گاؤں نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے لہذا ایسے گاؤں میں جو جائز نہیں ہے جو حضرات بیس سال سے نماز جو دہا کر رہے ہیں ان سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوئی بلکہ ظہر کی نماز کی قضاء ضروری ہے ایسے گاؤں میں جو بند کرنا لازم ہے جو حضرات نماز جو پڑھنا چاہتے ہیں وہ ایسی جگہ جا کر پڑھیں جہاں شرعاً نماز جو جائز ہو۔

”اما المصروع الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها بعد اصحابنا حتى لا تنجب الجمعة الا على اهل المصروع من كان ساكناً في توابعه وكنه لا يصح اداء الجمعة الا في المصروع وتوابعه فلا تنجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصروع ولا يصح اداء الجمعة فيها“ . (مدافع الصائغ: ۱/ ۵۸۳)

”و عبارة الفهستائی تقع في حاشي القصاصات والقوى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بل خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد جامع واداء الجمعة لان هذا مجهول فلا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومبر وخطيب كما في المضمومات... الا ترى ان في الجوامع لو وصلوا في القرى لزمهم اداء الظواهر“..... (رد المحتار: ۴۸/۱ ج ۵۹۰)

(قوله وظاهر المذهب) قال في شرح العنية والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذي له مبر واقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وتزيف صدر الشريعة له عند اعتذاره عن صاحب الوقاية حيث اختار الحد المقدم بظهور التواني في الاحكام مزيف لان المراد القدرة على فائتها على ما صرح به في التحفة عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك وامواق ولها راساتيل ولها مال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحسنة وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح الا ان صاحب الهداية ترك ذكر السكك والراساتيل لان الغالب ان الامير والقاضي الذي شانه القدرة على تنفيذ الاحكام والقامة الحد ولا يكون الا في بلد كذلك اه... (رد المحتار: ۴۸/۱ ج ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر سو مکانات پر مشتمل گاؤں میں ملا جلا حکم:

مسٹر فسر (۲۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گاؤں شہر سے تقریباً چار پانچ کلومیٹر دور ہے گاؤں میں تقریباً ۱۰۰ کے لگ بھگ مکانات ہیں اور ضروریات روزمرہ کی چیزیں بھر نہیں ہیں پانچ لوگوں کی تعداد تقریباً ۱۵ ہے کیا مذکورہ صورت حال کے مطابق اہل قریہ پر عید باجماعت اور جمعہ باجماعت واجب ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بحمد ربہ تعالیٰ کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا کراچی ہو کیونکہ وہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے، جب کہ مذکورہ سوال میں سختی آپ صیغہ ہے اس میں بحمد ربہ تعالیٰ تو معاف ہیں باقی تحریر کی نماز پر مبالغہ لازم ہے۔

”و عبارة القهستاني تقع في حاشي القصبات والقري الكبيرة التي فيها اسواق
قال ابو القاسم هذا خلاف اذا كان الوالي او القاضي يبناء المسجد الجامع
و اداء الجمعة لان هذا مجهول له لانه اتصل به الحكم صار مجتمعا عليه
وفيما ذكرنا نشارة التي انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض
ومسبر وخطيب كما في المصنوعات.... الا ترى ان في الجواهر في صلوٰتی
القری لزوم اداء الظهر“... (رد المحتار: ۳۸۷/۱ و ۵۹۰)

”قولہ شرط اذانہا المصرباں شرط صحبہا ان تؤدی فی مصرحتی “لا تصح
فی قرية ولا مسطرة لقول علی: لا جمعة ولا شریک ولا صلاة فطر ولا احی
الای مصر جامع لولی ملجئة عظيمة“... (البحر الرائق: ۳۳۵/۲)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قریہ پنجتیس سو افراد پر مشتمل گاؤں (تجزیاتی گروہ) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۸): کیا گراماتے میں مقتیان گرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس کی آبادی ۳۶۰۶ ہے، مرد و عورت، بچے، بوڑھے سب ہی شامل ہیں، اس سختی کا نام تجزیاتی ہے، دراصل دو گاؤں پر یا دو حصوں پر مشتمل ہے ایک کا نام دولت آباد زئی اور دوسرے کا ہم ٹیک آباد زئی ہے دونوں حصوں کے درمیان تقریباً ۲۰۰ فٹ الٹا الٹا کا فاصلہ ہے جس میں باقاعدہ کھیتی باڑی ہوتی ہے، تجزیاتی جس میں دونوں طرف دو گائیں ہیں، دو گلیں، دو بلیں، پرچون دیوے کی دو گائیں موجود ہیں، جیسا کہ اوپر ہے، تجزیاتی کے اندر دو گائیں ہیں اور مین بازار ایک بھی نہیں ہے، اگر دونوں بستیوں کو الگ الگ شمار کیا جائے ہر ایک طرف دولت آباد زئی کی آبادی دو جزا آٹھ سو ہے اور ٹیک آباد زئی کی آبادی سات سو نوے ہے، اب یہ معلوم کرنا ہے کہ تنظیم شرع نماز جمعہ تجزیاتی میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت فرقہ میں تجزیاتی کے قریہ کبیرہ اور مصر جامع نہ ہونے کی وجہ سے اس میں جمعہ جائز نہیں۔

”قوله وظاهر المذهب) قال فی شرح المنة والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذي له امر ولا حق تنفيذ الاحكام ويقوم الحدود وتزيف صدر الشريعة له عند اعتذاره عن صاحب الوقاية حيث اختار الحد المتقدم بظهور الحق في الاحكام مزيف لان المراد القدرة على القاستها على ما صرح به في التحفة عن امي حنفية انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ونهار سائق وفيها زل يقدر على انصاف المظنوم من الظالم بحشمته او علمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيمليق من الحوادث وهذا هو الاصح الا ان صاحب الهداية ترك ذكر السكك والرسائق لان الغالب ان الامر والقاضي شاء القدرة على تنفيذ الاحكام والقامة الحدود فلا يكون بلدة كذلك“.... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”وعادة القهستاني وتقع لرخاطي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا للاعتلال اذا ظن الوالي او القاضي بناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجبعا عليه وفيما ذكرنا اشارت الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومسيرو عظيم كمافي المضمرات... الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لو مهم اداء الظهر“... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں صلوٰۃ جمع جائز نہیں وہاں صلوٰۃ عیدین بھی جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۳۱): محترم بھائی صاحب اسلام بیگم بعد اسلام عرض یہ ہے کہ بندہ کو ایک مسئلہ درپیش ہے جس کا بندہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں جس درکار ہے مسئلہ یہ ہے کہ میں کسی گمراہ خانقاہ مظہر بادشہ ”جہاں باد“ کے ایک گاؤں میں رہتا ہوں ہمارے گاؤں میں بازار وغیرہ نہیں اور نہ ہی کوئی جامع مسجد ہے بعض علاقے کرام کی مشاورت کے بعد یہ سنا ہے کہ جہاں بازار اور جامع مسجد ہو وہاں نماز جمعہ اور نماز عیدین اور انہیں کی جاتی لیکن ہمارے

گاؤں میں صرف نماز عید کا جگہ اور عید الفطر کا جگہ ہوتی ہے لہذا جناب سے گزارش ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں اور فتویٰ صادر فرمائیں کہ وہ جو مع سہرہ چلے جہر کی نماز ادا ہوتی ہے وہاں باز رہی ہے اور اسے گاؤں سے تقریباً چھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے جناب کی عین گزارش ہوئی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اس گاؤں کی بیان کردہ مذکورہ صورت حال کے مطابق آپ کے گاؤں میں نماز عیدین اور نماز جمعہ ادا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

”ویشروط لصحتها المصير وهو ما لا يوسع اكبر مساجده اهل المكلفين بهاء عليه فتوى اكثر الفقهاء وظاهر المذهب انه كل موضع له أمير وفاض يقدر على اقامة المصلين او فناء وهو ما حوته (الفصل به) او لا كما حرمه ابن الكيمان وغيره لاجل مصالحه كدفن الموتى وكفض الخيل فان الشامي وعبارة القسطنطيني تقع في حاشي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا من جهته لئلا اتصل به الحكم صار مجتمعا عليه وفيما ذكرنا اشارته الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومبصر وخطيب كما في المضمرة.... الا ترى ان في الجواهر فو صلو افي القرى لو مهم اداء الظهر او“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کے لئے اذان عام شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۳۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ٹیکسری ہے اس میں چار ہزار کے قریب ملازم ہیں ٹیکسری میں نماز جب گاہ باجماعت کا مستقل اجتماع نہیں ہے اور کسی عام آدمی کو ٹیکسری میں داخل کی اجازت کسی صورت بھی نہیں ہے ٹیکسری میں کام کرنے والے ملازم کو پاس (اجازت نامہ) ملتا ہے وہ پاس دکھا کر اندر جاتے ہیں اس کے علاوہ کوئی ملاقاتی یا مہمان بھی کسی کا آجائے تو وہ اندر نہیں جاسکتا بلکہ ملازم خود باہر آکر ملاقات کرے گا اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت حال میں ٹیکسری کے اہل نماز جمعہ کو ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اس ٹیکسٹ کے اندر نماز جو جائز نہیں کیونکہ نماز جو کے لیے اذن عام شرط ہے اور یہاں یہ شرط نہیں پائی جاتی ہے۔

”قال في الهندية: “وعنها الاذن العام وهو ان تفتح ابواب الجامع ليؤذن للناس كفاية حتى ان جماعة لمواجمعوا على الجامع واغلقوا ابواب المسجد على انفسهم وجمعوا لم يجر الخ”... (الهندية: ١٣٨/١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بلا ضرورت ایک شریعتی عقیدہ خلاف سنت ہے:

مسئلہ نمبر (۲۳۳) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک اورہ کی مسجد ہے جس کی تقریباً دس صلیبی فنی ہیں اور ایک صلیب میں پتھر آدھیں کی گنجانے ہیں، رمضان المبارک سے قبل صرف نماز عصر ہی ادا کی جاتی ہے اب پانچ نمازیں پابعد عت ادا ہوتی ہیں کیا انکی مسجد میں نماز جو کہ اہتمام کرنا واجب ہے یا نہیں؟ جبکہ اس مسجد کے قریب دوسری ماریکٹوں میں تین بڑی جامع مساجد بھی موجود ہیں اور مسجد بنائیں پہلے بھی بھی مسجد کے اہتمام نہیں ہوا، کیا انکی مسجد میں نماز جو ادا کی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر یہ اورہ شریعتی ہے جسے کے اندر ہے اور اس مسجد میں عام مسلمانوں کو نہ کے لیے آنے کی عام اجازت ہے تو اس مسجد میں نماز جو درست ہے مگر عقیدہ جو ایک شریعتی عقیدہ خلاف سنت ہے۔

”ویشترط لصحة الصلاة وهو ما لا يوسع اكير مساجده اهلہ المكلفين يهاو عليه فتوى اكير الفقهاء وظاهر الملعب انه كل موضع له امر وقاض بقدر على الامانة الحدود (اولاد و هو ما) قوله (الصل بام) اولاً كما حرره ابن الكمال وغيره لا جعل مصالحه، كملن المتروكي وركض الخيل وعبارة الفقه ساني تفتح لم مصالحه التقصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء

الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وليما ذكرنا
اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومبصر وحطاب كعافي
المضمرات... الا ترى ان في الجواهر لو وصلوا الى القري لزمهم اذا
انظروا... (رد المحتار: ١/ ٥٩٠، ٥٩١)

”قال في الهندية:“ (ومنها الاذن العام) وهو ان تفتح ابواب الجامع ليؤذن
للمسلم كالملة حتى ان جماعة لو اجتمعوا في الجامع واغلقوا ابواب
المسجد على أنفسهم وجعلوا لهم بجز الخ... (الهندية: ١/ ١٣٨)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرحدی حلقے، عمر الوریہ بان میں فرنی پینٹ کے جمع پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاک فوج شہر سے باہر کی جگہ لرنگ
کردی ہے یا سرحدوں پر دشمن سے صف آراء ہو رہی ہو پینٹ میں تقریباً ۵۰۰ سے بڑا کے قریب آدمی ہوتے
ہیں، (۱) یہاں ضروریات زندگی پوری ہو جاتیں ہیں۔ (۲) کمانڈر آفیسر بھی ہوتے ہیں اس لیے قتلازع معاملات
وسائل کامل بھی ہو جاتا ہے مسجد پشت اور وسیع بھی ہے ہنگامہ اور بجلی کا انتظام بھی ہے رہائش کے لیے مضبوط بھری
کھلت بھی موجود ہے (۳) اگر ساتھ ساتھ کی آبادی کو شامل کیا جائے تو تعداد کافی ہو سکتی ہے، کیا اس صورت میں جمعہ
کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۴) ہوسے شہر کی کیا قریظ ہے؟ (۵) کیا حضور ﷺ نے بھی درغیش فزادات میں نماز جمعہ
اور فرمائی؟ (۶) نیز مظاہرہ کی کیا قریظ ہے؟ (۷) اگر حاکم غلبہ کو ایسی جگہ جمعہ پڑھانے پر مجبور کرے اور نہ ماننے
کی صورت میں ملازمت کی یہ طرفنی کا مظہر ہو یا سخت یا نہ سچانے کا مظہر ہو تو ایسے غلبہ کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) مذکور صورت کے اندر جمعہ جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ کے لیے عمر جامع کا ہو، ضروری ہے۔

(۲) مصرع مع کی قریظ ہجرت میں ہے:

”روی عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سبك و اسواق ولها راساتق
وليها اوال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحكمه و علمه او علم غيره
والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح... (بدائع الصنائع: ١/ ٥٨٥)

امام ابوحنیفہ اور امام احمد سے روایت ہے کہ ہر وہ سختی جس میں شاہراہیں اور بازار ہوں اس کے لیے دیہات ہوں اور اس کے لیے حاکم جو جو مظلوم کو ظلم سے انصاف دلانے پر قادر ہو اپنے دہ پورا اپنے ظلم سے یا غیر کے ظلم سے اور لوگ حوادث اور مسائل میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔

(۲) رسول اللہ ﷺ سے دیہات اور صحراء اور غزوات کے اندر نماز جمعہ کا ثبوت نہیں ہے۔

(۳) سفارہ ایسے جنگل اور بیابان کو کہا جاتا ہے جس میں آبادی نہ ہو۔

(۵) بیابان کے اندر کسی کے حکم سے بھی نماز جمعہ پڑھیں ہو سکتی، تاہم سختی ہو جس میں حاکم وقت اگر حکم دے تو نماز جمعہ قائم ہو سکتی ہے اور حاکم نماز نہ پڑھتا انتقام کا السر ہوتا ہے، اور اس کے کہنے کی وجہ سے کسی سختی کے اندر بھی نماز جمعہ قائم ہو سکتی ہے، تاہم آدمی یا غیر کے حکم سے جمعہ پڑھیں ہو۔

”وَمِنْ مُحَمَّدٍ ابْنِ كَلٍّ مَوْضِعَ مَصْرَہِ الْإِمَامِ فَيُحْوَ مَصْرَ حَتَّى آتَهُ لَوْبَتُ الْوَقْرِ

فَتَقْبَلُ الْإِلَافَةَ الْحَدِيدَ وَوَالْقَصَاصَ تَصْبِرُ مَصْرَ فَإِذَا عَزَلَهُ تَلْحَقُ بِالْقَرَى

”...“ (حلی کنز الدقائق: ۴۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی شرائط پوری نہ ہوں اور عرصہ روزہ سے جمعہ پڑھایا جاتا ہو تو کیا کیا جائے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۵): عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں تحقیق کی ضرورت ہے کہ ایک بستی ہے جس میں ۲۵ سال سے جمعہ ہو رہا ہے، جبکہ بستی میں نہ کوئی پہنچاں ہے نہ آگاہ اور نہ ہی پکڑے کی کوئی دوکان ہے البتہ قریب مرقی خانہ ہے اس کے علاوہ گوشت کی کوئی دوکان نہیں ہے اس کے ایک کھڑیل پر ایک قصبہ ہے جس میں جمعہ کی سب شرائط موجود ہیں، داری بستی کی آبادی تقریباً ۳۰۰۰ ہر ہے چونکہ ہم پہلے سے جمعہ یہاں پڑھتے ہیں مگر ایک دم جمعہ چھوڑ دیں تو اشتباہ پیدا ہو جائے گا اس خطرے کے پیش نظر فتویٰ صادر فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت ہر قوم میں آپ کی بستی میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتی ہیں، لہذا اس میں جمعہ کی نماز نہ پڑھی جائے بلکہ ظہر کی نماز ادا کی جائے، جمعہ پڑھنے کی صورت میں ظہر کی فرض نماز آپ لوگوں کے واسطے ہے گی، جمعہ کوئی انفرادی کیا جائے اور جتنے عرصہ سے جمعہ پڑھا جا رہا ہے اس عرصہ کی ظہر کی نماز کی قضاء کی جائے۔

”و عبارة القهستاني قطع لرحماني القصبات والقرى الكسرة التي فيها اسواق
قال ابو القاسم هذا بلعلائف اذا ذن الوالي او القاضي بنهذ المسجد الجامع
واذا الجمعة لان هذا مجهول فيه فانما الفصل به الحكم صار مجمعا عليه
ولهذا ذكرنا اطارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها الخاض
ومبرو خطيب كمال في المحضرات.... الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في
القرى لو مهم اداء الظهر اه“... (رد المحتار: ١/ ٥٩٠)

”الاصح الجمعة الاولى مصر جامع اولي مصلی المصر ولا تجوز في القرى
لقوله عليه السلام لا جمعة ولا شريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع
والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض يلبس الاحكام ويقيم الحدود وهذا عن
ابي يوسف وعنه الهم اذا اجتمعوا في اكبر مساجدهم لم يسعهم
اه“... (الهداية: ١/ ٤٤٤)

والله اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہرے دو تین میل کے فاصلے پر واقع گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۱): کیا نماز جمعہ میں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جو شہر سے دو یا تین میل کے
فاصلے پر واقع ہے ایسے گاؤں میں جمعہ اور عیدین کا انعقاد غشی کے مطابق درست ہے یا نہیں؟ جمعہ کے انعقاد کی
صورت میں یہاں یا سواثر کا اجتماع متوقع ہے اور عید کی صورت میں دوسواثر کا، گاؤں والے تمام ضروریات زندگی
شہر سے لیتے ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ گاؤں میں جمعہ اور عیدین کا انعقاد جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں جمعہ کی شرائط

نہیں پائی جاتی ہیں۔

”و بشرط لصحتها) سبعة اشياء الاول (مصر وهو ما لا يسمع اكبر مساجده اعلم
المكتسفين بها) وعليه فتوى اكثر الفقهاء وقال الشامي تحت قوله (وفي

المفہمات) تأیید المصنوع و عبارة القہستانی نفع لرحماني القصبات والقرى
الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن المؤذن او القاضي
ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فانما التصل به الحكم
صار مجمعا عليه ولعلنا ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس
ليها ائمة ومبصر ومخطيب كما في المصنوعات.... الا ترى ان في
الجواز الوصول الى القرى ثم يعم اداء الظهر... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعی اور انجلی کے لئے حاکم نماز (اے ہی شیخ) کا ہونا شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۳۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بڑا گاؤں جس کی آبادی
چار ہزار افراد سے کم ہے اور جس میں ایک قدیم مسجد تھی جس میں نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز جمعہ اور عیدین کی
نمازیں ادا کی جاتی تھیں لیکن کچھ عرصہ قبل ایک اور مسجد بنائی گئی جس میں پہلے صرف نماز ادا کی جاتی تھی مگر چند سالوں
سے نماز جمعہ اور عیدین بھی ادا کی جانے لگی ہے کیا بعد میں بنائی جانے والی مسجد میں جمعی نماز ادا کرنا جائز ہے جبکہ پہلی
مسجد میں جبکہ کبھی نہیں ہے اس امر سے متعلق فتویٰ دے گا کہ اگر جمعی نماز جمعہ کی ادائیگی میں ٹھیکر کی نماز سے عہد
نہ لیا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ گاؤں میں اگر حاکم جو زمین اے ہی پانچ نہ ہو تو قدیم و جدید دونوں مسجدوں میں
نماز جمعہ جائز نہیں ہے اس لیے نقطہ ظہر کی نماز ادا کی جائے نیز اگر کوئی شخص جمعہ نہ پڑھے گا زیادہ شوق رکھتا ہو تو وہ آخر ہی
شہر میں جا کر نماز جمعہ ادا کرے۔

"قولہ شرط ادائها المصرو هو كل موضع له أمير و قاض ينفذ الاحكام و يقيم
الحدود و اي شرط صحبها ان تزد في مصر حتى لا تصح في قرية و لا مغارة
قول عبيد لا الجمعة و لا التبريق و لا صلاة الفجر و لا الصبح الا في مصر جامع او في
مدينة عظيمة: رواه ابن ابي شيبة و صححه ابن حزم و كفى بقوله فدية

واما ما رواه اذالم تصح في غير المصر فلا يجب على
غيره عليه" ... (البحر الرائق: ۴/۳۳۵)

"وفى هذا المصر الزوال كثيرة اخصار وامنها قولين: احدهما ما فى
المختصر فانهم اعزوه لابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق
ولهذا سابق وفيها زوال يكثر على انصاف المظنوم من الظالم بحشمته وعلمه
او علم غيره والناس يرجعون اليه فى الحوادث اذ ...
(البحر الرائق: ۴/۳۳۶)

"وروى عن ابي حنيفة وهو بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولهذا سابق
وفيها زوال يكثر على انصاف المظنوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره
ويرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث (البيان خاتمة: ۴/۵۴۹)
"(ولا تنهاش رفق لى غير المصلى) منها المصر هكذا فى الكافى والمصر لى
ظاهر الرواية الموضحة الذى يكون فيه مفت ولان يقيم الحدود وينفذ الاحكام
وبلغت اربعة امة مسمى هكذا فى الظهيرية والاضحيان اذ (التهذيب: ۱۴۵۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چار ہزار افراد پر مشتمل آبادی میں ملا جھکا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع بڑے اٹھ کی کل آبادی
تقریباً ساڑھے چار ہزار افراد پر مشتمل ہے اور یہ تین حصوں میں تقسیم ہے اصل گاؤں بڑے اٹھ تقریباً پچیس
سوا افراد پر مشتمل ہے دوسری آبادی ڈیرہ ہوائی کی ایک کونسل کے قافلے پر ہے اس کی کل آبادی ایک ہزار ہے یعنی کل
تین آبادیاں ہیں تینوں میں جمعہ شروع ہوا ہے آپ فتویٰ دیں کہ کیا جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں تینوں آبادیوں میں جمعہ کی نماز درست نہیں ہے کیونکہ یہاں اگرچہ ان تینوں آبادیوں

کے نام ایک ہیں صرف نام ایک ہوا شرعاً معتبر نہیں بلکہ درمیان میں جو فاصلہ سوال میں بیان کیا گیا ہے وہ جواز سے خارج ہے کیونکہ تنزیہیہ باتوں کی اپنی اپنی تعداد اور حدود ہیں جو کہ جمعہ کے جواز سے خارج ہیں۔ اور نہ ہی اس کا کس میں حاکم ہوا (آجکل اس کی) ہے جو کہ جمعہ کی محنت کے لیے ضروری ہے۔

”ولا تفتأ شرط في غير المصلي منها المصروف كذا في الكافي في المصروف في ظهر الرواية الموضوع الذي يكون فيه منتهى ولا في يقيم الحدود فينبغي الاحكام وبلغت ابيته ابيته من كذا في الظهيرية وقاضي خان وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذا في التتار خالية ومعنى فائمة الحدود والقدرة عليها كذا في الغاية وكما يجوز انهاء الجمعة في المصروف جوازاً في انهاء المصروف وهو الموضوع المعدل لمصالح المصروف متصلاً بالمصروف ومن كان مقياً بموضع بينه وبين المصروف فرحة من المزارع والمراعي نحو القمع يبخاراً لا الجمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يلغهم والغلوقة والعلل والامبال ليس بشئ كذا في الخلاصة“۔۔۔ (التهذيب: ۱/۱۳۵)

لہذا اس علاقہ کی کسی بھی آبادی میں جمعہ پڑھنا صحیح نہیں ان پر غم کی نماز لازم ہے اور اگر شہر نمازوں کا حساب کر کے غم کی نماز قضاء کریں کیونکہ ان پر جملاً لازم نہیں تھا۔

”ومن لا تحجب عليهم الجمعة من اهل القرى والبادي لهم ان يصلوا“
الظهير بجماعة يوم الجمعة باذان وقامة“۔۔۔ (التهذيب: ۱/۱۳۵)
” (شرط ادائها المصروف وهو كل موضع له امر وقاض ينفذ الاحكام وقيم الحدود فان مصلاته ومنى مصر لا عرفات وتؤدى في مصر في مواضع والسلطان اولائه“۔۔۔ (کنز الدقائق: ۳۷۷، ۳۸۰)

” (وقت الظھر) ای شرط صحبها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مزارعة لقول علي“ لا الجمعة ولا تشرق ولا صلاة فطر ولا اصحى الا في مصر جامع او في مدينة عظيمة رواه ابن ابي شبة وصححه ابن حزم، وكفى بقوله الندوة وامامنا (فصل الصلاة) ای مصلی المصروف لانه من توابعه فكان في حكمه

والحكم غير مقصور على المصلي بل يجوز في جميع اقية المصرا لانها بمنزلة المصرا في حوائج اهله. والقضاء في اللغة سعة اعم البيوت وقيل ما استلحق جوائبه. كذا في المغرب وما اختلفوا فيما يكون من انواع المصرا في حق وجوب الجماعة على اهله فاختار في العلامة والخاتمة انه الموضع المعد للمصالح المصرا متصل به ومن كان مفيدا في عمران المصرا واطرافه وليس بين ذلك الموضع وبين عمران المصرا فرجة فعليه الجماعة ولو كان بين ذلك الموضع وبين عمران المصرا فرجة من مزارع او مراعي كالقلاع بخاري لا جمعة على اهل ذلك الموضع وان سمعوا النداء والصغرة والميل والامبال ليس بشرط.... (البحر الرائق: ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۳۸)

والله اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تین سو گروں پر مشتمل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مطابق (۳۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں تین سو گرو ہیں، کیا اس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے ہمارا گھر گاؤں سے تقریباً ۱۵ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اس میں ہماری شرکت ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ذکرہ گھر میں شرانگہ جو محدود ہونے کی وجہ سے جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے۔

"وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومبصر وخطيب كما في المضمرات والظاهر انه ان يديه الكراهة لكرهية النقل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو وصلوا الى القرى لم يهمل اناء الظهور". (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

"لا تصح الجماعة الا في مصر جامع او في مصلي المصرا ولا يجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تسربق ولا لظرو ولا يصحى الا في

مصر جامع، و المصر الجامع کل موضع له امر و قاض ينفذ الاحکام و يقيم الحدود.... (الهداية: ۱/۱۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں شرائط جمع چرکی نہ ہوں وہاں جامع مسجد قدیم کی بھی جمعہ ٹہرنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۳۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ کا تحریر کردہ فتویٰ اور ہمارے (صورت مرقوم) میں دونوں جگہ جمعہ جائز نہیں ہے حالانکہ قدیم جامع مسجد میں عرصہء معلوم سے جمعہ جاری ہے کیا آپ کے فتویٰ میں بعد والی مسجد میں جمعہ جائز نہیں یا قدیم جامع مسجد کو بھی آپ نے اسی حکم میں رکھا ہے وضاحت فرمائیں، جبکہ گاؤں محلہ تقریباً چار پانچ گاؤں کی بنیادی ضروریات و خورد و نوش و انیسورت طبی سہولیات وغیرہ سب میرا کرتا ہے یعنی علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ دونوں جگہ جائز نہیں حالانکہ ہلاکی جہ سے قدیم مسجد میں عرصہ سے جمعہ ہوتا ہے وہاں بھی جمعہ نہیں، بلکہ وہاں بھی بعد ہند کرنا چاہیے، اور ان لوگوں کے ذریعہ کی نماز ہے اور جتنے عرصہ سے وہاں بجائے ظہر کے جمعہ کی نماز ادا کی جاتی رہی ہے ان سب لوگوں پر لازم ہے کہ حساب کر کے اس عرصہ کی نماز ظہر قضا کریں، ورنہ جمعہ کافی نہیں ہے۔

"لا تصح الجمعة الا في مصر جامع اولى مصلی المصر ولا تجوز في القرى".... (الهداية: ۱/۱۷۷)

"وفي الجوامع" لو مصلوا في القرى ثم هم اداء الظہر.... (رد المحتار: ۵۹۰/۱)

"قولهم شرط اذاتها المصر وهو كل موضع له امر وقاض ينفذ الاحکام و يقيم الحدود" ای شرط صحبها ان تزدی فی مصر حتی لا تصح فی القرية ولا خلافة قولهم لا الجمعة ولا التشريع ولا صلاة لغير ولا اصحی الا فی مصر جامع اولى

مدینة عظيمة يرواها ابن ابي شيبة وصححه ابن حزم يوكفي بقوله قدوة
واما ما رواه اذالم تصح في غير المصر فلا يجب على غير اهله وفي
حدائق المصر النوال كثيرة اعجاز وامناتها فليبين احدهما مالي المختصر ، لانيهما
ما عروا ولا يسي حنيقة انه يملأه كبيرة فيها سكك واسواق ولهار سائق
وفيه اوال يقدر على انصاف المظوم من الظالم بحشمته وعلمه او عزم غيره
والناس يرجعون اليه في الحوادث" . . . (البحر الرائق: ٢/ ٢٢٩)

"وروي عن ابي حنيفة وهو يملأه كبيرة فيها سكك واسواق ولهار سائق
وفيه اوال يقدر على انصاف المظوم من الظالم بحشمته وعلمه او عزم غيره
يرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث" . . . (الصارح خاتمة جديد :
٥٣٩/٢)

" (ولادها شرط في غير المصلي) منها المصر هكذا في الكافي والمصري في
ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود فربما لا يحكم
وبلغت ابنته ابنة مسي هكذا في الظهيرية والناظر خان اه" . . . (التهذيب :
١٣٥/١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں جمع پڑھنے کی شرائط موجود ہوں اس جگہ کے طلحات میں بھی جمع جائز ہے:

مسئلہ نمبر (۴۴۱) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک بن القہر ہے جس کے اندر تقریباً
چندہ مساجد ہیں اور ان تمام کے اندر نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے اور اس قہر کے اندر تمام ضروریات زندگی کی اشیاء
میا ہیں اس کے قریب ایک اور بستی ہے جو پچیس اس قہر سے جدا تھی لیکن اب یہ بستی اس قہر کے ساتھ ملتی ہو چکی ہے
اس کے دو کنارے کھل طور پر مل چکے ہیں ، جبکہ درمیان سے دو عین گھروں کی جگہ باقی ہے اور اس بستی کے اندر بھی
کھانے پینے کی اشیاء موجود ہیں اب یہاں بستی اس بستی کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا چاہے ہیں آیا اس بستی کی
مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں اگر قصہ مذکورہ میں جو کہ شرائط مثلاً ہذا مریحاً حاکم مجاز (جیسے آج کل اسی، ڈی سی) پائی جاتی ہیں تو مذکورہ جتنی کہ اس کے ساتھ حق ہو م نے کی وجہ سے اس میں بھی نماز جو درست ہے۔

”قولہ (ولی الفہستانی) تأیید القمین و عبارة الفہستانی قطعاً لرحضانی التخصیصات والقری الکبیرۃ النی لہا اسواق قال ابو القاسم ہذا لہذا خلاف اذا اذن الخوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واذاء الجمعة لان ہذا مجتہد لہ لہذا التصلی بہ الحکم صار مجتہدا علیہ ولہذا ذکرنا اشارۃ الی انہ لا یجوز فی الصغیرۃ النی لیس لہا قاض ومبصر ومخطیب کمالی المضمرات.... الاخری ان فی الخواصر لو صلوا الی القری ثم مہم اداء الظہر“۔ (رد المحتار: ۵۹۰/۱)

” (و نیز ذی فی مصر واحمد بن اویس کثیراً) مطلقاً (قولہ مطلقاً) ای سواء کان المصبر کثیراً اولاً وسواء فصل بین جانیہ نهر کثیر کثیراً اولاً وسواء قطع الجسر او بنی متصلاً“۔ (رد المحتار: ۵۹۵/۱)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فیکری میں نماز جو اور ایک مشت سے کم ڈالھی رکھنے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے اپنی فیکری میں جو کے دن نماز جو کا انتظام کیا ہے الحمد للہ تقریباً ایک سو پچاس افراد یا دو سو افراد اس اجتماع میں جمع ہو جاتے ہیں اور نماز جو مسلمان اور کفر کرتے ہیں یہ نماز جو تقریباً ایک سال سے اورا ہو رہی ہے آج نماز جو میں ایک شخص دوست نے اعتراض کیا ہے کہ ہر امام صاحب جو چہ حالت میں ان کی ڈالھی شری نہیں ہے، امام صاحب اسلامیات کے علوم کے ہر ہیں اور ایک مقامی کانٹا میں اسلامیات کے اسٹنٹ پروفیسر ہیں، میں نے پہلے ان سے بات چیت کی تو انہوں نے مجھے تسی دی مگر ہم آپ سے رضائی چاہتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر یہ فیکری شہر کے اندر یا نائے شہر میں ہے اور اس میں اذن عام بھی ہے تو اس تک

میں جمعہ درست ہے اور اگر اس میں ایک بھی شرط مفقود ہوگی تو جمعہ درست نہیں اور اڑھئی (ایک شت) سے کم کرنا حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے بدترین گناہ ہے کیونکہ اس میں دین اسلام کی کھلی مخالفت ہے اور اللہ کے رسول سے نافرمانی کا اظہار اور ایمان ہے اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

”کُلُّ عَمَلٍ مَعَالِي إِلَّا الْمَجَاهِرِينَ“ (البخاری)

ترجمہ: میری چہری امت معافی کے لائق ہیں مگر اعلان شدہ گناہ کرنے والا معافی کے لائق نہیں۔

فرضیکہ اڑھئی کٹوانے والا اور منڈوانے والا عاشق ہے لہذا اس کی امت مکروہ تحریمی ہے، اس لیے ایسے شخص کو امام بنا جا کر نہیں، اگر ایسا شخص جبرالہام بن گیا یا مسہر کی انتقامی نے بتا دیا اور بتانے پر قدرت نہ ہو تو کسی دوسری مسجد میں صلیح امام تلاش کریں۔

”وَمَا الْخَاسِقُ لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّهُ تَقْدِيمُهُ بَالَهُ لَا يَهْتَمُّ لَامَرْدِيَهُ وَيَأْنِي تَقْدِيمُهُ

لِلْإِمَامَةِ تَعْظِيمُهُ وَلَدَوَّجِبَ عَلَيْهِمْ أَهْلَانَهُ شَرَعًا...“ ولی شرح العنبة علی

ان کتوۃ تقدیمہ کتوۃ تحریم ”(روح المعانی: ۱/۴۱۴)

”و کتوۃ اعمامۃ العبد والاعترابی والخاص والمبطل“... (کتوۃ الدقائق: ۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں شرائط جمعہ پائی جائیں وہاں علماء کی اجازت کے باوجود جمعہ جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی جگہ کی آبادی تین ہزار ہو اس جگہ جمعہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جب کہ متعدد کامیں اور مساجد بھی بہت ہیں کسی ایک مسجد میں جمعہ نہیں پڑھتے یہاں کے علمائے کرام اس کو قریہ کبیرہ قرار دیکر جمعہ قائم کرنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں جمعہ درست نہیں ہے جواب دے کہ عن اللہ ما جودہا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں قیام جمعہ کے لیے شرعیاتی قریہ کبیرہ کا ہونا شرطاً ہے لہذا وہ جگہ جس میں بازاریں ہوں اور ضروریات زندگی کی تمام اشیاء بآسانی میسر ہوں یا وہاں پرائمری سیکولر (جیسے اے سی یا ڈی سی وغیرہ) موجود ہوں، جو صوماء اور قریہ است کاغذ کر سکا ہو تو ایسی جگہ شہر کے حکم میں ہے اس میں یا تارود جمعہ ادا کرنا جائز ہے اور ہر وہ گاؤں جس میں مذکورہ بالا تین نہ پائی جائیں تو وہ قریہ صغیرہ کے حکم میں ہے۔ تو وہاں پر شرعاً نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں۔

”قولہ مرفی القہستانی) تأیید القہن و عبارة القہستانی قطع فرضانی القصبات
والقری الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا كان النواحي
او القاسی بقاء المسجد الجامع واذاء الجمعة لان هذا مسجد فيه فاذا اتصل
به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة اني انه لا تجوز في الصغيرة التي
ليس فيها قاضي ومبني وخطيب كقاضي المضمرات... الامري ان في
الجواهر لوصلوا في القرى ثم هم اداء الظهر له“... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”وروى عن ابي حنيفة وهو بلدة كبيرة فيها كك واسواق ولها سوق
وفيها اهل يفتقر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمتة وعلمه او علم غيره
ويرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث“... (التلخيص: ۱/۵۳۹)

والله اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چند سوالات کے جوابات کے لئے جمعہ کے روزے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس میں ایک مسجد ہے
اور مشرقی صوبہ پر چار دکانیں ہیں جن میں عام ضروریات زندگی مل جاتی ہیں لیکن کسی چیز میں شہر سے بھی لانا پڑتی
ہے یا پوری تقریباً پانچ سو روپے کیا اس میں جس کی نماز پڑھنا جائز ہے یا غیر کی نماز پڑھنی چاہیے؟ بیواؤں کو جوا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرائط سوال صورت مرقومہ میں اس گاؤں میں نماز جمعا ادا کرنا جائز نہیں بلکہ غیر کی نمازی پڑھنا ضروری
ہے، کیونکہ اس گاؤں میں جس کی امامت کی شرائط مستقود ہیں۔

”لا تصح الجمعة الا في مصر جامع نوفي مصلی العصر ولا تجوز في القرى
لقوله عليه السلام لا الجمعة ولا التبريق ولا الطرول ولا ضحى الا في
مصر جامع او المصر الجامع كل موضع له مير وقاضي ينفذ الاحكام ويقم
الحلوة“... (التهذيب: ۱/۴۴۴)

”(ويشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول (مصر وهو ما لا يجمع اكبر مساجده اعله

المکلفین بها) و علیہ قرئ اکثر القلہاء مجتبیٰ، اہ قولہ (وفی القہستانی)
 تأیید للمتن و عبارة القہستانی تقع فرضاً فی القصبات و القرئ الكبيرة التي
 فيها اسواق لال ابو القاسم هذا لان اختلاف اذا اذن الوالي ان القاضی بناء
 المسجد الجامع و اذا الجمعة لان هذا مجتہد فیہ فاذا الفصل به الحكم
 صار مجمعا علیہ و لہذا کرنا اشارۃ الی انه لا تجوز فی الصغيرة التي ليس
 فیہا الناس و منبر و خطیب کما فی المضمرات۔۔۔۔۔ الامری ان الی
 انجواہر لو صلوا فی القرئ فزہم اداء الظہر اہ۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک ہزار گھروں پر مشتمل گاؤں موضع "ہالی سنگ" میں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع "ہالی سنگ" جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار گھروں پر مشتمل ہے بالغ مرتکز یا بارہ سو کی تعداد میں ہیں گاؤں میں تقریباً ۳۰ روکا میں ہیں ایک محل سکون ہے تقریباً ۲۰ سال قبل ایک مسجد میں نماز شروع ہوئی جس میں علماء کرام کا اختلاف تھا پھر بھی نماز جمعہ ہوتی رہی یہ تمام اقوام کے مشورہ پر جمعہ پڑی ہوا تھا، گاؤں کے نزدیک ایک جگہ ہے جس کا نام "گلی کنڈہ" ہے جس کی کل آبادی ۶۰ گھروں پر مشتمل ہے غریب بلر جنت کی اس میں کوئی سہولت موجود نہیں اور آبادی بھی منتشر ہے ہالی سنگ گاؤں سے "گلی کنڈہ" کا فاصلہ تقریباً ایک میل ہے اس کاغیٹ نام بھی جمعہ پڑھنے سے انکاری تعداد میں اس کوڑھکی دی گئی کہ آپ جو نہیں پڑھائیں گے تو آپ کو دامت سے ہٹا دیا جائے گا اس جگہ میں اکثر آبادی نماز جمعہ جاری کرنے پر راضی نہیں اور اس سے بہت انتشار پیدا ہوا ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مسئلہ نمبر (۳۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع "ہالی سنگ" جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار گھروں پر مشتمل ہے بالغ مرتکز یا بارہ سو کی تعداد میں ہیں گاؤں میں تقریباً ۳۰ روکا میں ہیں ایک محل سکون ہے تقریباً ۲۰ سال قبل ایک مسجد میں نماز شروع ہوئی جس میں علماء کرام کا اختلاف تھا پھر بھی نماز جمعہ ہوتی رہی یہ تمام اقوام کے مشورہ پر جمعہ پڑی ہوا تھا، گاؤں کے نزدیک ایک جگہ ہے جس کا نام "گلی کنڈہ" ہے جس کی کل آبادی ۶۰ گھروں پر مشتمل ہے غریب بلر جنت کی اس میں کوئی سہولت موجود نہیں اور آبادی بھی منتشر ہے ہالی سنگ گاؤں سے "گلی کنڈہ" کا فاصلہ تقریباً ایک میل ہے اس کاغیٹ نام بھی جمعہ پڑھنے سے انکاری تعداد میں اس کوڑھکی دی گئی کہ آپ جو نہیں پڑھائیں گے تو آپ کو دامت سے ہٹا دیا جائے گا اس جگہ میں اکثر آبادی نماز جمعہ جاری کرنے پر راضی نہیں اور اس سے بہت انتشار پیدا ہوا ہے۔

نہیں ہے۔ فرض ہے اور اگر جو قائم کریں گے تو عمر پھوڑے کا سخت گناہ ہوگا البتہ اگر کوئی بعد میں مٹا جائے تو اسکی جگہ چھٹے جہاں بعد درست ہو۔

”قوله وفي التهستاني: تأييد للمتن وعجزة التهستاني تقع في حاشي القصاصات والقري الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا اذن التوا الى او القاصي بقاء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجتمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها الفاض ومنبر وعطيب كصافي المصنوعات.... الا ترى ان في الجواهر لو صار في القري ثمهم اداء الظهر او... (رد المحتار: ١/ ٥٩٠)

”اما المصنوعات الجامع لشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اذائها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكن في نواحيه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تجب على اهل القري اقل ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“ - (بدائع الصالح: ١/ ٥٨٣)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران خطبہ عشا ہاتھ میں پکڑنا اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا:

مسئلہ نمبر (۳۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کیا بعد از عیدین کے خطبوں کے لیے ہاتھ میں عصا پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) دو خطبوں کے درمیان کتنی دیر بیٹھنا سنوں ہے؟ قرآن وحدث کی روشنی میں مسئلہ کی بحوالہ وحشت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت ہر قوم میں خطبہ کے لیے ہاتھ میں عصا یا کان یا کوئی بھی جہاز یا اگر رکھنا سنوں ہے۔

”فی رواية ابن خلدون رحمہ اللہ قام ای فی الخطبة مع كتاب علی عصا او قوس ونقل التهستاني عن المحيط ان اهل العصامة كالقيام“ - (رد المحتار: ١/ ٩٠٩)

(۲) صورت مرقومہ میں دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھا کہ اعضاء اپنی جگہ قراہ پڑ گئیں، اس کی مقدار فقہاء نے خمس آیات کے بقدر لکھی ہے۔

^(١١) (ويحطّب عطيّين يفصل بينهما بقعدة) مقدار ثلاث آيات إلى ظاهر

الرواية^{٢٠}... (الحكاية شرح الهداية: ٢/٢٠٩)

المفتي العام

★★★★★★

دوسکروں پر مشتمل گاؤں "پھسوال" میں بھٹکا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۷۲) : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں دو سو گھروں کی آبادی پر مشتمل ہے دو مسجدیں اور ایک جنازہ گاہ ہے جس کا نام ”بھاول“ ہے، نیز اس میں بازار تو بالکل نہیں ہے ہاں ابستہ اس میں کچھ دکانیں محترق موجود ہیں اور کھانا بھی موجود ہے قاصطے پر ایک دفتر لگ گیا ہے ایک اور گاؤں بھی موجود ہے جس کا نام ”ترنگڑ“ ہے اور یافت طلب امر یہ ہے کہ کد کد کجی میں بریلوی یا پنجابی مسلک کے نزدیک جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ بالا گاہیں میں جھوٹا اور معیہین پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں صحت جھوٹ کی شرائط فقور ہیں۔

^{١١٠} (ولادتها شرط في غير المصلح) فيها المصير فكذلك الكافي والمصير في

ظاهر الرواية المرفوعة الذي يكون فيه غلط ولا نفي بغير الحدود وبهذا الاحكام

و بلغت أزيد من ١٠٠٠٠٠ الظهيرية والقاضي حبان وفي الإعلامية و عليه

الأعضاء كليات الزراعة عمانية (الهندية : ١٩٥١)

”فشرط ان تكون الحضر و هو كل موضع له امر و لاخر بهذا الاحكام و يتم

الحدود والمصالحات ومنى مصر لاعترافات وتؤدي في مصر في مواضع والسلطان

أولاً: روافد الظهور... (كثير الدلائل: ١٠٠٠)

"ای شرط صحیحها ان لژدی فی مصرحتی لاتصح فی لریة ولا مغارة لقول

علیٰ "لاجمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع اولی
مدینة عظيمة رواه ابن ابی شیبہ وصححه ابن حزم، وکفی بقوله قدوة وامام
او مصلاه (ای مصلي المصر لانه من توابعه فکان فی حکمہ والحکم
غير مقصور علی المصلي بل يجوز فی جميع اقیة المصر لانها بمنزلة
المصر فی حیاتیاتہ). والبناء فی اللغة سعة امام البیوت وقيل ما استلحق
جوانبه. کذا فی المغرب، وواختلفوا لیمایکون من توابع المصر فی حق وجوب
الجمعة علی اهلہ، فاختار فی الخلاصة والخاتمة انه الموضع المعدل لمصالح
المصر متصل به، ومن کان ملبیاً فی عمران المصر واطرافہ وليس بین ذلك
الموضع وبين عمران المصر فرجة فعلیه الجمعة، ولو کان بین ذلك الموضع
وبين عمران المصر فرجة من مزارع او مراعي کما قلنا یخار ی لا جمعة علی اهل
ذلك الموضع وان سمعوا النداء، والفلوۃ والعیل والامیال ليس بشرط"۔۔۔
(البحر الرائق: ۴/۲۳۵، ۲۳۷)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک سو چھ گھرانوں پر مشتمل جمعی ہستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۸): گزارش ہے کہ ہمارے گاؤں کی کل آبادی تقریباً ایک سو چھ گھرانوں پر مشتمل ہے اور ہمارے
گاؤں کے دونوں اطراف میں تقریباً پانچ سو پچھتر دو گاؤں میں دو ساہد ہیں ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے
جبکہ دوسری مسجد میں جمعہ نہیں پڑھا یا جا تا، آیا ہم اپنے گاؤں میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ذکرہ گاؤں میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، مثلاً ہمیں ذکرہ ہستی میں جمعہ کی نماز کی ادائیگی شرماً درست
نہیں سمجھ کر نماز ادا کی جائے گی۔

"(شرط اذاتھا المصر، وهو کل موضع له امير وقاض ينفذ الاحکام ويقيم
الحدود والصلاة، ومنی مصر لا عرفات ولا زدی فی مصر فی مواضع والسفکان
اونائبه ووقت الظہر"۔۔۔ (کنز الدقائق: ۷/۳۸۰)

”ای شرط صحیحہا ان لؤدی فی مصر حتی لا تصح فی قرۃ ولا ملازۃ لقول علیؑ لا جمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع لوفی مہذبۃ عظیمۃ: زوائد ابن ابی شیبہ وصحیحہ ابن حزم، وکفی بقولہ قدوة واعمالہ) او مصالحتہ ای مصلی المصر لانہ من توابعہ لکان فی حکمہ والحکم غیر مقصور علی المصلی بل یحوز فی جمیع النیۃ المصر لانہا بمنزلۃ المصر فی حیاتیاتہ، والقناء فی اللغۃ سعة اعم البوت ولیل ما اطلعن جوابہ کذا فی المغرب، واصلتو لہما یکون من توابع المصر فی حق وجوب الجمعة علی اہلہ، فاختار فی الخلاصۃ والخانیۃ انہ الموضع المعد لمصالح المصر متصل بہ ومن کان مقیم فی عمران المصر واطرافہ ولیس بین ذلک الموضع وبن عمران المصر فرجۃ لعلہ الجمعة ولو کان بین ذلک الموضع وبن عمران المصر فرجۃ من مزارع او مراع کالقلع یخازی لا جمعة علی اہل ذلک الموضع وان سمعوا النداء، والغمرۃ والمیل والامبال لیس بشرط“.... (المحرر الرافی: ۲/۵۳۳ تا ۵۳۷)

” (ویشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول: مصر وهو ما لا يمتنع اكبر مساجده اهلہ المكلفین بہا) وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء“.. (الدرعلی ہامش الرد: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پرچن، ہنری اور دوہلی کی دکانیں محنت جمعہ کے لئے کافی نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں (۱) پرچن کی آٹھ دکانیں ہیں (۲) ہنری کی دو دکانیں ہیں (۳) دو عدد چرواہے اور دو چرواہوں کی دکانیں ہیں (۴) سرکاری ڈاکھنری موجود ہے مگر دو سال سے ڈاکھنری نہیں ہے میتھنکل سہلات موجود ہے آٹھ مریچ اور گندم دان چکیاں موجود ہیں اس کے علاوہ شادی کاماں شہر سے منگواتا ہے، ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً دو ہزار دو سو کے قریب ہے ہمارا گاؤں ڈیڑھ سو گھروں پر مشتمل ہے، ہمارے گاؤں سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں واقع ہے، آپ قرآن و سنت کی روشنی میں یہ بتائیں اور فتویٰ دیں کہ آیا ہمارے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحة سوال صورت مرقومہ میں اس بحثی میں جو کہ شرائط نہیں پائی جاتیں لہذا اس بحثی میں جو کہ شرائط ذکر کی گئی ہیں بلکہ یہ وہ شرائط ہیں جو کہ شرائط ذکر کی گئی ہیں۔

” (شرط ادائها المصروف وهو كل موضع له امير ولائى بهذا الاحكام ويقسم الحدود دار مصلاة ومنى مصر لا عرفات وتؤدى فى مصر فى مواضع والسلطان اوثانته ووقت الظهر) ... (كثر الدلائق: ۳۸۰۴)

” اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لا تصح فى لربة ولا مظارة لقول على ” لاجمعة ولا شربى ولا مصلاة لظرو ولا حتى الا فى مصر جامع اولى مدينة عظيمة: روى ابن ابى شيبة وصححه ابن حزم، وكفى بقوله قدوة واماماً او مصلاة اى مصلى المصروف لانه من توابعه فكان فى حكمه والحكم غير مقصور على المصلى بل يجوز لى جميع اهلية المصروف لانه بمنزلة المصروف فى حوائج اهلته والقضاء فى اللغة سعة اعم البيوت وقيل ما امكن جوابه كذا فى المغرب واختلفوا فيما يكون من توابع المصروف فى حق وجوب الجمعة على اهلها واختاروا فى الخلاصة والخاتمة انه الموضع المعد لمصالح المصروف متصل به ومن كان مقبلاً على عمران المصروف اطراله وليس بين ذلك الموضع وبين عمران المصروف جهة فعلية الجمعة ولو كان بين ذلك الموضع وبين عمران المصروف جهة من مزارع او مراعى كالقلاع يخاضى لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان سمحوا النداء والغفوة والميل والامبال ليس بشرط ... (البحر الرائق: ۳۳۵/۴)

” (ويشترط لصحتها سبعة اشياء الاول) مصر وهو ما لا يوسع اكبر مساجده اهله المكلفين بها) وعليه فترى اكثر الفقهاء ... (الدر على هامش الر: ۵۹۰/۱)

والله تعالى اعلم بالصواب

سرکاری سکولز اپنی اپنی مشین اور پختہ سڑک صحت جس کے لئے کافی نہیں ہیں:

مطالعہ (۱۹۵۰ء) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک سو پچیس گھر ہیں جن میں بالغ مردوں کی تعداد پانچ سو پچیس ہے گاؤں میں نملون (PCO) اور پختہ سڑک بھی ہے بھی ایک بوائز، امری سکول ایک گرلز، امری سکول، خیرہ نکائیں، تھن آٹاپنی کی بچی، ایک آرا مشین، روٹی دھننے کی مشین، ایک مہر اور تھکان، وعداد بھی موجود ہیں قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں ملل وضاحت فرمائیں کس گاؤں میں نماز جمعہ عیدین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صحت جو کہیے شہر یا قاء، شہر یا قریہ کبر و شرط ہے سوال میں مذکور، گاؤں بظاہر قریہ صغیرہ ہے لہذا وہاں جمعہ اور عیدین جائز نہیں۔

” (و بشرط الصحة) سبعة اشياء الاول (مصر وهو ما لا يسع اكبر مساجد اهل المتكلمين بها) ابو عليه فري اكبر الفقهاء: ... (الدر على هامش الرد: ۱۰۷۹) ” (ولادها شرط في غير المصلي) مها المصر هكذا في الكافي والمصري ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاضي يقم الحدود ويقتض الاحكام وبلغت ابيهه ابيهه من هكذا في الظهيرية وقاضي خان وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذا في التارخاية ومعنى اقامة الحدود هو القدرة عليها هكذا في النجالية و كما يجوز اداء الجمعة في المصر يجوز اداؤها في المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصري ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعي نحو القلاع يخارى لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلبة والميل والاميل ليس بشئ هكذا في الخلاصة: ... (الهدية: ۱۵۷۱) ”

” قال الشافعي تحت قوله وفي القهستاني تأييد للممن وعبارة القهستاني تقع لرمضاني القصبات والقري الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي بناء المسجد الجامع واداء الجمعة

لان هذا سجدته فاذن اتصل به الحكم صار مجعاً عليه ولما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصلوة التي ليس فيها قنوت ومبرور عقيب كذا في المستعمرات... الا ترى ان في الجواهر لو صلوا الى القري لزمهم اذا انظروا..... (رد المحتار: ١/ ٥٩٠)

”ثم ظاهر رواية اصحابنا الاتجب الاعلى من يسكن المصروع ما اتصل به فلا تجب على اهل السواد ولو قريبا وهذا اصح ما قيل فيه“..... (رد المحتار: ١/ ٦٠٢)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قریہ صغیر میں جمعو اور میدین جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے: دے میں کہ ہمارے گاؤں میں جو شخص چڑھایا جاتا قریہ گاؤں میں جمعو اور میدین چڑھی جاتی ہیں ایک گروہ کا اصرار ہے کہ ہم اپنے گاؤں میں میدی نماز ادا کریں مگر چہ جمعو تو نہیں ہو کتاب سوال یہ ہے کہ جہاں جمعی شرائط نہ ہوں اس گاؤں میں میدی کی نماز ہو سکتی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقہ میں جس گاؤں میں جمعی شرائط نہ پائی جاتی ہوں اس گاؤں میں میدین کی نماز بھی درست نہیں ہے۔

”تجب صلاة العيد على من تجب عليه الجمعة بشرائطها سوى الخطبة“... (كنز الدقائق: ۳۹)

”تجب صلاة العيد على كل من تجب عليه صلاة الجمعة كذا في الهدية وبشرط ما يشترط للجمعة الا الخطبة كذا في الخلاصة“... (الهدية: ١٥٠/١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بچی کر (تحصیل کی مروت میں) لکھ نہلا جھکا گم:

مسئلہ نمبر (۴۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں "بچی کر" ضلع بھون تحصیل کی مروت کی کلاں آبادی حرمہ مروت ہے جس میں کچھ آدمی مذمت کے سلسلے میں باہر بھی ہیں اور ان کے مکانات اور اراضی گاؤں میں ہیں گاؤں میں ضرورت کی پرچون دکانیں، کپڑے کی دکانیں، آٹا کی بچکی، ہسپتال، سکول، دارالعلوم اور انکشافات موجود ہیں گاؤں میں عرق بازار لگن ہے روزمرہ ضرورت کی اشیاء ملتی ہیں، لہذا اب ہم پر از روئے شرع نماز جو واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں ہے تو ہمارے ہاں نہیں؟ اور حجاز کی صورت میں نماز جو واجب ہے یا نہیں؟

جب کہ ابھی تک نماز جو شرع نہیں کی ہے صورت مسئلہ میں کافی دشمنی جواب سے نوازیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں تمام فقہاء حنبلیہ کے نزدیک نماز جو کے لیے مصر جامع شرط ہے۔ جس میں بازار ہیں اس پاس کے لوگ اپنی تمام ضروریات کے لیے وہاں آتے ہیں، لہذا مصر جامع یا قریہ کبیرہ کے علاوہ نماز جو عیدین پر واجب یا کر نہیں ہے مصر جامع کے تعلق صاحب بدائع نے تحفہ قبول نقل کے ہیں ان میں سے سب سے زیادہ جس قول کو صحیح قرار دیا ہے وہ یہی ہے۔ نیز علامہ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے (صحیح کبیری شرح معیوس: ۵۵۰) میں اس کو صحیح اللہ و کہا ہے، علامہ الورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "فیض الباری" میں اس کو ترجیح دی ہے، ہمارا یہ بچی کر میں حسب استثناء نماز جو واجب یا کر نہیں ہے۔

"وروی عن ابی حنیفۃؒ انہ ببلد کبیرۃ فیہا سکک و اسواق و لہا رساتیق

وفیہا زوال یقتل علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمہ و علمہ او علم غیرہ

والناس یرجعون الیہ فی الحوادث"۔ (بدائع الصنائع: ۵۸۵/۱)

"قولہ بشرط ادائها المصر و ہو کن موضع لہ امیر و قاضی بقضایا حکام و یقیم

الحدود) ای شرط صحبہا ان تزدی فی مصر حتی لا تصح فی الریۃ ولا مقلدۃ

لقول عیؑ لا جمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی

مدینۃ عظیمة: رواہ ابن ابی شیبۃ و صححہ ابن حزم، و کفی بقولہ قدوة

و اسما و اما اذا لم تصح فی غیر المصر فلا یجب علی

غیر اہلہ"۔ (البحر الرائق: ۲۳۵/۲)

”وفی حد المصر احوال كثيرة احتاروا منها قولین: احدهما عافی المخصر،
لانیہما معزوه لابی حنیفۃ انه بلدة كبيرة فیہا سکنک واسواق ولہار ساقی
وفیہا زال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمہ او علم غیرہ
والناس یرجعون الیہ فی الحوادث الخ“۔۔ (البحر الرائق: ۲/۲۴۶)

”وروی عن ابی حنیفۃ وهو بلدة كبيرة فیہا سکنک واسواق ولہار ساقی
وفیہا زال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمہ او علم غیرہ
ویرجع الناس الیہ فیما وقع لہم من الحوادث الخ“۔۔ (المنار حاشیہ: ۲/۵۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر گولئی (خلع کی مروت) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۵۴): بخیر مت جناب مولوی صاحب مدس دارالعلوم کی مروت اسلام علیکم! بعد از سلام عرض یہ ہے کہ ہمارے شہر گولئی میں دینی مسئلہ درپیش ہے جس پر ملائے کرام کا اختلاف ہے بعض علماء اس کو بدعت یعنی گناہ سمجھتے ہیں اب علماء نے آپ صاحبان کو ثالث بنایا ہے یعنی جو فیصلہ آپ حضرات کریں گے اس لوگوں اور علماء کو بھی منظور ہوگا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے شہر گولئی میں ایک مولوی صاحب نے عید الفطر اور جمعہ کی نماز شروع کی دوسرے مولوی صاحب نے کہا کہ ہمارا شہر نماز جمعہ وعید کے قابل نہیں ہے یعنی جو شرائط نماز جمعہ کے لیے درکار ہیں وہ ہمارے شہر میں پوری نہیں ہیں۔

نوٹ: نماز جمعہ کے لیے جو ضروری شرائط ہیں جن کے پورا نہ ہونے پر نماز صحیح نہ ہو وہ شرائط بھی ہمیں تحریر فرمائیں آپ حضرات کے م بہت مشکور ہوں گے۔

(۲) یا جو بات پوچھنا چاہتے ہوں تو پھر اضافہ دے دیں، شہر گولئی کا طبع یہ ہے کہ شہر کی آبادی دولت کے اعتبار تقریباً ۸۰۰۰ بالغ ہیں شہر میں ہاتھ نہیں ہیں لوہار موچی، میراثی، وغیرہ موجود ہیں، شہر میں تین مسجدیں ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکور ہر گاہ کسی عید کی نماز پڑھنا چاہا جائے نہیں ہے کیونکہ جو شرائط جمعہ کے لیے ہیں وہی شرائط عیدین کی نماز کے لیے بھی ہیں جیسا کہ نماز جمعہ چھوٹی ہستی میں جائز نہیں ہے اسی طرح نماز عیدین بھی چھوٹی ہستی میں جائز نہیں ہے اور شہر کی تعریف مشہور اور ظاہر اور الٰہی میں یہ ہے کہ

”کل موضع لہ امر و النہی بفیضانہما و یقیم الحدود“ ... (الفتاویٰ حاتہ

جدید: ۲/۵۳)

جس کا مطلب علاقے کرام یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایسی جگہ جس کے لیے امیر اور ایما قاضی ہو (امیر) ہو جو احکام اور حدود شرعیہ قائم کر سکے، اس لیے آپ کی تحریر کے مطابق شیخ گلوٹی میں جو کی نماز جائز نہیں ہے اور عرف میرا شہر واضح ہے، مثلاً آپ کے ملک میں ٹانک، ڈیرہ بکلائی وغیرہ ہیں بہر حال دیہات میں نماز جو کی شرانگہ نہ پائے جانے کی وجہ سے جو کی نماز نہ پڑھی جائے۔

”قال فی الهندیة: (و لاذ انہا شرط فی غیر المصلی) منها المصرو المصروفی

ظہر الروایۃ الموضع الذی یکون لہ مفت و النہی یقیم الحدود و یفیضانہما احکام

و بلغت اہمیتہ اہمیتہ منی او فی الخلاصۃ و علیہ الاعتماد“ ... (الہندیۃ:

۱۳۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں عرصہ دراز سے جمعہ چاری ہو اور شرائط پوری نہ ہوں وہاں محنت اور بصیرت سے فوراً جمعہ چھوڑ دینا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۳۳۳): خدمت اقدس جناب مفتی صاحب السلام بنیم اسلام کے بعد عرض ہے کہ منہ بعد ذیل مسئلہ کے بارے میں حکم شرعی کی تفصیل و وضاحت فرمادیں۔ ایک گاؤں میں ایک بیک ۱۵ گھر ہیں اس گاؤں کے رہنے والے لوگ دراصل چرواہوں کے ایک قصبہ سے یہاں منتقل ہوئے ہیں اور وہ قصبہ اس گاؤں سے دو فکریٹر دور ہے اس قصبہ اور گاؤں کی زمینیں باہم مشترک اور ملی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے اس گاؤں کو اس قصبہ کا ایک جنوبی حصہ تصور کیا جاتا ہے اس گاؤں اور قصبہ کا ایک بڑا قبرستان بھی مشترک ہے۔ محل طلب مریہ ہے کہ اس مذکورہ گاؤں میں تقریباً اشیاء ضرورت سب ہی میسر ہو رہی ہیں سات دکانیں (مختلف انواع) موجود ہیں علاوہ ان میں ٹوبہ، سرسبی اور حمام بھی ہے، گلیاں سڑکیں پختہ اور پکی ہیں گلی بھی ہے اور ٹیلیفون و انٹرکس سسٹم بھی ہے ٹریفک کی سہولت، بچوں اور بچوں کے سکول بھی موجود ہے اس گاؤں اور اس کے قریب (اُسرہ جات) کی آبادی ملا کر تقریباً دو تین ہزار ہو جاتی ہے، اس گاؤں میں عرصہ ۳۳ سال سے خط الہابک ادا کیا جا رہا ہے ان سالوں میں کئی بار مستند اور پیدہ علاقے کرام بھی وہاں جمع پڑھا

مجھے جیسا اب یہ کہا جا رہا ہے کہ یہاں جو شخص کہتا ہے اس بات کے باعث گاؤں کی قضاء عجیب ہو چکی ہے لوگ پریشانی میں ہیں ۳۰ سال کی جدی نمازیں کیا ہاں ہو گئیں ان نمازیں کا کیا ہو گا ان مستوعلاء نے جو بعد از حایا اللہ کی نمازیں بھی ہاں ہوئیں؟ عجیب آزمائش میں محام جتلا ہے دو مسجدوں میں جو ہو رہا ہے ایک بعد از حایا، چھوڑ گئی دوسری تو دوسری مسجد والے چار نہیں ہوں گے آپ سے استدعا ہے کہ اس خطر اب کا قدارک فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ گاؤں میں نماز بعد از غروب چار نہیں، لہذا فوراً جمعہ ترک کر کے نماز ظہر ادا کیا کریں اور گزشتہ سالوں کی نماز ظہر قضاء کی جائے، نیز خطباء حضرات اپنا فرض نبھی بچاتے ہوئے اس حکم شرعی پر سخت دہمیرت سے عمل کریں۔

”قولہ زلی القہستی“ تأیید لایمن وعبارۃ القہستی تقع لرحالی القہستات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق قال فیہ القسم هذا بلا حلال اذا اذن الوالی او الخاصی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا صیغہ لایا فانما الفصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیہا کثرۃ اشارۃ الی انہ لا تحوز فی الصغیرۃ الی فیہا قاض ومیسر وخطیب کما فی المقصودات الاخری ان فی الجواب لوصول الی القری لزمہم اداء الظہر الا“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جائیں تو جمعہ کی فرضیت مانتا نہیں ہوتی:

مسئلہ نمبر (۳۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ اگر عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جائیں تو عید نہ چلے گا کافی ہے جمعہ نہ پڑھنے میں اختیار ہے اور وہ آدمی یہ بھی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی صورت میں اختیار دیا تھا کیا اس کی بات سچ ہے؟ کیا ایسی کوئی حدیث ہے اگر ہے تو اس کا صحیح مصداق کیا ہے وضاحت فرما کر متناشداء حیدر ہوں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں واضح رہے کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن میں جمع ہو جائیں تو عید نہ چلنے سے جمعہ کی فرضیت مانتا نہیں ہوتی بلکہ بدستور فرض رہتا ہے۔

”قلوا اجتماعہم یلزم الاصل الا احدہما والی الا ولی صلاۃ الجمعة وقیل صلاۃ العید کذا فی الفقہتانی عن الترمذی قلت قد راجعت الترمذی فرائیہ حکما عن مذهب الغیری صورۃ الترمذی (قوله عن مذهب الغیری) ای مذهب غیرنا اعلیٰ فلزوم کل منهما قال فی الہدایۃ قال لا عن الجامع الصغیر عبدان اجتماعانی یوم واحد الاول سنة والثانی فی ریحۃ ولا یرکب واحد منهما قال فی المعراج احقریہ عن قول عطاء تجزی صلاۃ العید عن الجمعة ومنہ عن علی وابن الزبیر قال ابن عبد البر سقوط الجمعة بالغیر معجوز عن علی ان ذلک فی اصل الہدایۃ ومن لا تجب علیہم الجمعة“۔ (الترمذی ۶۱۰/۱)

باقی دینی یہ بات کہ قائلین سقوط جمعہ جو روایت بطور استدلال پیش کرتے ہیں ان کے بارے میں چند اشارات عرض ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”عن رسول اللہ ﷺ انه قال اذا جمع فی یومکم ہذا عبدان فعن شاء اجزأہ من الجمعة واتام جمعون“۔ (مسند ابی داؤد: ۱/۱۶۱)

یہ حضرت ملائے کرام اس مذکورہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”اسام جمعون“ کے قرینہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اس مذکورہ حدیث اور دوسری احادیث جن سے قائلین سقوط استدلال کرتے ہیں کہ اختیار اور اجازت ان دینے والی لوگوں کے لیے تھی جو آپ ﷺ کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے کے لیے آئے رہے کیونکہ ان پر جمعہ فرض نہیں تھا اس لیے احکام کو دیا کہ ان کو مشقت اور خرچ نہ ہو، نیز فرماتے ہیں کہ ”ایا یعنی ہم“ سے مراد اہل مدینہ ہیں نہ کہ یہاں لوگ۔

(۲) ترمذی شریف جلد ۲۳۲ پر حضرت نعمان بن شبر سے روایت ہے:

”کان النبی ﷺ یقرأ فی العیدین ولی الجمعة بسیح اسم ربک الا علی“
”وہل اتاک حدیث الغاشیۃ“ اور یما اجتماع فی یوم واحد یقرأ بہما“

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن میں جمع ہو جائیں تو دونوں نمازیں ادا کی جائیں گی۔

(۳) حضرت عثمان بن عفان کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ حاضر تھا اور بعد کا دن تھا آپؐ نے خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا:

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ هَذَا يَوْمٌ لَقَدْ اجتمع لكم فيه عِبدان لمن أحب أن ينظر الجمعة
من أهل العوالمى فليست تنظروا من أحب أن يرجع لقلوبكم لئلا
..... (البخاری: ۲/۸۳۵)

اب اس مذکورہ حدیث میں حضرت عثمانؓ کا رخصت کا اختیار صرف اہل عموئی کو دیا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سقوط جموع کا اختیار صرف اور صرف اہل عموئی اور اہل قری کو تھا نہ کہ اہل مصر کو کیونکہ اہل عموئی اور اہل قری پر جو فرض نہیں تھا۔

(۴) اگر بالفرض ان احادیث میں ترک جموع کا عام یا ماہانہ تو پھر جواب یہ ہوگا کہ وہ اشتغال مومنات سے ہے یعنی ان احادیث سے جن سے جموع کی فرضیت مطلقاً ثابت ہے میدان غیر میدان کوئی فرق نہیں اور اس باب کی احادیث اتنی قوی نہیں ہیں جو ان احادیث و دلائل کا مقابلہ کر سکیں، مختصر یہ کہ جموع کی ثبوت دلائل قطعیہ سے ہے لہذا اس کے سقوط کے لیے بھی دلیل قطعی کی ضرورت ہے جبکہ اس بارے میں کوئی صحیح صریح خبر مرفوعہ موجود نہیں ہے چنانچہ کوئی دلیل قطعی موجود ہو لہذا جموع کے سقوط کا اقرار کر کے کہ آپ اللہ ماخذاً متواتر و موافقاً کی مخالفت نہیں کی جاسکتی۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خطبہ جموع شرائط جموع میں سے ہے اور یہ کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر (۳۵۶): حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم اعلیٰ علیہم السلام حکیم اسلام کے بعد عرض یہ ہے کہ آپ سے پہلے یہ مسئلہ پر چھا تھا کہ اگر جموع اور عید کی نماز ایک دن میں جمع ہو جائیں تو جموع کے عدم سقوط کی وضاحت فرمائی تھی اس کی وجہ سے پوری طرح دین مسئلہ میں المیہ مایں ہو گیا، جزا کہ اللہ خیر اے اب عرض یہ ہے کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ جموع و عید کے ایک دن میں جمع ہونے سے فی نفسہ جموع تو ساقط نہیں ہوتا بلکہ خطبہ جموع ساقط ہو جاتا ہے اس کے نہ جاننے یا نہ نہ جاننے میں اختیار ہے؟۔

الجواب باسم الملك الوهاب

یہی اس بات کی وضاحت ہو چکی کہ اگر جموع اور عید ایک دن میں جمع ہو جائیں تو جموع کی فرضیت ساقط

نہیں ہوتی بلکہ جمعہ بدستور فرض و بتا ہے اور خطبہ جمعہ جمعہ کی شرائط میں سے ہے لہذا اگر وہ بالاسرورت میں خطبہ جمعہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔

”فی الخلاصة: اعلم بان صلاة العیدین واجبة فی احدی الروایتین هو المختار ویجب علی من یجب علیہ الجمعة ویشرط للعید ما یشرط للجمعة من النهر والسلطان والاذن العام والجماعة عبداً الا الخطبة فان الجمعة بدون الخطبة لا یجوز وصلاة العیدین بدونها جائز قالہ“ ... (خلاصة: ۲/۱۳)

”اعلم بان الجمعة فریضة ولها شرطان منها الخطبة او“... (ایضاً: ۵/۳۰)

”والشرط الخامس: الخطبة حتی لو صلوا من غیر الخطبة لو خطب الامام قبل الوقت لا یجوز او“... (انوار خانہ جدید: ۲/۵۶۱)

”ویشرط للعید ما یشرط للجمعة الا الخطبة او“... (الہدایة: ۱/۱۵۰)

واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پرائمری سکول، ڈاکٹر اور گوشت کی دکانیں موبند ہونے سے جمعہ جائز نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر (۴۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارا کاغذ تقریر یا انہیں سوا افراد پر مشتمل ہے اور یہ گاؤں چوکی شہر سے تقریباً بارہ کلومیٹر دور ہے اور تھان ”سرائے شمس“ سے تین کلومیٹر دور ہے تھان ”سرائے سٹل“ کے لڑے پر ضرورت زندگی کی تمام اشیاء پاسنی لگتی ہیں ہمارے گاؤں میں ایک پرائمری سکول ہے اور ایک ڈاکٹر اور بڑا گوشت پانچ روز کے بعد اور قاری مرغ کا گوشت روزانہ مل سکتا ہے اور نہ پینے والی بجلی بھی ہے اس تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے فقہ حنفی کے مطابق یہاں جمعہ ہوتا ہے یا نہیں؟ جبکہ ریڈیو یہاں ایک مسجد میں باقاعدگی سے جماد اکرتے ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کی ہستی میں ناز جمعہ جائز نہیں کیونکہ یہ قریہ صغیرہ ہے اور قریہ صغیرہ میں جمعہ نہ ہوتا جائز نہیں لہذا ظہر کی ناز ادا کریں۔

”قوله (وفي التهستاني) تأييد للمتن وحجزة التهستاني تقع فرجاً في القصاصات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابن القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه لما اذا اتصل به الحكم صار مجتمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجزئ في الصغيرة التي ليس فيها الناس ومبصر ومخطب كماله المصنوعات.... الاخرى ان في الجواهر لو صلوا في القرى ثم هم اداء الظهر... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کا بدل نماز غیر ہے:

مستطبر (۳۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص قصداً یا اداً یا بعد کی نماز چھوڑ دے تو اسے نماز غیر کے ساتھ فرض جو بھی تھا کرنا ہوں گے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت فرض میں اس شخص کو صرف نماز غیر ہی ادا کرنا پڑے گی کیونکہ مکہ بدرمہ کی نماز ہے۔

”واما حكم لسانه فان فسدت بخروج الوقت فوفوت الجماعة يستقبل الظهر وان فسدت بماتسديه جماعة الصلوات من الحدث العبد والكلالام وغير ذلك يستقبل الجماعة عند وجود شرانطها واما اذا فاتت عن وقتها وهو وقت الظهر سقطت عداة العلماء لان صلاة الجمعة لا تنقص لان القضاء على حسب الاداء والاداء فبات بشرائط مخصوصة بعد ان احصلها على كل فرد فسقط بخلاف سائر المكتوبات اذا فاتت عن اولائها“... (بدائع الصالح: ۱/ ۶۰۳)

”ولما لم يفسد الاسلام وغيره في الاصول في بحث القضاء والاداء ان احدهما لا يعمل مكان الاخر حتى يجرز الاداء بنية القضاء وبالعكس وبما انه ان عاذاً يوصف بهما لا يشترط له كالتعبادة المطلقة عن الوقت، كالتراكة وحداثة

الخطير، والعشر والخراج والكفارات وكذا ما لا يوصف بالفضاء كصلاة الجمعة ولا التيس لانها انما كانت مع الامام تصلي ظهره^(۱)... (الاشباه والنظائر: ۳۲)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صحت جمع کے لیے امام کے علاوہ عین مقتدیوں کا ہونا شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۳۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں خود C.M.M. رہا ہوں کثرت نذر و خبر و سرحد میں خطیب ہوں۔ ان کے دائیں بائیں صرف چند قسوں کے قاصد ہیں بڑی بڑی جامع مسجد ہیں جن میں بھی طبعہ C.M.M. میں نماز جمعہ پڑھتے ہیں عام حالات میں حاضر و سوا کے قریب افراد ہوتے ہیں لیکن میدان جنگی کے دن چھیڑوں کی وجہ سے جمعہ میں بیع خطیب کے سوا آدمی تھے کہ اس صورت میں جمعہ پڑھائیں یا ساتھ والی مسجد میں چے جائیں، کیونکہ مسجد بھی عید پر دیا ہوگا، کم از کم کتنے افراد کے لیے جمعہ پڑھائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

دائم رہے کہ نماز جمعہ کے گئے ہونے کے لیے عین آدمیوں کا ہونا امام کے علاوہ شرط ہے لہذا صورت مرقومہ میں اگر امام کے علاوہ عین آدمی نماز جمعہ کی ادائیگی کے وقت موجود ہوں تو مذکورہ جگہ میں جموں کی نماز پڑھانا جائز ہے لیکن اگر کوئی عذر یا ضرورت نہ ہو تو ساتھ ہی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا افضل ہے۔

” (الجماعة) واقلها ثلاثة رجال (ولو غير الثلاثة الذين حضروا) الخطبة (سوی الامام) ... - (التميز المختار علی هامش الرد: ۱/۲۰۰)

”ولو حضر واحد او اثنان وعطبت وصلى بالثلاثة جاز كذا في الخلاصة“... (الفتاویٰ: ۱/۱۳۶)

” (ولی التفسیر) والافضل هو الجمع الواحد اذ لم یکن علی ضرورة“...

(کذا فی الحلی: ص ۵۷۳، الفتاویٰ: ۲/۵۵۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ہوے قصبے سے ایک کلومیٹر دور چھوٹے دیہات میں نماز جو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک چھوٹا سا دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً تین سو کے قریب ہے ہمارے گاؤں سے قصبہ تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے دیہات کی زیادہ تر آبادی کا ذریعہ معاش تھکنی باڑی اور سونٹی پانٹا ہے دیہات کے لوگوں کو بڑے قصبے میں نماز جو ادا کرنے کے لیے دو سے تین گھنٹے کا ہفتہ دینا ہوتا ہے۔ جبکہ تھکنی باڑی اور سونٹی پانٹے جانوں کے لیے کافی مشکل ہے جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگ نماز جو ادا نہیں کر سکتے ہم نے اپنے دیہات میں جو شروع کیا ہے شریعت کی رو سے ہم جو پابندی سے ادا کرتے ہیں یا کہ ترک کر دیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ گاؤں میں جو کی شرائط کی عدم موجودگی کی وجہ سے جو جائز نہیں لہذا جو کو ترک کر کے ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

”قولہ (وفی الفہستانی) تأیید للمتن وعجازه الفہستانی تقع فرفض فی القصبات والقری الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا خلاف ما انزل الله فی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه ولما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها الناس ومنبر وعطيب كعمالي المصغر... الا ترى ان فی الجواهر لو صلوا فی القری ثم هم اداء الظہر لا“... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”قولہ (وقاضی المذهب) قال فی شرح المنية والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه يلزمه كبرى فيها سكك واسواق ولها زمان وفيها الزمان بقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه بوجوب غيره يرجع انفس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح“... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

بھوکی دوسری اذان کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۳۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھوکی دوسری اذان کی شرعی حیثیت کیا ہے نیز اس کے جواب دینے یا نہ دینے کے بارے میں بھی وضاحت فرمادیں۔ میں نوٹرز ہوں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں بعد المبارک کی دوسری اذان غلیب کے خبر پر بیٹھے کے بعد اس کے سامنے چار مناسنوں ہے نیز بعد المبارک کی دوسری اذان کا زبان سے جواب دینا مناسب نہیں اگر جواب دینا چاہے تو دل ہی دل میں جواب دے۔

”قولہ يؤذن لاتبين بديه على سبيل المسبة... ويؤذن لاتبين بديه اي

الخطيب... اذا جئ على المنبر“... (الدر مع الرد: ۱/ ۶۰۸، ۶۰۹)

”بعضی ای لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب“... (الدر علی

هامش الرد: ۱/ ۲۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز بھوکی شرائط:

مسئلہ نمبر (۳۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں عاری مسجد جو کہ پکوال شہر کے شمالی حصہ میں واقع ہے اس میں پانچ روکات کی باجماعت نماز ادا ہوتی ہے، اور ایک مستقل امام بھی ہے اور لوگوں کا مطالبہ ہے کہ اس مسجد میں نماز بھر شروع ہوتی چاہیے، کیونکہ ساتھ اہل بدعت کی مسجد ہے اور لوگ وہاں بھوکی نماز پڑھتے ہیں اس لیے اس مسجد غلطائے راشدین میں نماز جو ہو سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب ارشاد فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں واضح رہے کہ قیوم جو کہ لیے شہر یا قریہ کبیرہ یا قناتہ شہر کا ہونا شرط ہے، لہذا ہر وہ جگہ جس میں ہزار میں ہوں اور ضروریات زندگی کی تمام اشیاء کیسانی میسر ہوں اور اسی طرح وہاں ہر امر مجاز موجود ہو جو ضروریات و تعزیرات کا نفاذ کر سکا ہو تو ایسی جگہ شہر کے حکم میں ہے اس میں جاتا تو جو عبادا کرنا جائز ہے اور ہر وہ گاہ جس

جس میں مذکورہ بالا باتیں نہ پائی جائیں تو وہ قریب صغیرہ کے حکم میں ہے تو وہاں پر شرطاً جمعہ اور اکرتا چار گز نہیں بلکہ شہر میں کئی جگہ جمعہ اور اکرتا چار گز ہے، لہذا آپ کے ہاں اگر شرائط جمعہ پائی جاتی ہیں تو آپ حضرات جسکی نماز پڑھا کریں۔

”وقال الشافعي تحت قوله ولي القهستاني تأييداً للمنع وعبارة القهستاني
تقع لرحمته القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم
هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة
لان هذا مسجده عليه لانما اتصل به الحكم صار مجتمعا عليه ولما ذكرنا الشارة
التي انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومبصر وعطيف كعاطي
المصنعات.... الا ترى ان في الجواهر لو وصلوا الى القرى لم يعم اداء
الغزاة“..... (زوال المحار: ۱/ ۵۹۰)

”وقوله وظاهر المذهب قال في شرح المنية والحد الصحيح ما اختاره
صاحب الهداية انه الذي له امير وقاض ينفذ الاحكام وتقيم الحدود.... وعن
ابن حنبل انه ببلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها سائق ولها رال
يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحسبته وعلمه او هم غيره يرجع
الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح“..... (زوال المحار: ۱/ ۵۹۰)
ويشترط لصحتها سبعة اشياء الاول مصر وهو ما لا يوسع اكبر مساجده اهل
المكلفين بها وعليه قوي اكثر الفقهاء. (الدر على هامش الر: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاہیں ”قرورہ“ (خلع قصور) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۳) کیا راستے میں مقتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک گاہیں (قرورہ خلع قصور) جو کہ
دوسرا گھر انوں پر مشتمل ہے، جس میں آبادی کے لحاظ سے چند سو کے قریب افراد ہیں اور زندگی کی بنیادی
سواریات یعنی خلی، پانی پینے کی جگہ اور چرس اور بچوں کے طلبہ، طلبہ پر انگری سکول موجود ہیں اور ایک میڈیکل
شور اور جنرل شور کھل اور کھاد کی دکان اور بڑی پھل وغیرہ کی کئی دکانیں ہیں اور ایک پٹرول پمپ بھی ہے

اور گاؤں کے اندر چار مساجد ہیں اور گاؤں سے آدھ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بڑا قصبہ ہے جس میں جمعہ ہوتا ہے اسبذکرہ گاؤں میں ہم نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا انکس شریعت کی روت وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مفت الاحناف جمعہ کے لیے قصبہ یا شہر یا خانے شہر کا ہونا شرط ہے جبکہ ذکرہ گاؤں چھوٹا گاؤں یعنی قریہ میسرہ ہے لہذا اس میں جمعہ کی نماز قائم کرنا درست نہیں ہے بلکہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا فرض ہے۔

”وقال الشافعي تحت قوله وفي القهستاني تأييد للمتن وعبارة القهستاني تلحح فرضا في الفصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الواثق او القاضي بناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا فصل به الحكم صار مجتمعا عليه ولما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها افاض ومبرر عطف كعدالي المستمرات... الا ترى ان في الحواضر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهور“..... (زاد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ کے بارے میں مفتی کفایت اللہ کی ایک عبارت پر اشکال اور اس کا جواب:

مسئلہ نمبر (۳۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جہادی ہستی چالیس پچاس گھروں پر مشتمل ہے ہم اس میں دوبارہ جمعہ جاری کرنا چاہتے ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ گاؤں میں نماز جمعہ ادا نہیں ہو سکتی اور بعض کہتے ہیں جائز ہے دو مولا مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ بطور دلیل پیش کرتے ہیں، جو کہ درج ذیل ہے:

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

”اگر چھوٹی جہتوں میں نماز جمعہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن انہوں نے جمعہ کی اہمیت کو قائم رکھتے ہوئے مصر کی قریف میں یہاں تک متزل کیا کہ ”مالا یصح اکبر مساجده اعلم المکلفین بها“ تک لے آئے حالانکہ یہ تعریف بہت سے قرنی ہمدانی آتی ہے (ہذا یصدق علی کل من القوی) یہی نماز جمعہ کی اہمیت

اور مصالح ہمہ عالیہ اسلامیہ کا حلقہ یہ ہے کہ نماز جو کو ترک نہ کیا جائے اگرچہ نام شافعی کے مسئلہ کے ضمن میں ہے۔“ (کفایت المفتی، ۲۰۴۳)

لہذا اس فتوے کی مطابق جو اسی صورت مذکورہ کا دس دو یہاں میں اہل سنت ہے، تو ان کا یہ کہنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں دلائل جواب دے کر فتویٰ کو اپنے دخل سے خارج فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صحت مرقومہ میں واضح ہو کہ آپ لوگوں کی بہتی جو کہ چالیس بیسی گمروں پر مشتمل ہے یہ چھوٹی بہتی ہے جس میں نماز جو اور نماز عیدین دونوں جائز نہیں ہیں آپ لوگوں پر عمرہ کی نماز پر صحت خردی ہے لہذا آپ لوگ دوبارہ جمعہ کا اجراء نہ کریں ورنہ کھانے کے باوجود نہ ماننے پر اس عمل کے خود مردار ہو گئے، نیز مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے جو لکھا ہے:

”نماز جو کو ترک نہ کیا جائے ان بہتوں کے بارے میں فرمایا ہے جہاں زمانہ قدیم سے جو پڑھا جاتا ہو کفایت المفتی میں وہ خود تصریح فرماتے ہیں: جن بہتوں میں قدیم سے جو پڑھا جاتا ہو اور جو پھوڑنے سے الگ نماز چھوڑ گئی پھوڑ دیتے ہیں ایسی بہتوں میں جو پڑھا جاتا ہے“ (کفایت المفتی، ۱۸۹۳)

نیز اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کرام کے مذہب پر عمل کرنے کی فقہاء نے اجازت نہیں دی اس کے حلقہ مفتی عزیز الرحمنؒ حسب تحریر فرماتے ہیں:

”اور حتیٰ کو دیگر ائمہ کے اس مسئلہ میں عمل کرنے کی فقہاء کرام نے اجازت نہیں دی ہے اور ہم لوگ پابند ہیں اس امر کے کہ جس مسئلہ میں ائمہ فقہاء نے فتویٰ غیر مذہب پر دیا ہے اس پر عمل کیا جائے گا اسی طرح جس مسئلہ میں تصریح فقہاء کی ہے وہاں عمل کر سکتے ہیں جس جگہ ان کی تصریح نہیں ہے وہاں عمل نہیں کر سکتے۔“ (آداب دارالعلوم، ۲۸۷۵)

”قولہ (وفی الفہستنی) تأیید للممنوع عبارة الفہستنی قطعاً لفرضانی التخصیصات والقری الکبیرة الی فیہا اسواق قال ابو القاسم هذا بلاحلاف اذا اذن الموالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا من جمہودہ لفاذا اتصل بہ الحکم صار جمعا علیہ ولیمادکرنا اشارۃ انی انہ لا یجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا الفاض ومنہ وخطیب کمالی المضمرة.... الامری ان فی النجواہر لوصلو الی القری ثم ہم اداء الظہر“۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”واما المقلد للابن خلدون في قضاءه بخلاف مذهبه اصلا كما في القبة قلت ولا سيما في زمانه فان السلطان ينص في مشورته على نهيه عن القضاء بالاقوال الضعيفة فكيف بخلاف مذهبه“۔۔۔ (الدر على هامش الورق: ۱/ ۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

”گواہی“ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں گواہی گاؤں کی آبادی کل عین سو چھیالیس ہے اور ساتھ عین اسی کیس ہیں، جو تقریباً تین فرلانگ دور ہیں ان کی کل آبادی چار سو انیس ہے گاؤں کے اندر ایک مسجد ایک مکان ایک آٹا پیسنے کی مکھل ہے اور دو پرائمری سکول بچوں کے ہیں ایسے گاؤں میں نماز جمعہ اور عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے؟ آپ قرآن و سنت کی روش سے جواب دیں کہ جمعہ اور عید کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ کے وجوب کے لیے شرط مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے چونکہ مذکورہ گاؤں نہ تو مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ لہذا اس پہنچتی میں جمعہ اور عیدین کی نہ پڑھنا صحابہ کرام نہیں ہے ان لوگوں کو کبیرہ کی نماز پڑھنا ضروری اور لازم ہے۔

”قولہم في القهستانی تأييد قلنن وعبارة القهستانی قطع لرحماني القصاصات والقري الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن اهل الوالي او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحاكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها افاض ومبصر وعطيط كعمالي المضمرات... الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القري تؤمهم اداء الظهور“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”لائصح الجمعة الا في مصر جامع لولي مصلى المضمر ولا تجوز في القري لقوله لا جمعة ولا تشرى ولا لطرولا اضحى الا في مصر جامع“۔۔۔ (هذا في: ۱/ ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمہورِ مدین کی نماز کا ایک مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۳۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں امام کا دس شمارے تقریباً چار پانچ کلو میٹر دور ہے جائے گاؤں میں تقریباً سو کے لگ بھگ مکانات ہیں اور ضروریات روزمرہ کی چیزیں میسر نہیں ہیں بالغ افراد کی تعداد تقریباً چار سو ہے، کیا مذکورہ صورت حال کے مطابق اہل قریب پر عید باجماعت اور نماز جمعہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ اور مدین کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا پھر ای۔ قبہ ہو یا شہر کے عجم میں ہوتا ہے۔ یعنی اس میں ہزار ہوں اور اس پاس کے لوگ اپنی ضروریات کے لیے وہاں رجوع کرتے ہوں یا پھر نکلنے شہر سے۔

”قوله عليه السلام لاجمعة ولا شريق الا في مصر جامع رواه ابن ابي شيبة عن علي“

جب کہ مذکور مآبقتی قریہ غیر ہے اس میں جمہورِ مدین تو موقوف ہیں باقی علم کی نماز پر حائل لازم ہے۔

”وقال الشافعي تحت قوله وفي القهستاني، تأييد للمتن وعبارة القهستاني

وتقع في حالي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق لعل ابو القاسم

هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي بقاء المسجد الجامع واداء الجمعة

لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجتهد عليه ولما ذكرنا اشارة

الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها افاض ومنبر وعطيب كمدني

المضممرات.... الا ترى ان في الجواهر لو وصلوا في القرى لزمهم اداء

الظهر“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

عورت کا نماز جمعہ و مدین کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور امامت کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت امامت کر سکتی ہے یا نہیں اگر عورت امامت کر سکتی ہے تو اس کی وضاحت کریں کیونکہ بعض اصحاب اس کی مخالفت کرتے ہیں کہ عورت

امامت نہیں کر سکتی تو اس کی بھی وضاحت فرمائیں کیونکہ ابو داؤد شریف کی ایک حدیث کے اندر عورت کی امامت کے بارے میں مذکور ہے، اس طرح کہ عورت درمیان میں کھڑی ہو اور دیگر عورتیں اس کے ساتھ نماز ادا کریں اگرچہ جائز ہے تو پھر عورت امام بن گئی، کیونکہ عورت جب تک غیر یکتی ہوئی درگاہ جہد کسے کی توہانی عورتیں بھی اس کی اقتداء کریں گی میرانی فرما کر مسئلہ کی وضاحت فرمائیں نیز عورت کا مسجد میں آنا بھی نماز کیسا ہے اس بارے میں بھی فرمائیں کہ نماز عیدین و جمعہ وغیرہ میں عورتوں کو اپنی علیحدہ جماعت کرانے سے شرعی طریقے کے مطابق کیسے روکا جائے کیونکہ عورتیں ان نمازوں کو ادا کرنے کی عذر کرتی ہیں بصورتِ منع وہ اپنی نماز کر دیتی ہیں بالخصوص رمضان المبارک یا عیدین کی نماز میں اس صورت میں اگر مسجد کے باہر وہ اپنی جگہ عورتوں کے لیے مخصوص کر دی جائے تو کیا وہ مسجد میں شریعت کی پابندی کریں؟ اس کی بھی وضاحت فرما کر خدا شاہد ہو۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورتِ مرقومہ میں عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے نماز جمعہ یا عیدین کے لیے گھر سے بہرہ لگنا یا خود جماعت کرنا اور عورتوں کے لیے امامت کرنا اگر وہ تحریمی ہے، واضح رہے کہ عورت کا مردوں کے لیے امامت کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

”كذلك المرأة تصلح للإمامة في الجملة حتى لو امت النساء جاز ويصح أن تقوم وسطهن لماروى عن عائشة أنها امت نسوة في صلاة العصور ووقت وسطهن وامت أم سلمة نساء وقامت وسطهن ولأن منى حالهن على السرو هذا استرلها إلا أن جماعتهن مكروهة عندنا“۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/۳۸۷)

”وأيكسره حضور من الجماعة ولو لجمعة وعيد وعط (مطلقاً) ولو عجزوا (إلا) على الملعب (المضي به)“۔۔۔ (الدرع الرد: ۱/۳۱۸)

”عن عبدالله بن النضر رضي الله عنه قال صلاة المرأة في بيتها الفضل من صلاتها في حجرته أو صلاتها في مسجدتها الفضل من صلاتها في بيتها“۔۔۔ (ابو داؤد: ۱/۹۴)

”ولا يحضر الجماعة قوله تعالى: ولقرن في بيوتكن: ولأن رضي الله عنه صلاتها في حجر بيتها الفضل من صلاتها في مسجد دارها أو صلاتها في مسجد دارها الفضل من صلاتها في مسجد دار بيوتهن غير لهن، ولأنه لا يلز من الفتنة من خروجهن بأطرافه

فشمس الشاہ والعمود والصلوة البہاریہ واللبیۃ قال المصنف فی الکافی
والفتویٰ الیوم علی الکراۃ فی الصلوٰۃ کثرت الظہور والفساد... (البحر:
۱/ ۶۳۸، ۶۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک شہر کی مکی مساجد میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۸): ایک اہم دینی مسئلہ کی وجہ سے جناب کی تہجد اور نماز اور فتویٰ و کرامے سے متاثر ہونا ہمارے ہمارے ہسپتال لاہور کی رہائشی کادنی میں ٹیبلت نماز کے لیے ایک مسجد بنائی گئی ہے چھوٹی سی مسجد جس میں سانچہ یا ستر نمازیوں کی مکمل جگہ ہے اس میں پانچ وقت نماز اور تراویح وغیرہ پوری ہیں اب کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس میں جو کہ نماز شروع کرنی چاہیے حالانکہ تین سو چار سو سے دو بارہ کے فاصلے پر اور ایک قریبی فاصلے پر ہیں جن میں ماشاء اللہ اتفاقاً امداد کے فارغ التحصیل علماء خطبہ دے رہے ہیں ہم نے ان لوگوں کو بتایا کہ اس چھوٹی مسجد میں جو چاہو تو ہے، لیکن ثواب بڑی مسجد میں ہے لیکن وہ بند ہیں آپ سے عرض یہ ہے آپ اس مسئلہ میں خدہ خدہ کے مطابق اپنا جواب تحریر فرمائیں آپ کی مین نوادش ہوگی اور ہمارے ہاں کئی لوگوں میں اس معمولی بات کا تذکرہ بھی ختم ہو جائیگا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں ایک شہر میں چھٹی مکی مساجد ہوں جو ان سب میں پڑھنا چاہتے ہیں اگرچہ شریعت کی خلاف ورزی کے خلاف ہے جو کہ شوکت اسلام ہے اور نمازیوں کی تعداد چھٹی زیادہ ہوگی انسانی ثواب زیادہ ہوگا، کثرت جماعت کے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔

” (و نزل فی مصر واحدہ واضح کثیرۃ) مطلقاً علی المذہب و علیہ القوی
شرح المجموع للمفہمی، بولسی الشامیہ..... من مذہب اہل حنفیۃ
جو از امامت الی مصر واحدہ فی مسجدین او اکثر وہ باحد لا یشاق لا جمعة الا فی
مصر شرط المصر فقط“... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۵)

”حدیث اہل بن کعب حدیثان حبان: (و صلاۃ الرجل مع الرجل ازکی من
صلواتہ وحدہ و صلاۃ مع الرجلین ازکی من صلاۃ مع الرجل و صلاۃ مع

الصلاة اذ كسى من صلواته مع الرجلين وما كثر فهو احب الى الله عز وجل

اخرجه في العمدة ۱۰۰ (معروف السنن: ۲۶۵/۴)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شر کے ساتھ غیر متصل آبادی میں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری ٹیکٹری راسے دھڑ کی حدود میں ہے راسے دھڑ کا قاعدہ اس کے بالکل سامنے ہے اور شہر کی آبادی اب ٹیکٹری تک پہنچ چکی ہے اور وہاں چوری درکٹ ہے اور وہاں پر کالونیوں بھی ہیں البتہ وہاں ہمدردیاں میں دو کھیت خالی بھی ہیں یعنی سرگز راسے دھڑ کے درمیان میں ایک ڈیڑھ کلومیٹر طرقات بھی ہے اب آیا یہاں پر اس مسجد میں نماز بعد شروع کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں، اور اگر سب مساجد میں بعد ہوتا ہے چونکہ وہ دوسرے مسکن سے تعلق رکھتے ہمارے ہیں اس لیے یہاں بعد شروع کرنا چاہتے ہیں، امید ہے کہ آپ جلد جواب عنایت فرمائیں گے، اگر نماز بعد نہیں ہوتی تو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں؟ (بزمِ ائمہ خیر)

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جب تک آبادی شہر کے ساتھ متصل نہ ہو تو اس وقت تک نماز بعد چھ نہیں ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جائے گی۔

”وذكر في فتاوى الشيخ الفقيه ابي الليث "ان علي قول ابي بكر لا يجوز الجمعة خارج المصر اذا كان ذلك الموضع منقطعاً عن العمران. (انتار حاشية جنيده: ۵۵۱/۲)

” (ولادتها شرط في غير المصلي) منها المصر هكذا في الكافي بوالمصر في ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت ولان يقيم الحدود فينفذ الاحكام وبلغت ابيته ابيته مني هكذا في الظهيرية وفاضل خان وفي الخلاصة وعليه الاصل ما ذكرنا في انتار حاشية ومعنى الامة الحدود وهو القدرة عليها هكذا في الغيبة وكما يجوز اداء الجمعة في المصر يجوز اداؤها في اثناء

المصروع هو الموضع المعدل لمصالح المصروع متصلاً بالمصروع من كان
مليماً بموضع بينه وبين المصروع فرجة من المزارع والمراعي نحو القلع
يختارون لا جمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة
والميل والاموال ليس بشئ هكذا في الخلاصة... (الهندية: ۱/ ۱۳۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمع کے بارے میں بعض مسائل:

مسئلہ نمبر (۲۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

- (۱) جمعہ کے لئے کئی آبادی کا ہونا ضروری ہے؟
- (۲) اگر دیہات میں جو نہیں ہو سکتا تو گاؤں والے جمعہ کہاں پڑھیں؟
- (۳) اگر گاؤں والے گاؤں میں جمعہ پڑھتے ہیں تو جمعہ ہونے کا پانچ منے والے گنہگار ہوں گے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) جمعہ کی صحت کے لئے مصرعہ مع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور قریہ کبیرہ وہ دیہات ہے جس میں بازار
ہوں، بازار میں ایسی بستیاں جہاں بازار نہ ہوں جمعہ پڑھنا جائز نہیں یاوردہاں پر جمعہ پڑھنے والے ظہر کی نماز چھوڑنے
کی جگہ سے گنہگار ہوں گے۔

”قوله (وفي القهستانی) تأييد للمتن وعادة القهستانی تقع فرجاً في التفصيص
والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا خلاف اذا اذن نواحي
او القاصي بناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا من جهديه فاذا اتصل
به المحكم صار مجعداً عليه ولينما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي
ليس فيها الفاضل ومنبر وعطيط كعمالي المصبرات... الاثرى ان في
الجواهر لوصول الى القرى ثم مهم اداء الظهور... (رد المحتار: ۱/ ۵۹)

- (۲) گاؤں والوں پر جمعہ واجب نہیں ان پر ظہر کی نماز فرض ہے البتہ اگر کوئی جمعہ ادا کرے چاہے وہ ایسی جگہ
جا کر پڑھے جہاں جمعہ ادا کرنا درست ہو۔

”اما المصبر الجامع لشرط وجوب الجمعة وشرط صحۃ اذانہا بعد اصحابہا حتی لا یجب الجمعة الاعلی اهل المصر ومن کان ما کان فی نوابعہ وکذا لا یصح اداء الجمعة الا فی المصر وتوابعہ لا یجب علی اهل القری فی لیست من توابع المصر ولا یصح اداء الجمعة فیہا“۔۔ (بدائع الصالح: ۱/۵۸۳)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

موضوع: ”چمیل خورد“ (خلع کوڑا نوالہ) میں نماز صحت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۴)۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں محترم جناب موضوع چمیل خورد خلع کوڑا نوالہ میں تقریباً چودہ سو کے قریب آبادی ہے ہمارے موضع میں ۱۵ نڈل سکول برائے طلباء اور ایک مسجد اور ایک دینی مدرسہ یعنی جس میں تفسیر، ظہر اور حفظ بھی پڑھایا جاتا ہے اس کے علاوہ تین چار دودھ لینے والے بھی آتے ہیں اور اس میں دکانیں بھی ہیں جہاں سے دودھ اور کھانے کی چیزیں خریدی جاتی ہیں ہمارے علاقے میں پہلے بھی دو بار صبح کی نماز پڑھنی چاہیگی ہے اور بعد میں ترک کر دی گئی ہے اب جب کہ ہمارے موضع میں پانچ نمازیں صبح کی محاذ پر حاکمی جا بھی ہیں اور آئندہ صبح کی چادری ہے اور اکثریت محلہ کی نماز پڑھتی ہے (بعض آدمی جمعہ کے دن نماز نہیں پڑھتے اگر مسجد میں جڑے جاتے ہیں یا گھر میں نماز پڑھتے ہیں جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے) آیا ہم جمعہ جاری رکھیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

عند الامتاف جمعہ وغیرہ کے لیے شرط یہ ہے کہ قصبہ یا قریہ کبیرہ جو کہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے جب کہ مذکورہ گاؤں چھوٹے ہیں اس میں نماز جمعہ نہیں ہوتی یہاں والوں کو جمعہ کی نماز معاف ہے اور ان پر جمعہ کی تلک غلبہ کی نماز پڑھنا فرض ہے اور اس سختی میں جو نماز جمعہ پڑھتے ہیں وہ گنہگار ہوتے ہیں۔

”قولہ زوالی القہستانی تأیید للتمن وعبارۃ القہستانی تقع لرحضانی القصات والقروی الکبیرۃ القری فیہا اسواق قال ابو القاسم هذا لا یجوز ان اذا امن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتہد لہ لانی

اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في
الصغيرة ان يمس فيها قاض ومير وعطيب كما في
المضممرات.... الا ترى ان في الجواهر لم يصلوا الى التمرى لزمهم اذا
الظهور..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خطبہ جمعہ میں محض ذکر اللہ فرض ہے:

مسئلہ نمبر (۲۷۴): کیا ملتے ہیں مقتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے موقع پر ایک خطیب صاحب مسجد جو عربی میں خطبہ پڑھتے ہیں اس کے پہلے حصہ میں وہ ”الحمد لله نعمده“ سے شروع کر کے آخر تک پڑھنے کے بعد کچھ قرآنی آیات پڑھتے ہیں اور پھر آخر میں ”بارک اللہ لنا“ پڑھ کر ختم کرتے ہیں۔ دوسرے حصہ میں اسی طرح شروع کر کے سورۃ الفتح پڑھتے ہیں اس کے بعد من اللہ باسمہ.....“ (الایۃ) پڑھ کر ختم کرتے ہیں اس کے بعد نماز جمعہ ہوتی ہے، جب لوگ چمے جاتے ہیں تو ایک شخص یہ شروع کرتا ہے کہ چونکہ خطیب صاحب نے مسنون خطبہ نہیں پڑھا لہذا خطبہ نہیں ہوا اور نماز جمعہ نہیں ہوئی، براہ کرم قرآن و سنت کی روشنی میں فیصلہ فرمادیں کہ خطبہ ہوا یا نہیں اور نماز جمعہ ہوئی ہے یا نہیں؟ اور اگر دونوں چیزیں ہو گئی ہیں تو پھر ایسے شخص سے کیا سلوک کریں جس نے نمازیوں کے جذبات کو بھروسہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں خطبہ درست ہوا ہے اور نماز جمعہ بھی درست ہوئی ہے، ایسے شخص کو محبت سے سمجھایا جائے تاکہ اس کی بھی بجا کراہی نہ ہو۔

”وفي السر (و كلفت تحميده او تهليله او تسبيحه) للخطبة المفروضة مع
الكراهة والقيل للمسلمين ذكر طویل والله قدر الشهدا واجب“ ..

(الدر المختار: ۱/ ۵۹۸)

نوٹ: لاطنی کی بناء پر چونکہ اس نے کہا اس لیے اس کو سمجھایا جائے، مابین خطیب صاحب کو بھی چاہیے کہ خطبہ کے تمام ادب کا خیال رکھیں، اور مسنون خطبہ پڑھیں تاکہ سنت بھی ادا ہو اور اشتکار بھی پیدا نہ ہو کیونکہ ”حج کل لوگ علماء

اور آخر کے لیے گھات میں بیٹھے ہوتے ہیں جہاں پر بھی تھوڑی سے خانی پانی تو اس کو سرمایہ اچھالتے ہیں، حالانکہ اس کا دیکھاری یا سائل اسلام کے ساتھ روکا بھی تعلق نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قریب کیر سے متصل ایک ٹل میں بمبھکا ٹم:

مسٹر نمبر (۴۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چک نمبر 266 تقریباً پانچ سو گھروں پر مشتمل ہے اور ۲۳۶ چک ۵۰ مربع جہاں پر پھیلا ہوا ہے اس میں ایک شوگر مل اور ایک ہزار چھ سو ۲۶ پلیاں سٹاپ کہتے ہیں۔ ۲۳۶ گاؤں کی آبادی تقریباً چودہ ہزار افراد پر مشتمل ہے یہاں لڑکیوں کے لیے پرائمری سکول، یو این کونسل کا دفتر ڈپنٹری، تین عدلیہ کنگ دوا سے، پانچ آلے کی چکیاں، ڈاکخانہ بارہ حدو کریا سٹور (جنک ٹالف جھبوں پر پانچ پلٹری نام ہیں) اس گاؤں سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ۲۶ پلیاں سٹاپ ہے گاؤں اور ۲۳۶ پلیاں سٹاپ میں تقریباً ۱۵ گھر ہیں اور چھوٹی بڑی تقریباً ۵۰ مکانات ہیں، ماسوائے کپڑے کے تقریباً تمام ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں اور گوبرہ شوگر مل ۲۳۶ چک سے تقریباً ۱۵ ایکڑ اور ۲۳۶ پلیاں سٹاپ سے تقریباً ۱۳ ایکڑ فاصلے پر واقع ہے براہ کرم نہ سائی فرمائی کہ یہاں شوگر مل میں جس اور میرین کی نماز ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت جان مذکورہ شوگر مل میں جس کے شرائط مقتودہ ہونے کی بناء پر جس جگہ لڑکیوں کیونکہ جس کے لیے مصریہ قریب کیر کا ہوا ضروری ہے اور یہاں شوگر مل نہ مصر ہے اور نہ قریب کیر اور درمیان میں فصلوں کی وجہ سے اتصال بھی نہیں ہے لہذا جس جگہ جائز نہیں۔

”وذكر في فتاوى الشيخ الفقيه ابي الليث “ان علي قول ابي بكر لا يجوز الجمعة خارج المصر اذا كان ذلك الموضع منقطعاً عن العمران“۔ (المعارف حاشية: ۵۵۱/۲)

”ولا ذاتها شرط في غير المصلى منها المصر هكذا في الكفاي والمصر في ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت والاض يقم الحدود وبقضاء الاحكام وبلغت ائمة ائمة مني هكذا في الظهيرية وقاضی خان وفي الخلاصة وعليه

الاعتماد کذا فی التصارحاً و معنی القامة الحدود هو القدرة علیها کذا فی الغیاتیة و کما یجوز انشاء الجمعة فی المصر یجوز انشاء علی قضاء المصر و هو الموضع المعد لمصالح المصر متصل بالبحر و من کان علیها بموضع ینسب و بین المصر فرجة من المزراع و المرعى نحو القلع یمخاری لا الجمعة علی اهل ذلک الموضع و ان کان انشاء ینالهم و الغلوة و المیل و الاموال لیس بشئ حکذا فی الخلاصة... (الہدایة: ۱/ ۱۳۵)

”لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع لولی مصر جامع لولی مصر فلا تجوز فی القرى لقوله علیه السلام لا الجمعة ولا بشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع و المصر الجامع کل موضع له امیر و لاهل ینفذ الاحکام و ینقم الحدود“... (الہدایة: ۱/ ۱۳۷)

”(قوله و ظاهر المذهب) قال فی شرح المیة و الحد الصصح ما اعتمده صاحب الہدایة انه الذی له امیر و لاهل ینفذ الاحکام و ینقم الحدود... و من ابی حنفہ انه بلندة کبیرة لہا سکتک و اسواق و لہا سابق و لہا و ال ینقر عی الصالح المظلم من الظالم بحشمته و علمه و علم غیرہ یرجع الناس الیہ لیمایق من الحوادث و هذا هو الاصح“... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مہاجر پنجی کے ایک گاہ (غریبوں) میں نماز جمعہ کا گھر:

مسئلہ نمبر (۵۵۵): کیا کرتے ہیں مہاجرین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہاجر پنجی علاقہ ”غریب“ تقریباً ۶۰۰ گھروں پر مشتمل ہے اس علاقے سے غریب فرشتہ کی تمام اشیاء آسانی مل جاتی ہیں اس علاقہ میں شکاری کھول پھیل بھی موجود ہیں اس علاقہ میں انھو مساجد ہیں لیکن کسی ایک مسجد میں بھی پانچ ہفت کی نماز جماعت انھیں کی جاتی اور کئی نام بھی مقرر نہیں ہے ایک مسجد میں لوگ نماز صبح کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں لیکن وہاں پر بھی پانچ ہفت کی نماز جماعت انھیں کی جاتی اس علاقہ میں سرکاری فوج ہے کمران کے لیے نہیں یعنی جرائم کی دیک تمام کے لیے نہیں بلکہ سرحدی حفاظت کے لیے ہیں اس صوبہ میں اس علاقہ میں اندر سے شرع ہو کر نماز پڑھائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقوم میں مذکور عرق میں شراکاء صحت بعد مذہب کی وجہ سے نماز جماعت اور عیدین جائز نہیں۔

”فقولہ و ظاهر المذهب“ قال فی شرح العنبة والحد الصالح ما اختاره صاحب الہدایۃ اللہ الذی لہ امیر و قاضی یفعل الاحکام و یقیم الحدود... وعن ابی حنیفۃؒ انہ یلینہ کبیرۃ فیہا سکک و اسواق و لہار سائق و فیہارال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمہ و علمہ و یرحم غیرہ یرجع الناس الیہ لیماتع من الحوادث و ینظر الاصح. الا ان صاحب الہدایۃ ترک ذکر السکک و الرسائل لان الغالب ان الامیر و القاضی الذی شامہ القدرة علی تنفیذ الاحکام و انفاذ الحدود لا یسکون الا فی بلد کذلک“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں (جنڈیالہ شیرخان) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں جنڈیالہ شیرخان کی آبادی تقریباً ۱۵۰۰ ہے جہاں آٹھ مساجد ہیں، ان میں سے چار جمعہ میں اکی ہیں جن میں جمعہ ہوتا ہے، ہماری بہتی قدرت آباد جنڈیالہ شیرخان سے صرف چھ ایکڑ کے فاصلے پر موجود ہے جس کی آبادی سات سو افراد پر مشتمل ہے اور اس کے گھروں کی تعداد ۷۷ ہے اس بہتی میں ایک مدرسہ ہے جس میں قرآن پاک پڑھ کر حفظ و ناظرہ پڑھایا جاتا ہے اس بہتی میں چار چھوٹی دکانیں ہیں اور باقی غوردوڑوں کی اکثر چیزیں جنڈیالہ شیرخان سے خرید کر لاتے ہیں گاؤں جنڈیالہ شیرخان میں دکان کھلی گئی ہوئی ہے اور یہ بہتی قدرت آجٹا دکان کھلی جنڈیالہ شیرخان کی حدود کے اندر ہے لہذا بہتی کے اندر ایک عی سکھ ہے اس میں جمعہ اورہوسکھ ہے یا نہیں؟ جبکہ یہاں پہلے کبھی جمعہ نہیں ہوا۔

نوٹ: جنڈیالہ شیرخان سے بہتی قدرت آباد کھڑک آتی ہے اس سڑک کی ایک طرف سے تقریباً ۱۵ گھروں میں آباد ہے جس کے سڑک کی دوسری طرف کوئی گھر نہیں اور یہ گھر بہتی سے جدا ہیں اور تقریباً ایکڑ فاصلے پر۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ذکرہ اسٹی نہ مصر میں ہے اور نہ ہی قریب کبیرہ لہذا اس میں جس کا احترام جائز نہیں، بلکہ وہاں پر اپنی تعمیر کی نہایت احترام کا اہتمام کرتے رہا کریں۔

”قولہ (و فی القہستانی) ذلیقہ من و عیارة القہستانی و تقع فرضاً فی القہستانی و القری الکبیرة التي لہا اسواق قال ابو القاسم ہذا لا یمکن ان اذن الوابی ان القاضی یماء المسجد الجامع و اداء الجمعة لان ہذا مجتہد فیہ لانا اتصل بہ بالحکم صار مجتہدا علیہ و لہذا ذکرنا اشارۃ الی انہ لا یمحوز فی الصغیرۃ التي لیس فیہا قاض و منبر و عظیم کما فی المضمورات.... الا تری ان فی الجواہر لو صلوا فی القری لزمہم اداء الظہر“۔ (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

” (و لا تہا شرط فی غیر المصلی) منہا المصنوع کذا فی الذکائی و المصر فی ظہر الروایۃ الموضوع الذی یکون فیہ مفت و قاض یقیم الحدود و یفتقد الاحکام و بلغت ہدیہ نبیہ منی کذا فی الظہیریۃ و قاضی عان و فی الخلاصۃ و علیہ الاعتماد کذا فی التارخانیۃ و معنی اقامۃ الحدود و القدرۃ علیہا کذا فی الغبائیۃ و کما یمحوز اداء الجمعة فی المصر یحوز اداء ہالی لواء المصر و ہو الموضوع المعدل لمصالح المصر متصل بالامصر و من کان علیہا موضوع بینہ و بین المصر لرجۃ من المزروع و المرعی نحو القلع یسخر ای لا یجمعة علی اهل ذلک الموضوع و ان کان الداء یملغہم و العلوة و المیل و الامیال لیس بشئ کذا فی الخلاصۃ“۔ (الہدیۃ: ۱/ ۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجد شریفیں:

مسئلہ نمبر (۱۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے علاقہ کی جامع مسجد میں الحمد للہ پانچوں وقت کی نماز ہوتی ہے جبکہ رمضان المبارک کے مہینہ میں مسجد کے خلیفہ صاحب جمعہ کی نماز مسجد کے

باہر گراؤ میں پڑ جاتے ہیں اور وہ یہ اس لیے کرتے ہیں کہ مسجد میں جو کی نماز کے وقت تمام نمازی مسجد میں نہیں آ پاتے اور لوگوں کو مسجد سے باہر نماز پڑھنی پڑتی ہے آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح مسجد کو چھوڑ کر گراؤ میں جو کی نماز پڑھنا جائز ہے؟ جبکہ اس دوران مسجد ویران پڑی رہتی ہے اور خطیب صاحب گراؤ میں سے جہاں وہ جو کی نماز پڑھا رہے ہوتے ہیں بلحاظ کرتے رہتے ہیں کہ جو کی نماز مسجد میں نہیں گراؤ میں ہوگی، برائے مہربانی یہ فرمائیں کہ شریعت کے لحاظ سے جو کی نماز مسجد چھوڑ کر گراؤ میں پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز جو کا ادا کرنا بہ مع مسجد میں اولیٰ ما فضل ہے اور مستنون عمل ہے لہذا دش زیادہ ہو جانے کی صورت میں مسجد سے باہر مصلوں کو سنا یا جاسکتا ہے اور واضح رہے کہ مسجد سے باہر بننے والی مصلوں کا آئین میں ملانا ہونا چاہیے گو مسجد سے باہر نماز جو کا ادا کرنا بھی جائز ہے جبکہ امام و مقتدی سب کے سب مسجد سے باہر ہوں بشرطیکہ وہ جبکہ زمیندان شہر و قصبہ میں ہو کیونکہ حجاز جو کے لیے مسجد شرط نہیں ہے۔

”کمالی الدر المختار و ردی فی مصر و احدی مواضع كثيرة مطلقاً علی

المذہب و علیہ الفتویٰ“..... (الدر مع الرد: ۱/۵۹۵)

”شرط اذاتھا المصرو ہو کل موضع لہ مہر و فاض یفلا لا حکم و یقیم

الحدود و مصلیٰ قولہ او مصلیٰ ای مصلیٰ المصرا لاند من توابع لکان فی

حکمہ و الحکم غیر مقصور علی المصلی بل یحوز فی جمیع النبی

المصر“..... (البحر الرائق: ۲/۴۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جنگل کے قریب ایک گاؤں (نک) میں نماز جو عیدین کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۴): جناب مفتی صاحب السلام علیکم السلام کے بعد گزارش ہے کہ ہمارا گاؤں نک اب تقریباً ۵۰ کھانوں پر مشتمل ہے اور وہاں صرف ایک ہی مسجد ہے اور کبھی ہم آدم رکھتے ہیں اور کبھی نکال دیتے ہیں اور بدستور جماعت بھی نہیں ہوتی ہیں سال پہلے وہاں جو و غیرہ بھی ہوتا رہا اب جب کہ جو تو دور کہ نماز بھی

نہیں ہوتی اور ہمارا گناہیں بھل دینے کے قریب ہے اور ساتھ چمکاؤں پائے جاتے ہیں ان میں جو سب سے قریب ہے وہ تقریباً دو کلو میٹر سے زیادہ دور ہے اب ہمارے بزرگ اتنا سطرطے کر کے عید کی نماز کے لیے بھی نہیں جاسکتے اب ہماری مسجد میں جمہور اور عید وغیرہ بھی پڑھائی جاتی ہیں اب آپ سے گزارش ہے کہ کتب و سنت کی روشنی میں اور فقہ حنفی کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کے اس گناہ تک میں نہ نماز جمعہ چاہئے اور نہ نماز جمعہ چاہئے کیونکہ اس میں جمہور اور عیدین کی محبت کی شرطاً نہیں پائی جاتی ہے۔

"لا تجوز فی المصلیۃ الشیء لیس فیہا قاض ومبتر و عظیم کما فی

المعتمرات"۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

"شرط ادائها المصروعو کل موضع لہ امبروقاض ینفذہ لا حکام و یقیم

الحدود و ان مصلیۃ قولہ او مصلیۃ ای مصلی المصلی لانہ من توابعہ لکن ان فی

حکمہ والحکم غیر مقصور علی المصلی بل یجوز فی جمیع النبیۃ

المصر"۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۴۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کم آبادی والے گاؤں میں دو تین جگہ نماز جمعہ پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۴۷۸): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک مسئلہ ہے جواب دے کر منظر فرمائیں مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے علاقہ میں دو سو چوبیس گاؤں کی آبادی اتنی زیادہ بھی نہیں تھی لیکن ایک مسجد میں نماز جمعہ بھی پڑھائی جاتی تھی، کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب کا اس میں اختلاف ہو گیا اور جمعہ ایک الگ مسجدوں میں پڑھایا جاتا تھا حالانکہ دونوں مسجدوں کے درمیان صرف ایک فرسنگ کا فاصلہ ہے پھر سال بعد ایک دوسری جگہ بہت بڑی مسجد بنائی گئی جس میں تین چار گاؤں کے لوگ ایک مسجد میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں یہ بہت بڑی مرکزی جامع مسجد ہے اسی مسجد میں تین یا چار دفعہ نمازی جمعہ کے دن آتے ہیں بہر حال دوسری مسجد کے ملاح و گدوائی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں حالانکہ وہاں پر صرف تین یا چار تیس نمازی ہوتے ہیں کیا ان گاؤں پر نماز جمعہ ادا ہو جاتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جس چھوٹی آہدی میں حاکم مجزہ ہوا میں نماز جمعہ بھی جائز نہیں ہے لہذا آپ کے گاؤں میں کسی بھی مسجد میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے چہ چھوٹی ہو یا بڑی۔

"وَلَمَّا ذُكِّرُوا ابْتِغَاءً لِّىْ اِنَّهٗ لَا يَجُوزُ لِي الصَّغِيْرَةُ اِلَّا لِيْسَ لِيْهَا فَاقْضِ

وَمِنْهُوَ عَطِيْبٌ كَمَا فِى الْمُقْتَضَرَاتِ" .. (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جس جگہ کھانے پینے کی اشیاء دستیاب ہوں مگر مشتمل بازار نہ ہو وہاں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کا نام "بھدے گاؤں" ہے جو کہ بہت بڑا گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً تین ہزار سے زائد افراد پر مشتمل ہے اور تقریباً ضروریات کی ہر چیز مل جاتی ہے اور اسی گاؤں کے قریب میں لوگوں نے اپنی اپنی دکانوں میں حویلیاں بنا کر رکھ رکھی ہوئی ہے گاؤں کے علاوہ ان حویلوں کے افراد کی تعداد بھی تین ہزار سے زائد ہے اور ان حویلوں میں کل سرحد سترہ ہیں صرف ایک مسجد میں تقریباً پچیس سال سے جمعہ وعیدین ہورہے ہیں اور ان حویلوں میں کوئی دکان نہیں بلکہ چیدہ چیدہ دوکانیں ہیں کھانے پینے کی خاص خاص چیزیں ملتی ہیں۔ کپڑے جوتوں وغیرہ کی کوئی دکان نہیں اب زبیطب مسئلہ یہ ہے کہ شرعاً ان حویلوں کی مسجد میں نماز جمعہ اور عیدین ہو سکتی ہیں؟ اور آپسے حویلوں کاؤں "بھدے گاؤں" ہی میں شمار ہوں گی؟ نیز جس گاؤں میں مسجد نہیں ہو تا ہاں عیدین کی نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر آپ کے گاؤں میں بازار بھی ہیں تو جمعہ بھی ہے ورنہ ظہر کی نماز ادا کرنا ہوگی اور گاؤں سے باہر حویلیاں ہیں ان میں جمعہ جائز نہیں۔

"وَحَدَّثَنَا الْقَهْقَرَانِيُّ نَقَعَ لَوْ هَدَانِي الْقَصَبَاتُ وَالْقُرَى الْكَبِيرَةُ اِلَّا لِيْهَا اَسْوَاقُ

لَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ هَذَا بِلَا عِلَالٍ اِذَا اُذِنَ لَوَالِيْ اَوْ الْقَاضِيْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ

وَاِذَا الْجُمُعَةُ لَا اِنْ هَذَا مَسْجِدٌ عَلَيْهِ لِيَاذًا اتَّصَلَ بِهِ الْحُكْمُ صِلَ مَجْمَعًا عَلَيْهِ

وَلَمَّا ذُكِّرُوا ابْتِغَاءً لِّىْ اِنَّهٗ لَا يَجُوزُ لِي الصَّغِيْرَةُ اِلَّا لِيْسَ لِيْهَا فَاقْضِ وَمِنْهُوَ

وعطیب کما فی المضمرات، و الظاهر انه التکرار لکراهة التعلل بالجماعة
الآخری ان فی الجواهر لو وصلوا فی القرى لم یهم اداء الظہر.....
(رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

(۲) جس جگہ جمعہ جائز نہیں وہاں عیدین بھی جائز نہیں۔

”واما شرط وجوبها وجوازها فکل ما هو شرط وجوب الجمعة
وجوازها فهو شرط وجوب صلاة العیدین وجوازها من الامام
والمصرو والجماعة والوقت الا الخطبة فانها سنة بعد الصلاة ولو ترکها جازت
صلاة العید“۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/ ۶۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک مسجد میں نفل بخیر دوسری مسجد میں فرض کی نیت سے نماز جمعہ پڑھنا پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فریضے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی
اور اس کے بعد کسی دوسری مسجد چلا گیا اور وہاں کو لوگوں نے آگے کر دیا کیا ان کا دوسری جگہ نماز جمعہ
پڑھنا، جبکہ وہ پہلے ایک مرتبہ جمعہ کی نماز ادا کر چکے تھے، ان کا جمعہ پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور یا وہ ہے کہ فریضے کہتا ہے
کہ میں نے پہلی مسجد میں نفل کی نیت کی تھی اور دوسری میں فرض کی، تو اس جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر فریضے نے واقعی پہلی جگہ نفل کی نیت سے امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے تو اس کی وہ نماز نفل
شمار ہوگی۔

”و یصلی المتطلل خلف المنفرد من کذا فی الہدایۃ“۔۔۔ (فتاویٰ: ۱/ ۸۵)

اور اب چونکہ جمعہ کی نماز دوسری جگہ فرض جمعہ کی نیت سے پڑھا رہا ہے تو اس کی امامت اور اقتداء درست

ہے۔

”(قولہ و صلاتہما) ای التحداد صلاتہما قال فی البحر والانتقاء ان یمکنہ
الندخول فی صلاتہ بیدۃ صلاتۃ الامام لیکون صلاتۃ الامام متضمنۃ لصلاتہ

المفہم ہی اہل فہم اقل المتعلم بالمتعلم لان من لا فہم علیہ لو نوى
صلاة الامام المفہم صحت لافلا لان شغل مطلق والفہم مقلد والمطلق
جزء المقلد فلا یفہم۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۳۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے باہر قارم کی پھولی مسجد میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۸) کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک فائیس قارم
ہے جس میں پاگل افراد رہتے ہیں ان کی نگرانی کے لیے تقریباً آٹھ ملازم ہیں اس قارم کی ایک پھولی سی مسجد ہے
یہ قارم شہر سے باہر ہے اس مسجد میں ایک مولوی صاحب جو کہ دو ماہ سے جو پڑھا رہے ہیں یہاں جو شخص ادا ہوتا تھا
قارم کے ملازمین شہر میں جا کر نماز جمعہ ادا کرتے تھے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ یہاں آپ فتویٰ دیں کہ جمعہ
پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
نوٹ: یہ کہ قس شہر سے تقریباً آدھا کلومیٹر دور ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کے گاؤں میں نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط مفقود ہیں، تاہم میں
اس کا کہ میں نماز جمعہ نہ کر دیا جائے اور جتنے جمعہ ادا کئے ہیں ان کی تکریر کی نماز قضا کی جائے۔

”و عبارة المفہم فی دفع الفرع فی القصاصات والقری الکبیرة الی فیہا اسواق
قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا اذن الوالی او القاضي ببناء المسجد الجامع
واداء الجمعة لان هذا من جملة ما یجوز فیہ لئلا یتصل بہ بالحکم صلوٰۃ جمعة علیہ
ولہذا ذکرنا اشارۃ الی انہ لا یجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا القاض
ومیر وخطیب کما فی المعضمرات، والظاهر انہ لکرہۃ لکرہۃ القفل
بالجماعة الاثری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمہم اداء
الغفر۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”و شرط ادائها المص) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح فی

قربة ولا مفسدة القول على لاجمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اصحى الا على

مصر جامع نووی مطبعة عظيمة... (البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کئی سالوں سے جاری قمری جمعہ کو عدم شرط کی وجہ سے بند کرنا اچل شریت ہے:

مسئلہ نمبر (۳۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا چک بنو ایک چھوٹا سا ہے ایک سو کمرال پر مشتمل ہے کچھ دیگر چک ارد گرد اپنے سرحد جات ولید جات میں رہائش پذیر ہیں چک والوں اور دیگر لوگوں کی مردم شماری کی گئی جس کے لحاظ سے مرد بچے بچیوں کی مجموعی تعداد تقریباً دو ہزار ہے چھ سات دکانیں ہیں چک میں عرصہ چھ سات سال سے جمہور ہوتا رہا، وہ بھی اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص دارالعلوم کبیر دلا جا کر مفتی عبدالقادر صاحب کے سامنے سوالات پر جانچا جا کر جواز کو فتویٰ لیکر آیا اور مشاء کے بعد مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی کی تصنیف (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد دوم ص ۳۹۸) مسائل جمعہ کے بارے میں مقتدیوں کو سنایا میں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں بھید شراک جمعہ پائے جانے سے جمہور جان نہیں اس کے علاوہ نماز ظہر کے چار رکعت قضاء کرنے کا دہاں بھی سر پر ہوگا اور ان کی دوسری کتاب (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۲۳۲) پانزدہم کے عنوان سے دیہات میں عدم جواز جمعہ پر قرآن وحشت ملک صالحین کے تعاون سے نہایت مفصل دلائل طور پر وضاحت سے ثابت کیا گیا ہے کہ شہروں اور قصبوں کے علاوہ حزیہ تحقیق کے لیے مولانا عبدالقادر مفتی دارالعلوم کبیر والا مفتی دارالافتاء مدرسہ خیر المدارس شانان ابن حضرات کو اشتہاد لکھ کے فتویٰ منکوح کیا تو ان دونوں مفتی حضرات نے عدم جواز کا فتویٰ دیہات ہر طرف سے مکمل ثبوت ہمیں ملتا تو قبول مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحب جمعہ بند کر دینے کا اعلان کر دیا اب کچھ حضرات ناراض ہیں کہ جمعہ کیوں بند ہوا اور کچھ خواہ لڑاؤ نکو چینی کرتے ہیں اس کا شرعی فیصلہ فرمادیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ گاؤں میں جمہور جان نہیں ہے وہی جگہ جمعہ نہ جمنے والوں پر ظہر و ظہر لازم ہے، لہذا جتنے عرصہ تک جمعہ نہ جمنے سے ظہر کی نماز چھوڑے رکھی اس کا کنا بھی سر ہو گیا لہذا اسے عرصے کی نماز ظہر کی قضاء لازم ہوگی، اور چونکہ جمہور ایسی جگہ نفل کی حیثیت رکھتا ہے اور داخل کی جماعت علی سبیل اللہ الی یہ بھی

چاہئے نہیں، لہذا ہم سلطان ہیں اور مسلم سلیم سے ہے یعنی ہم نے نکر پڑھ لیا تو اب ہم نے اپنے آپ کا خدا اور اس کے رسول کے پروردگار کو جان کا حکم ہو گا اسی کے مطابق ہم عمل کریں گے شریعت عام علیٰ اچلے کا ہے لہذا اپنے اندر اچلے والی صفات پیدا کر کے شرعی مسائل میں خود دہرا دہرا بہت دھری اور انا نیت سے کام نہیں لیتا چاہیے۔

”و غبارۃ القہستانی قطع لرحضانی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق
قال ابو القاسم ہذا ہلا خلوات اذا یظن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع
واذا الجمعة لان هذا یجہلہ لہذا اتصل بہ الحکم صار مجسدا علیہ
و فیما ذکرنا لشارح الی انہ لا یجوز لہی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض
ومیر و خطیب کما فی المستصرات، و الظاہرانہ لکراۃ لکراۃ النفل
بالجماعۃ الا تری ان لسی الجواہر لو وصلوا الی القری لزمہم انداء
الظہر“..... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمع کی دو رکعت فرض ہیں یا واجب؟

مسئلہ نمبر (۸۳) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمع کی نماز اس کی دو رکعت فرض ہیں یا واجب اگر واجب ہیں تو واجب کی قضا نہیں ہوتی اس لیے یہ بتائیں کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ جمع کی نماز کے دو فرض چھین ظہر کے چار فرض چھوڑ دیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمع کی نماز کی فرضیت قرآن و حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے، جمع کی نماز دو رکعت فرض ہیں اور اس کے پڑھنے سے ظہر کے چار فرض ساقط ہو جاتے ہیں اور یاد رہے کہ واجب نماز (مجھے وتر) کے نفوت ہو جانے سے اس کی بھی قضا لازم ہے۔

”اما الاول: فالجمعة فرض لا یسع لہ کھاؤ یکتفر جاحدا و الدلیل علی فرضیۃ
الجمعة الکتاب والنسۃ و اجماع الامۃ النخ“..... (باب الجمعة، بدائع
المتناہ: ۱/ ۵۷۷)

”وهی فرض عین (بکفر جاحدا) لثبوتها بالذلیل القطعی کما حفظه الکمال
وهی فرض مستقل اکدمن الظهور لیست بدلا عنه او۔۔۔
(رد المحتار: ۱/ ۵۸۹)

”فصل: وانما بیان مقدارها بمقدارهاز کما ان عرفنا ذلک بفعل رسول اللہ ﷺ
واصحابہؓ من بعده وعلیه اجماع الاملاء۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/ ۶۰۳)
”قولہ (وقت الظهر) ای شرط صحتها ان تزدی لی وقت الظهر فلا یصح قبله
ولا بعده لان شرعية الجمعة مقام الظهر علی خلاف القیاس لانه سقوط اربع
بر کتب الخ۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/ ۲۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آبادی سے باہر مدرسے نماز جمعہ شرعی مسجد میں نفل کرے:

مسئلہ نمبر (۱۴۳۳) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے ایک مدرسہ عبداللہ بن
مسعود (واقع سن مضائقہ راولپنڈی) میں جمعہ شروع کیا، چونکہ مدرسہ ہذا آبادی سے بالکل الگ تھا اور بیرونی طلبہ
بھی نہ ہونے کے برابر ہیں اس وجہ سے لوگوں کا رجحان بہت کم ہے، اب ہم جمعہ مسجد والہ ورین میں نفل کرنا چاہتے
ہیں، جو کہ شہر میں ہے اور تقریباً پانچ جزا کی آبادی کے درمیان میں ہے، لوگوں کا رجحان بھی مسجد ہذا کی طرف ہے،
آیا اس طرح جمعہ کو مدرسے مسجد کی طرف نفل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ مدرسہ میں جمعہ ہذا کے مسجد والہ ورین میں نفل کرنا ضروری ہے، اس لیے
کہ مدرسہ میں جمعہ جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ آبادی سے بالکل باہر ہے، جبکہ مسجد کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مصرع جامع ہو
یا اس کے مضائقہ ہو (نہ مصرع اور مسجد ہذا شہر میں ہے، لہذا اس میں جمعہ درست ہے مدرسہ میں نہیں۔

”منها المصروع كذا في الكافي.... وكما يجوز أداء الجمعة في
المصروع اذا نهى الفناء (المصروع) وهو الموضع المعد للمصالح
المصروع متصلا بالمصروع من كان مقبلا موصوع بينه وبين المصروع فرجة من

المزراع والمراعى نحو القلح يخارى لاجمعة على اهل ذلك الموضع
وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والامبال ليس بشئ هكذا فى
الخلاصة الخ..... (الهداية: ۱/۱۳۵)

”لاتصح الجمعة الا فى مصر جامع او فى مصر جامع ولا تجوز فى القرى
لقوله عليه السلام لاجمعة ولا تشرىق ولا تظرو ولا ارحى الا فى
مصر جامع..... بل يجوز فى جميع القبة المصر لانها بمنزلة فى حوائج اهل
الخ..... (الهداية: ۱/۱۳۷)

”(شرط اذانها المصر) أى شرط صحبتها ان تؤدى فى مصر حتى لاتصح فى
قرية ولا مظارة الخ..... (البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ڈیرہ مراد علی کے انچ پر دیکھت میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان گرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شہر ڈیرہ مراد علی میں انچ پر دیکھت
کے نام سے ایک کالونی ہے جس کے اندر کافی رہائش گاہیں موجود ہیں مظاہرہائش گراؤں اور ضروریات زندگی کئی کی طرف
سے سب کی جتنی چیزیں تقریباً شہر ڈیرہ مراد علی سے سامنے دیکھنے کی صورت میں تین گلو میٹر اور سڑک کے فاصلے سے
چھ گلو میٹر ہیں جو مال ڈیرہ سے آتا ہے اس پر جنگی شہر ڈیرہ مراد علی والے ہی وصل کرتے ہیں اس کالونی
میں تقریباً دو سو ساٹھ افراد آباد ہیں جس میں سے ایک سوا سی مسلم اور سی غیر مسلم اس میں اکثر لوگ لڑنے پھرت نہ ہونے
کی وجہ سے نماز جمعہ پر جانے سے روک جاتے ہیں اور غیر معقول ٹکسوں کی رقموں کے باہر جانے کی اجازت نہیں اس کالونی کے
لیے کوئی کثیر حالت خورق نہ شہر ڈیرہ مراد علی کی ہی کارآمد ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جمعہ کے گج ہونے کے لیے اس جگہ کا شہر یا قصبہ ہونا یا اس کے ساتھ متصل ہونا ضروری
ہے، لہذا صورت ہا میں اس کالونی میں جمعہ کی نماز درست نہیں کیونکہ نہ یہ شہر ہے اور نہ قصبہ اور اس کا شہر کے ساتھ
اتصال بھی نہیں ہے، جبکہ ظہر کی نماز کی اور جنگی فرض ہے۔

”عن علیؑ لاجمعة ولا تشریق ولا عملة فطرو لا اضحی الا فی مصر جامع
او مدينة عظيمة“۔۔ (البحر الرائق: ۳۴۵/۲)

”وہ مصر طے صحیحہا سبعة اشہاء) الاول المصر او لواءہ الولیہ
وظاهر المذهب.... عن امی حنیفہؑ انه بلدة كبيرة فيها سکتک وامواقی
ولها راسا قیل ولها راسا قیل بقدر علی انصار المظنوم من الظالم بحشمته وعلمه
او علم غیرہ یرجع الناس الیه لیماتق من الحوادث وهذا هو الاصح“۔۔۔
(رد المحتار: ۵۹۰/۱)

”ولا تهاشر تط فی غیر المصلی) منها المصر هكذا فی الکافی والمصنفی
ظاهر الروایة الموضوع الذي يكون فيه مفت وقاض یقیم الحدود وبغذ
الاحکام.... والمعنی العامة الحدود والقدرة علیها هكذا فی الغیة
وکما یجوز انشاء الجمعة فی المصر یجوز انشاء فی لواء المصر الخ“۔۔۔
(التهذیب: ۱۳۵/۱)

والله تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سکول مذہبی اور چندکانوں پر مشتمل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۶): کیا لڑاتے ہیں مقتیان کہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس میں کچھ لوگوں کا مکان
ہے کہ وہاں نماز جمعہ ہو چکے گاؤں کی کئی آبادی ایک سو ستر گھر پر مشتمل ہے اور قرب و جوار کے گھروں کو کٹر کٹر آبادی
دو سو چار گھر فی ہے گاؤں میں سڑک نہیں ہے دو گورنمنٹ پرائمری سکول ایک چھوٹا سا کچھ بچوں کے لیے ہے
ایچ جی بنگلہ دوراً دوراً آباد گاؤں میں جن سے ضرورت پڑے گی کی تقریباً چار چار سو چار ہے، کیا اس جگہ میں جمعہ کی
نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ذکورہ جگہ میں نماز جمعہ ادا کرنا شرعاً نہ کرنا نہیں کیونکہ یہ قریہ مسفرہ ہے، بلکہ ان لوگوں پر اپنا ظہر کی
نماز پابعدیت پر منالزام ہے۔

”منہا المصر هكذا في الكفاي و كما يجوز اداء الجمعة في
المصر يجوز اذاتها في اثناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح
المصر متصلا بالمصر ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فدرجة من
المزارع والمرعى نحو القلع يبخارى لا الجمعة على اهل ذلك الموضع وان
كان اثناء يسعهم والعلوة والميل والامال ليس بشئ هكذا في الخلاصة“
... (التهذيب: ١٣٥/١)

”لا تصح الجمعة الا في مصر جامع اولى مصلى المصر ولا يجوز في القرى
لقوله عليه السلام لا الجمعة ولا تشريق ولا نظرو ولا اصحى الا في
مصر جامع بل يجوز في جميع اودية المصر لانها بمنزلة في حوائج اهل
البحر“.... (التهذيب: ١٣٥/١)

”(شرط اذاتها المصر) اي شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في
البرية ولا مسافة عن علي لا الجمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اصحى الا في
مصر جامع او مدينة عظيمة“.... (البحر الرائق: ٢٢٥/٢)
”ولا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها الفاض ومبسر ومخطيب
البحر“.... (رد المحتار: ١/٥٩٠)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چند سوچیں افراد پر مشتمل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی ۱۵۵۰ افراد پر مشتمل ہے اور توں بچوں سمیت ۱۰۰ شخص لوگ ایسے ہیں کہ گاؤں میں ان کی جگہ ہے اور دوسرے شہروں میں رہتے ہیں۔ گاؤں کے ساتھ پانچ چھ منٹ پیدل راست کے بعد بازار آتا ہے مگر درمیان میں خالی جگہ کھیتی باڑی ہوتی ہے وہ بازار گاؤں کا ہے اس بازار میں ایک محل پبلک سکول ایک کیمپن ہائی سکول ایک کلوٹر کے قافلے پر ہے ایک دوپلاٹ چھوڑ کر ۴۵۰ گاؤں میں درمیان سے سڑک گزرتی ہے دوسرے رخ میں پانچ جت کی نماز ہوتی

ہے، گاؤں کے ساتھ الگ الگ بستیاں ہیں وہاں مسجدیں ہیں، کیا وہ گاؤں میں شامل ہوں گے یا نہیں؟ چار میل کے فاصلے پر قنہ ہے، کیا اس گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ کیا ایک دن بعد شروع ہو جائے تو ہماری رکبیں بابت کراپا جائے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مسجد کی نماز کے لیے مصریٰ قریہ کبیرہ شرط ہے اور اس میں داخل ایسے ہیں جنکی توضیح اصحاب ترجیح کی طرف سے ثابت ہیں۔

”بلدة كبيرة فيها مسجدك واسواق ونهار ساقيل وفيها لوان يقدر على انصاف

المظلوم من الظالم..... وهذا هو الاصح“ .. (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”فلا يصح مساجده اهل المكلفين بها ايده صدور الشريعة بقوله لظهور النواهي

في احكام الشريعة“

آپ کی ہستی میں متعدد آبادیوں میں سے ایک قول کے تحت بھی نماز جمعہ جائز نہیں ہے ہزار آباد ہستی کے دو میان مزارع کی وجہ سے ایک جگہ ٹھہرنے کی جا سکتی، اور آپ کی ہستی میں ایک بازار بھی نہیں، جبکہ کم از کم تین ہزار آدمی کا ہونا ضروری ہے اور فقط مسابہد شعی الخوہ ہے جو کہ جمع کثرت شرعاً ناچاہی آپ کے سوال کے مطابق اس میں دو مسجدیں ہیں۔ یہ قول بھی نہیں ہے، جمع کثرت تو نہ کاربند، آپ کی ہستی میں نماز جمعہ جائز نہیں۔

”منها المصر هكذا في الكفاي... .. وكما يجوز اداء الجمعة في

المصر يجوز ادائها في قضاء المصر وهو الموضع المعتبر لمصالح

المصر متصلاً بالمصر ومن كان فيها موضع بينه وبين المصر فدرجة من

المزارع والمراعي نحو القلع بخاري لاجمعة على اهل ذلك الموضع

وان كان البناء يلهمهم والقلوة والميل والامثال ليس بشي هكذا في الخلاصة

الخ“ .. (الهدية: ۱۳۵/۱)

”لا تصح الجمعة الا في مصر جامع اولى مصلی المصر ولا يجوز في القرى

لقوله عليه السلام لاجمعة ولا تشریق ولا لطر ولا اضحی الا في

مصر جامع.... بل يجوز في جميع النية المصر لانها بمنزلة في حوائج اهل

الخ“ (الهدية: ۱۳۵/۱)

” (شرط ادا تھا المص) ای شرط صححتها ان تؤدي في مصر حتى لا تصح في قرية ولا ملازمة عن علي لا الجمعة ولا الشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او مدينة عظيمة“۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

” ولا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاضي ومببر وعطيب الخ“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

(و عبارة القهستانی نفع فرحانی القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا لا علاج اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجهول فيه لئذا اتصل به الحكم صار مجتمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاضي ومببر وعطيب كما في المضممرات، والظاهر انه الكراهة لكرامة المثل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

استقامت نماز جمعہ (موضع میرا عظم محمد خیل کی مروت غول):

مسئلہ نمبر (۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میرا عظم محمد خیل کی مروت جو کہ ۲۳۰۰ آبادی چھوٹے بڑے پر مشتمل ہے گاؤں میں مجھے کیاں اور کہتے ہیں چار بڑی سہریں ہیں جس میں سے ایک اپنے محلے والوں کے لیے کافی ہے گاؤں سے کچھ آبادی باہر نکل جاتی ہے جو اس گاؤں کے نام سے موسم ہے اور قبرستان گاؤں کے قریب ہے لیکن اس گاؤں اور قریب کی آبادی کے درمیان فصلیں بونی جاتی ہیں اس گاؤں سے جریہ آبادی نکلے ہے اس کی تقریباً آبادی ۳۷۸ ہے گاؤں میں تقریباً ۲۰۰ دکانیں ہیں جس میں سے میٹیکل سٹور اور ٹیگر اور ڈیل انجنس اور روزی، کشیدہ کاری، کپڑوں، پرچون و جزل سٹور نمبر کی دکانیں ہیں، اغرض انسانی روزمرہ ضروریات احسن طریقے سے پوری ہو جاتی ہے طریقہ یہ کہ گاؤں اندر س ہائی وے سڑک پر کام شروع ہے ہر ۵۰ گاڑیوں پر مشتمل ٹراپچرٹ کا مکمل انتظام ہے جس کے ذریعے بڑے شہروں سے باس ٹرینی استفادہ ہو سکتا ہے۔

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ اس جیسے گاؤں میں جو کہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ بازار میں تو نہیں لیکن ضروریات قریب پہری ہو جاتی ہیں گاؤں میں پتیل، ڈاکا، تھانہ وغیرہ بھی نہیں ہے، تھانہ سات کلومیٹر پر ہے۔ بخدا تو جروا

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ گاؤں میں نماز جو پڑھنا جائز نہیں کیونکہ نماز جو کہ لے بڑا قصبہ ہوں شرط ہے بلکہ مذکورہ گاؤں قریہ کبیرہ کی قریف میں نہیں آتا کیونکہ اس میں بازار ہیں ہونہ حاکم ہمارے بلکہ ان دونوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔

”قولہ (فی القہستانی) تأیید للمتن وعبارۃ القہستانی وتقع فوجد فی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسوائ قل ابوالقاسم ہذا بخلاف اذا اذن النوالی ابوالقاسمی ببناء المسجدا للجامع واداء الجمعة لان ہذا مجتہد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجتہدا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا الفاض والمصور ومطیب کمالی المضممرات... الاثری ان فی الخواصر الوصل فی القری تؤمہم اداء الظہر لہ... (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

”شرط ادائها المصور وهو کل موضع لہ مبرو فاض بطلان الاحکام وبقیم الحدو ذامصلاۃ قولہ او مصلاۃ ای مصلی المصرا لانه من فوائد لکان فی حکمہ والاحکم غیر مفسور علی المصلی بل یجوز فی جمیع نفعیہ المصرا... (البحر الرائق: ۲/ ۲۴)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پہلے گاؤں میں اگرچہ اس سال سے جو پڑھنا جائز ہو اس کا کیا حکم ہے؟

مستطیر (۱۹۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جناب ہمارے گاؤں کی سختی قریباً سو گھروں پر مشتمل ہے اور ہمارے لوگ مسلمان ہیں اور جن کی عمر اٹھارہ سال ہے مرد و عورت تقریباً پانچ سو افراد ہیں گاؤں میں بچوں کی تین دکانیں ہیں ایک مسجد ہے ایک سرکاری پرائمری سکول ہے اور بڑا گاؤں ہم سے

قریباً ۱۵ میل دور ہے اور یہی ہستی (گاؤں) میں جب سے سمجھتی ہے یعنی پچاس سال سے جو پڑھایا جا رہا ہے اور گاؤں کے سارے لوگ نماز جو جاری رکھنے کے حق میں ہیں اور نماز جو نہ ہونے کی صورت میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے، آپ قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل سے آگاہ کریں، کیا ہماری نماز جو گج ہورہی ہے یا نہیں اور اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ ہستی میں کسی صورت میں جو پڑھتا ہوا نہیں اس لیے کہ اس ہستی میں صحت جو کی شرانگہ موجود نہیں بلکہ پہلے سے جا رہی جو کفر اور اندک کیا جائے اور ساتھ ہی ہر کی نماز میں تضام کیا جائے۔

”و لا تهاشوا في غير المصلين منها المصرون كذا في الكافي و المصنف و ظاهر الرواية الموضوع الذي يكون فيه ملت و القاضي يقيم الحدود و ينفذ الاحكام و بلغت عينه مني كذا في الظهيرية و القاضي عيان و في الخلاصة و عليه الاعتماد كذا في السراج خاتمة و معنى الامامة الحدود و هو القنطرة عليها كذا في الغيبة و كما يجوز اداء الجمعة في المصرون يجوز اداء هالي لواء المصرون و هو الموضوع المعدل مصالح المصرون مضافاً بالمصرون و من كان مقبلاً بموضع بيده و بين المصرون فرجة من المزراع و المراعى نحو القلاع و بخاري لا جمعة على اهل ذلك الموضوع و ان كان الداء يبلغهم و الغلوة و الميل و الاميال ليس بشئ كذا في الخلاصة“۔۔ (التهذيب: ۱/ ۱۵۱)

”قولہ (و في القهستانی) تايد للمصنف و عبارة القهستانی و تقع فرضاً في القصبات و القرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا اذن نوالی ابو القاسم ابناء المسجد الجامع و اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجتمعا عليه و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها الناس و منبر و خطيب كمالی المصرون۔۔۔ الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى ثم اداء الظهر“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

جمو کی بجلی اذان زوال کے فوراً بعد دینی چاہیے:

مسئلہ نمبر (۳۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے خطیب صاحب کچھ عرصہ سے یہ کہتے ہیں کہ جمو کی تقریر کے بعد بجلی اذان ہوتی ہے اور منتیں پڑھنے کے لیے تھوڑا سا وقفہ ہوتا ہے ساتھ ہی دوسری اذان ہو جاتی ہے اور پھر خطبہ اور بعد ہوتا ہے اور خطیب صاحب یہ کہتے ہیں کہ اس طرح کرنا بہتر ہے کہ بجلی تقریر کے بعد اذان دینا بہتر ہے وہ اس لیے کہ جمو کی اذان ہوتے ہی کاروبار اور کانٹا بند کرنا ضروری ہیں، جبکہ اکثر دکاندار خطبہ کے وقت دکانیں بند کرتے ہیں لہذا بہتر یہ ہے کہ جمو کی بجلی اذان خطبہ سے کچھ دیر پہلے ہو تاکہ لوگ اذان کے بعد کاروبار کے تھکاوٹوں سے لیکن ہماری مسجد کے ایک نمازی کہتے ہیں کہ تقریر کے بعد بجلی اذان دینا بدعت ہے آپ فرمائیں کہ جمو کی تقریر کے بعد اذان دینا بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جمو کی بجلی اذان زوال کے بعد دی جائے تاکہ لوگوں کو تباہل جائے کہ جمو کا وقت شروع ہو گیا ہے حاصل شریعت میں یہی شروع ہے اور یہی طریقہ سلف سے متواتر چلا آ رہا ہے۔

”قال فی شرح المسببة المختلف فی المصداق الاذان الاول قبل الاول باعتبار المشروعية وهو الذي بين يدي المنبر لانه الذي كان اولاً في زمنه عليه الصلاة والسلام وزمن امي بكر وعمر حتى احدث عثمان الاذان الثاني على الزوراء...؟ حينئذ اكثر الناس والاصح انه الاول باعتبار الوقت وهو الذي يكون على المداوة بعد الزوال“ (حلی کبیری: ۴۸۴)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جمو پڑھانے میں کتنی تاخیر کی گنجائش ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح جبکہ نمازوں کے وقت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید اور فضیلت آئی ہے اس طرح نماز جمو کو بھی وقت مقررہ پڑھنا کرنے کی تاکید اور فضیلت ہوگی ہمارے ہاں مسجدوں میں اکثر خطیب حضرات نماز جمو کو اس کے مقررہ وقت میں ادا نہیں کرتے اپنے یہاں کی وجہ سے وقت مقررہ سے نماز جمو میں تاخیر کر دیتے ہیں جیسا کہ نماز عصر نماز عشاء اور نماز فجر اور نماز عصر اپنے اپنے مقررہ کردہ

اوقات میں ادا کی جاتی ہیں اور نماز جو کاجت بھی مسجد میں مقرر رہتا ہے لیکن جو کی نماز اپنے مقررہ وقت سے کہیں زیادہ تاخیر سے ادا کی جاتی ہے اس بارے میں آپ سے گزارش ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں تاکہ اسلام کی جان بچے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز جو کے ادا کرنے میں اگر اتنی تاخیر کی جائے کہ جو مکروہ وقت میں داخل ہو جائے مگر نہیں ہے، بلکہ مکروہ وقت کے شروع ہونے سے پہلے نماز جو ادا کر لی جائے تو اتنی تاخیر کی گنجائش ہے اور عوام بیان سننے کے لیے بروقت آجایا کریں تو خطیب حضرات تاخیر پر مجبور نہ ہوں گے۔ اس لیے عوام کو چاہیے کہ بیان سننے کے لیے بروقت مسجد میں پہنچی جالا کریں اور خطیب صاحب کو بھی وقت کا لحاظ کرتا چاہیے اور ان عوام کو اپنی نگاہ سے پریشان نہیں کرنا چاہیے۔

”وجمعة كظهير اصلا واستحبنا في الزمان لانها حلقه الخ“ . (درع علی

ہامش الرد: ۱/ ۴۷۰)

”الوقت المکروه فی الظہر ان یدخل فی حد الاصل ولا اذا اخره حتی

صار قبل کل شیء مثله فقد فعل فی حد الاصل الخ“ ... (الترغیع

الرد: ۱/ ۴۶۹)

”قالوا الاحیاط ان یصلی الظہر قبل صیرورة الظل مظہ و یصلی العصر حين

یصیر مثله لیکون الصلواتان فی وقتہما یصلین اه“ ... (الہندیہ: ۱/ ۵۱)

”و منها وقت الظہر حتی لو خرج وقت الظہر فی خلال الصلاۃ ففسد الجمعۃ

وان عرج بعد ما بعد الفرض الشہد لکذا عندنا حی حقیقۃ کذا فی المحيط

اه“ ... (الہندیہ: ۱/ ۱۴۶)

”المقتدی اذا نام فی صلاۃ الجمعۃ ولم یتنبہ حتی عرج الوقت فسدت صلاۃ

و ثوابہ بعد فراغ الاسام والوقت دائم الجمعا جمعۃ کذا فی المحيط

اه“ ... (الہندیہ: ۱/ ۱۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ثالثاً شرعاً ہر ایک مدرسہ میں نماز جہکاً:

مسئلہ نمبر (۱۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گاؤں اکوال کی چار مسجدوں میں جو چڑھایا جاتا ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہونے کی بناء پر اب ایک نئی جگہ جو چڑھنے کے متعلق مسئلہ درپیش ہے جس کی تفصیل یہ کہ گاؤں "اکوال" سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مدرسہ قہور الاسلام واقع ہے، جس میں تقریباً اس وقت چار سو طلبہ کرام تعلیم حاصل کر رہے ہیں اس مسجد مدرسہ کے ساتھ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کچھ ڈیرے واقع ہیں، چند آدمیوں کے اپنے اپنے کھیتوں میں (جن کو ہماری اصطلاح میں ڈھوک کہتے ہیں) یہ چند ڈیرے پھر انہیں میں لڑا لگ دیا لڑا لگ کے فاصلے پر ہیں یعنی ہر ایک صاحب زمین نے اپنی اپنی زمین میں ڈیرے بنائے ہیں۔

اب پوچھا ہے کہ کیا انکی مسجد مدرسہ میں نماز جو چڑھایا جاتا ہے یا نہیں؟ نیز فقہ میں کیا حکم ہے جو فقہ آج اس کی قرین ہجرت فرمائیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکور مدرسہ میں جو کہ ادا تھی جو کہ سخت کی شرعاً ناجائز ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، بلکہ ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے، بناءً مصر اس جگہ کو کہا جاتا ہے جو شہر کے ساتھ متصل ہو اور شہر والوں کی ضروریات و مصالح کے لیے مقرر کی گئی ہو جیسے قبرستان وغیرہ۔

”ولا تھامسوا تھامسوا فی غیر المصلیٰ منها المصروع کذا فی الکافی والمصروع فی ظاهر الروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت ولما فی یقیم الحدود فی بعض الاحکام وبلغت ایمنہ ایمنہ منیٰ کذا فی الظہیریۃ وقاضی خان وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتماد کذا فی النوار خاتیہ ومعنی طائفة الحدود والقنطرة علیہا کذا فی الغیة وکما یجوز اذا جمعة فی المصروع جواز اذا خالی لئلا المصروع هو الموضع المعد المصلح المصروع متصلاً بالمصروع ومن کان مقیماً بموضع ینہ ومن المصروع فرجة من المزارع والمروعی نحو القطع ببغداد لاجمعة علی اهل ذلک الموضع وان کان لئلا یبلغهم والغرة والمیل والامبال لیس بشئ کذا فی الخلاصۃ...“ (المنہج: ۱/۱۵۵)

”ومن لا تحب عليهم الجمعة من اهل القرى والوادى لهم ان يصلوا
الظھر بجماعة يوم الجمعة باذان وقامة“..... (الہفتیہ: ۱/۱۳۵)
”اما المصّر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اذانها عند اصحابها“
”حتى لا تحب الجمعة الا على اهل المصرومن كان ساكنافي
توابعه، وكذا الا يصح اداء الجمعة الا في المصرو توابعه، فلا تحب على اهل
القرى اني ليست من توابع المصرو لا يصح اداء الجمعة فيها“... (بدائع
الصنائع: ۱/۵۸۳)

”(و کبرہ) تحریراً..... (اداء الظھر بجماعة في مصر) قوله في مصر بخلاف
القرى لانه لا جمعة عليهم لكان هذا اليوم في حقهم كغيره من الايام شرح
المنية وفي المعراج عن المجتبی من لا تحب عليهم الجمعة بعد الموضع
صلوا الظھر بجماعة“... (الدرمع الطرد: ۱/۶۰۴)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خطبہ جمعہ میں کسی بزرگ آدمی کی تعریف کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکریم شہر کے ایک بزرگ کا حال عن
میں انتقال ہوا ہے ان کے انتقال کے بعد ان کی مسجد کے امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں یہ طرز اختیار کیا ہے کہ پہلے
خطبہ میں تحمید، تسبیح اور چھ احادیث پڑھنے کے بعد ان بزرگ کے چند ملوثات عربی میں ترجمہ کر کے ”قال ضعیف
الامۃ“ کے عنوان سے پڑھتے ہیں، اس میں ظہران یہ ہے کہ اس سے قبل بھی اکابرین کا انتقال ہوا مگر ایسی کوئی صورت
ساتنے نہیں آئی شاید کوئی جراتی صورت نکل آئے، لیکن فی غرض مذکورہ طرز عمل پر دل میں خطرہ ہے کہ ہو سکتا ہے
کہ یہ فعل آئندہ عمل کر غلو فی الدین کی کوئی شکل اختیار نہ کرے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں شامی میں ہے کہ پہلے خطبہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء، شہادتین اور حمد و ثناء
اور قرأت کے بعد حمد و ثنیت کے مضامین ہونے چاہئیں اور حمد و ثنیت کے لیے صحابہ کرامؓ بالخصوص

خلفاء راشدین اور قسین کا تذکرہ مستحب ہے، دیگر کسی کا تذکرہ مناسب نہیں اور نہ تو پھر تابعین و تبع تابعین کا تذکرہ بھی لازم آئے گا اور یہ ایک حوصلہ سلسلہ بن جانے کا لہذا مذکورہ امام مسجد کو انتقال کرنے والے بزرگ کے مٹونکات کو ترک کرنا ضروری ہے اور دوسرا غلطی بھی پہلے کی طرح ہے البتہ کہ اس میں وعظ و نصیحت کی بجائے مسلمانوں کے لیے دعا ہے۔

”وَمِنْ عَظَمَاءِ عَصِيفَتَانِ الْخِ وَيَسَدُ ذِكْرِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَالْعَمَمِينَ وَيَسَدُ أَيْ قَبْلَ الْخُطْبَةِ الْأُولَى بِالْعَوْدِ ذِكْرُ اللَّهِ بِحَمْدِهِ تَعَالَى وَالنَّسَاءِ عَلَيْهِ وَالشَّهَادَتَيْنِ وَالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ وَالْعِظَّةِ وَالتَّذْكِيرِ وَالْفَرَاقَةَ قَالَ طَبِ الصَّحْبِيِّ وَالْأَمَامَةِ كَالْأُولَى إِلَّا أَنَّهُ يَدْعُو لِلْمُسْلِمِينَ مَكَانَ الْوَعظِ“۔۔۔ (الدرع رقم: ۱/۵۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا:

مسئلہ نمبر (۴۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا شریعت کی رو سے کیسا ہے ضروری ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جواب دینے والا فحش بہت ہے اور گنہگار ہوگا یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں جمعہ کی اذان جتنی کا جواب دینا ضروری نہیں ہے لہذا اگر جواب دینا ہو تو دل میں دے، زبان سے اونٹنی آواز سے نہ دے۔

”وَذَكَرَ الزَّيْلَعِيُّ أَنَّ الْأَسْوَطَ الْأَنْصَارَ“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۰۵)

”وَيَسْتَعْنِي أَنْ لَا يَجِيبَ بِلِسَانِهِ الْإِذَا فِي الْأَذَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْعَظِيمِ“۔۔۔

(الدرع علی هامش الرقم ۱/۴۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقامی علماء کی گائی کو قریہ کبیرہ قرار دیا اور مسجد کا نام کرنا جبکہ قریہ کبیرہ خاصہ:

مسئلہ نمبر (۳۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی جگہ کی آبادی تین ہزار ہو جس جگہ نماز جو ادا کرنا کیسا ہے۔ جب کہ متعدد گائیں بھی ہیں اور مساجد بھی بہت ہیں۔ کسی ایک مسجد میں جگہ نہیں ملتی۔ یہاں کے علماء کرام اس کو قریہ کبیرہ قرار دے کر مسجد کا نام کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ کا خیال ہے کہ نماز جو درست نہیں ہے جواب دے کہ عند اللہ ماجد ہوں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں جو کہ شرائط نہیں پائی جاتی ہیں بناء برایں اس بمقام میں جو کہ نماز ادا کرنا شرعاً درست نہیں ہے بلکہ بروز جمعہ ظہر کی نماز جماعت ادا کی جائے۔

”شرط اوائها المصروای شرط صحبتها ان تؤدی فی مصر حتی لا یصح لی

الریة ولا مضایرة القول علی لا جمعة ولا تشریق ولا صلاة الفطر ولا اضحی الا فی

مصر جامع نو مدینة عظيمة“۔ (البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

قریہ صغیرہ کسی کے کہنے سے قریہ کبیرہ نہیں بنتی:

مسئلہ نمبر (۳۹۶): ایک بمقامی جس کی آبادی تین سو ہے متعدد گائیں اور مساجد ہیں بعض لوگ اسے قریہ کبیرہ قرار دے کر اس میں نماز جو ادا کرتے ہیں کیا یہ درست ہے اگر نہیں تو اس کی جگہ جو مسجد کی نماز چڑھی ہے اس کی قضاء کرنی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال اس بمقام میں مذکور بمقامی میں صحت جو کہ شرائط نہیں پائی جاتیں لہذا مذکورہ بمقامی میں جو ادا کرنا شرعاً درست نہیں ہے بلکہ ظہر کی نماز ادا کی جائے گی اور پھر عرصہ جو کہ نماز ادا کی گئی اتنا عرصہ کسی ظہر کی نماز کی قضاء لازم ہوگی کسی کے کہنے سے قریہ صغیرہ قریہ کبیرہ نہیں بنتی۔

”شرط اوائها المصروای شرط صحبتها ان تؤدی فی مصر حتی لا یصح لی

قربة ولا مفاضة القول على" لاجمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اصحى الا فى

مصر جامع نومدينة عظيمة"۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

"قولہ درو فی الفہمستانی) تأیید للمسن وعبارة الفہمستانی وتقع لرحضانی

الفہمیات والغری الکبیرة التى فیہا اسواق لال ابو القاسم هذا لا علاج اذا

اذن الوالى او القاضي ببناء المسجد للجامع واداء الجمعة لان هذا من جهادہ

لذا الفصل به الحكم صار مجمعا عليه ولما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز فى

التصغیرة التى ليس فیہا القاضى ومنبر وخطيب كما فى المضمرات... الا ترى ان

فی الجواهر نوصلوا فى القری لزعمهم اداء الظهر"۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دوران خطبہ چند جمع کرتا:

مسئلہ نمبر (۳۷): کیا لمباتے ہیں مقتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر مساجد میں نماز جمعہ کے خطبہ کے دوران کپڑے کی جھولی نمازیوں کے آگے منوں میں بھیری جاتی ہے تاکہ لوگ اس جھولی میں پکوند کہ ضرور اہل دین اس دوران خاموشی لازم ہے، لیکن جھولی بھیرتے وقت لوگ زیادہ رقم ڈال کر بڑی گاری یا کچھ پیسے دیکھیں بھی لیتے ہیں اور یہ سب کچھ عربی خطبہ کے دوران ہوتا ہے، کیا عربی خطبہ کے دوران جھولی بھیرنے سے جمعہ ہو جاتا ہے اگر یہ نامناسب ہے تو کس وقت پیسے حاصل کیے جائیں؟ اس لیے کہ جمعہ کے دوران ہی نمازی زیادہ ہوتے ہیں یا خصوصی خطبہ کے دوران۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ طریقہ پر عربی خطبہ کے دوران چند جمع کرنا منوع ہے، کیونکہ یہ شریعہ کے خلاف

ہے۔

"ومن من المحصى فقد بلغنا او"۔۔۔ (قرعادی: ۱/۶۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خطبہ جمعہ کے دوران خاموش رہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۹۸): کیا عربی خطبہ کے دوران کلام کرتا، تلاوت کرتا، سلام کرتا، سلام کا جواب دیتا، جمعہ کی سنتیں پڑھتا، تہنہ پڑھتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں دوران خطبہ تلاوت اور کسی قسم کا کلام کرنا صحیح نہیں ہے۔

"وإذا عرّج الإمام للصلاة ولا كلام . . . سواء كان كلام الناس أو الصبح

أو تسبيح العاطس أو رد السلام" (الهندية : ۱ ص ۱۳)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حقوق عزرونی میں نماز جمعہ کا کام کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۹۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل مسئلہ میں کہ ہمارا علاقہ قوم عزرونی

ہو گاؤں پر مشتمل ہے، ہر ایک گاؤں کا نام اور قبرستان علیحدہ ہے، ملکیت بعض اسوارا ہے جس میں چوری قوم عزرونی

مشترک ہے جیسا کہ ایک پہاڑ نام (سوزن) اس میں چوری قوم مشترک ہے، بعض اسوارا ہے جس میں دو تین

چار گاؤں مشترک ہیں جیسے کہ گاؤں عمرزئی گاؤں درمز گاؤں راغزئی گڑ گاؤں چتون کے ایک ایک پہاڑ نام

(کشی) میں مشترک ہیں، لاکھان کے گاؤں کے نام قبرستان وغیرہ جدا جدا ہیں، ان چار گاؤں نے بالاتفاق مل کر

کافی عرصہ پہلے ایک مدرسہ نام کام اعلوم بنایا تھا، جس کا سنگ بنیاد گاؤں درمز میں ہے اس مدرسہ میں ایک چھوٹی سی

مسجد تھی، آج سے تقریباً دس سال پہلے اس مدرسے کے مہتمم صاحب نے اس میں توسیع کر کے بڑی جامع مسجد بنائی

اور بغیر وقتی فتویٰ لینے کے از خود یہاں نماز جمعہ وعیدین شروع کر دی، مہتمم مدرسہ بڑا چونکا ایک ایسی شخص ہے اس لیے

بعض لوگوں کو اس وقت سے اذکار دہانے اور تلوین میں ہیں کہ آیا یہاں نماز جمعہ وعیدین جائز ہوں گی یا نہیں؟ اب

بعض دینی مدرسے طالب علموں نے است کر کے چار گاؤں کے سربراہوں کو جمع کیا اور اس پر تامل کیا کہ جس طرح

فتویٰ مل جائے اسی طرح کریں گے، شریعت کا حکم سرچشم قول ہو گا کوئی بھی جھگڑائیں کریں گے، پڑھنے والوں سے

جب استفادہ کیا گیا کہ آپ کس دلیل کی بناء پر جمعہ وعیدین یہاں پڑھتے ہیں تو ان کا کہنا تھا کہ ہم چار گاؤں، دہانوں نے

اتفاق کر کے شروع کیا ہے لہذا ہم سب گاؤں مل کر ایک بڑا شہر بن جائیں گے بلکہ اب انہوں نے مزید ترقی کر کے

ان چاروں گاؤں میں سے دغری کلا اور چتون کلاں میں بھی جمعہ وغیرہین چڑھتے ہیں، مذکورہ چاروں گاؤں سرکاری سڑک کے کنارے واقع ہیں، مشرق سے مغرب کی طرف سڑک گزرتی ہے اس میں مشرق کی جانب پہلے گاؤں دغری کلا آتا ہے جس کی کل آبادی 1194 افراد پر مشتمل ہیں اس کے بعد تقریباً 100 گز کے فاصلے پر گاؤں درمزا آتا ہے، درمیان میں دغری زمین ہے اس گاؤں کی کل آبادی 907 افراد ہیں اس میں پانچ نکاحیں ہیں ایک دہائی کامیڈ نکل سنور ہے اور ایک پرانری سکول لڑکیوں کے لیے موجود ہے، ایک چنگ ہائی سکول لڑکوں کے لیے ہے جس میں تقریباً 500 لڑکے تعلیم حاصل کرتے ہیں اس کے بعد گاؤں دغری کلا تقریباً 100 گز کے فاصلے پر آتا ہے جس کی کل آبادی 1471 نفوس ہیں اس میں ایک سرکاری ہسپتال ہے ایک ہسپتال عیادت کے لیے ہے 6 نکاحیں ہیں، ایک میڈ نکل سنور ہے ایک آٹھ مشین ہے ایک سکول لڑکیوں کے لیے ہے ایک ہائی سکول لڑکوں کے لیے ہے اس گاؤں سے کچھ لوگ ایک دہائی سے پرتی جانب چلے گئے ہیں اس دہائی کی وسعت آدھا کلومیٹر ہے اس میں بھی 3 نکاحیں اور ایک مل سکول ہے اس دہائی میں ہر وقت پانی بہتا ہے، کبھی بہت پانی آتا ہے جس سے پار ہوتا مشکل ہوتا ہے بارشوں کے پانی کے لیے ایک گزرگاہ ہے پھر اس کے بعد اتریں گاؤں چتون ہے جس کی گاؤں دغری کلا سے ایک دہائی برائے پہاڑی پانی کے فاصلے سے ہے، بعد یہ دہائی تقریباً سو گز کی وسعت رکھتی ہے اس میں کسی گھر کی تعمیر ممکن نہیں، کیونکہ بارش ہونے کی صورت میں اس میں کافی پانی آتا ہے گاؤں چتون کی کل آبادی 1890 ہے 11 مہرہ ہیں اور 6 نکاحیں ہیں، ایک گرلز ہائی سکول اور ایک بوائز پرانری سکول ہے اور ایک ہسپتال ہے باب پو چنایہ ہے کہ ان چاروں گاؤں والوں کے اتفاق سے جو نماز جمعہ وغیرہین شروع کی گئی ہے لازماً شروع شریف اس کا چھٹا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ان گاؤں میں سے ہر گاؤں میں بھی چھٹا جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر چھٹا نہیں ہے تو سابقہ نمازوں کا کیا ہوگا؟ اس کا ادا کرنا کس طرح ہوگا، خلاصی کی صورت میں سکتی ہے یا نہیں؟ برائے کر مصافحہ صرف حکم بیان فرمائیں تاکہ اطمینان حاصل ہو جائے۔

نوٹ: دغری کلا اور چتون کلاں میں تقریباً 30 سال پہلے سے نماز جمعہ شروع ہیں اور سراسر عام احکام میں بھی تقریباً 10 سال پہلے شروع ہیں اب ہمارے یہ اس مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر میں حل کریں تاکہ اطمینان ہو جائے۔

اگر اس کا نفع یعنی خط میں آپ مفتیان صاحبان کا کوئی شک و شبہ ہو تو کوئی جواب مانگنا ہوتا ہے پھر اطلاع دیں پھر چاروں گاؤں والے دعا پڑھیں گے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیے مصریٰ قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور مذکورہ صورت میں یہ ہستیوں نے مصر میں

نقرب کبرہ ہیں کیونکہ ان ہستیوں کے نام اور قبرستان جدا جدا ہیں، نیز ہر وہ ہستیوں کے درمیان فاصلہ بھی ہے لہذا شرعاً ان کو ایک ہستی نہیں کیا جاسکتا لہذا ان میں جوارا کرنا چاہئے کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ علمبر کی نمازوں کو قضاء کرنا ضروری ہے۔

”ویشروط لصحتها سبعة أشياء الأول المصير وهو ما لا يوسع اكبر مساجده اعلم
المحكمون بغيره عليه فتوى اكثر الفقهاء مجبى لظهور التواني في الاحكام
وظاهر المذهب انه كل موضع له امير وقاض يقدر على إقامة
الحلوة“۔۔۔ (در مختار علی هامش الرد: ۱/۵۹۰)

”عن ابي حنيفة انه بئدة كبيرة فيها سبکک واسواق ولها سائق وفيها نزل
يقدر على النصف المظلم من الظالم بحشمتہ وعمه وعلم غيره يرجع الناس
اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح - وعيادة القهستاني تقع فرض
في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف
اذا اثن النواصي او القاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان
هذا من جهته فانه اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشاراً الى انه
لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومبشر وخطيب كمالى المضمرات
والظاهر انه ان يذهب الكرافة لكرافة العمل بالجماعة الا ترى ان في الجوارح
لوصول الى القرى لزمهم اداء الظهر“۔۔۔ (مختار علی هامش: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمہ کے فرضوں کے بعد کئی رکعات سنت ہیں؟

مسئلہ نمبر (۵۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمہ کے فرائض کے بعد کئی رکعتیں
سنت مؤکدہ ہیں چار یا چارودان میں سے پہلے دو کا پڑھنا افضل ہے یا چار کا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں نماز جمہ کے فرائض کے بعد چار رکعتیں قرآن ثنائی سنت مؤکدہ ہیں، البتہ امام ابو یوسف

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار رکعتیں ہیں اور بھترگی یہی ہے کہ چار رکعتیں پڑھی جائیں اور ان میں سے پہلے چار رکعت اور چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔

”وقد اختلفوا فی الطلوع بعد ما فعلن ابن مسعود رضی اللہ عنہ اتھا اربع وبہ اخذ ابو حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ وعن علی رضی اللہ عنہ انہ یصلی بعد ما ستا رکعتین ثم اربعاً وروی عنہ بروایۃ اخرى انہ یصلی ستا اربعاً ثم رکعتین بہ احمد ابو یوسف والطحاوی وکثیر من المشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ علی هذا قال الشیخ الامام الاجل شمس الاتمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ الافضل ان یصلی اربعاً ثم رکعتین فقد اشار الی انہ مخیر بین تقدیم الاربع و بین تقدیم الثمنی لکن الافضل تقدیم الاربع کیلینصیر منطوقاً بعد التقرض مثلها“۔۔۔ (المحیط البرہانی: ۴/۲۳۴)

”وفی روایۃ اذا صلیتم بعد الجمعة فصلوا اربعاً و ذکر فی البدایہ انہ ظاہر الروایۃ وعن ابی یوسف انہ ینہی ان یصلی اربعاً ثم رکعتین و ذکر محمد فی کتاب الاعتکاف ان المعتکف یمکن فی المسجد الجامع مقدار ما یصلی اربعاً او ستاً و فی الذخیرۃ والنجلیس وکثیر من مشائخنا علی قول ابی یوسف وفی منیۃ المصلی والافضل عندنا ان یصلی اربعاً ثم رکعتین“۔۔۔ (البحر الرائق: ۴/۸۷)

”وعن ابی ہریرۃ انہ رضی اللہ عنہ قال من کان منکم مصلیاً بعد الجمعة فلیصل اربعاً و رواہ مسلم (یصلی) زاد فی الامداد و قوله رضی اللہ عنہ اذا صلیتم بعد الجمعة فصلوا اربعاً فان جعل بک شیء فصل رکعتین فی المسجد و رکعتین اذا رجعت و رواہ الجماعة الا البحاوی^۵۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۴۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پانچ سو اسی دس لاکھوں میں تیرا جی کا گھر:

مسئلہ نمبر (۵۰۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً پانچ سو افراد پر مشتمل

ہے جب کہ گاؤں میں پانچ چھ دوکانیں آٹھگی ہیں اور ایک ڈاکٹر بھی ہے اور وہ سبھریں ہیں تو کیا اس گاؤں میں جمودا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ فقہ حنفی کے مطابق جواب دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ذکر صورت میں گاؤں میں نماز جمودا کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ نہ مسر جامع ہے نہ قریہ کبرہ ہے ان کو چاہئے کہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں۔

”اما المصير الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اذانها عند اصحابنا حتى لا تلحق الجمعة الاعلى اهل المصير ومن كان ساكنا في توابعه وكذلك يصح اداء الجمعة الا في المصير وتوابعه فلا تلحق على اهل القرى ليست من توابع المصير ولا يصح اداء الجمعة فيها“ .. (بذائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

”عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا مسکک واسواق ونہار سابق و فیہا زل بقدر علی اتصال المظوم من الظالم بحشمۃ و علمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و ہذا ہوا لا یصح“ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”و فیما لا کبر لا اشارۃ الی انہ لا تحوز فی الصغرۃ الی لیس فیہا قاض و منبر و عطیب کما علی المصمرات و الظاہر انہ اربابہ اکثر اہل لکراۃ لکراۃ النفل بالجماعۃ الا تری ان فی الجواہر لو صلوا فی القری لزمہم اداء الظہر“ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کیا جمعہ سے پہلے والی سنتیں مؤکدہ ہیں یا بعد والی؟

مسئلہ نمبر (۵۰۲): کیا طرہ راستے میں مقتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو کہ دن جمعہ کی نماز سے پہلے والی چار کعتیں سنت مؤکدہ ہیں یا نماز جمعہ کے بعد والی چار کعتیں سنت مؤکدہ ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جو کہ نماز سے پہلے والی چار رکعات اور بعد والی چار رکعات دونوں سنت مؤکدہ ہیں۔

”وسن مؤکدہ أربع قبل الظهر وأربع قبل الجمعة وأربع بعدها بمسليمة“

--- (الدر على الفرد: ۵/۴۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دھبہ لگاؤں میں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۳): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارا لگاؤں جس کا نام دھبہ ہے گاؤں میں نکلی موجود ہے، کئی سڑک اور کئی بنگیاں بھی موجود ہیں ۱۴ یا ۱۳ عدد کا نہیں بھی ہیں، درود مروی ضروریات میسر ہو سکتی ہیں البتہ چھوٹے یا بڑے گوشت کی دکانیں موجود نہیں ہیں، مزید یہ کہ یہاں چھ دھیری ہیں وہ اہستہ کی اور دو شیروں کی، یہاں جمع ہو سکتا ہے یا نہیں، مزید یہ کہ سب مساجد میں جمع ہوگا یا نہیں؟ چھ بڑا آبادی بھی ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر آپ کے قصبہ میں تمام شرائط جمع پائی جاتی ہیں تو اس علاقہ میں ایک سے زائد جگہوں پر جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے، لیکن عرض یہ ہے کہ سوال میں ذکر کردہ احوال کے مطابق فی الحال آپ کے علاقہ میں جو کہ صحت کی شرائط نہیں ہیں اس لیے نماز جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔

”قال في الدر والندى في مصر واحمد موضع كثيرة مطلقا على المذهب

وعليه الفتوى“۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۵)

”ولادتها شرائط في غير المصلي منها العصر .. والعصر في ظاهر الرواية

الموضع الذي يكون فيه طمت وقاض بغير الحدود وبهذا الاحكام وبلفظ

ابن تيمية مبنی“۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۴۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے ایک گز دور رہتی میں نماز جیسا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جو شہر سے تقریباً آدھ گز دور یا پانچ گز دور کی پیدل مسافت پر واقع ہے اس گاؤں میں وہ گیارہ سال سے جمعہ قائم کیا جا رہا ہے اور یہ گاؤں تقریباً 150 مکانوں اور 2500 افراد پر مشتمل ہے اس کے ارد گرد کی آبادیاں اپنے مسائل حل کر رہی ہیں اور اجتماعی عبادات نماز، استسقاء، صدقات و خیرات اور قربانی کے لیے اس گاؤں میں جمع ہوتی ہیں، اس گاؤں میں چند مکانیں ہیں جو ضروریات زندگی کی اشیاء مہیا کرتی ہیں، ہوٹل، چیلرز، سوچی بھانڈا وغیرہ نہیں ہے، میڈیکل کی سہولت کچھ کچھ گھر میں موجود ہے، یا شہر سے ایک گز دور یا آدھ گز دور مسافت پر ایک بازار ہے، ہوائی بستیوں میں آگے میں ملی ہوئی ہیں وہ انتظام دو تین ٹالے ہیں جن ٹالوں میں پانی سیلاب اور برقی خطوط کا خطرہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اس قصبہ میں گھر نہیں تعمیر کرتے، یا اس جگہ جمعہ جو شہر سے پانچ گز دور جو نماز جمعہ ادا ہو چکی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مباحث فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واقعہ یہ کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے شہر یا ایسے بڑے گاؤں کا ہونا ضروری ہے جہاں ضروریات زندگی عام ملتی ہوں، بازار ہوں، گیمیاں ہوں، سڑکیں ہوں اور چھاتی لحاظ سے وہ مرکزیت و حریمیت رکھتا ہو یعنی اپنی خصوصیات کے لحاظ سے یہ شہر کے مشابہ ہو، تاہم یہ صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان مذکورہ گاؤں کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ قریہ صغیرہ ہے لہذا یہاں جمعہ و عیدین کی ادائیگی درست نہیں ہے، بلکہ مکروہ تحریمی ہے اور ظہر کی ادائیگی ضروری ہے، لہذا اب تک جتنے لوگ یہاں جمعہ کی ادائیگی کرتے رہے ان کے ذمہ اسے عرصہ کی ظہر کی قضا ضروری ہے۔

”عن امی حنیفۃ انہ ببلدۃ کبیرۃ فیہا سبکک واسواق ولہذا سائق ولہذا وائل

یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحسنہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع

الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا هو الاصح۔“ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

”و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا قاض وعیر

وعطیب کما فی المعصمرات والظاهر انہ ان ینبہ الذکر انہ لیکر انہ الغفل

بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا الى القرى لزمهم اداء الظهر "

--- (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مرکزی مسجد کے ہوتے چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام و علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہرے علاقہ کی سب سے بڑی مسجد جس کا رقبہ تقریباً تین کینال سے زیادہ ہے اس مسجد کی شرقی جانب گلی نمبر ۴۷ میں قحانہ راوی رہا لگتا ہے، قحانہ کی مسجد پہلے چھوٹی تھی اس میں کبھی جمعہ کی نماز نہیں ہوئی قحانہ کی حدود اور مسجد نورانی کی حدود کا قاضی تقریباً ۱۵ فٹ ہے قحانہ والی مسجد بشمول قحانہ فی تعمیر ہوگی مسجد کا رقبہ ۶ مرے ۸۱ مربع فٹ ہے فی تعمیر کے بعد کچھ حضرات فی تعمیر کردہ مسجد میں نماز جمعہ پڑھتے ہیں، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا تین کینال کی مرکزی مسجد کے ہوتے ہوئے اس چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے؟ شہر میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے وہ مسجدیں جس کم از کم کتنا حاصل ہونا چاہئے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں تفصیل سے جواب دے کر مشکوٰۃ فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر اس بستی میں جمعہ کی ساری شرائط پائی جا رہی ہیں تو جمعہ کی ادائیگی درست ہے اگرچہ اس کے قریب بڑی مسجد بھی کہیں نہ ہو۔

"و بشرط لصحتها سبعة اثناء الاول المصنوع" ... (الذکر المختار: ۴/۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

غوشمال شہر میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہرے گاؤں غوشمال شہر والا عرف گھوڑی آبادی رہا سب سے سات سو افراد سے زائد ہے، گاؤں کے اندر صرف ایک ہی مسجد ہے اگر ساری آبادی مسجد میں آجائے تو مسجد میں نہیں جا سکتی، اندر میں صورت کیا لائی مسجد میں نماز جمعہ نماز شہیدین ادا کی جا سکتی ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ کو داغ کے ساتھ جان کر کے شکریہ ادا فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

لحمده واصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

صورت مسئلہ میں الکی آبادی جہاں کی سب سے بڑی مسجدیں اگر جو ادا کیا جائے تو پوری آبادی کے افراد سنا سکیں تو الکی آبادی کی مسجد میں نماز جو کوا کرنا بالکل بہتر ہے۔

امام بخاری کے دادا امام محمد بن ابی اسحاق سے روایت فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر (۱): "عبدالرزاق بن معمر عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی

لاجمعة ولا مشرق الا فی مصر جامع"

ترجمہ: حضرت ابی الرقعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو اور عیدوں کی نمازیں مصر جامع کے سوائے جہاں نہیں ہوتیں (مصنف عبدالرزاق: ۳/۱۰۶، طبع بیروت)

حدیث نمبر (۲): "اخبرنا عبدالرزاق قال اخبرنا معمر عن یوب ان عمر بن

عبدالعزیز کتب الی اهل البقاء بین مکة والمدينة ان یجمعوا فقال عطاء

عبدالک فقل بلعدان لا جمعة الا فی مصر جامع"

ترجمہ: حضرت ابی حنیفہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہ کرب اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک دیہات اہل البقاء والوں کو جمع کیا کہ وہاں جو قائم کرے حضرت عطاء بن ابی رباح وہاں تھے آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی تھی ہے کہ جو اور عیدین مصر جامع کے سوائے جہاں نہیں ہوتیں (مصنف عبدالرزاق: ۳/۱۰۶)

اب مصر جامع کی تعریف کیا ہے؟ فقہاء کرام نے مصر جامع کی مختلف تفریضیں فرمائی ہیں لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ جو کہ حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں نے یہ تعریف فرمائی ہے۔

"انما یجمعوا الی اکبر مساجدهم لم یجمعهم"

ترجمہ: مصر جامع وہ ہے کہ جس آبادی کی سب سے بڑی مسجدیں اگر لوگ جمع ہو جائیں تو وہ لوگ اس مسجد میں نہ کیجیں (الہدایہ: ۳/۱۰۶، طبع بیروت)

علامہ بدر الدین عینی البانیہ شرح الہدایہ میں لکھتے ہیں۔

"فلان مکان کذلک یكون مصر اجماعا"

یعنی اگر مسجد آبادی نہ مل سکے تو الکی آبادی مصر جامع ہو جائے گی (البانیہ شرح الہدایہ: ۳/۱۰۶، طبع بیروت)

صاحب شرح الوکایہ نے بھی یہی قس باکا اختیار کیا ہے۔ دیکھیے (شرح الوکایہ: ۱۴۰۰/۱ طبع مکتبہ رشیدیہ دہلی) چونکہ خوشحال سنگھ والی آبادی اس قدر ہے کہ مسجد میں سائیکس سکتے لہذا اس وجہات میں جمعہ اور عیدین کی نمازیں چڑھتا نکل جاتا ہے۔

بڑا عسکری والا شاہنشاہ اعظم

مفتی محمد انوار دارالعلوم چھوٹے ضویہ (رجسٹرڈ) کوڑا خواہا کشن

استفتا مار مفتی اعظم مفتی حمید اللہ جان، جلد۱۰ المسید عظیم آبادی محوطہ روڈ لاہور:

مسئلہ نمبر (۵۵۰) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں خوشحال سنگھ والا عرف گھوڑی کی آبادی ساڑھے سات سو افراد سے زائد ہے، گاؤں کے اندر دو مساجد ہیں، بڑی مسجد میں تقریباً دو اڑھائی سو افراد ایک ہی وقت میں نماز پڑھ سکتے ہیں اور چھوٹی مسجد میں ایک ہی وقت میں تقریباً سو افراد باجماعت ادا کر سکتے ہیں، ہمارا گاؤں شہر سے تقریباً ۱۳ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے ہمارے گاؤں سے تقریباً چار کلومیٹر ایک بہت بڑا گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً چھ ہزار افراد پر مشتمل ہے، ہمارے گاؤں کے جنوب میں تین اٹکڑ کے فاصلے پر گاؤں گنڈا سنگھ والا موجود ہے جس کی آبادی تقریباً ۱۴۰۰ افراد ہیں جس میں جمعہ کی نماز صرف قدیم سے ہو رہی ہے، اور ہمارے گاؤں کے شمال میں گاؤں کوٹ مہتاب خان عرف گھرمو موجود ہے جس کی آبادی تقریباً ۵۰۰ افراد پر مشتمل ہے اور اس کا فاصلہ ایک کلومیٹر ہے اس میں بھی قیام پانچ سو افراد سے لے کر اب تک حدود المہار کی کی نماز ادا کی جا رہی ہے، کیا ایسی صورت میں ہمارے گاؤں خوشحال سنگھ والی کی بڑی مسجد میں جمعہ کی نماز اور عیدین کی نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں، اور یہ جو سابقہ فتویٰ لگا چکا ہے اس کی بنا پر ہمارے گاؤں میں تقریباً ایک سال سے جمعہ چڑھایا جا رہا ہے۔ اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ بیان کر کے شریک موقوف دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں آپ کے گاؤں خوشحال سنگھ والا (عرف گھوڑی) میں جمعہ چڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ جمعہ کی شرائط میں ایک شرط ضروری جامع کا ہونا ہے اور وہ یہاں مفقود ہے۔

”فی الحقيقة عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سبکک و اسواق و لها مساجد و فيها اهل و يقدر على انصاف المظوم من الظالم بحشمة و علمه او ضميره
برجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث“ - (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

“في القصب والقرى الكبيرة التي فيها سواقي ، لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قناص ومبصر وحطيط كمال في المضمرات والظاهر انه اراد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لوصول في القرى
 ان مهم اداء الظهور”..... (الفاوي شامي : ١/٥٩)

“وفي الخاتمة العليم في موضع من أطراف المصر ان كان بينه وبين عمران
المصر فرجة من مزارع لا جمعة عليه وان بعد النداء وتقدير البعد بغلوة
او ميل ليس بشيء هكذا... ثم طاهر رواية اصحابنا لا تجب الا على من
يسكن المصر او ما يتصل به فلا تجب على أهل السواد ولوقربا وهذا صحيح
عائيل فيه”.... (فتاوى شامي: ١/٦٠٢)

[illegible]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح اس تفریف کا بعض فقہاء کرام نے ترجیح دی ہے اسی طرح خطہ برادرانہ یعنی ”کلی موضع لد امیر وقاض بلحاذا الاحکام وبقوم الحدود“ کو بھی بعض فقہاء کرام نے ترجیح دی ہے۔

”قال فی شرح المنية والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهدية الذي لد امیر وقاض“۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹)

نیز بعض فقہاء کرام نے امام ابو یوسف کی مندرجہ ذیل روایت کو بھی ترجیح دی ہے "انہ
ما اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم للصلوات الخمس لم یسمعہم" کے بارے
میں علامہ ابن عابدین شاہی فرماتے ہیں۔

"وقال ابو شجاع هذا حسن ما قبل فيه وفي التواتر الجية وهو صحيح بحر وعليه
مشی فی الوقایة ومن المختار وشرحہ وقدمہ فی متن الدرر علی الثول الآخر
وظاہرہ لرجحانہ ولہذا صرح الشریعة بقوله لظہور التواتر فی احکام الشرع
سماوی القامہ المحدود فی الامصار"۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

اب ہمارے لیے ان تین اقوال (جن میں سے ہر ایک کو بعض فقہاء کرام کی طرف سے ترجیح کا شرف حاصل
ہے) میں سے عمل کرنے کے لیے ترجیح دینے کا کیا راستہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ جن تین اقوال میں سے پہلے دو قول
ترقیات اور صدقات کے لحاظ سے ایک ہیں صرف تعبیر کا فرق ہے جیسا کہ علامہ شاہی رحمہ اللہ کی عبارت سے واضح
ظور ہے معلوم ہو رہا ہے وہ فرماتے ہیں۔

"قال فی شرح المعنی والحدود الصحيح ما اختاره صاحب الهدایة الذی لہ امیر
وقاض یسقط الاحکام ویقیم الحدود لزیف صغر الشریعة لہ عند اختصارہ عن
صاحب الوقایة حیث اختاره الحد المقدم بظہور التواتر فی الاحکام مزیف
لان المراد القدرة علی الثبوت علی ما صرح بہ فی التحفة عن ابی حنیفة انہ
بسبب کبرۃ فیہا مسکک واسواق ولہا سابق ولہا وائل بقدر علی انصاف
المظلوم من الظالم بحشمہ وعلیہ او علم غیرہ يرجع الناس الیہ فی ما یقع من
الحوادث وهذا هو الاصح الان صاحب الهدایة ترک ذکر مسکک
والمر سابق لان المسائب ان الامیر والقاضی الذی شاتہ القدرة علی
تفیذ الاحکام والقلة الحدود لا یكون الا فی بلد کذا تک"۔۔ (فتاویٰ شامی:

۱/۵۹۰)

اس عبارت میں بھی اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس وضاحت کے بعد یہ معلوم ہوا کہ قضاہ صرف
دو اقول کے درمیان ہے، ایک خاہرا مردیہ جس کو اکثر متون نے لایمروہ قض۔ کی عبارت سے ذکر فرمایا ہے جس
کو جب قحذ نے معمولی الفاظ کے تعبیر کے ساتھ امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے، دوسری وہ روایت جو امام ابو یوسف

در اللہ سے "اکبر مساجد" کے عنوان سے منقول اور مشہور ہے، اب یہاں اصول ترجیح کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے جن کی تفصیل یہ ہے

"فی قضاء الفوائت من البحر من الہ اذا اختلف المصنف والقوی فالعمل بماوافق المتن اولی"۔ (الدرمیع الرد: ۱/۵۳)

برائے اہل حق کے فقہاء، الفوائت میں ہے کہ جب صحیح اور قوی میں اختلاف واقع ہو تو اس قول پر عمل کرنا اولیٰ ہے جو متن کے موافق ہے۔

"وکذا لا یخیر لو کان احمد والاولی الامام والاخر قول غیرہ لانه اذا تعارض المصنفان تساقط فرجعنا الی الاصل وهو تقیم قول الامام بل فی شہادت المتساوی الخیرۃ المقر وعندنا انه لا یلتزم بعمل الاولی الامام الاعظم ولا یعدل عند الی قولہما لانه صاحب المذهب والامام مقدم"۔ (رد المحتار: ۱/۵۳)

اور اسی طرح تخیر نہیں ہے اگر دونوں میں سے ایک امام ابوحنیفہ کا ہو اور دوسرا غیر کا ہو کیونکہ جب دو شخصیں متعارض ہو گئیں تو دونوں ساقط ہو گئیں اور ہم نے رجوع کر لیا اصل کی طرف، اور وہ قول امام کو مقدم کرنا ہے بلکہ انہوں نے یہی کی شہادت میں ہے کہ ہمارے ہاں یہ مقرر ہے کہ نہ کوئی دیا جائے گا اور نہ عمل کی جائے گا مگر امام اعظم ابوحنیفہ کے قول پر اور اس سے سائنکن کے قول کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ کی صاحب مذہب اور امام مقدم ہیں۔

"وکذا لو کان احمدما ظہر الروایۃ وبہ صرح فی کتاب الرضا ع من البحر حیث قال القوی اذا اختلف کان الترجیح لظاهر الروایۃ ولیہ من باب المصروف اذا اختلف المصنف وجب الفحص عن ظاهر الروایۃ والرجوع الیہا"۔ (الدرمیع الرد: ۱/۵۳)

اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک ظاہر الروایۃ ہو اور اس پر صاحب بحر نے کتاب الرضا میں تصریح کی ہے اور غریب ہے جس کو کوئی جب تلف ہو جائے تو ترجیح ظاہر الروایۃ کو ہوگی اور اسی بحر کے باب المصروف میں ہے کہ جب صحیح تلف ہو جاتی ہے تو ظاہر الروایۃ کی تلاش اور اس کی طرف رجوع واجب ہے۔

ذکورہ تینوں امور ترجیح کے لحاظ سے یکساں ضروری ہے نیز محقق علمی نے "حکیم مساجدہ" کی تشریف بردار کردہ کہہ رہا ہے کہ اس سے حسن شریفین قری میں شامل ہو جائیں گے جب کہ چھوٹے چھوٹے دیہات صحران جائیں گے (خلاۃ المستقل: ص ۷۷ ج ۱)۔
لہذا امام صاحب کے قول کو ترجیح حاصل ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دو ہزار روپیہ آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً دو ہزار ہے جس کی کئی جانوں سے وہاں جمعہ ہر ہفتے اور جمعہ کی تمام شرائط پائی جاتیں لیکن مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔
(۱) اچھل (۲) کھج (۳) درود سے (۴) بھگی (۵) سڑک (۶) حجام (۷) بانگی موجود ہیں مگر تقریباً چھوڑ گزریں ہیں دکانیں، دوپائی کھول (لوگوں لڑکیوں) دو ٹول کھول (دوروں کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے۔

(۱) اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسی جگہ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر جائز نہیں تو قطع کیا جائے یا نہیں؟

(۳) اور ساتھ نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط مصریٰ قریہ کبیرہ کا ہونا ہے، اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گھیاں بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہات کے لیے مرکز تجارت ہو، صورت مسئلہ میں مذکورہ مقام کے رہائشی لوگوں کا جمودا کرنا پڑ جائے گا، اور ان پر عہدہ کی نماز کی ادائیگی فرض ہے اور جمعہ کے عنوان سے اس کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے نیز عہدہ کی نماز کی تعداد بھی لازم ہے۔

"فی السیاسة عن امی حنیفۃ انہ بلدا کبیرۃ فیہا سبکک واسواق ولہا رماقیق

وفیہا وال یقتل علی انصاف المظوم من الظالم بحشمہ وعلیہ اوعم غیرہ

یوجع الناس الہ لیماتع من الحوادث"۔۔۔ (فتاویٰ حنفی: ۱/۵۹۰)

"فی الخصایات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق .. لا یجوز فی الصغیرۃ الی

ليس فيها قاض ومبصر وعطيب كما في المضمرات والظاهر انه ان يقب
الكرامة لكرامة الطفل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لوصولي القرى
لزمهم اداء الظهر ".... (فتاوى شامي: ١/٥٩٠)

"وفي الضحية المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران
المصر فرجة من مزارع لاجمعة عليه وان بلغه النداء وتغير البعد فلو ان وصل
ليس بشيء هكذا.... ثم طامس رواية اصحابها لاجب الا على من يسكن
المصر او ما اتصل به فلا يجب على اهل السواد ولولا ريبا وهذا صحيح ما قيل فيه
اه ".... (فتاوى شامي: ١/٦٠٣)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جہاں مسجد کی شرائط موجود ہوں اس سے دو گلو ٹرودے ڈیروں میں نماز سمجھا گئیں:

مسئلہ نمبر (۵۰۹): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام سچ اس مسئلہ کے کہ ایک گاؤں کے اندر مسجد کی تمام شرائط پائی
جاتی ہیں آیا کہ اس کے ڈیروں (جن کا فاصلہ گاؤں سے دو گلو ٹر ہے) میں جو مسجد ہے، تا ہے کہ نہیں؟ اور ڈیروں کی
آبادی دس چندہ گھروں پر مشتمل ہیں، نیز جو مسجد چھ مے گئے ہیں ان کی ظہر کی نماز کی قضاء ضروری ہے کہ نہیں؟
اگر قضاء نہ کی تو گناہ گار ہوں گے یا نہیں؟

(۲) ایک مسجد جو دو خانہ ہے اور وہاں منزل پر مسجد ہے اور یہ مسجد کا نہیں مکان مدرسہ ہے، کیا وہ مسجد کے حکم
میں ہے کہ نہیں؟ اور دوکانوں کا کر یہ مسجد کہا جاتا ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) اگر ڈیروں کا فاصلہ گاؤں سے دو گلو ٹر ہے تو اس صورت میں ڈیروں پر جو قائم کرنا شرعاً صحیح نہیں ہے
اور جو مسجد ہیں پڑھا گیا ہو اس کے بدلے ظہر کی قضاء نماز پڑھنا ضروری ہے۔
- (۲) اگر دو خانہ مسجد کے لیے وقف ہیں جیسا کہ سوال میں تحریر ہے تو اس صورت میں شرعاً یہ مسجد کے حکم
میں ہے۔

(۱) "من لا يجب عليهم الجمعة من اهل القرى والبادی لهم ان يصلوا الظھر

بجماعة يوم الجمعة باذن وإقامة "۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۵)

(۲) "لا تجوز الى الصغيرة التي ليس فيها قاض ومبصر وخطيب ولو صلوا الى

القرى لزمهم اداء الظهر"۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹)

"وإذا كان السرداب أو العلو لمصالح المسجد أو كان ولما عليه صار مسجدا

وشرعية لذل في البحر وحاصله ان شرط كونه مسجدا ان يكون مغلقة

وعلوہ مسجد لا یقطع حق العبد عنه لقوله تعالى وان المساجد لله يعطى

ما اذا كان السرداب والعلوم موقوفاً فالمصالح المسجد فهو كسر داب بیت

المقدس هذا فهو ظاهر الرواية"۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۳۰۶)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جس ٹیکڑی میں پانچ نمازیں نہ ہوتی ہوں اس میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۰) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ہذا کے حلقے کے ٹیکڑی کی جس مسجد میں پانچ نمازیں جماعت نہ ہوتی ہوں کیا اس مسجد میں جمعہ المبارک کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلہ ہذا کو بیان کیا جائے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

واقعہ یہ ہے کہ محنت جمعہ کے لیے قریہ کبیرہ یا شبر کا ہونا ضروری ہے لہذا اگر یہ ٹیکڑی قریہ کبیرہ یا شبر میں واقع ہے تو پھر وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے، اور اگر یہ ٹیکڑی قریہ کبیرہ یا شبر میں واقع نہیں ہے تو پھر وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، بہر حال اس مسئلہ کا حلقے پانچ وقت جماعت سے ملتی نہیں ہے۔

"وشرط اذاتھا المصبر وهو كل موضع له امير وقاض ينفذ الا احكاما وبقيهم

المحلود او مضللا"۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

حقی التحفة عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة لها مسكنك واسواق ولها راسخ وقها وال

بقدر علی تصانف المظالم من القائل بحسنه وجمعه او علم غيره يرجع الناس اليه

ليما يقع من المحدث وهذا لا يصح له"۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”و عبارة القهستاني تقع فرض في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق
 كان ابو القاسم هذا لا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع
 واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه لانه اتصل به الحكم صار مجمعا عليه
 وفيما لا يكون الشارحة التي انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومير
 وحظب كما في المصنوعات ... (الناوي اشاعى: ٥٩٠)

”لائصح الجمعة الا في مصر جامع اولي مصلی المصرو لا تجوز في القرى
 لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشرق ولا تظرو ولا تضحى الا في مصر جامع
 والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويطبق الحدود“
 ... (هنايه: ١١١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بارہ گروں والی ہستی میں نماز جو کما حکم:

مطلب نمبر (۵۱۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک گاؤں ہے جس میں جوگی
 ترم شرانگہ پائے جانے کی وجہ سے بڑے عرصے سے جوہر تاجپاب اس گاؤں سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک ہستی
 ہے جس میں کل بارہ گروہیں اس ہستی کے لوگ پہلے جوہر تاجپاب کے گاؤں میں چڑھتے تھے اب تقریباً ۱۵ ماہ کا عرصہ
 ہوا ہے کہ وہ جوہر الگ چڑھتے ہیں وہاں کے ایک دوج ہندی عالم کے فتویٰ دینے کی وجہ سے اب اس چھوٹی ہستی کا
 قبرستان بھی الگ ہے اور سکول بھی الگ ہے نام بھی اس ہستی کا الگ ہے لیکن دار و اور قبہ کے اعتبار سے دونوں ہستیاں
 مشترک ہیں اب پوچھنا یہ ہے کہ ان ہستی والوں کا الگ جوہر چڑھانا صحیح ہے یا نہیں؟ دلیل جواب دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں اس چھوٹی ہستی میں جوہر چڑھنا درست نہیں ہے۔

”كما يجوز اداء الجمعة في المصري يجوز اداءها في قضاء المصرو وهو الموضع
 المعد للمصالح المصرو متصلا بالمصرو ومن كان مقاما بموضع بينه وبين
 المصرو فرجة من المزروع والمرامى نحو القلعة يحجازا لا الجمعة على اهل

ذالک الموضع وان كان الشداء يلفهم والغلوة والميل والامبال ليس بشيء
هكذا في الخلاصة هكذا روى الفقيه ابو جعفر عن ابي حنيفة وابي يوسف
رحمهما الله تعالى وهو اختيار شمس الائمة الحلواني كذا في الفتاوى فاضی
جان "۔۔۔ (فتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۵)

"واختلفوا فيما يكون من لوابع المصير في حق وجوب الجمعة على اهل
المنازل في الخلاصة والمخاتبة انه الموضع المعد لمصالح المصير متصل به
ومن كان مقيما في عمران المصير واطرافه وليس بين ذلك الموضع وبين
عمران المصير فرجة عليه الجمعة ولو كان بين ذلك الموضع وبين عمران
المصير فرجة من مزارع الامراع كالمقلع بخلاف الاجمعة على اهل ذلك
الموضع وان سمحوا الشداء والغلوة والميل والامبال ليس بشرط"۔۔۔
(البحر الرائق: ۲/۲۳۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چک حیدری میں آبادی جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اندری مسئلہ

ایک چک جس کی آبادی تقریباً 105 گھرانوں پر مشتمل ہے اور اندری کی آبادی تقریباً 958 ہے جن میں سے
اس گھرانے ایک ایک دو دو ایکڑ کے فاصلے پر واقع ہیں، جو نزد کے لیے اند پھول کی تعلیم کے لیے مذکورہ چک کی طرف
مراعت کرتے ہیں، اس آبادی میں آچٹاں و پانٹری زمانہ و مردانہ سکول کربانہ سنور بنیادی اور غیر مستقل طور پر
تھوڑے کا کپڑا بھی ہے، کپڑے کا باقاعدہ کاروبار، جوتا اور گوشت بھرنی نہیں ہے، جب کہ یہاں کے باشندے جسکی
یہ شرائط مکمل کرنے کے لیے تیار ہیں، اور چک کے قریب ایک اڈہ ہے جس کی تفصیل یکھو اس طرح ہے کہ چک سے
اڈے کی طرف جانے والی سڑک کا فاصلہ تقریباً دو ایکڑ ہے اس دو ایکڑوں میں چار پانچ گھرانے رہائش پذیر ہیں،
اور پانٹری فارم اور دوکانیں موجود ہیں، چک کے بالقابل گزرنے والی سڑک کی تفصیل، چک سے اڈے تک کی
صورت حال یکھو اس ہے کہ اس کا فاصلہ تقریباً تین ایکڑ ہے، اس میں پہلے ایکڑ کے اندر دو دوکانیں، پانٹری فارم

اور ایک چار دیواری دارا خاں پلاٹ ہے، اس کے بعد ایک ایکڑ کے فاصلے پر دو گھرا پادریں، پھر چار کھال کے فاصلے پر اڑے کی ہر قاعدہ آبادی شروع ہو جاتی ہے۔

اڑے کی تفصیل یہ کہ ہاں ہے کہ اڑے کی آبادی ایک سو سات گھرانوں پر مشتمل ہے اور اس میں رہنے والے اطروہ کی تعداد تقریباً گیارہ سو ہے، وہاں زندگی کی تمام ضروریات مہیا ہیں مثلاً جوتی کپڑے گوشت کی دکانیں، سمیر پارٹس ویڈیو ٹیکسٹور ڈسٹری بیوٹس ہوٹل صوبہ بینک اور پٹرول پمپ موجود ہیں۔

نوٹ: مذکورہ اڑے اور چک کا نام تلفظ ہے، چک کا نام چک حیدری اور اڑے کا نام حضرت ذر مہد الرحمن ہے، اور ہسپتال اور پرائمری زمانہ ہر دانہ سکول چک حیدری میں واقع ہیں جب کہ کائنات میں ہسپتال اور پرائمری سکول اڑہ حضرت ذر مہد الرحمن کی طرف منسوب ہیں، اور اڑے کے لوگ علاج معالجے کے لیے اور بچوں کی تعلیم کے لیے چک کے ہسپتال اور سکول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جب کہ اس طرح کی صورت حال کے بارے میں امداد ۱۹ حکام میں عہدے پر لکھا ہے کہ ”آبادی منفرد حصہ کے مجموعہ میں بچہ تھالی جسی کے جو جائز سمجھتا ہوں“

تجربہ قومی دارا معلوم دیو بند میں ۱۱۰ جلد ۵ میں لکھا ہے ”جب دو گھوڑے مستقل نام سے موسوم ہوں تو انہیں ملا کر جواز جیسا حکم لگاتا درست نہیں ہے۔“

اور امداد الفتاویٰ میں ۵۴ ج ۱۱ میں ایسی صورت حال کے بارے میں دو قریں نقش کیے گئے ہیں۔
اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ چک حیدری میں جو شروع کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ کتب قرآنیہ صغیرہ ہے لہذا اس میں نماز جمعہ نہ مانا جائے چنانچہ نہیں ہے۔

”وَلَمَّا ذُكِّرُوا بِآيَاتِهِ الَّتِي لَهُ لَا يَهْتَدُونَ“ (سورة القصص: ۲۸)

وعبر وعظيماً... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چاہی کہ یہ خود بخود ہی میں نماز جمعہ نہ مانا جائے:

مسئلہ نمبر (۵۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

- (۱) ہم ممکن نہیں ہیں۔
 - (۲) ہم تقریباً 200 پاکستانی مسلم بھاب ہیں۔
 - (۳) الحمد للہ مسجد ہے جہاں ہم پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔
 - (۴) یو غورٹی نے ہمیں یہاں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔
 - (۵) ہماری یو غورٹی اور شہر کی جامع مسجد کا ماحصل تقریباً ایک گھنٹہ کا ہے۔
 - (۶) جامع مسجد میں جمعہ کی نماز 1:45 پر ہوتی ہے جب کہ ہماری کلاس دو بجے سے شروع ہو جاتی ہیں، چنانچہ شہر سے بروقت واپسی نا ممکن ہے۔
 - (۷) آئندہ چند وزیں یہاں پر رہنماری ہوگی اور ٹریفک جام ہو جائے گی، جس کی نماز کے لیے جانا مشکل ہو جائے گا۔
 - (۸) پیچھے دو سال سے ہم نماز جمعہ یو غورٹی میں ہی ادا کرتے رہے مگر بعد میں چند ساتھیوں نے کہا کہ ہم یہاں جمعہ کی نماز نہیں پڑھیں گے۔
 - (۹) ہمیں یو غورٹی کے ادارہ گرد ہر چیز دستیاب ہے۔
- کیا نہ کرد صورت حال میں ہم اپنی نماز جمعہ یو غورٹی واپس مسجد میں ادا کر سکتے ہیں مہربانی فرما کر بذریعہ اہل میل جواب دیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ کے گنج ہونے کے لیے شہر قصبہ یا ایسا بڑا گاؤں ہو نا ضروری ہے جہاں تمام ضروریات زندگی ملتی ہوں اور اس کو قہر رتی و سرکاری مرکزیت حاصل ہو، بلکہ صورت مسئول میں جہاں آپ کی یو غورٹی واقع ہے اگر وہاں تمام ضروریات زندگی مہی ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ وہاں حاکم مجاز بھی ہے تو آپ کے لیے اس یو غورٹی کی مسجد میں جمعہ المبارک کی نماز ادا کرنا جائز ہے، اور اگر یہ شرائط نہ ہوں تو اس صورت میں آپ کے لیے یہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے، بلکہ فجر کی نماز ادا کریں۔

”ولا تلحقوا في الشهادة منكم“... (المائدی: ۱۰۶/۲، المائدی: ۱۰۷/۱)
 وقاض وفتح المحدود“

(۱/۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

150 گمراہوں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایسے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے جس میں متعدد بدعتی اہل کھلیات مہیا ہوں۔

پہچان کی دوکانیں آٹھ عدد ہیں، ہنری کی دوکانیں دو عدد ہیں، پٹرول ڈیزل کی ایک دوکان ہے، سرکاری ڈاکہنری موجود ہے، گرد وصال سے ڈاکٹر نہیں ہے، میڈیکل سہولت موجود ہے، آب و برق، چاول دلی چکیاں موجود ہیں، اس کے علاوہ شادی باغیم کوئی موقع ہوتا اس کا ماہانہ مریض کے شہر سے منگواتا پڑتا ہے، ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً ۲۲۰۰ ہے، دو راگاؤں ۵۰ گمراہوں پر مشتمل ہے، ہمارے گاؤں سے دوسرا گاؤں ایک کلومیٹر پر واقع ہے، آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بتائیں اور فتویٰ دیں کہ آیا ہمارے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا اور پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بخدمت سولی صورت مسئلہ مستوفیٰ میں جمعی شراکتہ میں پائی جاتی ہیں، تاہم یہ مسئلہ مستوفیٰ میں جمعی نماز ادا کرنا شرط درست نہیں ہے بلکہ روز جمعہ نماز ظہر ادا کرنا ہوگی۔

”و شرط اذاتہا المصرو ای شرط صحبھا ان تزدی فی مصر حتی لاتصح فی

الریة ولا مفاز، لقول علی وحی اللہ لاجمعه ولا تشریق ولا صلوة فطر

ولا اضحی الاطی مصر جامع لوطی مہذبة عظيمة“۔ (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے پانچ کلومیٹر دور گمراہوں میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں شہر سے قریب چار پانچ کلومیٹر دور ہے، ہمارے گاؤں میں قریباً ۱۰۰ کے لگ بھگ مکانات ہیں اور ضروریات روزمرہ زندگی بھر نہیں ہیں اور بالغ حضرات کی تعداد 150 ہے، اب کیا مذکورہ صورت حال کے مطابق اہل قریہ پر میرا باجماعت اور جمعہ باجماعت واجب ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ میرین کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا بھر قریب ہو جو کہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے۔

”القول على وجهي الله تعالى عنه لاجمعة ولا شريق الا على مصر جامع رواه

ابن ابي شيبة... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

جب کہ مذکورہ فی سوال میں سختی قریہ صغیرہ ہے، اس میں جمعہ و عیدین تو محاف ہیں اِنی ظہری

نماز باجماعت پڑھنا لازم ہے۔

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دو چار دہائی آپاری میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۶): کیا گرماتے ہیں مستحان کرام، علمائے نظام شرع حنین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں آبادی

۱۰ ہزار اور نمازی پانچ سو ہیں اور آزمت کی دکان، بجلی کی دکان، کرپنڈ سٹور، فرنیچر کی دکان ہے، اس طرح

ٹرکٹر، موٹر سائیکلیں، کاریں بھی ہیں، اور دوسرے گاؤں سے دکان بیچ ڈراما کے لیے آتے ہیں نیز شہر سے کوئی بھی چیز

20 منٹ میں آرام سے مل سکتی ہے؟

کیا اس گاؤں میں نماز جمعہ پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صحت جمعہ کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے، بصورت مسئلہ میں یہ نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی

قریہ کبیرہ ہے اس لیے یہاں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

”وما عزوه لامي حنيعة انه ببلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها مساقين

وفيه احوال يقدر على انصاف المظلم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره

والناس يرجعون اليه في الحوادث قال في البدائع وهو الاصح وتبعه الشارح

وهو اعرض ما في المختصر... (البحر الرائق: ۲/۲۳۶)

”وعبارة القهستاني تقع لرحمته في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق

... وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومبشر

وعطوب كماله المعصمرات والظاهر انه اراد به الذكر اذ ذكر اذاعة النفل

بِالْجَمَاعَةِ الْاَشْرَى اِنْ فُى الْجَوَاهِرُ لَوْ صُلُوْهُ اِلَى الْقَرَى لَوْ مِمَّ اِذَا الظَّهَرُ“

.. (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ذکر کے مرکز میں نماز جمعا ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۷۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام علیہم السلام اس مسئلہ کے

مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے ایک مرکز کھولا ہے ذکر و غیرہ کے لیے، جہاں باقاعدہ پنج وقتہ نماز ہوتی ہے جس میں نمازیوں کی تعداد 30 سے لے کر 70 تک ہے، اسے اگر وہ قیصریاں ہیں اور کوئی دینی بنہ کتبہ فکر کی مسجد بھی موجود نہیں ہے، اب ہم اپنے مرکز میں جمعا اتمام کرنا چاہتے ہیں، کیا مسجد پر صلاۃ حائزہ درست ہوگا یا نہیں؟
برائے میرا بی قرآن و سنت کی روشنی میں جواب مصلحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر آپ کی مذکورہ جگہ حدیث لاہور کی حدود کے اندر واقع ہے تو اس میں نماز جموع کی ادائیگی شرعاً درست ہوگی، مگر مسنون یہ ہے کہ کسی جامع مسجد میں جا کر نماز جمعا ادا کی جائے۔

”لاتصح الجماعة الا في مصر جامع اولي مصلى المعصر ولا يجوز في القرى

لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا احدى الا في مصر جامع“

.. (ہدایہ: ۱/۱۷۱)

”قوله شرط ادائها المعصر ای شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لاتصح في

قرية ولا مفارقة“..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”ومن مصلی الجماعة في الطاقات اولی السدة الى دار الصیافة اجراء ان كانت

الصفوف متصلة لان اتصال الصفوف يجعل هذا الموضع في حکم المسجد

في صحة الافتداء بالامام“..... (مبسوط: ۲/۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

دورانِ خطبہ ہاتھ اندھٹایا گھٹنوں پر رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ جمعہ کے صبح کے دوران پہلے خطبہ میں تو تشہد کی حالت میں بیٹھتے ہیں اور اپنے ہاتھ سینے پر اندھ لیتے ہیں جب کہ دوسرے خطبہ میں اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دیتے ہیں، پھر چھایہ ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے یا سخت ہے؟ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ سنت ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورتِ مسئلہ میں چند پر ہاتھ اندھٹایا گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا نہ واجب ہے اور نہ سنت ہے کسی بھی طریق سے بیٹھنا جائز ہے، البتہ تشہد کی طرح بیٹھنا مستحب ہے۔

”اذا شهد الرجل عند الخطبة ان شاء جلس محبياً او مترعباً او كذا ليس لانه

ليس بصلاة عملاً او حقيقة كذا في المصنوعات ويستحب ان يشهد ليها

كما يشهد في الصلاة كذا في معراج العواذ “..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۴۸)

”وفي الحجة اذا شهد الرجل عند الخطبة ان شاء جلس محبياً او مترعباً

او كذا ليس لانه ليس بصلاة حقيقة “ . . (فتاوى التاتار خانية: ۴/۵۶۹)

والله اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تین سوالات کی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بستی کی آبادی تین سو سے متجاوزہ کا نہیں ہیں اور مساجد ہیں بعض لوگ اسے قریہ منظر قرار دے کر جمعا ادا کرتے ہیں، کیا یہ شرعاً درست ہے؟ اگر نہیں تو کیا جمعا ادا کیے ہیں ان کی جگہ غیر قضاہ کرنا ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مسئلہ بستی میں جموع کی شرائط کا نہیں پائی جا، تین یا پورے مسئلہ بستی میں جموع کی ادائیگی شرعاً درست نہیں ہے، بلکہ غیر کی نماز ادا کی جائے گی اور جتنا عرصہ وہاں کے لوگوں نے جمعا ادا کیا ہے اسے عرصے کی غیر کی نمازیں قضاہ کرنا ہوں گی۔

”شرط ادائها المصراۃی شرط صححتها ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح فی

قریة ولا مغارة الخ“۔ (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”لا تجوز فی الصغیرۃ التي لیس لیها قاض ومنیر وخطیب کما فی المضمرات

والظاهر انه اراد به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاخری ان فی الجواهر

لو صلا فی القریۃ لم یهم اداء الظہر“۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

موضع پکار موڑ میں نہلا جھکا علم:

مسئلہ نمبر (۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام حج اس مسئلہ شریف کے

کہ موضع پکار۔ موڑ قسطنطنیہ شہر گڑھ جس کی کل آبادی تقریباً 1000 مرد و عورت بالغ افراد ہیں اور تقریباً 200 گھروں پر مشتمل ہے، اس کے ساتھ دوسرا موضع کسراج ہے جس کی آبادی تقریباً 900 بالغ افراد ہیں اور تقریباً 150 گھروں پر مشتمل ہے۔

دونوں موضع کے درمیان حد فاصل تین سوڑک ہے کہ جس کے ایک جانب پکار۔ موڑ کی آبادی ہے اسی میں قلعہ کسراج موضع کی آبادی ہے۔ چند خاندان آبادی میں زرعی رقبہ مشترک ہونے کی وجہ سے آباد ہیں، جو اس راہ کی کسراج کے ہیں، اور سوڑک کے دوسری جانب کسراج کی آبادی میں قلعہ پکار۔ موڑ کی آبادی بھی ہے، چند میل کے فاصلے پر ریلوے اسٹیشن ہے جو اس آبادی کو بقیہ کسراج کی آبادی سے جدا کرتی ہے، ان دونوں آبادیوں کے درمیان فاصلہ کا شمار 1235 کروہ تقریباً 165 میل ہے، موجودہ شاپ پر دکانوں کی کل تعداد ۶۷ ہے، جن میں تقریباً 6 دکانیں پر چون سودا سٹف کی ہیں، سیٹنگ مل ملان سوڈ کے لیے چودکانیں ہیں، سائیکل موٹر سائیکل ملکنگ تین دکانیں ہیں، ویسٹنگ کی چار دکانیں ہیں، بال کاسٹنگ کی چار دکانیں ہیں، موڑی کی چار دکانیں ہیں، الیکٹریٹیشن دیکل سامان کی تین دکانیں ہیں، ایک دکان پتھر و گیس سلنڈر کی ہے، پکار۔ موڑ موضع میں مساجد تین ہیں اور کسراج میں مساجد دو ہیں، دونوں اہل سنت و الجماعت کی ہیں، پکار۔ موڑ کے ساتھ متصل آبادی دودھ ہے، جس میں ایک مسجد ہے، مذکورہ جامع علی المرتضیٰ اسی ہستی پکار۔ موڑ میں واقع ہے جو آیا شرعی حوالے سے جو شروع ہو سکتا ہے جب کہ جامعہ الزمعی کی کتاب پر مشتمل ہے، چند کمرے سمیت جامع مسجد شعبہ حفظہ و تدوین کتب تعداد سا ۲۰۰ ہے۔

تسلیم نفس جواب مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشری بحث سوال صورت مذکور میں جس کا تکرار ہوا ہے اس کا وہاں میں شرائط جمع نہ پائے جانے کی وجہ سے نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ عمر نہیں ہے اور نہ ہی نماز عصر میں داخل ہے اور نہ قرین کبر ہے۔

”قوله شرط اداؤها المصير أي شرط صحبتها ان تؤدي في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مغارة لقول علي رضي الله عنه لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا في مصر جامع اولی مدينة عظيمة ورواه ابن ابی شیبة وصححه ابن حزم“۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”لا تصح الجمعة الا في مصر جامع اولی مصلی المصير ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا في مصر جامع والمصير الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحلود وهذا عن ابی يوسف رحمه الله تعالى“۔۔۔ (هداية: ۱/۱)

”والمصير في ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحلود وينفذ الاحكام وبلغت ابنته ابنة منى هكذا في الظهيرية وفتاوى قاضی حان“۔۔۔ (فتاوى الهندية: ۱/۱۴)

والله اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بڑی جامع مسجد کے ہوتے ہوئے بارگت میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۸) اسلام ٹیم کے بعد عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ نے بارگت میں ایک چوڑے کمرے میں باجماعت نماز کا اہتمام کیا ہوا ہے اب سوال یہ ہے کہ وہاں پر مسجد کی نماز ادا کرنا جائز ہے کہ نہیں، جب کہ وہاں سے ارد گرد قریب ہی بڑی جامع مسجد موجود ہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بارگت کے اس کمرے میں جس میں باجماعت نماز کا اہتمام کیا ہوا ہے اس میں جمعہ درست ہے کیونکہ

در کتب مصر میں دلائل ہے اور اس مدارقہ بات میں جو کہ ادا ہونے کے لیے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے، اس طرح کرنا اچھا نہیں ہے۔

"وفى الحناية لوصلى الجمعة فى قرية بغیر مسجد جامع والقرية كبيرة لها قري واليهما وال وحاكم جازت الجمعة بنوا المسجد اولم يترأ" (فتاوى الثنائى حالية جلد: ۲/۵۳۸)

"ولان اميرا فتح ابواب القصر وامر المؤذن فاذا نجمع بالناس فى قصره طامع بحزبهم والمرتد من فتح ابواب القصر الاذن للامة بالدخول وقد ادى الجمعة وهو مستجمع لشرائطها ولكنه مسيء فيما صنع لان الموضع المعد لاقامة الجمعة ليه المسجد وقد جفأ ذلك الموضع" ... (الميسوط: ۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

اگر کسی علاقہ میں شرانکھ جو مقتود ہو جائیں تو جو ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک علاقے میں شرانکھ جو پرے سے تھے اور وہیں تیس سال تک جو ہوتا رہا لیکن آج کل وہ شرانکھ جو مقتود ہیں، پوچھا ہے کہ آیا اس علاقے میں جو کی نماز اب درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال جس جگہ فی الحال شرانکھ جو نہ پائی جاتے ہوں وہیں جو کی نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے، لہذا ایسی جگہ اگر جو ہو رہا ہو تو اسے بند کر دینا چاہئے۔

"وعن محمد بن حميد الله تعالى ان كل موضع مصره الامام فهو مصر حتى لا يوربعث الى قرية نالها لائمة المخلوود وانقصاص تصوير مصر ا فانما هو له للحق بالقري" (عجلى كبرى: ۳/۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں مہل خیل میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ مصر (شہر) میں ضروری ہے یا نہ؟ گاؤں میں بھی جس کی نماز ضروری ہے؟ ہمارا گاؤں مہل خیل علاقہ میں بڑا گاؤں شہر ہوتا ہے چنانچہ اس کی آبادی گزشتہ مردم شماری میں چار ہزار دو سو افراد جنتین سے ہے اور اب مزید اضافہ بھی ہوا ہوگا۔ اس گاؤں میں پانچ مساجد ہیں وہ ہائی سکول کے علاوہ ایف اے کالج بھی ہے، ہسپتال بھی ہے البتہ قناد آبادی میں نہیں ہے لیکن قناد چالیس گھنٹے میں کوئی زیادہ نہیں گنتی، چار دینی مدارس ہیں، ضرور پست ذمہ کی پاسانی میسر ہیں تقریباً گلیوں دوکانوں میں، ٹیلی فون بجلی کی سہولت بھی ہے اور گاؤں کے راستے کھلے اور ترسیب سے ہیں، علاقے کے علماء کی اس آبادی کے بارے میں دورانے ہیں بعض جمعہ واجب قراؤے رہے ہیں اور بعض منع کر رہے ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

نماز جمعہ کے لیے ایسی جگہ تہی کا ہونا ضروری ہے کہ جس میں حاکم کا زہد ہو یا اس میں بازاریں ہوں اور علاقے کے لیے تجارتی مرہجیت اس کو حاصل ہو اور عیدائیل میں اب تک یہ دونوں مفقود ہیں لہذا اس میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

”و عبارت القہستانی تقع فی حوائی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق

.... ویسعاد کثرنا لشارۃ الی اللہ لاتیجوز فی الصغیرۃ الی لیس فیہا فاض ومنیر

وعطیب ۱۰..... (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ساتھ گھروں والے گاؤں میں جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان مکہ میں مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس میں تقریباً ساٹھ گھر ہیں اور چھ دکانیں ہیں اور اسی طرح ایک بوائز ہائی سکول اور ایک ملل گرلز سکول ہے جب کہ اسی گاؤں میں 1985ء سے جس کی نماز ہو رہی ہے قرآن و سنت کی روشنی میں مباحث فرمائیں کہ کیا اس گاؤں میں شرعاً نماز جمعہ کی ادائیگی صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو اب اس کو ختم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ توضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

جود صرف شہر یا ایسے بڑے گاؤں میں ہو سکتا ہے جہاں ضروریات زندگی عام ملتی ہوں، بازاروں میں مرکز ہیں ہوں تھارتی لحاظ سے اور مرکزیت اور صحت رکھتا ہو، غرض وہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے شہر کے مشابہ ہو گا اور یہی صورت مسئلہ میں بشرط صحت بیان جود کی ادائیگی درست معلوم نہیں ہو رہی کیونکہ یہ قریب صغیر ہے، لہذا جب یہاں جود کی ادائیگی درست نہیں تو پھر ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے، جود نہ جتنے سے ظہر کی ادائیگی نہ ہوگی۔

لہذا یہاں فوری جود فتم کر کے ظہر کی نماز ادا کی جائے، البتہ اگر شک کا اندیشہ ہو تو لوگوں کو تدبیر سے سمجھائیں اور ان کو جود فتم کر کے ظہر کی ادائیگی پر آمادہ کریں۔

”عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها مساق وفيها اول
يقدر على اصفاء المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او عدم غيره“ يجمع
الحاس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح (فتاوى شامی:
۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سائے آٹھ سوالی آبادی میں نماز جود کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام دریں مسئلہ کہ ایک قصبہ جس کی آبادی تقریباً سائے آٹھ سو ہے اکثر آبادی متصل ہے، کھدایت متعدد ذیل ہیں، کریمہ شہر دریں حدود، بکھاتھ شہر و حدود، بکیم دھند و حدود، مظفر شہر تین حدود، ڈیول بکھنسی و حدود، آٹھ کچل تین حدود، ہارنیکھنڈری سکول، گرلو پراخری سکول، مساجد آٹھ حدود جب کہ تین مسجدوں میں جود شروع ہے جو کہ مختلف مسکن رکھنے ہیں، مآں مائل ایک حدود، ہاتھ سرک اور نکلی، دو پارکی دوکان تین حدود، ظہر یا شہر چار حدود، مذکورہ دوکانیں متصل ہیں بازار کی شکل نہیں ہے۔

حیردنی آبادی تقریباً 180 افراد پر مشتمل ہے جو کہ اس کے آس پاس ہے فاصلہ تقریباً ایک کلو میٹر ہے، مذکورہ آبادی والے اسی قصبہ کے نام سے موسوم ہوتے ہیں، مذکورہ قصبہ میں شرعی حکم کے مطابق جود چھ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ شرعاً جو شہر یا اس بیڑی بستی میں ہو سکا ہے جو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے شہر کے مناسب ہو سکیں بازاروں اور تمام ضروریات زندگی وہاں پھر ہوں بناوہیں صورت مسئولہ میں مذکور بستی کے جو حالات ذکر کیے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر کے مشابہ نہیں لہذا یہاں جو وائیدین درست نہیں۔

”عن امی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ونهار سابق“

... (الغایۃ شامی: ۲/۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خانہ قبل میں نماز جو کلام:

مسئلہ نمبر (۵۷۶): کیا ہر مائے میں علماء کرام مختلفین نظام و رواج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

ہمارا گاؤں نہ لوئیں کی آبادی تقریباً تین چار ہزار ہے، مکانات اکثر کچے ہیں، گاؤں میں دو پرانے سکول مروانہ، ایک پرانے سکول زمانہ، ایک کتب سکول، شہری آبادی کے باہر ایک زمانہ، ایک سکول، ایک دینی مدرسہ حفظہ، اساتذہ علیہ تک تعلیم، پولیس ڈکانیں (جنرل منور، دزدی کپڑے، کریات تل، بجنس، وغیرہ)، چارواک، ایک ڈاکخانہ، پانچ مساجد، دو ناٹشیں، دو ناٹشیں وغیرہ موجود ہیں، جب کہ گاؤں میں ہسپتال اور پبلک کی سہولت نہیں ہے، گاؤں میں مشرقی ہیں، بازار اور اسکی فصل میں نہیں ہیں، دو تین لگیوں کے علاوہ تمام لگیاں جکی ہیں، مادی طرح گاؤں میں کوئی اونٹ چائے کھانے کا بھی نہیں ہے، پولیس چوکی بھی نہیں ہے۔

عرصہ پچاس ساٹھ سال سے بھی زائد یہاں جو قائم ہے جب کہ اس وقت مذکورہ بالا سہولیات بھی نہیں تھیں، نماز جو میں گاؤں کی آبادی کے علاوہ مختلف آبادیوں سے کثیر تعداد شریک ہوتی ہے، مدد دلاؤنی کو دیکھ کر غلچہ پیدا ہوتا ہے کہیں صرف آبادی اور معمولی سہولیات کی وجہ سے جو کے قیام کی اجازت ہے تو کہیں بصراحت تحریر ہے کہ تنہا آبادی، مساجد، بازار، پبلک، ہسپتال وغیرہ قریہ کیرہ کے لیے ضروری قرار دیے گئے ہیں، کہیں عرف کو مدد کہا گیا ہے تو دور حاضر کے عرف میں مذکورہ سہولیات کی عدم دستیابی سے قریہ صغیرہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

از روئے شریعت مطہرہ مذکورہ گاؤں میں نماز جو درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط بحث سوال نہ نوشیل میں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے یہ نہ شہر ہے اور نہ قریہ کیرہ ہے۔

”و عبارة القهستانی نفع لرحماني القصبات والقرى الكبيرة التي فيها سواق

... وفيما ذكره إشارة إلى أنه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومبصر

وعن أبي كمال المصنوعات اه...“ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے دس کلومیٹر دور دیہات میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۵): کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک میاں علاقہ ہے جس کے دو ایک گاؤں ہیں اور ان دونوں گاؤں میں گزشتہ میں برس سے جمعہ کی نماز بھی ادا کی جا رہی ہے اور نماز میدان بھی پڑھی جاتی ہے، جب کہ ان دونوں گاؤں میں نماز جمعہ کے وجوب کی شراٹک نہیں پائی جا رہی بالخصوص یہاں شہر نہیں ہے اور نہ ہی یہ گاؤں شہر کے ملحقات (قائے شہر) میں آتے ہیں کیونکہ جس علاقے میں جمعہ کے لیے تمام شراٹک پائی جاتی ہیں اس سال نماز جمعہ ادا بھی کی جا رہی ہے، ان گاؤں کا زمینی فاصلہ بہت دور کا ہے، یعنی گاؤں تک شہر سے تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور گاؤں نمبر ۲ چانگی شہر سے تقریباً تیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، ان گاؤں کی حالت یہ ہے کہ گاؤں نمبر ۱ میں تقریباً ایک سو مکانات پر مشتمل آبادی ہے ایک چھوٹی سی پرچوں کی دکان بھی ہے، سبکی سڑک بھی ہے بجلی کی سہولت اور پرائمری سکول بھی قائم ہے، اور اس گاؤں میں دوستگاہ ہے نماز جمعہ بھی ادا کی جا رہی ہے اور نماز میدان بھی پڑھی جاتی ہے۔

دوسرے گاؤں چانگی میں آبادی تقریباً تین ہزار مکانات پر مشتمل ہے، اور گاؤں میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر سات آٹھ دکانیں بھی ہیں جن سے آجکی ضروریات علاقہ پوری ہوتی ہیں، سڑک اور بجلی کی سہولت بھی پائے رہے، شہری زندگی کے بالکل خلاف عدم سہولت سے سرورگاہ ہوتی ہے شہر سے اس کا فاصلہ تیس کلومیٹر ہے، اس گاؤں میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مساجد واقع ہیں جن میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، اور دو مساجد میں عید کی نماز بھی پڑھی جاتی ہے، ان دونوں گاؤں میں عرصہ میں سال سے نماز جمعہ و عید پڑھی جاتی ہے، اور مستحق علماء نے شروع کر دیا ہے، طلحہ یہ بیان کی گئی تھی کہ اگر یہاں جمعہ کی نماز نہ شروع کی جائے تو لوگ دین سے بہت دور ہو جائیں گے۔

- (۱) اب سوال یہ ہے کہ آیا ان دونوں علاقوں (گاؤں کزننگ، چانگلی) نماز جمعہ و عیدین ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط ہو جائے گی یا جمعہ کے ساتھ ظہر کی نماز بھی پڑھی جائے گی؟
- (۲) حنفیہ کے نزدیک وجوب کے لیے شہر یا قلعے شہر شرط ہے تو کیا یہ دونوں علاقے اس شرط پر پورے اترتے ہیں؟
- (۳) جو علماء کرام و خطیب حضرات یہ صحت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو دین کے قریب کرنے کے لیے جمعہ شروع کروا کر اس علاقے میں وقت کی شدید ضرورت تھی، اور نہ لوگوں کو شیخ کرنا اور دین کی طرف راغب کرنا ایک مشکل امر تھا، آیا ان حضرات کی یہ صحت جہاد جمعہ کے لیے واقعی دلیل بن سکتی ہے یا نہیں؟
- (۴) اگر بالفرض یہاں ان دونوں گاؤں میں نماز جمعہ درست نہیں تو انکا عمر سے ظہر کی نماز جو چھوڑی گئی اس کا وہل کس پر ہوگا؟ اور نماز ظہر کی اقتضا ملازم ہوگی یا نہیں؟
- (۵) اگر ان دونوں گاؤں میں جمعہ کی نماز واجب نہیں شرعاً کی عدم موجودگی کی وجہ سے تو کیا اب ان مساجد میں جہاں گزشتہ طویل عرصے سے جمعہ جاری ہے اب بند کر دیا جائے یا نہیں؟
- شریعت اللہ یہی کہی روئے ان سوالات کے مدلل جوابات مناجات فرمادیں، جزاکم اللہ خیراً۔

الجواب باسم الملك الوهاب

”عن امی حنیفۃ امہ ہلدۃ کبیرۃ فیہا سکنک واسواق ولہار سائق وفیہ نوال
 یلہد علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمۃ و علمہ یوعمم غیرہ یرجع
 الناس الیہ لیمتیق من الحوادث و ینذہوا لاصح“۔۔۔ (فتاویٰ شامی :

۱/۵۹۰)

سوال میں ذکر کردہ تفصیل حقیقت پر مبنی ہونے کی صورت میں اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمعہ مصر
 یا قریہ کبیرہ میں ادا ہوتا ہے جس میں بازار ہوں اور گلی کوپے ہوں اور ضرورت کی تمام اشیاء میسر ہوں، اور وہ تجارتی لحاظ
 سے مہیبت و مرکزیت رکھتا ہو، اور مذکورہ صورت میں گاؤں کزننگ کسی بھی لحاظ سے مصر قریہ کبیرہ اور اس کے قیام میں
 داخل نہیں، لہذا یہاں جمعہ و عیدین کی ادا نہ ہوگی درست نہیں، اور گاؤں چانگلی پر اگر قریہ کبیرہ کی مذکورہ بالا تعریف صادق
 آرہی ہو تو یہاں جمعہ کی ادا نہ ہوگی درست ہے ورنہ نہیں، مگر محض یہ دلیل کہ اگر جمعہ شروع نہ کیا گیا تو لوگ دین سے
 دور ہو جائیں گے جمعہ کے جوڑ کے لیے یہ دلیل درست نہیں ہے، بلوگوں کو دین کے قریب لانے کے لیے
 اور جائز ذرائع اختیار کیے جائیں، جائز ذرائع کا سہارا نہ لیا جائے، اور محض اکیس فیصد حسن تدبیر سے اگر جمعہ بند کرنا

محکم ہو تو بند کر دیا جائے، اور ضابطہ کے اعتبار سے جب جو کچھ ادا ہو چکی ہو اسے درست نہ سمجھی تو غصہ کی قضاء مؤدبہ میں باقی ہے اور اس سلسلہ میں مقامی مفتی حضرات سے بھی مشاورت کر لی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پاندوڑیا گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (581): کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں پاندوڑیا جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار سے زائد ہے اور پرچان وغیرہ کی چند کاپیاں ہیں، عمرہ و راز سے اس میں جمعہ و عیدین چڑھائی جاتی ہیں بلکہ اس پاس ضلع شادنگ کے کئی علاقوں کی بھی صورت حال ہے، جب کہ ضلع یونہر کے اکثر علاقوں میں جہاں شراکہ جمعہ نہیں پائی جاتیں، ہاں لوگ جمعہ و عیدین پر آنے دمانے سے چڑھتے چلے آ رہے ہیں۔

اب اگر ان سے کہا جائے کہ یہاں جمعہ و عیدین درست نہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہاں پر حاکم کا اذن باقی ہے حالانکہ یہ اذن سوائت دیا گیا تھا جب پاکستان کی آزادی سے پہلے والی سوائت نے جمعہ و عیدین کی اجازت دی تھی کہ جہاں جہاں گاؤں ہیں ان میں لوگ نماز جمعہ و عیدین چڑھیں، جب بعد میں ان علاقوں کا پاکستان کے ساتھ الحاق ہوا اور والی سوائت کی امدت ختم ہو گئی پھر بھی لوگ آج تک جمعہ و عیدین چڑھتے چلے آ رہے ہیں تو اس صورت حال کے پیش نظر درج ذیل امور قابل اعتبار ہیں۔

- (۱) کیا مذکورہ علاقوں میں جمعہ و عیدین درست ہے؟
- (۲) اذن امیر کرب متعمر ہے؟ کیا جہاں پر باقی شراکہ جمعہ پائی جائیں وہاں پر امیر کا اذن درست ہے؟
- (۳) کیا اذن امیر اس کے مرنے یا حکومت ختم ہونے کے بعد بھی باقی رہتا ہے؟
- (۴) کیا مذکورہ علاقوں میں مفتی المسک صمد جمعہ و عیدین کے بارے میں امام شافعی کے مذہب پر فتویٰ دے سکتے ہیں؟ نیز یہ تعلقین بین المذاہب اور گایانہیں؟
- (۵) عدم محنت جمعہ و عیدین کی صورت میں مذکورہ علاقوں میں جمعہ و عیدین بند کرانے کے لیے سعی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ لٹا کا ضلع بھی ہو۔
- (۶) اگر جمعہ و عیدین درست نہیں ہے تو جن لوگوں نے جمعہ و عیدین پر قضا وغیرہ کیا ہے ان پر قضا وغیرہ کیا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) بشرط محنت سوال مذکورہ علاقوں کے دیہاتوں میں نماز جمعہ و عیدین درست نہیں کیونکہ جمعہ کے جواز کے لیے

نیا دلی شرط شریک ہوتا ہے یا ایسا قریہ کبیرہ جس میں بازاریں ہوں یعنی اس کو تجارتی مرکزیت و مرکزیت حاصل ہو یا حاکم نماز ہو۔

”وقال القاضي عيان والاحمد علي ملاوي عن ابن حنبل في المحلى كل موضع بلغت ابيه ابيه منى وفيها مفت وقاض يلزم الحدود وبهذا الحكم فهو مصر جامع“.... (النهاية شرح الهداية: ۳/۳۵)

”قوله وفي القهستاني تانيد للممن وعارة القهستاني تقع الرضا في القصبات والغري الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا فن الرضا او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه“.... (فتاوى شامی: ۱/۵۹۰)

(۲) اذن امیر اس وقت معتبر ہے جب بحر کی باقی تمام شرائط موجود ہوں۔

”ان الحكم بصحة الجمعة مبنى على كون ذلك الموضع محلا لاقتها فيه وبعد ثبوت صحته اليه لا الفرق فيه بين جمعة وجمعة فطير“.... (فتاوى شامی: ۱/۵۹۱)

(۳) اذن امیر اس کے عزول ہونے سے اس کی موت سے فتم ہو جائے گی۔

”قوله اذن عام) اي لكل عطيف ان يستحب لا لكل شخص ان يعطى في اي مسجد او اذ: ح. القول لكن لا يفي الى اليوم الاذن بعد موت السلطان الا ان يملك الا اذا اذن به ايضا سلطان وامانا نصره الله تعالى كما يثبت في تنقيح الحامدية وسند كوفي باب العيدين عن شرح العنية ما يدل عليه ايضا فصح“.... (فتاوى شامی: ۱/۵۹۳)

”وعن محمد كل موضع مصره الامام فهو مصر حتى لو انه بعث الى القرية نذبا الى اقامة الحدود والقصاص مصر مصر اذا عزله ودعاه فلقى بالقري“.... (النهاية شرح الهداية: ۳/۳۵)

(۴) مذکورہ دو باتوں میں حنفی مسلک علماء حمود و مدین کے جواز کے لیے اہم شائق رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اتنی قسیدے کئے اس سے تعلق بین المذہب لازم آتا ہے جو کہ باطل اور حرام ہے۔

“وان الحكم المطلق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل
تخالف” (عليه السلام) في هامش الرد : ١/٥٥

توان الحكم المطلق المراد بالحكم الحكم الوضعي كالصحة مثاله متوضي
مثال من بدنه دم ولمس امراته ثم صلى فإن صحة هذه الصلوة مطلقة من
هذا عيب الشافعي والحنفي لأن سيلان الدم لا يفيض الوضوء عند الشافعي
ويفيض عند أبي حنيفة ولمس المرأة لا يفيض الوضوء عند أبي حنيفة ويفيضه
عند الشافعي والثلاثين باطل لصحته متضبة^{٢٠} . (كشف الاستار على هامش
در المحتار: ١/١٥)

(۵) مذکورہ علاقوں کے دیہاتوں میں اگر جودھ و میدیہ کی نماز ادا کی جاتی ہے تو ان علاقوں کے حلقے کرام کے لیے لازم ہے کہ ایسے علاقوں میں جہاں جودھ و میدیہ کی شرائط نہیں پندرہ کرنے کی کوشش کریں اور خود نماز ظہر پڑھیں۔

قال أبو سعيد: أما بعد، فقد أفضى ما عليه سمعت رسول الله ﷺ يقول من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فإن لم يستطع فبأسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك من أحب الأيمان" (— صحيح مسلم: ١/٥١)

جن لوگوں نے اب تک وہاں میر کی قبریں ہوا کی ہیں ان پر غبر کی قضاء لازم ہے۔

” (وقضاء الفرعى والواجب والسنة لفرعى وواجب وسنة) لف وفشر مرقب
وجميع اوقات العمر وقت للقضاء الإلزامية المبنية كعامة ...
(الذي المختار على هامش الرد المحتار: ٥٣/١)

المؤلفون:

★★★★★★

موضوع: توسعه و بهبود سیستم های مدیریت منابع انسانی

مسئلہ نمبر (۵۲۹): کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان دین میں اس مسئلہ کے بارے میں کہ، مانگا کہ موضع محمودہ محمودہ جو دھیکا جس کی آبادی 3522 نفوس پر مشتمل ہے جب کہ اس موضع محمودہ جو دھیکا کی بہتی فتح محمد کی آبادی 1295 نفوس پر مشتمل ہے اور اس موضع کی بہتی سافل پر وہ جس کی آبادی 824 نفوس پر مشتمل ہے ۶۰ مساجد میں پانچ وقت کی اذان اور نماز کا قاعدہ کی تہ اور پوری ہے، جب کہ شیعین مساجد زہر قیصر ہیں اور ایک مسجد کے لیے چمک کی تعمیر کی جارہی

ہے ضروریات زندگی کے لیے موضع محمود جو صبح کا 22 حدودہ کا میں ایک حد جل انجمنی آٹھ شین ۵ حدودہ کھڑی آٹھ شین ۲ حدودہ گورنمنٹ پرائمری سکول ۲ حدودہ پرائمری سکول ۲ حدودہ اور میڈیکل سنٹر ۲ حدودہ الحمد للہ موجود ہیں، موضع محمودہ جو صبح کا جس کوئی ترتیب کے مطابق یونین کونسل کا درجہ دیا گیا ہے اس کی مکمل آبادی تقریباً 3522 نفوس بنتی ہے تا کہ موضع محمودہ جو صبح کا میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بخیر ہوں۔

نوٹ: موضع محمودہ جو صبح کا عرف عام میں بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہے۔

نوٹ: بہت سی فتح محمد اور سطل پیرہ یہ دونوں گاؤں موضع محمودہ جو صبح کا میں داخل ہیں اور ان کا لین دین آتا جاتا ہے یونین کونسل محمودہ جو صبح کا ہے محمودہ جو صبح کا اور بہت سی فتح محمد کا تقریباً نصف ساڑھے پانچ ایکڑ ہے، محمودہ جو صبح کا اور سطل پیرہ کا نصف تقریباً ایک ایکڑ ہے درمیان میں زرعی کاشت ہے۔

(جواب از مدرسہ جامع العلوم میدگان بہاولنگر)

انجواب ومنہ الصدق والصواب

بر تقدیر صحت واقعہ صورت مسئلہ کے مطابق موضع محمودہ جو صبح کا قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے اور قریہ کبیرہ میں جمعہ واجب الاقامہ ہوتا ہے موضع محمودہ جو صبح کا عرف عام میں بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہے، اور جہاں کل آبادی 3522 ہے اور ضروریات زندگی کی سہولیات تقریباً موجود ہیں اور بہت سی فتح محمد اور سطل پیرہ موضع میں داخل ہیں اور یہ تینوں گاؤں ایک جگہ جاتے ہیں لہذا موضع محمودہ جو صبح کا میں بلا شک وتردد جمعہ جائز ہے۔

”والسبع فرس خسا فی القصبات والقری الکبیرۃ التي لیہا اسواق“

... (رد المحتار: 1/138)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں جمعہ کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے کہ عرف عام کا اعتبار ہے عرفاً جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے اور وہ جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ قریہ صغیرہ ہے، دوسری جگہ لکھا ہے کہ دونوں گاؤں عرف میں ایک ہیں اور دونوں کی کل آبادی 2000 نفوس ہے تو جمعہ وہاں درست سمجھتا ہے، تیسری جگہ 1254 نفوس کی آبادی کے گاؤں میں جس کو عرف میں بڑا سمجھا جاتا تھا جمعہ جائز قرار دیا گیا (بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: 5/54، 56، 57، 58)

واللہ اعلم بالصواب، ایامہ المرجع والمآب

احقر خلیل احمد خٹون

(جواب از جلد الحمد لاہور)

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ یعنی میں نماز جمعہ چار گھنٹیں کیونکہ قریب کبیرہ وہ ہے کہ جس میں بازار میں ہوں جیسا کہ علامہ شامی کی عبارت میں مذکور ہے۔

”وتلعب لمرحاضی القصبات والقرى الكبيرة التي فيها الأسواق“۔۔۔ (الفتاویٰ

شامی: ۱/۵۹۰)

جب کہ یہاں ایک بازار بھی نہیں ہے اس پر میرا مفصل فتویٰ ”الخصر فی التصر“ کے نام سے موجود ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حمید فتحہ جان مفتی احمد

☆☆☆☆☆☆

ایک ہزار کی آبادی والے گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک میں واقع مرقاں گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنا کیسا ہے؟ جب کہ اس گاؤں میں آٹھ گریبانہ دوکانوں کے علاوہ نہ تو کوئی اسپتال ہے نہ کپڑے اور نہ سونے اور نہ گوشت وغیرہ کی دوکانیں ہیں نہ سوئی گیس اور نہ پٹرول پمپ اور نہ اس کے حدود کوئی اور ضروریات کی اشیاء بیس ہیں اس گاؤں میں مردوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ 800 سے 1000 تک ہیں اس گاؤں میں نماز جمعہ 50 سالوں سے ادا کیا جا رہا ہے، مسجدوں کی تعداد تین ہیں جن میں سے دو مسجدیں نماز جمعہ ادا کیا جا رہا ہے، مسئلہ مذکورہ کا قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عبارت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں ایسے گاؤں میں نماز جمعہ درست نہیں ہے کیونکہ جمعہ کے جواز کے لیے بنیادی شرط شہر کا ہونا یا ایسا قریب کبیرہ کا ہونا کہ اس میں بازار میں ہوں اور اس کے علاوہ اس کو تجارتی مرکزیت اور مرغیت حاصل ہو یہاں میں ایسا حاکم مجاز ہو جو مرد اور جزاء دینے کا مجاز ہو جب کہ آپ کے گاؤں میں یہ دونوں بیس نہیں ہیں۔

”و عبارة المفهمناني تقع فرحاني القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق
قال ابو القاسم هذا لا يدخل الاذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع
واذا الجمعة لان هذا مجهود فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه
وفيما ذكرنا لشارة التي انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض
ومير وخطيب كمالي المضمرة“۔۔ (فتاوى دہلی: ۱/۵۹۰)

”وروى عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها واسواق ولها سائق ولها وال
يقدر على تصالف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره والاس
يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح“۔۔ (مفتاح الصالح: ۱/۵۸۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فی آراء فی کتب میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں کبھی فی آراء فی میں امام
ہوں وہاں پر ایک جگہ نقش کی ہوئی ہے جہاں پر پانچ وقت کی نماز پڑھائی جاتی ہے لیکن وہ جگہ مستقل طور پر مسجد کے
لیے وقف نہیں ہے اور نہ ہی مسجد کا کوئی نقشہ وغیرہ ہوا ہے، کبھی کے ملازمین جن کی تعداد تقریباً 400 کے قریب ہے
وہاں نماز ادا کرتے ہیں، اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ آیا اس جگہ پر جمعہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ کبھی
سے قحط کے واسطے پر ایک مسجد ہے جہاں پر نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے لیکن ملازمین کو کبھی کی طرف سے وقت کم ملتا ہے
کہ اس وقت میں وہ اس مسجد تک جائیں اور جمعہ کی نماز ادا کریں، اس سے ملازمین کی ملازمت میں حرج آتا ہے،
اس وجہ سے یہ ملازمین اس نقش جگہ پر جمعہ کی نماز ادا کرتے چاہتے ہیں، آیا ملازمین کے لیے اس جگہ پر جمعہ کی نماز
ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

قرآن و سنت کی روشنی میں جواب صادر فرما کر عند اللہ اور عند الناس مشکور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں اگر وہ کبھی یا قیصری شہر میں ہو یا قافہ شہر میں ہو کہ اس جگہ پر نماز جمعہ کی
شرائط پائی جاتی ہوں تو اس قیصری یا کبھی کے ملازمین کا اس جگہ نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے البتہ نماز جمعہ کے وقت
اذن عام ضروری ہے۔

”الاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردین کما فی فلا یضر خلق باب القلعة العدو او العادة فبیمة لان الاذن العام مقرر لایمنه وخلق له لمع العدو لا المصلی بقوله الاذن العام ای ان یاذن للناس اذا غاموا بان لا یمنع احدا ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذی یصلی فیہ و هذا امر اذن فسر الاذن العام بالاشتہار و کذا فی البر جندی اسماعیل و انما کان هذا شرعا لان الله تعالیٰ شرع النداء لصلاة الجمعة بقوله فاصبر الی ذکر الله والنداء للاشتہار“... (درمع الرد: ۱/۶۰۰)

”قوله وخلق له لمع العدو الخ ای ان الاذن هنا موجود قبل خلق الباب لکل من اراد الصلاة والذی یضر انما هو منع المصلین لامنع العدو“ ... (مختار من شامی: ۱/۶۰۱)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

واظروا شامد و مثل نماز جماعت اگر نہ کاظم:

مسئلہ نمبر (۵۳۷): کیا نماز میں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو کہ متعدد ذیل ہے۔

(۱) واظروا شامد و جس کی کل تعداد مرد و زن چھوٹے بڑے 1520 پندرہ سو بیس ہے جس میں پانچ مرد و کائیں ہیں لیکن دوکانوں میں صرف بڑی، چائے، تھی، میٹنی، دال، وغیرہ ہوتی ہیں، اس کے علاوہ دو عدد گروس اور ایک دوکان میں روٹی بھی ہوتی ہے ہاتی سہولیات بھر نہیں ہیں جیسا کہ کپڑا، گوشت، موی، زرگر، ڈاکٹر، ہسپتال، ہائی سکول وغیرہ، واظروا شامد و میں چھ عدد پرائیویٹ آب پاشی ٹیوب ویل بھی موجود ہیں، مجھے لوگ اپنی ضروریات کے لیے استعمال کرتے ہیں، واظروا شامد و میں گورنمنٹ خلی سکول، بور و عدد پرائمری سکول موجود ہیں۔

(۲) واظروا شامد و کے ساتھ واظروا نماز ہے لیکن درمیان میں شاہراہ عام ہیں جو کہ نقش میں موجود ہے واظروا نماز کی کل آبادی مرد و زن، چھوٹے بڑے 969 ہیں جس میں ایک پرائمری سکول، مردانہ اور ایک غیر آباد پرائمری سکول نہ نہ اور پانچ عدد چھوٹی چھوٹی پرائمری کی دوکانیں ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، باقی سہولیات بھر نہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

(۳) دائرہ شاہ مدو کے ساتھ قلعہ دائرہ خاؤض ہے جس کی کل آبادی 357 ہے اور دائرہ شاہ مدو اور دائرہ خاؤض کے درمیان صرف ایک قبرستان کا واسطہ ہے جو کہ مشرق قبرستان ہے دائرہ خاؤض میں ایک پائری سکول دودھ پرائیویٹ آبپاشی ٹیوب ویل ایک عدوآ پھائی مشین اور ایک پرچون کی دکانیں ہیں باقی سہولیات بمصر نہیں ہیں۔

(۴) دائرہ شاہ مدو کے ساتھ ایک کلونیٹر کے فاصد پر دائرہ بلوچ واقع ہے جس کی کل آبادی 400 ہے باقی سہولیات بمصر نہیں ہیں۔

اب مذکورہ دائرہ جات کی مشترک آبادی 3246 ہے کہ اس میں نماز جمعہ جائز ہے بائیں نقش بھی ملحق ہے۔
نوٹ: بائیں دائرہ سے جواب معمول ہوا کہ اس دائرہ جات میں نماز جمعہ درست نہیں ہے ان دائرہ میں جامعہ اشرفیہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ، جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ میاں گرام، جامعہ مائیکل مروت، جامعہ الرشید کراچی، جامعہ امدادیہ لیس آ، وغیرہ دائرہ میں ہیں لیکن آپ کا جواب بھی ضروری ہے اس لیے آپ سے جواب مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بقرہ صحت سوال صورت مسئلہ میں جمعہ کے جواز کے لیے مصر (شہر) کا ہونا یا نہ مصر (یعنی مصری ضروریات کی تنگیوں) کا ہونا ضروری ہے اور مصر کی تعریف یہ ہے کہ اس میں حاکم مجاز جس کو حکومت دار سے سزا دینے کا اختیار حاصل ہو جیسے بیج یا سب وغیرہ مقرر ہو جو حدود و قصاص نافذ کر سکا ہو یا اس میں ایسی بازاریں ہوں جن کو اس پاس کے علاقوں کے لیے تجارتی مرہمت و مرکزیت حاصل ہو، صورت مسئلہ میں مذکورہ جاتی میں دونوں شرائط نہیں ہیں اس لیے اس جاتی میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

”وعن محمدرحمہ اللہ تعالیٰ لہ قال کل موضع مصرہ الامام لہو مصر جمعہ
حسب ان الامام اذا بحث الى قرية نال لاقامة الحلود ليهم وانما يقضى بهيم
صار ذلك الموضع مصر او اذا عزله ودهاء الى نفسه هذات القرية
كما كانت“... (المحيط البرهاني: ۲/۴۳۹)

”وقال شيخ شمس الاسماء السرخسي ظاهر المذهب ان المصر الجامع ان
يكون فيه جماعات الناس وجامع واسواق التجارات وسلطان وفاض يقم
الحدود ويصدق الاحكام ويكون فيه مفتي اذالم يكن التواني والسلطان مفتيا
وفي النحلة وروى عن ابي حنيفة وهو بلدة كبيرة فيها مسكنك واسواق

ونہار سابق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحسنه وعلمه
او علم غيره ويرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث وهذا هو الاصح
... (القناتى الطائر عاتبة : ۳/۴)

”عن امي حبيفة كل موضع بلغت ابنته ابدية مبي وفيه ملقى وقاض بينهم
الحدود وينفذ الاحكام فهو مصر جامع وفي المرحلتان ان هذا ظاهر الرواية
وهذا ايضا يقرب من تعريف صاحب التحفة وعن محمد بن حمدة الله تعالى كل
موضع مصره الامام فهو مصر حتى انه لو بعث اتي قرية نالتا لاقامة
الحدود والقصاص تصير مصر فاذا غزاه فالحق بالمقرى“ .. (رحمى كبرى :
۳۷۴)

”وكما يجوز اقامة الجمعة في المصر يجوز اقامتها خارج المصر لو ياتيه
محمو مصفى العيد لان العيد ابتدئ يكون في فناء المصر وفناء المصر الحق
بالمصر فيما كان من حوائج اهل المصر واداء الجمعة من حوائج اهل المصر
فيالحق بالمصر في اداء الجمعة هكذا ذكر المسئلة في شرح القناتى وفي
قناتى شيخ الاسلام الشافعية امي اثبت شرط القضاء نصا لقتال ويجوز اقامة
الجمعة خارج المصر اذا كان في فناء المصر وفي غوامد الصلاة لوان الامر
خرج للاستفتاء وخرج بعد ناس كثير فحضرت الجمعة فصلى بهم الجمعة
في الحجابة على قدر غلوة من المصر اجزاهم لانه فناء المصر وفناء المصر
حكم المصر“ .. (المحيط البرهاني : ۳/۴۴۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

چو ہزاروں آبادی میں نماز جماعت کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۳): کیا ہر جگہ پر مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً
6000 افراد پر مشتمل ہے اس کے علاوہ ایک ہزار پچاسی سکول بچہ پڑھتے اور کھانے پینے کی اشیاء مثلاً
دال، چاول، مٹکی، چائے بنریاں تقریباً مل جاتی ہیں جب کہ بڑے گوشت اور چھوٹے گوشت کی کوئی ایک دکان بھی

نہیں ہے، دیگر اہل حرف مثلاً ڈاکٹر، موچی، کھار، خیابا وغیرہ نہیں ہیں، انہار کاؤں طلع کی مروت سے 14 کلومیٹر دور ہے، اور وقت کے لیے سواری کا سامان تقریباً دو تین بجے دن تک ممکن ہے، اس کے بعد کی مروت شہر سے آدھ گھنٹہ سواری کے علاوہ رہا نہیں ہو سکتا ہے، یہاں جانا چڑنا ہے، اب آپ حضرات سے یہ بات دریافت کرنی ہے کہ کیا اس گاؤں میں جمعو اور عیدین کی نماز درست ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جب کہ علاقہ کے قرب و جوار میں جو دو اہم عمارتیں مثلاً دارالعلوم الاسلامیہ کی مروت اور جامعہ طیبہ درہ بیز و طلع کی مروت کے علاوہ کرام جمعو اور عیدین کی نمازوں کے عدم جواز کے قائل ہیں، کچھ عرصہ پہلے یہ صورت حال بنی کہ گاؤں کے چند علماء کرام نے جن کے رابطہ علاقہ سے بہر مطلقاً کرام سے بھی تھے اور یہ علماء کرام ہمارے گاؤں میں جمعو اور عیدین کی نمازوں کے جواز کے قائل تھے، انہوں نے علاقے سے باہر کسی اور مفتی صاحب کو گاؤں میں جا کر اپنے گاؤں کی سیر کرنا مفتی صاحب کے کہنے پر جمعو اور عیدین کی نماز میں شروع نہیں۔

جیسا کہ اوپر آپ کو بتایا کہ علاقہ کے دو اہم دینی ادارے عدم جواز کے قائل ہیں جب کہ ہر سے علاقے کے ایک اہم مفتی جو کہ تقریباً اب ان کا شہر ملک کے اہم ترین مفتیان کرام میں ہوتا ہے، سیری مراد حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جانی صاحب دامت برکاتہم سابق رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں عدم جواز کے قائل ہیں، اب ہم شخص واقع میں جتنا ہیں کہ آخر ہم کیا کریں، یا لہذا جمعو اور عیدین چھینیں یا شہر کی نماز چھینیں، کیا ہم اس تردد والی صورت میں جمعو اور عیدین چھینیں یا نہ چھینیں۔

نوٹ: چند علماء جو جواز کے قائل ہیں اور چند عدم جواز کے، لہذا یہ ایک ٹک دینی صورت پیدا ہوئی اور ٹک والے محل کے ہارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

”دع ما یوریک علی ما لا یوریک“ (الحديث)

لہذا اس ٹک دینی صورت میں وہ علماء کرام جو عدم جواز کے قائل ہیں اگر جمعو اور عیدین نہ چھینیں تو کیا شریعت کی رو سے یہ علماء کرام گناہ گار تو نہیں ہوں گے، قرآن و حدیث کے رو سے مفسل و دلیل جواب باحوالہ دے کہ اس تردد والی کیفیت سے آزاد رہ کر جواب دہین حاصل کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت طیبہ و چھل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بندہ کا ایک مفصل فتویٰ اس سلسلہ میں چھپ کر منظر عام پر آ چکا ہے، یہاں مختصراً عرض ہے کہ جس آبادی

کو تہارتی مرکزیت جرح ہے اور بازاروں پر مشتعل ہونا حاصل نہ ہو اور نہ اس میں حاکم نماز ہو تو اس میں نماز جمعہ چڑھنا جائز نہیں ہے۔ یعنی جواز کے لیے ان دو میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ آپ کی بحث میں یہ دونوں مفقود ہیں، لہذا احناف کے نزدیک اس میں نماز جمعہ چڑھنا جائز نہیں ہے، اس مسئلہ میں ظاہر اہل روایت اور غیر ظاہر اہل روایت دونوں کو ترجیح حاصل ہے، لہذا اصول احناف اور اہل امام کے مطابق فتویٰ ظاہر اہل روایت پر دینا ضروری ہے۔

”قال في البحر من كتاب الرضا ع الخوى اذا اختلفت مكان التبرجيج لظاهر الرواية وفيه من باب المصروف اذا اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع اليه“ (شرح عقود رسم المفتي للعلامة ابن عابدین الشامي: ۱۰۸)

”و عبارة القهستانی تقع في رضاءي التخصبات و تقرى الكبيرة التي فيها مروق قال ابو القاسم هذا بخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع و اداء الجمعة لان هذا سجد فيه فاذا اتصل به الحكم صار جميعا عليه و فيما ذكرنا الشارحة التي انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و عظيم“ (رد المحتار: ۱/۵۹)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں پھر اُدھ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کا نام پھراڈا ہے جس کی آبادی تقریباً چار ہزار ہے اور اس گاؤں میں عرصہ دو سال سے جمعہ وعیدین کی نمازیں ہادی کی چارٹی ہیں اس گاؤں میں جنرل شوہر عیدنگل شوہر، ہنری فرشت، موہنی، دورزی، بیکیم، مرئی فرشت، داورنگر سہولیات میسر ہیں، کیا اس گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کرنا درست ہے؟ اور اسی گاؤں کے متصل ایک اور گاؤں ہے جس کا نام وارنہ ہے ان دونوں گاؤں کے درمیان تقریباً 20 یا 25 منٹ کی پیدل مسافت ہے، کیا اس وارنہ گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کرنا درست ہے، اس وارنہ گاؤں کی آبادی بھی تقریباً چار ہزار ہے، داول الذکر گاؤں میں اگر نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے تو جن لوگوں نے اب تک نماز جمعہ ادا کی، سچان پر غم کی نماز کی قضاء لازم ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بجز راحت سوال صورت مسئلہ میں اگر ایسی ہستی میں ہزاریں ہوں اور اس کو تہ رتی حرکت و مرہیت حاصل ہو یا اس میں حاکم مجزہ ہو تو اس میں جو رکعت نماز جائز ہے اور نہ جائز نہیں ہے یہ ال فقہ کا اس میں مذکور تفصیل کے ہوتے ہوئے نماز جو درست ہے تو قضا و تکبر لازم نہیں ہے ورنہ لازم ہے۔

”ولادتها شرائط في غير المصلى منها المصرى هكذا في الكافي والمصر في ظاهرها الرواية الموضحة الذي يكون فيه مفتت وقاض يقيم الحدود ويستقل الأحكام وبلغت أهمية أبي هكذا في الظهيرية والناوئ قاضي خان وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذلك في التتار خاتمة ومعنى إقامة الحدود القدرة عليها هكذا في الغيبة “..... (الناوئ الهندية: ۱/۱۳۵)

”قوله وفي القهستاني الشيخ تاج الدين المنعم وعبارة القهستاني تقع فرضا في الخصائص والفرق الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن المولى او القاضي ببناء المسجد الجامع و اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه ولما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومبني وعطيط كما في المضمرات والظاهر انه لو يديه الكرامة لكرامة النقل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لوصوال في الفرقى لزمهم اداء الظهور وهذا الموصول به حكم “..... (الناوئ شامي: ۱/۵۹۰)

”وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة “..... (نور على هامش الفرق: ۱/۵۳۷)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تین چار ہزار آبادی والے قصبہ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۵): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع تین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے قصبہ کی

آبادی تین اور چار ہزار کے درمیان ہے، گاؤں میں ایک بڑی مسجد ہے جس میں جموں کی نماز ادا کی جاتی ہے، اس کے بعد صابری مسجد کا نمبر آتا ہے، جس میں نمازیوں کی تعداد پندرہ سے تیس ہے، بعض نمازیوں میں یہ تعداد بڑھ کر تیس تک پہنچ جاتی ہے، اس کے علاوہ گاؤں میں ڈاکخانہ بھی ہے، ہائی سکول بھی ہے، لوگوں کی سہولت کے لیے چند دکانیں بھی ہیں، مہم اپنی دوسری مسجد میں بھی نماز جو شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دہانیت فرمائیں۔

نوٹ: ضرورت کی تمام اشیاء نہیں ملتیں، اور تمام ضروریات کی دکانیں بھی نہیں ہیں، نیز آبادی بھی متصل نہیں ہے، پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے آبادی بھی دور دور ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ترجمہ: خود اور ذاتی اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ علاقہ میں آبادی متصل نہیں، بلکہ دور و دکانی فاصلہ پر مکانات ہیں، اور سچ میں کھدوں وغیرہ کا فاصلہ آٹھ سے دس میل ہے، اور اس میں ضرورت کی تمام اشیاء وغیرہ بھی میسر نہیں ہیں، اور خفیہ کے نزدیک جو صرف شہر قصبہ یا ایسے بڑے گاؤں میں ہو سکتا ہے کہ جہاں ضروریات زندگی عام ملتی ہوں، بازاروں میں گلی کوپے ہوں، اور تجارتی لحاظ سے دوسرے کثرت اور مرغیت رکھتا ہو، اور چھوٹے گاؤں میں جو بازار نہیں ہے، لہذا مذکورہ علاقہ میں جموں کی ادائیگی درست معلوم نہیں ہو رہی، البتہ بھرتیہ ہے کہ موقع دیکھا کر کسی مفتی صاحب سے فیصلہ کر لیا جائے۔

”عن امی حنیفۃ الہ بندۃ کبیرۃ فیہا شکک واسواق ولہا مساق وفیہا نوال

بقدر علی اصناف المظلوم من الظالم بحشمہ وعلیہ یوعم غیرہ برجع

الناس الیہ لیسما یقع من الحوادث وھذا هو الاصح“ ... (رد المحتار:

۱/۵۹۰، البحر الرائق: ۲/۲۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صالح آباد کالونی میں نماز جمعا ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صالح آباد کالونی موضع کلیار ڈاکخانہ نزدیک تحصیل سیالکوٹ سرگودھا کی آبادی تقریباً پچاس گھرانوں پر مشتمل ہے، جہاں پر ضروریات زندگی کی تمام اشیاء ملتی

ہیں، گوشت، کپڑا، برتن وغیرہ نہیں ملتے بخلی تک اور ڈاکٹر کی سہولت موجود ہے، پوری کالونی میں ایک ہی مسجد ہے جہاں پر پابندی سے پانچ وقت کی نمازیں اور جمعہ المبارک باجماعت پڑھا جاتا ہے اور تقریباً احوالی مسائل سے مسجد کی تمام نمازیں پابندی سے ہوتی رہی ہیں، اب مسجد کی نماز بند کر دی گئی ہے، اب مسجد کی نماز کے لیے 5 یا 8 کلومیٹر سفر کرنا پڑتا ہے، ماکٹر لوگ کہتے ہیں کہ جب جمعہ پڑھنے کی اجازت نہیں تو نماز پڑھ کر کیا کرتا ہے، مسجد خیر آباد ہو گئی ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر مخاطبہ ماحور ہوں۔

(۲) کیا اس سختی میں نماز عید ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئلہ میں بشرط صحت بیان جمعہ صرف شہر قصبہ یا ایسے بڑے گاؤں میں ہو سکتا ہے جہاں ضروریات زندگی عام ملتی ہوں، مکیاں، ہزار اور مرکزیں ہوں، اور وہ تہذیبی یا انتظامی اعتبار سے مرکزیت و مہریت رکھتا ہو یعنی ارد گرد یہاں وغیرہ کے لوگ وہاں سے اشیاء ضروریہ کی خرید و فروخت کے لیے آتے ہوں، آپ نے جو اپنی سختی کا حال لکھا ہے (کہ وہاں برتن و کپڑے وغیرہ نہیں ملتے) اس کے پیش نظر اس کو قصبہ قریہ کبرہ یا شہر کہنا مشکل ہے، لہذا یہاں جمعہ وغیرہ کی ادائیگی درست نہیں ہے، اور یہ کہنا کہ ”جب مسجد کی اجازت نہیں تو نماز پڑھ کر کیا کرتا ہے“ سخت جہالت کی بات ہے، آپ لوگوں پر عمرہ کی نماز فرض ہے، اور جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی ضروری ہے، جمعہ فرض نہ ہونے سے غیر الافریض ساقط نہ ہوگا، مگر ممکن ہو تو کسی مستحق کو موقع دیکھا کر فیصلہ کر دیا جائے۔

”عن ابی حنیفۃ انہ ببلدۃ کبیرۃ لیہاسکک واسواق ولہارسانی ولہاواول

بقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمۃ وعلیہ الوسم غیرہ یرجع

الناس الیہ لہما یقع من الحوادث وھذا هو الاصح“ .. (ردالمحتار:

۱۰/۵۹۰، البحر الرائق: ۳/۲۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جمعہ کا خطبہ ایک دن کی ہے اور نماز دس رائج ہے:

مسئلہ نمبر (۵۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب بھی بھی

ایسا کرتے ہیں کہ جو کہ خطبہ قویٰ دیتے ہیں لیکن نماز پڑھانے کے لیے کسی اور کو آگے کر دیتے ہیں کہ ایسا کرنا درست ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر وہ دوسرا آدمی خطبے میں موجود ہو تو دیکھا کر جائز ہے اور اگر وہ خطبہ ختم ہونے کے بعد آیا ہو تو اس کو جو کہ نماز پڑھانے کے لیے آگے کرنا جائز نہیں ہے اس سے جو کہ نماز ادا نہیں ہوگی، کیونکہ جو کہ نماز کے لیے خطبہ شرط ہے۔

”وان خطب وهو طعنو لم يحدث وامرر جلايا الصلوة لان كان الرجل المأمور قد شهد الخطبة او بعضها اجزاء وان لم يشهد المأمور الخطبة لاجزیه لانه يريد ان يبنى تحریمه الجمعة من شرطها وهو الخطبة فلاجزیه كما اذا لم يخطب الاول واراذا ان يصلی بالناس الجمعة“ ... (التأخر عن ابن جبرید : ۲/۵۷۰)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جواز جمع اور وجوب جو کہ شرائط:

مسئلہ نمبر (۵۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) جو کہ شرائط کیا گیا ہیں؟ اور کیا وہ شرائط نماز جو کہ ہیں یا وجوب جو کہ؟ یا دونوں کی؟
- (۲) اور اگر کسی جگہ 60 سال سے زائد عمر سے نماز مفید ہو رہی ہے حالانکہ وہیں جمع نہیں پڑھا جاتا تو وہیں نماز صید کا کیا حکم ہے؟ اس کو بند کر دیا جائے یا نہیں؟
- (۳) اسی طرح اگر ایک جگہ 30 سال سے جو شروع ہے جب کہ وہیں پر جو کہ شرائط موجود نہیں ہیں تو کیا وہیں جمع بند کر دینا چاہئے یا جاری رہے؟
- (۴) پانچ سے زائد مفتیان کرام سے پوچھا انہوں نے کہا کہ جس جگہ جمعہ عیدین شروع ہیں وہاں ان کو بند نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ فقہاء دور ہے اور زمانے کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اور احکام میں تخفیف ہو جاتی ہے، کیا یہ بات درست ہے؟ جب کہ کفایت المستفی (۱۸۰/۲) پر یہ بات موجود ہے کہ جس جگہ عید اور جمعہ شروع ہے اور بند کرنے سے نقص و خسار کا خطرہ ہو تو بند نہیں کرنا چاہئے۔

ان سوالات کے کئی بخش جوابات بالذکر کتابت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) جمہور عیدین کے جواز کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ عداقہ یا توقیر کبیرہ ہو یا ایسی ہستی ہو کہ جس میں شہرہا ہیں اور بازار میں ہوں یعنی اس کو تجارتی مرکزیت و مہرہیت حاصل ہو یا اس میں حاکم تھانہ ہو، چنانچہ قوت اور غلبہ سے ظالم سے مظلوم کو انصاف دیا سکے، اگر یہ شرائط جس میں موجود ہوں تو وہاں جمہور عیدین ہرگز نہیں کی ورنہ جائز نہیں ہے۔

(۲) نماز عید کے لیے اسی شرائط ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں اگر کسی جگہ جمعہ ہرگز نہیں تو وہاں نماز عید بھی جائز نہیں اس کو بند کر دیا جائے، اسی طرح جس جگہ جمعہ کی شرائط موجود نہ ہوں تو وہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں اس کو بند کر دیا جائے، اور بعض حضرات جو فرماتے ہیں کہ اس کو بند نہ کر دیا جائے کیونکہ فساد کا خطرہ ہے تو جواباً عرض ہے کہ اس قسم کا قوس اہانت کے ائمہ مجتہدین مابہاب تخریج ماصواب تحقیق باقوال ترجیح میں سے کسی مستند فقہ کا ہمیں معلوم نہیں مابہرہہ ہر دو نویں یا پندرہویں صدی کے مشائخ بعض مفتی کا قوس حجت نہیں ہے۔

”وروی عن ابی حنیفۃ النہ بلسۃ کبیرۃ فیہا سکک و اسواق و لہار سابق
و فیہا و ال بفسار علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمہ و علمہ او علم غیرہ
و الناس یرجعون الیہ فی طحوا واد و هو الاصح“... (مناہج الصالحین :
۱/۵۸۵)

”تجب صلاۃ العیدین علی من تجب علیہ الجمعة بشرائطہا“....
(البحر الرائق: ۱/۲۷۵)

”(قولہ شرط اذنتھا المصبر ہای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح
فی لریۃ و لا مغازۃ قول علی رضی اللہ عنہ لاجمعة و لا تشریق و لا صلاة فطر
و لا اضحی الا فی مصر جامع لاولی مدینۃ عظیمۃ رواہ ابن ابی شیبۃ و صححہ
ابن حزم“.... (طہر طریق: ۳/۲۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

پانچ سو گھرانوں والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۹): کیا فرماتے ہیں علماء مذاہب اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً پانچ سو گھرانوں پر مشتمل ہے اس میں دو جامع مسجدیں ہیں، ایک شین بازار میں اور ایک محلے کے اندر، پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے دونوں مسجدوں میں پانچوں نمازوں میں نمازیوں کی تعداد کم ہوتی ہے، البتہ جمعہ کے دن دونوں مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں، اس کے باوجود محلے والی جامع مسجد کو منقل کر کے بازار والی جامع مسجد کے بالکل قریب تعمیر کیا جا رہا ہے، نئی تعمیر ہونے والی جامع مسجد کا قاسم پہلے سے موجود بازار والی مسجد سے تقریباً 250 فٹ ہے، واضح رہے کہ دونوں مسجدیں ایک ہی مسئلہ سے تصحیح رکھنے والے حضرات کی ہیں۔

محلہ والی مسجد کو نماز جمعہ سے خالی کیا جا رہا ہے اور اس کی جگہ دوسری جامع مسجد بازار والی جامع مسجد کے قریب تعمیر کی جا رہی ہے، جس کے باعث پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے بڑی مردانے حضرات کو نماز جمعہ کے لیے مشقت کا سامنا ہے۔

(۱) اب قابل وضاحت امر یہ ہے کہ کیا اس محلے والی جامع مسجد کو بازار والی جامع مسجد کے قریب منقل کرنا جائز ہے؟

(۲) نئی تعمیر کی جانے والی مسجد میں جمعہ کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صحت مسئلہ میں مذکورہ گاؤں میں شرائط جمعہ نہ پائے جانے کی وجہ سے جمعہ اداء کرنا جائز نہیں ہے، جمعہ کو منقل کرنا تو جمعہ کا مسئلہ ہے جمعہ کے جواز کے لیے نمازی شرط شرکاء ہونا والا ہے قریب کچھ دکان ہونا جس میں بازار میں ہوں اور اس کو آس پاس کے دیہات کے لیے تجارتی مرکزیت اور مرحمت حاصل ہو یا اس میں ایسا حاکم نماز ہو جس کو براہ راست روئے کا اختیار ہو جب کہ آپ کے گاؤں میں یہ دونوں محسوس نہیں ہیں۔

”و عبارة القهستانی تقع لرحمة الله القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق

لقال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا كان الموالى او القاضى بناء المسجد الجامع

اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما

ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض وعمبر وعطيط

كعالمی المضمرات ۳۰ - (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”اما المصّر الجامع بشرط وجوب الجمعة بشرط صحة اداها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصّر ومن كان ساكناً الى توابعه وكذا الاصح اداء الجمعة الاولى المصّر وتوابعه فلا تجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصّر ولا يصح اداء الجمعة فيها“۔۔۔ (بدائع الصنائع : ۱/۵۸۳)

”وروى عن ابي حنيفة انه بلغه كبيرة فيها سكر وامساق ولها سائق وفيها اوال يقتل على الصالح المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح“۔۔۔ (بدائع الصنائع : ۱/۵۸۵)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سوال اصل میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں شرعاً جمعہ کے فرض ہونے کے بارے میں مذکور شرائط کے ساتھ جب کہ گاؤں و اسٹیشن کی آبادی تقریباً 3500 ہے اور ضرورتاً ذمہ داری کی تقریباً ترم چتریل مل سکتی ہیں، سہولیات ہیں، پولیس چکی، پانچویں ہسپتال، دو عدد سرکاری سکول، اور آٹھ عدد پانچویں سکول ایک عدد گاؤں برائے خواتین، دو پارٹر کھان، موچی و قبرستان پانچویں بزرگی اور اسکی سہولیات موجود ہیں، اور البتہ ڈاکخانہ، بینک اور کپڑے کی دوکان پہلے موجود تھیں فی الحال نہیں ہیں، اور مساجد کی تعداد سات ہے، کیا مذکورہ شرائط کے ساتھ اس آبادی کی مساجد میں جمعا کیا جائے گا یا نہیں؟

برائے سربراہی قرآن و سنت کی روشنی میں مذکورہ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں ایسے قریہ میں نماز جمعہ درست نہیں ہے کیونکہ جمعہ کے جواز کے لیے بنیادی شرط شہر کا ہونا یا ایسے قریہ کی کثیرہ کا ہونا ضروری ہے جس کو علاقہ کے لیے تہائی مرکزیت اور مہمیت حاصل ہو یا اس میں ایسا حاکم نماز ہو جو سراج احمدیہ کا نماز ہو جب کہ آپ کی ہستی میں یہ دونوں بصر نہیں۔

”وعادة القهستاني تقع امرها في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق

قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا اذن الوالى او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجتمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض وعمبر وعطيط كما في المضمرات والظاهر انه اريد به الكراة لكراة الطفل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لم يعم اداء الظهر وهذا الم يتصل به حكم "..... (فتاوى حامى: 1/59)

"وروى عن ابي حنيفة انه ينفذ كبيرة فيها سكر واسواق ولها سائق وفيها مال يفسد على اصناف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح " ... (منايع الصنائع: 1/595)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں اور تحصیل بستوں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (59): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں ایک گاؤں ہے جس کی ریت کچھ اس طرح سے ہے کہ گاؤں کے ساتھ ثقہ آباد ہیں، بستیاں ملتی ہوتی ہیں جو کہ اس گاؤں کے ساتھ ساتھ آباد ہیں کہ اگر گاؤں کی مسجد میں اذان ہو تو ان بستوں میں سنائی دے اس گاؤں کی مجموعی آبادی بشمول ان بستوں کے تقریباً 4000 سے تجاوز ہے، گاؤں کی حریم تفصیل یہ ہے کہ وہاں ایک بازار ہے جس میں ضروریات زندگی کی تقریباً تمام اشیاء مل جاتی ہیں، جیسے جنرل سٹور، میڈیکل سٹور، تمام اقسام، دھن، پانی، بار، موہنی، سہا سہل، ہوٹل، ٹیکری، جوائنٹروٹ، کریانہ سٹور، دودھ کی دکان، اور وہاں سکول یعنی گڑھ پانی سکول اور پرائمری سکول، ہیلتھ ضرورت اسپینس کی سہولت، اس کے علاوہ ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ مثلاً ٹیچر، مہتمم، ترمیم، لوہار، مارٹر، لیر، لکھی میسر ہیں، اس تمام صورت حال کے پیش نظر چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

- (۱) کیا ایسے گاؤں میں نماز جمعہ عیدین درست ہیں؟
- (۲) اسی گاؤں سے تحصیل ایک اور گاؤں، ان کے نام سے آباد ہے، جو اپنی ضروریات زندگی کی چیزوں کے لیے اول الذکر گاؤں سے ہی مشک ہے، بلور وٹوں کے درمیان کچھ زیادہ صلہ بھی نہیں، اگر ایک گاؤں سے پیدل چلیں

تو تقریباً 15 سے 20 منٹ میں دوسرے گاؤں پہنچ جائیں، عرض یہ ہے کہ کیا اس گاؤں ڈنڈہ میں جمعہ و عیدین ادا کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

نہایت : یاد رہے کہ اول الذکر گاؤں میں جمعہ و عیدین کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں، امام مسجد مختلف مسلک کا ہونے کے باعث لوگوں میں طرح طرح کے غلط عقائد و مسائل متعارف کروا رہا ہے، مثالی الذہن و پہلی لوگوں کے عقائد و نظریات کو یک لخت سنت نبوی ﷺ اور فقہ حنفی کے مسلم مسائل کے خلاف ڈھکھا جا رہا ہے، ایسے حالات میں ضرورت ہے اس امر کی کہ محام جو کہ تقریباً جمعہ و عیدین ہی میں اجتماعی طور پر من پاتے ہیں کو بھی عقائد و مسائل سے متعارف کروایا جائے یا کم از کم صحیح المسلك لوگوں کے ذہنوں کو توثیق سے چھایا جائے تو کیا اس صورت حال کے تحت اول الذکر گاؤں سے متصل گاؤں ڈنڈہ میں نماز جمعہ و عیدین شروع کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

(۳) میں نے کسی فتویٰ میں چھ عاتقا کہ اگر مسلمان حاکم کسی ہمتی میں جمعہ شروع کرنے کی اجازت دے دے تو جائز ہے، مگر ارش ہے کہ موجودہ دور میں کسی کی اجازت مسترہجی جائے گی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۲۱) بشرط صحت سوال صورت مسکوہ میں اول الذکر گاؤں میں جمعہ جائز نہیں اور نہ ہی ڈنڈہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے، کیونکہ جمعہ کے جواز کے لیے بنیادی شرط شہر کا ہونا ہے یا ایسا قریہ کبیرہ جس میں بازاریں ہوں یعنی اس کو تجارتی مرکزیت، جرحیت حاصل ہو یا وہاں پر حاکم مجاز ہو۔

باقی اگر کوئی شخص لوگوں کے درمیان غلط نظریات پھیلا رہا ہے تو اس کے مقابلے میں لوگوں کے عقائد و نظریات کی حفاظت کے لیے کوئی متبادل طریقہ اختیار کیا جائے مثلاً درس قرآن وغیرہ لیکن اس شخص کے مقابلے میں جمعہ و عیدین شروع کرنا شرائط نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔

(۳) حاکم کسی جگہ پر نماز جمعہ کی اجازت اس وقت دے سکتا ہے جب جواز جمعہ کی تمام شرائط پائی جائیں۔

”ولا تذهبوا شرائط فی غیر المصلیٰ منها المصبر حکذا فی الکافی والمصبر فی

ظاهر الروایۃ الموضیع الی فیہ ملت والاض یقہم الحدود وینفذ الاحکام

وینفذ البیہۃ امیۃ منیٰ حکذا فی الظہیریۃ والناوی قاہنی خان ولی الخلاصۃ

وعلمہ الاصحاح کذا فی التارخانیۃ ومعنی اقامۃ الحدود القدرۃ علیہا“

”قولہ ولی القہستانی الخ لائد للمعن “و عبارة القہستانی تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا اذن المولى او القاضي ببناء المسجد الجامع و اداء الجمعة لان هذا مجتہد لہ لانا اتصل به الحکم صادر مجعدا علیہ۔۔۔ (فتاوی شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

سرائے نورنگ کے ساتھ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۲):

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مساکن کے بارے میں

(۱) ہمارا گاؤں سرائے نورنگ شہر سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، کل آبادی تقریباً سو گھر ہوگی اور ضلع کی مرمت ہے، جب کہ چند گھر ضلع عیوں کی حدود میں بھی واقع ہیں، جب کہ ساتھ والا گاؤں مشرقی سمت دوڑ لائنگ کے قاصد پر ہے یہ بھی نصف ضلع کی مرمت اور نصف ضلع عیوں میں واقع ہے اس کی آبادی تقریباً دو سو گھروں پر مشتمل ہوگی، ہمارے اور پڑوسی گاؤں کے درمیان ان کی آخری حد پر دوسرا اور مسجد ہے وہاں کے ایک مدرسہ جو کہ مفتی بھی ہیں وہاں نماز جمعہ شروع کر رہے ہیں، پورا اس کے لیے مردم شماری کر رہے ہیں، جب کہ ہمارے گاؤں میں صرف لڑکوں کا سرکاری پرائمری سکول ہے، اور ساتھ والے گاؤں میں بیچوں کا ایک پرائمری سکول ہے، بکلی پانی اور ٹیلی فون اور ٹرانسمیٹر کی سہولت بھی موجود ہے، ان کے ماسوائے کوئی سرکاری ادارہ یا ٹھکانہ نہیں ہے، نہ پولیس چکی ہے نہ تھانہ ہے، نہ کچھری کا دفتر ہے کوئی بڑی دوکان بھی نہیں ہے، صرف چند ایک دوکانیں دوسرے گاؤں میں اور ایک ہمارے گاؤں میں ہے۔ جس میں بیچوں کے استعمال کی اشیاء دستیاب ہیں، اپنی اشیاء بھری، گوشت، کپڑے وغیرہ کے لیے سرائے نورنگ جاتا پڑتا ہے، گاؤں اور سرائے نورنگ کے درمیان مختلف قاصلوں پر دو گاؤں ہیں جس میں سے ایک شہر کے ساتھ ملتی ہے، جب کہ ایک اس سے آگے دوڑ لائنگ کے قاصد پر ہے، ایسی صورت میں اس گاؤں میں نماز جمعہ اور محدین ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ دلیل و حراہات سے مستفیض فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ جگہ مسجد یا مدرسہ میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے۔

”لائصح الجمعة الا فی مصر جامع نولفی مصلی المصر ولا تجوز فی القری۔۔۔ والمصر الجامع کل موضع نه امرو لافضل بفضل الاحکام وبقیم الحدود اه۔۔۔ (الہدایة: ۱/۱۰۷)

”وروی عن امی حنیفة انه بددة كبيرة فيهابكك واسواق ولهاسائق وفيهاوال بقدر على اصناف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح“۔۔۔ (منايع الصنائع: ۱/۵۸۵)

”عن امی حنیفة انه بددة كبيرة فيهابكك واسواق ولهاسائق وفيهاوال بقدر على اصناف المظلوم من الظالم بحكمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح“۔۔۔ (رد المحتار: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مختصر خطبہ پڑھنے سے نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین دینی مسئلہ کہ ایک جامع مسجد میں بعد المبارک کی نماز کے موقع پر ایک خطیب صاحب رحمۃ المبارک کا جوڑی میں خطبہ پڑھتے ہیں اس کے پہلے حصہ میں وہ الحمد للہ، الحمد للہ سے شروع کر کے آخر تک پڑھنے کے بعد کچھ قرآنی آیات پڑھتے ہیں اور پھر آخر میں ”بسمک اللہ المسالیم“ پڑھ کر قلم کرتے ہیں دوسرے حصہ میں اسی طرح شروع کر کے سورۃ الفاتحہ پڑھتے ہیں اور پھر ”ان اللہ بسمو الخ“ پڑھ کر قلم کرتے ہیں اس کے بعد نماز جمعہ ہوتی ہے، جب لوگ چلے جاتے ہیں تو ایک شخص یہ شہرہ میٹا ہے کہ چونکہ خطیب صاحب نے مسنون خطبہ نہیں پڑھا لہذا خطیب نہیں ہو اور نماز جمعہ نہیں ہوئی۔

برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ فرمائیں کہ غصہ ہوا ہے یا نہیں اور نماز جمعہ ہوئی یا نہیں؟ اور اگر دونوں چیزیں ہو گئی ہیں تو پھر ایسے شخص سے کیا سواک کریں جس نے نماز یوں کے جذبات کو بخروا کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت: مسئلہ میں خطبہ جمعہ درست ہوا ہے اور نماز جمعہ بھی درست ہوئی ہے۔

”وفی السور المختار مع العلائیة وکفت الحمیدة او تہلیلہ او تسبیحہ للخطبة المرفوعة مع التکرار وقال لا بد من ذکر طویل واللہ فلو الشہد الواجب“۔۔۔ (نور مختار علی هامش الروا: ۱/۵۹۹)

نوٹ: اس شخص نے چونکہ یہ بات نامی کی بناء پر کہی ہے اس لیے اس کو کھج دیا جائے، مابعد خطیب ص حب کو بھی چاہئے کہ تمام آداب کا خیال رکھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شعر سے چند کلومیٹر دور شوگر مل میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۳): مٹری دکر، عاقہ کم اللہ تعالیٰ فی العارین

مرض یہ ہے کہ گورہہ شعر سے تقریباً 14 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک شوگر مل ہے، شوگر مل کی آبادی تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل ہے اور شوگر مل کے اندر ایک کینٹین ہے جب کہ شوگر مل کے سامنے سڑک پر تقریباً 15 دکانیں ہیں اور شوگر مل کے اندر ایک پرائمری سکول ہے اور قحانہ یہاں سے تقریباً 2 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، شوگر مل سے تقریباً 5 کلونٹر کے فاصلے پر ایک جگہ چک 45 ہے جس کی آبادی تقریباً آٹھ ہزار ہے اور وہاں پر ایک سڑک پر تقریباً 100 دکانیں ہیں ہینک بھی ہے اور یہاں سے قحانہ تقریباً 3 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، چک 45 اور شوگر مل کے درمیان کھیت ہیں جب کہ کوئی اور گاؤں نہیں ہے، کیا اس شوگر مل میں جماد اور عیدین کی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جس پہنچی کو قحانہ مرہیت و مرکزیت حاصل نہ ہو یا اس میں حاکم مجاز نہ ہو تو اس میں نماز جمعہ نہ پڑھیں، لہذا شوگر مل میں مندرجہ بالا شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ جائز نہیں۔

”و عبارة القهستاني تقع لرحمة في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق
قال ابو القاسم هذا لا يعول اذاذن المولى او القاضي ببناء المسجد الجامع
واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه
وليس اذكروا الشارحة التي انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاضي ومبشر
وعطيف“ (رد المحتار: 1/54)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاہوں و عمارتوں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۵): کیا نماز جمعہ میں مقتضیاتِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاہوں و عمارتوں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ گاہوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

عامہ گھر (منازلہ) کی حدود سے تقریباً دو سو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ گاہوں کی آبادی تقریباً دو ہزار ہے، گاہوں میں چار پانچ دوکانیں ہیں جن پر ضرورت کی کچھ چیزیں ملتی ہیں، گاہوں میں دو پٹری فارم اور ایک پلاسٹک کے جوتوں کا کارخانہ ہے ایک آلے کی مال چار ہو گئی ہے جو مختصر کام شروع کر دی گئی، گاہوں میں بجلی، صوفی گیس اور ٹیلی فون کی سہولت موجود ہے، ہمارا ڈاک خانہ، پتھر خانہ، پانی سکول، کھانچ اور ہسپتال شہر میں ہیں۔

ہمارے گاہوں کو کئی تھانہ کنٹرول کرتا ہے جب کہ دور کے گاہوں کو محدود تھانہ کنٹرول کرتا ہے، گاہوں میں ایک پرائمری سکول، دو مسجدیں اور دو دینی مدرسے ہیں، ہمارے گاہوں کو ماہنامہ کا دیہہ کہتے ہیں، لوگ تقریباً چالیس سال سے جمعہ کی نماز شہر میں پڑھتے ہیں، بخوشی صادر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ صورت میں آپ کا گاہ شہر کی حدود سے باہر ہے اور اس کا نام بھی طبعہ مستقل موجود ہے، اور اس کی آبادی بھی معراج مع ہونے کے لیے کافی نہیں ہے اور نہ ہی یہاں تمام ضروریات زندگی ملتی ہیں لہذا یہاں نماز جماعت کرنا جائز نہیں ہے۔

"قولہ وفي القهستانى لا يدل لمن وعارة القهستانى تقع ارضا في القصبات والقري الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الراى او القاضى ببناء المسجد الجامع اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه ولما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة اثني ليس فيها الناس ومنبر ومطيب كما في المصنوعات" . . . (فتاوى شامی: ۱/۵۹۰)

"وفي المختار المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة عليه وان بلغه النداء وتقدير البعد بطلوة او ميل ليس بشيء هكذا رواه جعفر عن الامامين ورواه عن ابن الحنفية وفي المختار خاتمة لم طاهر رواية اصحابنا لا تلجب الاضحية من يسكن المصر

او ما یصل بہ فلا تجب علی اهل السواد ولو قریا و هذا اصح ما قبلہ "

... (فتاویٰ خاص: ۲/۶۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

خان خلیل منڈاری میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۶): جناب مفتی صاحب منہ مجذول سہولیات اور کوائف کی روشنی میں ہم الہین خان خلیل منڈاری یہ مسئلہ دریافت کر رہے ہیں کہ کیا ہمارے گاؤں مذکورہ بالا میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
لغات مسبذ مل ہیں۔

ہمارا گاؤں تقریباً ۵۵ نفوس جتنی چھوٹے پڑے مزدور عورت پر مشتمل ہے، یہ گاؤں سرکاری پختہ سڑک سے قریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، سرکاری پختہ سڑک سے ایک کنگی سڑک جس پر شنگل بھی ہے جو ابھی زیر تعمیر ہے ہمارے گاؤں پر آدھے کلومیٹر کے فاصلے پر سے گزرتی ہے اور ساتھ ساتھ ہمارے گاؤں اور پختہ سرکاری سڑک کے درمیان دو دیواریں (محمم اور جھیل) محکم ہیں، ہڈی کی صورت میں دیواریں میں طغیانی کی وجہ سے گاڑیاں بھی مسلسل چار یا سچے دن سرکاری پختہ سڑک تک بھی ہانکل بند ہو جاتی ہیں، کیونکہ غرور و خفت طغیانی کی صورت میں ان کو عبور نہیں کر سکتے لہذا اس سے باز ایک آنے والے جانے کے لیے تین چار ڈائن ان اور ایک گھوڑا گاڑی ہے ڈائن ان دن کے وقت، ڈاک ایک ٹرپ لگاتی ہے، جو دواؤں کا کردار ادا کرنا نہیں کرتے، کسی آدمی کا ان گاڑیوں سے دھبے جانے کی صورت میں اسے مجبوراً پینڈل یا کسی سائیکل پر جانا پڑتا ہے، مزید یہ کہ رات کو اب وقت ہانکل سواری نہیں ہوتی ہے، رستہ غیر محفوظ ہے، ماوراء کوڈل کا پڑا خطرہ ہوتا ہے، ایمر جنسی اور سخت بیماری کی صورت میں ڈائن ان پیشی پر منہ مانگے کرایہ کا مطالبہ کرتے ہیں، لہذا ان مذکورہ میں کوئی پولیس تھانہ نہیں ہے صرف خدی کے کدوے ہمارے گاؤں سے دو کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک چمکی ہے جس میں صرف تین پولیس کا فیشیل تعینات ہیں، لیکن ایمر جنسی کی صورت میں باہر سے غریب کا مطالبہ کرتے ہیں، یہ پولیس چمکی ہمارے گاؤں کے نام سے موسوم ہے، گاؤں مذکورہ میں تقریباً تین دوکانیں ہیں، جس میں روزمرہ استعمال کی ضروری اشیاء تقریباً ملتی ہیں، حلقہ بکلی کے پورے گاؤں، دھیرہ اور سائیکل خراب اور بچھری دوکانیں ہیں، تمام قصاب کھمبار منار اور بکلی کی دوکان نہیں ہے، مذکورہ گاؤں میں ایک B.H.U ہسپتال بھی ہے، جس میں تقریباً 1988 میں ایم. بی. بی. ایس ڈاکٹر کے لیے رہائش گاہ تعمیر کیا گیا ہے، لیکن حال ڈاکٹر تعینات نہیں ہے، صرف ایک ڈاکٹر موجود ہے، ہسپتال میں ایم بی بی ایس کی عدم موجودگی عدم تحفہ کی بدولت ہے اس گاؤں میں

ایک مردانہ ہائی سکول ہے، دوسرا نر پر خمری سکول ہیں، اور ایک گرلر پر خمری سکول ہے، ابھی حال میں ہائی سکول میں سائنس لمچہ کی تعمیراتی عمل میں آئی ہے اس سے پہلے اور اب بھی سائنس کے طلبہ نہیں ہیں، کیونکہ مقامی اساتذہ کی عدم دستیابی کی وجہ سے غیر مقامی اساتذہ ہر وقت تہذیبوں کے چکر میں رہتے ہیں، اس کی وجہ سرکاری ہائے سڑک سے دوری اور ہر وقت گاڑی نہ ملنے کی ہے، لہذا ان اساتذہ کو سڑک سے سائیکل یا پیدل چلنا پڑتا ہے، اس گاڑی میں تقریباً کمبلرہ مسجدیں ہیں، جس میں ایک بڑی مسجد بھی ہے، مذکورہ گاڑی میں آب فوٹی کی دو سیٹیں ہیں، اور ایک مذہبی تعمیراتی کیمپ بھی ہے، کپڑے کی ایک دوکان بھی ہے، اور ایک عدد نیپاری، جنرل سٹور جس میں صندوق وغیرہ ملتے ہیں، غلے کی کوئی مستقل منڈی نہیں ہے، اور اراک خانے کی ایک برانچ بھی ہے جو غلے میں ایک ہارا اک لاتے ہیں، بستری، لوہار، ترکھان اور موچی موجود ہیں، میڈیکل سٹور نہیں ہے، عام دوکانوں میں کھانسی وغیرہ شربت اور عام گولی دے پھرین، اور ایسا مول وغیرہ ملتے ہیں۔

گاہاں میں دو بڑیل کی دوکانیں ہیں، جو کارروموں میں چل پھرتے ہیں اور یہاں پر فروخت کرتے ہیں، اور ایک وٹلرنگ کی دوکان بھی ہے، گاہاں والوں کے دوکان ہیں اور دو بڑیلنگ ہیں، جڑی بھی ہیں، اور پانچ عدد آٹاشین بھی ہیں، گاہاں میں ایک دینی مدرسہ بھی ہے جس میں حفظ و تفسیر اور دینی ادبی کی کتب پڑھائی جاتی ہیں، گاہاں کے قریب ایک قبرستان ہے لیکن سرکاری جنازہ گاہ نہیں ہے، گاہاں میں کوئی بینک، عدالت اور ہوٹل وغیرہ نہیں ہے، جناب والا مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم المیہاں دیکھ کر ہمارے جو کے انداز کرنے یا نہ کرنے پر جناب والا کے فتوے پر متفق ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ گاڑی میں نماز جمعہ کی ادائیگی صحیح نہیں ہے، کیونکہ صحت اداء جمعہ کے لیے ضروری ہے کہ گاڑی میں بازاریں اور کھلے راستے ہوں اور اور گرد و پست کے لیے جماعتی مرکز ہو اور یا وہاں پر حاکم ہوا، جب کہ مذکورہ گاڑی میں یہ تمام شرائط مفقود ہیں۔

”و حارة القهستانی تقع روحا فی القصبات و اقربى الكبيرة التي فيها اسواق
قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذاذن الوالى او القاضي ببناء المسجد الجامع
اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما
ذكرنا انظارا الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض وعمر وعطية
كما في المصنوعات“ . . (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"لائصح الجمعة الاثني عشر جامع اولى مصلی المصرو ولا يجوز لى القرى

... والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض بنفذ الاحكام ويقوم

الحلولة" ... (هذاية: ١/١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں مخلوچہ خلیج یونیس میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۵): کیا فرماتے ہیں علامہ دین مفتیان شرح حسین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں خلیج یونیس کے پہاڑی علاقے موسوم "مخلوچہ" ہے، جس کے گھروں کی مجموعی تعداد بشمول مضائقہ کے ایک سو ہے، جس میں خواتین و حضرات کی تعداد تقریباً چوبیس سو ہے اور چھ ختلف روکا نہیں ہیں جن میں ایشیاء ضرور بات میں سے کچھ بصر ہوتی ہیں اور کچھ کے لیے شہر کا رخ کرنا پڑتا ہے، شہر تقریباً ساٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، نیز بچوں اور بچیوں کے پرانہری سکول، لوہار، کلرکار، ڈاکٹر، صال، نیز ٹیلی فون کی سہولت بھی موجود ہے، جامع مسجد ایک ہے اور مضائقہ میں دو چھوٹی مسجد ہیں، عیدین و جمعہ میں قرعہ گاؤں سے لوگ آتے ہیں اس کے باوجود مسجد میں جگہ پائی ہوتی ہے اور گاؤں میں عالم دین موجود ہے جو صحنہ و درسدلی کے رخ تحصیل ہیں۔

کچھ احباب کا کہنا ہے کہ دانی سوات نے جمعہ جاری کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اندازاً جمعہ و عیدین ایک سو تیس سال سے قائم چلے آ رہے ہیں، جب کہ موجودہ دور کے مقامی علماء کا کہنا ہے کہ قرعہ ہذا میں شرائط جمعہ و عیدین پایید ہیں، لہذا جمعہ و عیدین کا قیام درست نہیں ہے۔

☆ کیا اس کا یہ کہنا سہی ہے؟

☆ کیا مذکورہ گاؤں میں قیام جمعہ و عیدین شرعاً درست ہے؟

نیز اس بات پر سب اہل قرعہ متفق ہیں کہ اگر مفتیان کرام قرعہ ہذا میں جمعہ و عیدین کے بارے میں حکم جواز کا فتویٰ دیں تو ہم جمعہ و عیدین بند کر دیں گے، جب کہ جمعہ و عیدین کے بند کرنے میں کوئی فتدیش کا خطرہ بھی نہیں ہے۔

☆ شریعت کی روشنی میں مسئلہ ہذا کے بارے میں مکمل تحقیقی جواب مرحمت فرما کر عنائنہما مجبور ہوں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

استغفار کے نزدیک نماز جمعہ صرف شہر، قصبہ یا ایسے بڑے گاؤں میں ہو سکتا ہے جہاں ضروریات زندگی عام

ملتی ہیں، بازار ہوں، سڑکیں ہوں، اور وہ علاقہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے شہر کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو اور اس میں تجارتی مرکز اور حاکم مجاز ہو بلکہ جس گاؤں کی ایسی صورت حال نہ ہو وہاں نماز جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہے بلکہ رسول میں ذکر کردہ علاقہ کی موجودہ صورت حال کے مطابق چونکہ اس کا شمار فی الحاق چھوٹے گاؤں میں کیا جائے گا اس لیے اس میں نماز جمعہ ویدین پر اعتباراً درست نہیں ہے، اور اگر وہی حالت کا ثبوت مل بھی جائے تب بھی ان کی وقایع کے ساتھ ہی ان کا حکم بھی ختم ہو جائے گا۔

”وفی الشامیة عن ابی حنیفة رحمہ اللہ بلدة کبيرة فیہا سبکک واسواق ونہار سابق و فیہا زل یقلو علی انصاف المظنوم من الظلم بحشمتہ و علمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح“
--- (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”ومطالع فی بدائع الصنائع کتاب الصلوٰۃ شرائط الجمعة: ۲/۱۹۰“
”و عبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقرى الکبيرة التي فیہا اسواق ... انه لا يجوز فی الصغيرة التي لیس فیہا اذان ومنبر و خطیب“ ... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”القول لکن لا یفی فی یوم الاذن بعلوم السلطان الاذن بذلك الا اذا اذن به ایضا سلطان زماننا نصرہ اللہ تعالیٰ کما ینتہ فی تنقیح الحامدية“
--- (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر کے قریب پھولے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۸): کیا فرماتے ہیں علما کرام دینی و مفتیان شرع متین و مفسرین کہ ایک گاؤں جس کی آبادی ۷۵۰ افراد پر مشتمل ہے جو کہ ایک بڑے گاؤں درجہ شہر کے قریب واقع ہے جس میں جمعہ کی نماز پھر شرعاً پڑھی جاتی ہے، بڑے گاؤں کا نام بڑا ٹھکانا ہے اور چھوٹے گاؤں کا نام چھوٹا ٹھکانا ہے، ان دونوں گاؤں کے درمیان سات سو گز کا فاصلہ ہے جس میں فصل کاشت کی جاتی ہے، ان دونوں گاؤں کے قبرستان جدا جدا ہیں، جب کہ سرکاری ہسپتال اور سکول ایک ہیں، اب اس چھوٹے ٹھکانے کو کونسا مصرع قرار دے کر ایک عالم نے نماز جمعہ شروع کیا ہے اور جماعت یہ بتاتے ہیں۔

- (۱) دونوں کی ادا میں بغیر لاؤڈ انگیجمنٹ کرنی جاتی ہیں۔
 (۲) دونوں گاؤں والے یکساں شرائط پر ملتے رہے ہیں۔
 (۳) جب کہ اس عالم نے نماز جو شروع ہونے سے پہلے آٹھ یا نو سال سے گیارہ صدی کی نمازیں بھی پڑھائی ہیں۔

اب اس چھوٹے گاؤں میں نماز جو پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو نمازیں آج تک پڑھی جا چکی ہیں ان کی تقاضا لازم ہے یا نہیں؟
نوٹ: بڑے گاؤں کے سارے علماء نماز جو کے جائز ہونے کے خلاف ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

"قال في الهندية ، ولافتها شرائط في غير المصلي منها المصير كذا في الكفا في والمصير في ظاهر الرواية الموضح الذي يكون فيه مفسد وقاض يقسم الحدود وينفذ الاحكام وبلغت ابيه ابية من كذا في الظهيرية وفتاوى قاضي خان ، وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذا في الشارح غايه ، ومعي اقامة الحدود انقلبه عليها كذا في الغاية وكمات يجوز اداء الجمعة في المصير يجوز اداء ها في لسان المصير وهو الموضح المعدل لمصالح المصير متصلا بالمصير ومن كان ملبها بموضح بيده وبين المصير فرجة من المزراع والمراعي نحو القلح بيخارا لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان كان اهداء يملهم والغلو والعميل والامال ليس بشيء كذا في الخلاصة كذا في الفقيه ابو جعفر عن ابي حنيفة وابي يوسف رحمهما الله تعالى وهو احتياز شمس الاسمة الحلواني كذا في فتاوى قاضي خان " . (فتاوى الهندية: ۱/۱۴۵)

اس عبارت سے عہدیدہ میں امور مستفاد ہوئے۔

- (۱) جو کے لیے شرط اس شرط ہے جب کہ مذکورہ فی السوئل شہر میں بلکہ چھوٹا گاؤں ہے۔
 (۲) جس طرح شہر میں جو درست ہے اسی طرح اداء شہر میں بھی درست ہے مگر اداء وہ ہے جس میں شہر کے مصالح پائے جاتے ہیں جبکہ مذکورہ گاؤں میں اس مذکورہ ہوئے شہر کاؤں کے کوئی مصالح تحقق نہیں ہیں۔

(۳) جب دونوں بستیوں کے درمیان حراوغ یعنی کھیت وغیرہ جاگن ہیں تو یہ اتصال کے لیے مانع ہیں لہذا دونوں بستیوں کا حکم الگ الگ ہوگا اگرچہ زمان وغیرہ کی آواز ایک دوسری بستی میں سنائی دیتی ہوں اور فٹوں اور گزروں کا اعتبار نہیں ہے، اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے یہی تفصیل حقوق ہے، بناوہر میں اس چھوٹی بستی میں جو قائم کرنا درست نہیں ہے اور عید کے لیے بھی وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں تو وہ جب محدود درست نہیں ہے تو عید کی نماز کا حکم کرنا بھی درست نہیں ہے۔

(۲) اور جواب تک ظہر کی جگہ جمعہ کی نماز چاہی تو رک ظہر کا حکم لازم ہوا مگر عرصہ کی نماز ظہر کی قضاء لازم

←

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ارضی کے درمیان بیانی ہستی میں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۹): محرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ ہمیں ایک مسئلہ کا جواب دینا کہ بے برادر کرم قرآن و سنت کی روشنی میں جواب فرما دیجئے، تفصیل درج ذیل ہے۔

یہ کہ ہم لوگ پہلے بڑے گاؤں موضع کھارہ میں رہائش پذیر تھے، پھر گاؤں سے آ کر کھیتی باڑی لائے تھے، عرصہ 30/35 سال سے ہم نے اپنی اراضی کے قریب ہی ایک بستی بیانی ہے، جو 45 گھروں پر مشتمل ہے، ہماری بستی میں ایک جامع مسجد بھی ہے، وہاں پر نماز میں کی تعداد 55 تک ہے، نیز قرعی قبیلہ امیر سے بھی لوگ نماز پڑھنے کے لیے آ جاتے ہیں، اس طرح سے مسجد میں انجمن خاصہ نمازیوں کی ہو جاتی ہے، اور یہ کہ ہماری دارالافتاء 6 موضع کھارہ کی دارالافتاء کے ساتھ منسلک ہے، جناب عالی! ہماری بستی موضع کھارہ کی مشورۃ آبادی ہے ہر طرح سے موضع کھارہ میں شامل ہے بڑے گاؤں موضع کھارہ کا قاصد تقریباً ایک کلومیٹر ہے، اور فیروز پور اور کھارہ ایک کلومیٹر ہے۔

ہمیں قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر فرما دیجئے کہ ہماری بستی میں نماز جمعہ الحاکم رک ہو سکتی ہے یا نہیں؟
نتیجہ: بستی کی چھوٹی آبادی بھی تحریر کریں کہ چھوٹے بڑے مرد و عورت، مسلم و غیر مسلم کل کتنے افراد ہیں؟
جواب نتیجہ: کل افراد کی تعداد 350 ہے۔

جناب عالی! ہماری بستی 350 افراد پر مشتمل ہے تاہم ہم سے آدھا کلومیٹر کے فاصلہ پر 30 گھراؤ آبادی

جو تقریباً 250 افراد پر مشتمل ہیں، اس طرح سے کل آبادی 800 ہے، ہماری بستیوں میں کوئی غیر مسلم نہ ہے تمام مسلمان ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

مفت الاحناف جو کے لیے شہر کا ہونا ضروری ہے یا نہ ہونا ضروری ہے (قریب کبیرہ) جو کہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے۔

"القولہ علیہ السلام لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع رواہ ابن ابی شیبہ عن

علیؑ"

جب کہ مذکور فی اسوال گاؤں چھوٹے ہیں اس میں جو قائم کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہاں والوں کو قہر کی نماز پڑھنا فرض ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بڑے گاؤں سے 6 ایکڑ کے فاصلے پر موجود چھوٹے گاؤں میں نماز جو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۵): محترم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے اندر پانچ مسجدیں ہیں اور تمام مسجدوں میں نماز جو ادا ہوتی ہے اسی گاؤں کے چند گھروں جن کی تقریباً آبادی 250 کے قریب ہے، اور بڑے گاؤں سے تقریباً 16 ایکڑ کے فاصلہ پر ہے، اور پشوری کے کاغذات میں بھی گاؤں ایک ہی ہے، لیکن اپنی زمین میں بیٹھے ہیں، بڑے گاؤں میں ہائی سکول ہے اور ہمارے گاؤں میں پرائمری سکول ہے، ہمارے گاؤں سے دو ایکڑ دور تقریباً ایک ڈیرے کی آبادی 150 کے قریب ہے، اور دوسرے ڈیرے کی آبادی تقریباً 200 ہے، اور تین چار ڈیروں کے درمیان مسجد صرف ہمارے ڈیرے میں ہے، اور یہ تمام ڈیرے اور ہمارے گاؤں کا تعلق اسی بڑے گاؤں سے ہے، اب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ہماری مسجد میں نماز جو ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ گاؤں میں جو ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

”وَلَيْسَ مَا كَرِهْنَا إِشَارَةً إِلَى أَنَّهُ لَا تَجُوزُ فِي الصَّغِيرَةِ الْفَتَى لَيْسَ فِيهَا قَاضٍ
وَمِنْهُوَ عَطِيبٌ“۔۔۔ (فتاویٰ ضامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جاہلیس گھروں والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً چالیس
گھروں پر مشتمل ہے آپاس میں جمہور عیدین وغیرہ کی نماز پڑھنا قرآن و سنت اور فقہ حنفیہ کے مطابق کیسا ہے؟
جب کہ ہمارے گاؤں میں چھت آفس اور بجلی گھر اور بجلی کی سہولت بھی موجود ہے اور گاؤں بالکل سڑک پر واقع ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں شرائط کے متقدّم ہونے کی وجہ سے جمہور عیدین کی نماز درست نہیں ہے۔

”لَا يَصِحُّ الْجُمُعَةُ إِلَّا فِي مِصْرَ جَامِعِ أُولَى مِصْلَى الْمِصْرَ وَلَا تَجُوزُ فِي الْقَرْيِ
لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ وَلَا فِطْرَ وَلَا أَضْحَى إِلَّا فِي مِصْرَ جَامِعِ
وَالْمِصْرَ الْجَامِعِ كُلُّ مَوْضِعٍ لَهُ أَمِيرٌ وَقَاضٍ يَنْفِلُ الْأَحْكَامَ وَيَقِيمُ الْحُدُودَ
وَهَذَا عَنْ أَبِي يُوسُفَ“۔۔۔ (الہدایہ: ۱/۱۷۷)

”أَمَّا الْمِصْرَ الْجَامِعُ فَقَدْ خَلَفَ الْأَوَّلُ فِي تَحْلِيلِهِ ذِكْرَ الْكُرْعَى أَنَّ
الْمِصْرَ الْجَامِعَ مَا كَلِمَتُ فِيهِ الْحُدُودُ وَلِذَلِكَ فِيهِ الْأَحْكَامُ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ
وَوَلِيَّاتُ ذِكْرُ فِي الْأَهْلِ كُلِّ مِصْرٍ فِيهِ مَنِيرٌ وَقَاضٍ يَنْفِلُ الْأَحْكَامَ وَيَقِيمُ الْحُدُودَ
فَهُوَ مِصْرَ جَامِعٌ حُجِبَ عَنْ أَهْلِ الْجُمُعَةِ“۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

”أَمَّا شَرْطُ وَجُوبِهَا أَوْ جَوَازِهَا فَكُلُّ مَا فَوْقَ شَرْطِ وَجُوبِ الْجُمُعَةِ وَجَوَازِهَا
فَهُوَ شَرْطُ وَجُوبِ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ وَجَوَازِهَا مِنَ الْأَمَامِ وَالْمِصْرَ وَالْجَمَاعَةِ
وَالْوَقْتُ إِلَّا السَّحْبَةَ لَهَا نَهْائِسَةٌ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَلَوْ تَرَكَهَا جَازَتْ صَلَاةُ الْعِيدِ“
۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/۶۱۶)

”وَالْمِصْرُ فِي ظَاهِرِ التَّرَاوِيحِ الْمَوْضِعُ الَّذِي يَكُونُ فِيهِ مِفْتَاحُ وَقَاضٍ يَقِيمُ الْحُدُودَ
وَيَنْفِلُ الْأَحْكَامَ وَيَلْفُظُ آيَاتِهِ أَيْتُهُ مَبْنِي“۔۔۔ (فتاویٰ الہدایہ: ۱/۱۳۵)

”کجب صلوة العید علی کل من کتب علیہ صلوة الجمعة کذلک الی الہدایة
وینسقط للعید ما یشرط للجمعة الا بالخطبة کذلک الی العلامۃ“۔۔ (فتاویٰ
الہندیہ: ۱/۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں ڈیرہ اسلام دین میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۲): کیا لڑاتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں جناب مولانا مفتی صاحب
السلام عظیم کے بعد عرض ہے کہ میرا گاؤں ڈیرہ اسلام دین لاہور سے تقریباً ۲۳ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع
ہے۔ جس کے حدود اور اس طرح ہیں کہ وہ گاؤں دائیوہاں کی ایک چھوٹی آبادی ہے جو کہ گاؤں سے تقریباً
دو کلومیٹر مغرب میں ہے میرے گاؤں (ڈیرہ) کے شمال میں گاؤں ۲ کلومیٹر جنوب اور جنوب میں ۱ کلومیٹر
اور مغرب میں گاؤں ۱۵ اور چھوٹے سندھ تقریباً ۴ کلومیٹر پر واقع ہے، میرا ڈیرہ تقریباً ۵۵ یا ۶۰ گھروں پر مشتمل ہے،
اور اس میں ہر چمن کی تقریباً تین حدود کا ہیں اور گاؤں کے ارد گرد ایک ایک دو دو گھروں کے ڈیرے بھی ہیں،
تو اس مسئلے میں آپ سے عرض ہے کہ میرے ڈیرے میں جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ ارد گرد نواح مذکورہ
بالا دیہاتوں اور قبیلوں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

دائم رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں، جن میں سے ایک شرط مصریٰ قریہ کبیرہ کا ہونا
ہے اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گلیاں، بازار ہیں اور وہ چھوٹے دیہاتوں کے لیے مرکز تجارت
ہو بصورت مسئلہ میں مذکورہ مقام میں جمعہ کی مذکورہ شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے نماز جمعہ کی ادائیگی درست نہیں
ہے اور مذکورہ مقام کے رہائشی لوگوں پر فرض زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے بلکہ نماز جمعہ کے عنوان سے اس کا چھوڑنا گناہ کبیرہ
ہے اور اس کی قضاء کرنا بھی ضروری ہے۔

”فی المسحقة عن ابی حنیفة انه بلدة کبيرة لیها سکتک و اسواق و لہا سائق
و لیہا وائل یقصر علی اصناف المظوم من الطائف بحشمتہ و علمہ او ھم غیرہ
یوجع الناس الیہ لیمتیق من الحوادث“۔۔۔۔ (فتاویٰ ضامی: ۱/۵۹۰)
”فی التخصیصات والفرق الکبیرة الی لیہا اسواق۔۔۔ لا تجوز فی التخصیفة الفی

لیس لہا قاضی ومیرو خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ان یریدہ التکراۃ
للتکراۃ التخل بالجماعۃ الاخری ان فی الحواضر لو صلوا فی القری لزمہم اداء
الظہر "۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"فی الخالیۃ المقیم فی موضع من اطراف المصر ان کان یریدہ ومن ہمران
المصر فرجۃ من مزارع لاجمعة علیہ وان بلغہ الداء وتقدير البعد بطلوۃ
او میل لیس بشیء ہکذا۔۔۔ ثم ظاہر روایۃ اصحابنا لا تجب الاعلیٰ من
یسکن المصر او ما یصل بہ فلا تجب علی اهل السواد ولو قریبا و هذا اصح
مقابل فیہ "۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۶۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تخلیفی جماعت میں شرکت کی بناء پر نماز جمعہ کی صلوٰۃ:

مسئلہ نمبر (۵۵۳) کیا اگر مائے ہیں مقتدیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فتاویٰ آدی کے لیے تخلیفی جماعت میں
شریک ہو کر اس بناء پر نماز جمعہ ادا کرنا کیسا ہے؟ بقول اس کے جو کہی ادا کی گئی محض ایک فرض کی ادا کی گئی ہے جب
کہ جماعت تخلیفی کے ساتھ جانے پر جو نماز نمبر چھٹی جانی گئی اس کا ثواب انہیں کس کو دینا چاہیے؟ کیا یہ استدلال از روئے
شرح ترمذی رحمۃ اللہ علیہ درست ہے کیا اس سے کوئی جواز قیاد ہو جاتا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جب بالغ آدمی مذکور ہو اور نہ چار ہوشیہ کے اندر ہوتے ہوئے جو کہ نماز چھوڑنا چاہتا نہیں ہے، اور جو کہی
ادا کی گئی کے وقت میں تخلیفی کا کام کرے اور جو کہی نماز کا چھوڑنا یہ بھی چاہتا نہیں ہے، اس لیے کہ نفس تخلیفی کا کام فرض کفایہ
ہے، اور موجودہ مروجہ طریقہ سے تخلیفی کا کام صرف ایک اچھا ایسا ہے نہ فرض ہے نہ واجب ہے، اور جو کہی نماز فرض
نہیں ہے۔

"فی باب الجمعة، وہی فرض عن یکتفر جامعہا"۔۔۔ (ترمذی: ۱/۱۰۹)

"ومن صلی الظہر فی منزلة يوم الجمعة قبل صلوٰۃ الامام ولا یحذرہ کفرہ لہ
ذلک وجازت صلوٰۃ "۔۔۔ (وحدانہ: ۱/۱۰۹)

"وحرم لمن لا یحذرہ صلوٰۃ الظہر قبلہا اما بعدہا فلا یکرہ غایۃ (فی یومہا

بمصر) لکونہ سبا للوقت الجمعة وهو حرام"۔ (ترمذی مختار علی هامش

الشمسی: ۱/۶۰۳)

"ومنشاء الخلاف في ذلك ان العلماء اتفقوا على ان الامر بالمعروف

والنهي عن المنكر من الروض الكفايات ولم يخالف في ذلك

الانور"۔ (روح المعاني: ۳/۴۱)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

موضع پراڈیل تحصیل کی شہ نادر جھکاظم:

مسئلہ نمبر (۵۵۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع پراڈیل تحصیل کی شہ جھکا نادر فرض ہے یا نہیں؟

(۱) اس موضع کی کل آبادی 2210 افراد ہیں (۲) اس دکان میں ہیں، کپڑا اور ضرورت کی جملہ اشیاء کی فروخت بذریعہ پرچوں ہوتی ہے (۳) ترکمان، لوہار، موچی، سدڑی، نگہار موجود ہیں اور اپنے پیشے کی روزی کما سکتے ہیں (۴) کوہہ ڈاشم ٹیل سکول بھی ہے (۵) ایک مسجد کتب پرائیمری سکول ہے (۶) ایک گز پرائیمری سکول ہے مگر مال چاٹوئیں ہے (۷) آج کل ہسپتال کی تعمیر شروع ہے جس میں ایک M.B.B.S ڈاکٹر کام کرے گا یا پراڈیل کپڑا ڈاکٹر کام کرے گا (۸) کوہہ میں یونین کونسل ہے مگر یونین مگر موضع شہاب ٹیل میں تعمیر شدہ ہے (۹) کوہہ ڈاکے اور گردلواریں دیہات ہیں، بعض ضروریات دوسرہ کی سہولت کے لیے یہاں آکر خرید و فروخت کر لیتے ہیں (۱۰) سونٹنی خٹا خانہ کا بابو کی سال سے کام کرتا ہے، مگر سرکاری ہسپتال تعمیر شدہ نہیں ہے (۱۱) پینے کے پانی کا تنوب دلی ہٹا ہوا ہے مگر ابھی تک چاٹوئیں ہے، کوہہ ڈاشم پائپ لائن کھل ہے، اور کوہہ ڈاکے تین واغہ جات کو بھی پائپ لائن چلی گئی ہے (۱۲) کوہہ ڈاشم چھ مساجد ہیں (۱۳) کوہہ ڈاشم سات گلی کوپے ہیں (۱۴) کوہہ ڈاشم سات محلے ہیں (۱۵) کوہہ ڈاشم سب مسلمان ہیں سنی ہیں خلیفہ مسلک والے ہیں (۱۶) ۶۰ سال کے لگ بھگ صرف ایک مسجد میں نماز جمعہ چھی جاتی ہے مگر برٹش دور حکومت میں احتیاجی نماز پڑھی جاتی تھی، مگر پاکستان بننے کے بعد فرض جمعہ نہ صا جاتا ہے، واضح رہے کہ صرف اس مسجد کے محلہ والے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، پانچ مساجد کے ائمہ اختلاف کرتے تھے اور جمعہ پڑھنا فرض نہیں سمجھتے البتہ چند ایک افراد دوسرے محلوں سے بھی نماز جمعہ پڑھنے جاتے ہیں (۱۷) مولانا حبیب اللہ صاحب ناظم مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ کی مولانا قاضی مہدی اکرم کلاچی، مولانا محمد خان

دوسرے اور تیسرے مولانا مفتی محمود کا مجموعیت نے جہلوں کی صورت میں دیر ہذا میں آ کر دیر ہذا کو دیکھا، مگر عوام نے ہر ایک سے دیکھا تو قاضی احمد کی نماز کے بارے میں پوچھا ہے، ان حضرات نے دیر ہذا میں جمعہ کی نماز نہ چھوٹ کر فرمایا ہے مگر زمانہ، عوام دیر ہذا نے ان حضرات سے کوئی فتویٰ حاصل نہیں کیا ہے (۱۸) امام دیہاتی لوگوں سے جب پوچھا جائے کہ موضع پہاڑ خیل کیسی آبادی تو سب لوگ ہوں کہتے ہیں کہ یہ زخیل قریہ کبیر ہے۔ یعنی عرف میں لوگ اس آبادی کو بڑا قصبہ بتاتے ہیں۔

نوٹ: (۱) تین دکانات تحصیل ہیں اور سات دکانات قاضی کے ہیں۔ یعنی کہ بازار موجود نہیں ہے، حالانکہ دکانات بازار جیسے بڑی نہیں ہیں۔

نوٹ: (۲) مندرجہ بالا مقام سے جب جمعہ کا مسئلہ پوچھا تو اس کو اب تقریباً دس بارہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

غریب مفتی میں وجوب صلوٰۃ جمعہ کے لیے مصر (شہر) شرط ہے، قرام فقہاء احناف، رحمہم اللہ تعالیٰ نے متون، شراح، فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے، البتہ مصر کی تعریف میں فقہاء کرام کا اشتکاف نقل کیا جاتا ہے، بدائع الصنائع ص ۲۶۹، ۲۷۰ میں ملک اسلامانے کی اقوال نقل کیے ہیں۔

پہلی تعریف:

”ذكر الكرخي ان المصير الجامع ما قبلت فيه الحدود ونفذت فيه الاحكام“

اسی تعریف کو صاحب ہدایہ ص ۲۶۸ جلد اول میں ہذا تنویر القاطع نقل کر کے فرمایا ہے ”وہو اخصاص کرخ عی وھو الظاهر من المذهب“ اس کے بعد ملک العلماء نے مصر کے متعلق فقہاء کے چند اقوال نقل فرماتے ہوئے اقوال ذکر کیے ہیں، ایک قول ابی عبد اللہ مفتی کا نقل کیا ہے کہ

”احسن ما قبلت فيه انما كانوا ابحال لورا جمعوا في اكبر مساجدهم لهذا

مصر لقدام فيه الجمعة“

دوسرے اقوال آخر میں نقل کیا ہے کہ

”وروي عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها مسجد واسواق ولها زياتيق وفيها

وال يقدر على انصاف المظلم من الظالم بحسنه وعلمه وعلم غيره والناس

يرجعون اليه في الحوادث وهو الامام المصطفى“

فتاویٰ شرعی، ۲۸، ۲۹ جلد اول میں فرماتے ہیں۔

قوله وظاهر المذهب قال في شرح المنية والحد الصحيح ما استأذنه صاحب الهداية انه الذي له امر وقاض بطلان الاحكام وبقيم الحدود (الى ان قال) لان الممرات القدرية على اقامتها على ما شرح في المحفة عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سبك واسواق ونهار سابق والمهرون الخ "

سے دو قول مختار کیے ہیں ایک کثر الدقائق کی تعریف مسر جس کو صاحب دہلی نے مختار کہا ہے اور خط ہر الروایۃ اور غابرہ مذہب ہے اور دیکھی معمول الی یوسف ہے جیسے کہ خطابی ۶۸۸ کے قول ”وبہ احناف یوسف“ سے معلوم ہوتا ہے، اور دوسرا قول منسوب الی الامام اعظم ہے۔

”انہ بالمدۃ کثیرۃ فیہا مسکک ومسوق ولہذا قال الخ

اور اکبر مساجد کا قول تو امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے جیسے کہ بکر المراقی کے قول من الی یوسف سے واضح ہے اور کثر نقیہ کا فتویٰ اسی روایت پر بکر المراقی نے نقل کیا ہے، اور خطابی نے اس اکبر مساجد کی تعریف کو غیر مستحکم کیا ہے بلکہ اسی ظاہر الروایۃ کے متعلق لکھا ہے ”وعلیہ اکثر الفقہاء“ تو رسم الحنفی کے قوانین کے لحاظ سے ظاہر الروایۃ پر عمل کیا جائے گا جیسے کہ بحرہ المراقی ۳۱۶ جلد اول اور متحدہ الدقائق میں لکھا ہے۔

”فالمراجع من حجة المذهب و حيث اختلف الترجیح کما روایت فلا یمنع

الترجیح فالمرجع من جهة المذهب مافی المتن لانه ظاہر الروایۃ کما صرح

لخاصی عیان فی شرحہ و قال فی المنحة ما هذا ظاہر الروایۃ لیس مذهبنا

لاصحابنا ولی الشافعی صرح فی کتاب الرضا ع عن البحر حيث قال الفتوی

اذا اختلفت کما ان الترجیح بظاہر الروایۃ ولیہ من باب المصروف اذا اختلف

التصحيح و جب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا“

توصاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی دلیل پرہ قول مختار میں سے کوئی تعریف بھی صادق نہیں آتی اور اکبر مساجد کی روایت تو رسم الحنفی کے مطابق مرجع ہے اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، الحاصل امام اعظم کا ظاہر مذہب یہی ہے کہ ایسا مقام جس میں اسواق اور سنگ وغیرہ ہوں اور یہاں وہی ہو جو احکام شریعت نافذ کر سکے، وہی واجب جسد کے لیے شرط ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ایک سو اسی گمراہوں پر مشتمل گاہوں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ مذکورہ میں کہ مسئلہ نماز جمعہ کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ہے۔

مسئلہ: ہمارے گاہوں میں زندگی کی اہم ضروریات تقریباً پوری ہوتی ہیں، گاہوں میں تقریباً ۸۰۰ گاہیں ہیں جن میں آج، گندم، گھی، بھجئی، چاؤں، پنیر، میوہ، چائے، اس کے علاوہ جوتے، زناںہ و مرادنا، بیل، پیٹرول وغیرہ آسانی سے مل

جاتی ہیں اور آٹھ یا اس بھی ہیں، ایک ڈاکٹر بھی ہے (پرائیویٹ) اور دینی مدرسے بھی ہیں جن میں حفظ و علم کے علاوہ درس نظامی کی کتابیں بھی پڑھائی جاتی ہیں، دو سکول پرائمری اور نعل اور ایک F.C. قلم بھی ہے، اس کے علاوہ ذاتی و مردانہ کپڑے بھی مل جاتا ہے، الیکٹریک کا مکمل سامان مع ٹیلیفون بھی موجود ہے، گاؤں میں تقریباً ۸۰ گھرانے اور ۱۰۰ گھرانے ہیں، مرد و تقریباً ۱۰۰ ہے، گاؤں میں ۹ مساجد ہیں، گاؤں میں گھروں کی تعداد ۱۸۰ ہے، گاؤں میں ہسپتال، تھانہ اور ڈاک خانہ بھی ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس گاؤں میں نماز جو ہو سکتی ہے یا نہیں؟ خدا تو جواد۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت سکول میں یہاں جمہور کی نماز شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ جمہور کی نماز کے لیے مصر صراحہ یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور ان سے مراد یہ ہے کہ جس میں کئی ہزار میں ہوں اور عرفہ ہزار دو ہوتا ہے کہ جس میں ہار کیٹ کی صورت میں مسلسل دو گائیں ہوں، اور ان کو اس پاس کے دیہاتوں کے لیے تہادتی مرہیت و مرکزیت حاصل ہو اور مندرجہ کی طرح مشتعل آنے والے تاجر ہوں، یا اس میں حاکم مجاز ہو چنانچہ مذکورہ جہتی میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط بھی نہیں پائی جاتی، لہذا اس میں نماز جمہور جائز نہیں ہے اور عہدہ کی نماز ادا کرنا ضروری

—

”وفی القہستانی افن الحاکم ببناء الجامع فی القریۃ اذن بالجمعة
اتفاقا علی ما قالہ السرخسی (رحمہ اللہ) فی القہستانی) فاید للمتن وعبارة
القہستانی تتبع طرحا فی القصبات والقریۃ الکبیرۃ التي فیہا سواق قال
ابو القاسم هذا بلا خلاف اذ اذن الوالی او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء
الجمعة لان هذا من جملة ما فیہ اذا اتصل به الحکم صار مجمعا علیہ
ولیس اذکرنا الشارحة الی انه لا تجوز فی الصغیرۃ التي لیس فیہا سواق ومنیر
وعطیب کما فی المضممرات والظاهر انه اریدہ الذکر اذ لکر اذ النفل
بالجماعة الاثری ان فی الجواهر لو صلوا فی القریۃ لزمهم اداء الظہر“
... (ترویج الرشد: ۱/۵۹۰)

”قوله شرط اذائها المصردی شرط صحتها ان تؤدی الی مصر حتی لا تصح فی
قریة ولا مسفارة القول علی لاجمعة ولا تشریق ولا اسلوٰۃ فطر ولا احی الا فی
مصر جامع وفی مدینة عظیمہ“... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”اما المصير الجامع لشرط وجوب الجمعة وشرط صحۃ اذانها عند اصحابنا حتى لا تلحق الجمعة الاعلى اهل المصير ومن كان ساکنا فی توابعه وكذلك یصح اداء الجمعة الاالی مصر وتوابعه فلا تلحق علی اهل القرى التي ليست من توابع المصير ولا یصح اداء الجمعة فيها“ (فتاویٰ الصنائع: ۱/۵۸۳)

”عن ابی حنیفۃ انه بلدة کبیرة لیها سکک واسواق ولها رسالیک و فیها اول بقدر علی اصناف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ یوحدہ غیرہ یرجع الناس الیه لیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح“ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جن کو جمعہ کی نماز نہ ملی ہو وہ کلمہ آخر نماز پڑھیں گے یا جماعت کے ساتھ؟

- مسئلہ نمبر (۵۵۶): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن لوگوں کو جمعہ کی نماز نہیں ملی تو کیا وہ جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں گے یا علیحدہ علیحدہ؟
(۲) کیا اپنے شخص پر جمعہ کی نماز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

- (۱) صورت مذکورہ میں شہر میں کلمہ کی نماز اگ لگ چکی ہے۔
”والساعات ان اذا حضر وایوم الجمعة فی مصر یصلون لراعی و كذلك اهل المصير اذا لکنهم الجمعة واهل السجن والمرض ویکره لهم الجماعة کذا فی فتاویٰ قاضی خان“ (فتاویٰ الہدیۃ، ۵/۱۳۵)
(۲) صورت مذکورہ میں اگرچہ آخر نماز پڑھی ہے۔

”قولہ سلامة العینین فلا تلحق علی الاعلیٰ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خلافا لہما اذا وجد قاتلا یوصلہ قولہ فلا تلحق علی الاعلیٰ عند ابی حنیفۃ لا لفرق بین ان یجحد قاتلا ولا مسواہ کما ان القاتل مضر ہا اویاجر الخ“ (حاشیۃ النظم فتاویٰ علی المرافی: ۵۰۵)

”قولہ وقدرتہ علی المشی) فلا یجب علی المقلدان وجد حاملاً اتفاقاً حلیۃ
لانہ غیر قادر علی السعی اصلاً فلا یجری فیہ الخلاف فی الاعنی کما فیہ علیہ
الفتاویٰ شامی: ۱/۲۰۲

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

آخر کی بلذک میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۵): بخیرت اقدس حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کے بعد اواب سے گزارش ہے کہ وہ مسئلوں کی وضاحت چاہئے میرانی فرما کر رضائی فرمائیں۔

مسئلہ نمبر (۱) آخر کی بلذک میں ہم نے ایک کمرہ صرف نماز ظہر یا عشاء کے لیے متعین کیا ہے جب
کہ وقف نہیں مسجد کے لیے، یہاں ظہر کی نماز یا عشاء پابندی سے ادا کی جاتی ہے نمازیوں کی تعداد میں سے بچاں
تک ہے تو کیا ہم لوگوں کی آسانی کے لیے یہاں جمعہ کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۲) ایسی جگہ صرف ظہر کی نماز یا عشاء ادا ہوتی ہے تو کیا وہ جاتیں کراہت میں مکی عشاء
1:15:1 اور دوسری عشاء 1:45:1 پر ایسی جگہ جائز ہیں، تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ عشاء کے ساتھ نماز پڑھ سکیں،
کیا یہاں کراہت جائز ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

(۱) جمعہ کے لیے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ مسجد کے علاوہ دوسری جگہ بھی نماز جمعہ درست ہے، مابتصر
اور اذن عام ہونا شرط ہے کہ نماز کے وقت عام مسئلوں کو نماز جمعہ کے لیے آنے کی اجازت ہوتی ہے چاہے، کہ اگر کوئی
آنا چاہے تو آنے والا اگر اس جگہ اذن عام نہ ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔

(۲) مسجد کے علاوہ دوسری جگہ پر ایک سے زائد جاتیں کراہت میں مکی مسجد میں اہل محلہ کے لیے
مکروہ ہے۔

”شرط اذانہا المصر ای شرط صحبہا ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح فی قرۃ
ولا مضارۃ لقول علی وحسبہ لا جمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر
ولا اضحی الا فی مصر جامع اوفی مدینۃ عظیمۃ“ .. (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”والشرط السادس الاذن العام وهو ان يفتح ابواب الجامع ويؤذن للناس كافة حتى ان جماعة تواجتمعوا في الجامع واغلقوا ابواب المسجد على انفسهم وجمعوا لم يجزهم وكذلك السلطان اذا اراد ان يجمع بحشمه في داره فان فتح باب الدار ويؤذن للناس اذنا عاما جازت صلواته شهداء العامة او لم يشهدوها وان لم يفتح باب الدار واغلق الابواب واجلس الوابيين عليها لم يدعوا عن الدخول لم يجزهم الجمعة“..... (المحيط البرهاني : ۲/۳۶۳)

”جاء انس بن مالك الى مسجد قد صلى فيه فاذا ان وقام وصلى بجماعة واستدل به من اختار الجماعة الثانية ووسع فيها احمد رحمه الله تعالى وذهب الشافعي رحمه الله تعالى ومالك رحمه الله تعالى الى التضييق كما صرح به الترمذي وعن انس بن يوسف رحمه الله تعالى في الكبيرى انها تجوز بدون الاذن والاقامة اذا لم تكن في موضع الامام ولعل ترك الاذن والاقامة مع ترك موضع الامام لتغيرها عن هيئة الجماعة الاولى وفي ظاهرها رواية انها مكروهة ثم ان رواية انس بن يوسف رحمه الله تعالى محلها ليعمن فانهم الجماعة لانهم فعلوا ذلك او تعوذوا اما ان انس رضي الله عنه فلا دليل فيه لمعنى مصنف ابن ابي شيبة انه جمع بهم وقام وسقطهم ولم ينقدم عليهم فدل انه قصد تعبير الشاكلة كما فعله ابو يوسف رحمه الله تعالى غير ان ابو يوسف رحمه الله تعالى غيرها بترك الاذنين وموضع الامام والشافعي رحمه الله تعالى عنه بترك التقدم عليهم على انه لم يجمع في مسجد محلته وانما جاء الى مسجد بني زريق وجمع بهم فيه ومسئلة الجماعة الثانية ليعما اذا جمع لعل تلك المحلة في مسجدهم ثانية“..... (الفيض الباري :

۲/۱۹۳، ۱۹۲)

والله اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

جس پرچس آخر ادوالى حقى مى نما جو چا نرخصى ہے :

مسئلہ نمبر (۵۵۸) : کیا فرماتے ہیں مفتیانِ احکام اس مسئلہ کے ، جس میں کراب سے چند سال پہلے جاری یہ بادی

تین چھوٹی چھوٹی بستیوں پر مشتمل تھی اب چونکہ اضافی آبادی کی وجہ سے تینوں بستیوں کی آبادی ایک دوسرے میں مل گئی ہے چند سال پہلے تینوں بستیوں میں تین سہریں تھیں اب حالیہ آبادی اور اضافی تعداد کی وجہ سے تینوں سہریں تعمیر ہو گئی ہیں، مذکورہ سہریں تقریباً پانچ سے لے کر چھ دو تک مشددیوں پر مشتمل ہیں، بستیوں کی آبادی تقریباً ۱۵۰ افراد جن میں بالغ اور نابالغ سب شامل ہیں، حالیہ آبادی میں تقریباً بارہ دوکانیں پرچوں کی ہیں جن پر چائے، چینی، نمک وغیرہ مل جاتے ہیں، بہتی دنگر کھان، تیل، ڈیزل، پیٹرول، مکمل، چکر ادویات، بھریں، مرغی کا گوشت، شیر، سڑ، آٹے کی چکیاں، ماہی، ٹوڑ، جھرتوں کی چڑیاں، سائیکل، پنجر، مرمت کی دوکان موجود ہیں، فرنچیز کا سامان، دودھ، پانی، مری، سکول، یو این این، گرلز ملور، پرائیویٹ ہائی سکول بھی دستیاب ہے، اب عرض یہ ہے کہ اس گاؤں میں جس کے بھی کوئی ذکر ہوئے ہیں اس گاؤں میں گزار بھراوا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

مذکورہ بستی میں گزار بھراوا کرتا جا سکتا ہے۔

”ولا تاتھما شرائط فی غیر المصلی منها المصر حکذا فی الذکائی والمصر فی ظاہر الروایۃ الموضوع الذی یکون فیہ مفتت وفاض یتیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت اہنیۃ منی حکذا فی الظہیریۃ“۔۔۔ (التاویں الہندیۃ: ۱/۱۳۵)

”قولہ شرط اذاتھا المصر ای شرط صحتھا ان تودی فی مصر حتی لا تصح فی الشریۃ ولا مضارۃ لقول علی رضی اللہ عنہ لاجمعۃ ولا شریک ولا سلوۃ فطر ولا تصحی الا فی مصر جامع زولی منبجۃ عظیمۃ رواہ ابن ابی شیبۃ وصححہ ابن حزم“۔۔۔ (البحر الرائق: ۳/۲۳۵)

”القولہ وظاہر الملعب) الخ قال فی شرح التنبیۃ والحد الصبیح ما احتجوا به صاحب الہدایۃ انہ الذی لہ امر وفاض ینفذ الاحکام یتیم الحدود وتزیر صدر الشریعۃ لہ عند الحدوۃ عن صاحب التوقایۃ حیث اختار الحد المقدم بظہور التزیر فی الاحکام مزیر بان المراد القدرۃ علی اقامتھا علی ما صرح بہ فی النسخۃ عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ لہا مسکنک وامواق ولہا سابق ولہا اول یتقار علی اصناف المظنوم من الطائم بحشمۃ وعلمہ او عن غیرہ

مرجع الناس ليعلم من الحوادث وهذا هو الاصح " . (رد المحتار :

۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تقریر کے بعد خطیب منبر پر بیٹھا رہے یا پیچھے اتر جائے؟

مسئلہ نمبر (۵۵۹): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان دین ائمہ میں مسئلہ ہذا کے کہ بروز جمعہ المبارک خطیب جمہور کی پہلی سنتیں ادا کر کے منبر پر تشریف لا کر خطبہ جمعہ (یعنی تقریر) دیتا ہے پھر اس کے بعد یعنی اذان سے قبل اکثر مساجد میں سنتوں کی ادائیگی کا وقت کیا جاتا ہے، براہ کرم شرعی طور پر وضاحت فرمائیں کہ اس وقت کے دوران خطیب کو منبر پر موجود رہنا چاہئے یا پیچھے چلے پڑا جانا چاہئے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

ہر طرح جائز ہے چاہے اوپر بیٹھے یا پیچھے، البتہ اگر خطیب صاحب کے منہ کے سامنے لوگ سنتیں ادا کر رہے ہوں تو پھر خطیب صاحب کو پیچھے بیٹھ جانا چاہئے تاکہ عبادت گزارے کا سبب لازم نہ آئے۔

"وَصَلَاةُ الْإِمَامِ وَجْهَ إِيَّانٍ كَمَا رَأَى اسْتِقْبَالَ لَوْ مِنْ الْمُصَلِّي
فَالْإِكْرَاهُ عَلَيْهِ وَالْإِفْعَالُ الْمُسْتَقْبَلُ وَلَوْ بَعِيدًا وَلَا حَائِلَ (قَوْلُهُ وَلَوْ بَعِيدًا
وَلَا حَائِلَ) قَالَ فِي شَرْحِ الْمَنِيَّةِ وَلَوْ كَانَ بَيْنَهُمَا ثَلَاثُ ظَهْرِهِ الْإِمَامِ وَجْهَ الْمُصَلِّي
لَا يَكْرَهُ لِاتِّفَاقِ سَبَبِ الْكِرَاهَةِ وَهُوَ التَّشَبُّهُ بِمَعَادَةِ الصُّورِ أَوْ ظَاهِرِهِ عَدَمِ
الْكِرَاهَةِ وَلَوْ كَانَتْ تَلْفَحُ الْمَوَاجِهُةُ فِي حَالَةِ الْقِيَامِ كَمَا فِي الْمَنِيَّةِ وَالْحَلِيَّةِ
وَالْمَنْظُورَةِ فِي الْحَلِيَّةِ بَانَ الْقَاعِدُ يَكُونُ مَتَرُهُ لِلْمُصَلِّي بِحَيْثُ لَا يَكْرَهُ الْعُرُورُ
وَرَأَاهُ لَكُنَّا هُنَا يَكُونُ حَتَّى لَا تَلْفَحَ لَكِنْ فِي الْمَذْخَبَةِ نَقَلَ قَوْلَ مُحَمَّدٍ فِي الْأَصْلِ
وَأَنْ شَاءَ الْإِمَامُ اسْتَقْبَلَ النَّاسَ بِوَجْهِهِ إِذَا كَانَ يَكُونُ بِحَذَانِهِ رَجُلٌ يُصَلِّي ثُمَّ قَالَ
وَلَمْ يَفْصِلْ أَيْ مُحَمَّدٌ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ الْمُصَلِّي فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ أَوِ الْآخِرِ
وَهَذَا هُوَ ظَاهِرُ الْمَذْهَبِ لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ وَجْهَهُ مُقَابِلَ وَجْهِ الْإِمَامِ فِي حَالَةِ الْقِيَامِ
يَكْرَهُ وَلَوْ بَيْنَهُمَا عَرُوفٌ أَوْ ... (مَرْمَعُ الرَّدِّ: ۱/۳۷۶)

"(قَوْلُهُ وَالصَّلَاةُ الْإِمَامِ وَجْهَ إِيَّانٍ كَمَا رَأَى اسْتِقْبَالَ لَوْ مِنْ الْمُصَلِّي) بِحَدَّثِ أَيْ لَا يَكْرَهُ - وَلَيْدًا بِالظَّهْرِ لِأَنَّ

الصلاة التي وجه احد مكروهة كصلى الجامع الصغير قال في العينة والاستقبال الى المصلي مكروه سواء كان المصلي في الصف الاول او في الصف الاخير ولهذا قال في الدخيرة بكرة للامام ان يسبق المصلي وان كان بينهما صفوف وهذا هو ظاهر المذهب ".... (البحر الرائق: ٢/٥٥)

"ويكره ان يصلي الى وجه الانسان وهو محمل ما روى البيهقي عن علي بن ابي بصير ان رجلا يصلي الى رجل فامر ان يعبد الصلاة ويكرن الامر بالاعتناء لازالة الكراهة لانه الحكم في كل صلاة ادب مع الكراهة وليس لمفسد ولو كان بينهما ثالث ظهره الى وجه المصلي لا يكره لانتفاء سبب الكراهة وهو التشبه بعبادة الصور".... (حلی کبیری: ٣/١١)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے تین میل دور گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۸): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دینِ حقین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ شہر سے تقریباً ۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے لیکن درمیان میں کم و بیش فاصلے کے ساتھ چھوٹی چھوٹی آبادیاں ہیں جن کی وجہ سے اس گاؤں کا اتصال شہر کے ساتھ ہو رہا ہے اور اس مذکورہ گاؤں میں دیگر مساجد (یعنی غیر مقدسین و بریلوی) کے لوگ عرصہ دراز سے نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں، جب کہ اس گاؤں کی صورت حال یہ ہے کہ متصل ہزار موجود ہیں اور اس کی آبادی 1500 گھروں کے لگ بھگ ہے، اور سب ضرورت اشیاء و خورد و نوش بھی دستیاب ہیں اور سکول بھی موجود ہے، آپ اس مذکورہ گاؤں میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس مذکورہ گاؤں کے قریب واقع چھوٹی جو کہ ۳ گھروں پر مشتمل ہے اور اس کا نام اس گاؤں سے ۱۶۴ میٹر ہے اور حریف یہ کہ اس چھوٹی میں پہلے جمعہ شروع ہوا لیکن نام کے وہاں سے پہلے جانے کی وجہ سے جمعہ رک گیا اور اب دوبارہ شروع ہو چکا ہے اور مسلسل ایک سال سے ادا کیا جا رہا ہے، اس مذکورہ چھوٹی والوں کا جمعہ ادا کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط مصریٰ قریہ کبیرہ کا ہونا

ہے اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گلیاں بازاریں ہوں اور پھوٹے دیہات کے لیے مرکز تہہ رت ہو صورت مسئلہ میں مذکورہ دونوں مقامات کے رہائشی لوگوں پر نماز عہد کی ادائیگی فرض ہے اور نماز جو کہ عہد کے خلاف ہے نماز ظہر کا پھوڑنا گناہ کبیرہ ہے اور جو ظہر کی نمازیں اس بنیاد پر نہیں پڑھ چکے ہیں اس کی قضاء ضروری ہے۔

”فی الحقیقة عن ابی حنیفة انه بلدة کبيرة لیها سبکک و اسواق و لها راساتین و فیها اول بقدر علی الانصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم

غیرہ یرجع الناس الیه لیما يقع من الحوادث“۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”فی النقصات والقری الکبیرة الی فیہا اسواق۔۔۔ لا تجوز فی الصغیرة الی

لیس فیہا قاضی ومبصر وحطیب کمالی المضمرات والظاهر انه ازینہ

الکرامۃ لکرامۃ النفل بالجماعة الاثری ان فی الجواز اخر نو صلو الی القری

لزمہم اداء الظہر“۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”وفی الخاتمة المقیم فی موضع من اطراف المصر ان کان بینہ و بین عمران

المصر فرجة من مزارع لاجمعة علیہ وان یغنی النداء والتدیر البعد بقلوة

او میل لیس بشیء، هكذا رواہ ابو جعفر عن الامامین وهو اختیار الحدیثی و فی

التنار خاتمة ثم ظاهراً و ایه اصحابنا لا یجب الاھلی من یسکن المصر

او ما یصل بہ فلا یجب علیھل السواد و لو قریبا و هذا اصح ما قبل فیہ او“

۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۶۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شہر سے ۱۳ کلومیٹر دور گاؤں میں نماز جہاں تک:

مسئلہ نمبر (۵۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہمارے گاؤں میں نماز جو ہو سکتی

ہے؟

نوعیت: ہمارا گاؤں چنکی شہر سے تقریباً ۱۳ کلومیٹر مغرب کی جانب مگہ روڈ پر واقع ہے، کوٹ ہوا چک

25 شمولہ چک 25 کھوکھر چک تقریباً ۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے جس کی آبادی تقریباً 1500 گھرانوں

پر مشتمل ہے، کوٹ ہوا چک 25 کل گھرانے تقریباً ۱۱ کل تعداد افراد تقریباً 905 بشمول مرد و عورت اور بچے کل رقبہ

1257 ایکڑ (کابل کا شت زمین) اور حدود کا نقشہ جن پر کریاے کے سر زمین کے علاوہ ڈیرل، پیٹریل، سپرے، جوتی، آہ میسر ہوتا ہے، اس کے علاوہ تارے گاؤں میں کپڑے کے گڑا پتھر ہوتے ہیں جس سے گاؤں کے لوگوں کی کپڑوں کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، ایک سرکاری مسجد، نیکو صدیقہ (مفتی، دوع بندی، کوہ و گورنمنٹ، ہاشمی سکول (برائز، گرلز) ایک عدو قریحان ملک، عدو حیدر گاہ، بعد چار دیواری ہے، ہمارے گاؤں سے تقریباً 2 کلومیٹر فاصلے پر عظیم چک 24 کا ڈھ ہے جہاں سے ضروریات زندگی کی تمام اشیاء ملتی ہیں۔

مذکورہ مسجد انکو صدیقہ میں تقریباً 30 سال پہلے نماز جمعہ اجتماع کے ساتھ ادا کی جاتی تھی پھر کسی کے کہنے پر روک دی گئی اب گاؤں کے لوگ اکثر نماز جمعہ پڑھتے ہی نہیں، کیونکہ جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے وہ گاؤں (مجموعہ) نکلاں) تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، جہاں اکثر شیعہ اور تشدد بریلوی ہیں جو سابق ممبر قومی اسمبلی ایم اے خیر واکٹر محمد زبیر (صدر جمعیت علماء پاکستان) کے سر پر ہیں، دوسرا گاؤں عظیم چک 24 جو تقریباً تین کلومیٹر دور ہے جس میں دوع بندی مفتی کے علاوہ بریلوی اور اہل حدیث بھی ہیں، اب دو گ اہل حدیث اور بریلویوں کے چھپے نماز پڑھ کر گاؤں کا ماحول خراب کرتے ہیں، مذکورہ مسجد میں اگر نماز جمعہ شروع ہو جائے تو گروہوں کے لوگ بھی جمعہ نیکو مسجد میں ہی ادا کریں گے۔

ان حالات میں قرآن و سنت کی روشنی میں ہماری ماحضاتی فرمائیں کہ ہم گاؤں میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں

یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ تفصیل کی روشنی میں گاؤں کوٹ یا چک 25 میں نماز جمعہ ادا کرنا شرطاً جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے مصر جات یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے، اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گھیس ہزاریں ہوں اور پھولے دیہات کے بے مرکز تجارت ہو اور مذکورہ گاؤں نہ مصر جات ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے اس گاؤں کے لوگ جمعہ کی بجائے عظیم چک نماز ادا کریں گے۔

”قوله ولقي القهستاني الخ لشيخه الممن وعادة القهستاني تقع في حضرة
الغصبات والفرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف
اذا انزلوا الى القاهسى بماء المسجد الجامع واداء الجمعة لان
هذا مسجد له لانه اتصل به الحكم صار مجمعا عليه ولما ذكرنا اشارة الى انه
لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاهسى ومنير وعطية كمالى المصنوعات

والظاهر انه لو بدیه الذکر لزم ذکر اعادة النفل بالجماعة الاثری ان فی الجواب
لو صلو فی القرى لزمهم اداء الظهر “۔۔۔ (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)
”قوله شرط ادائها المصّر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر جماع حتی
لا تصح فی القرية ولا مغایرة لقول علی رضی اللہ عنہ لاجمعه ولا شرق
ولا سلوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جماع لو فی مبدیة عظيمة “
۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”ام المصّر الجماع بشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عند اصحابنا
حتى لا تجب الجمعة الاعلی اهل المصّر ومن كان ساکنا فی توابعه
و کذا الاصح اداء الجمعة الا فی المصّر وتوابعه فلا تجب علی اهل القرى التي
ليست من توابع المصّر ولا يصح اداء الجمعة فيها “۔۔۔ (بدائع الصانع:
۱/۵۸۳)

”عن امی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سبک واسواق ولها زمامق وفيها اول
يقدر علی اصفاء المظلوم من الظالم بحسنه وعلمه او علم غيره يرجع
الناس اليه ليمسك من الحوادث وهذا هو الاصح “۔۔۔ (فتاویٰ شامی:
۱/۵۹۰)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں عین والی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۲) کیا طرہ سے جس عطاوہ میں دریں مسئلہ کا ایک مسجد ہے جو ساتھ فٹ لمبی اور چون فٹ چوڑی ہے،
جس میں بارہ شخصیں سما جاتی ہیں، مسجد کا گن اس کے عطاوہ ہے اور یہ مسجد کاں میں عین والی میں واقع ہے، اس گاؤں میں
اس کے عطاوہ اور کوئی مسجد نہیں ہے، ابھی لوگ اس میں نماز پڑھتے ہیں، یہ عین والی کی کمرہ ہادی ایک جزیرہ ساتھ افراد پر
مشغل ہے، اس سٹی کے قریب اور بھی آبادیاں ہیں۔

چاہ عین والی: اس کی مسجد علیحدہ ہے۔

چاہ فقیر اس والا: اس کی بھی مسجد علیحدہ ہے۔

چہ کنڑ گاؤں: ان بستیوں کا قاصرہ نمین وال سے 2 یا 3 کڑے ہاں تین بستیوں اور گاؤں کی آبادی 1442 افراد پر مشتمل ہے کچھ اور قاصے پر اور بستیوں بھی موجود ہیں۔

بستی کوٹ جانی بانگڑا، چاہہ بانگ والا، چہ وٹھولا، دہی روزوار خان، ماں کے علاوہ کوٹ جانی بانگڑا، چاہہ بانگ والا، من کی مسجد بھی طبعہ طبعہ ہے ہاں بستیوں کا نمین وال سے قاصرہ یکدست سے 15 کڑے اور کھیتوں سے سیدھا 12 کڑے، ان بستیوں کی کل آبادی 379 افراد پر مشتمل ہے، ماں کے علاوہ ایک بستی قازی آباد ہے جس کا قاصرہ نمین وال سے 13 کڑے، ماں بستی میں تقریباً دس ماں سے غیر مقلدین کے مسک کے تحت نماز جموہو کی جاتی ہے، اس کی کل آبادی 216 افراد پر مشتمل ہے، ماں تمام بستیوں کا پرانی گڑسکول طبعہ ہے مذکورہ تمام بستیوں کی اور گاؤں کی کل آبادی بانگ والا بانگ مردوہورت 2037 افراد پر مشتمل ہے، گاؤں کی صورت حال یہ ہے کہ پرچوں کی تقریباً 10 دوکانیں ہیں، ڈاکٹر حضرات کی دوکانیں بھی ہیں، ایک جھونپلی، ایک ویڈیو گالری، ایک سٹریٹ لائٹنگ، دو جھونپلی، دو مردوہورت کی دوکانیں اور ایک جھونپلی کی دوکان ہے، دو پرچوں کی دوکانوں پر بھی کبھی بھری بھی مل جاتی ہے، ماں کے علاوہ تمام بستیوں اور گاؤں کا قبرستان ایک ہے، ماں گاؤں میں بانگڑا پرانی سکول گڑسکول سکول طبعہ موجود ہے، ماں گاؤں میں نماز جموہو میں اختلاف ہے جس کی وجہ سے گاؤں میں دو گروہ بنے ہوئے ہیں، ایک گروہ نماز جموہو کرتا ہے اور دوسرا گروہ اسی مسجد میں نماز ظہر جماعت سے ادا کرتا ہے، اختلاف کی بنیاد جموہو کی چم شراکتہ کا نہ پایا جاتا ہے نماز جموہو چمٹنے والے گروہ نے ایک پرچوں کی دوکان پر ایک درجن جوتے، چار پانچ عدد مریاں رکھوادی جو کہ فرست ہونے کے ساتھ لہرائی جاتی ہیں، باور ہے کہ نماز جموہو کے مسئلے سے کھس مرفی اور جوتے کی مشعل دوکانیں نہیں ہوتی تھیں، اس مسئلے کے بعد ایک پرچوں کی دوکان پر یہ کام شروع کر دیا اس کے علاوہ گھر میں چار پانچ تھن پڑے رکھے ہوئے ہیں، باور ہے کہ بستی نمین وال سے تقریباً 14 کڑے فاصلے پر ایک بستی میں کوٹ ہے اس کی مسجد بھی طبعہ ہے، جس کی آبادی 144 افراد پر مشتمل ہے اس بستی کا قبرستان طبعہ ہے، اور یہ بستی نمین وال بستی سے تقریباً سات کڑے فاصلے پر واقع ہے، نمین وال کے اندر دو مسجدیں ہیں ایک غیر مقلدین کی ہے اور ایک مسک بریلی کی ہے، دونوں کے اندر نماز جموہو ادا کیا جاتا ہے، بستی نمین وال کا قاصرہ بستی نمین وال سے تقریباً 12 کڑے۔

نوٹ: اگر میں کوٹ کی آبادی جب کی آبادی میں مثال کی چمے تو کل آبادی (2200) افراد میں جاتی ہے۔

نوٹ: نمین وال میں دو دھوہی کی دوکان، رنگ ساز کی دوکان، مٹوائی کی دوکان اور نوہار کی دوکان نہیں ہے، اس گاؤں کے تمام لوگ مسک دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں، اس گاؤں نمین وال میں نماز جموہو ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ کتاب جنت کی روشنی میں جواب دے کر خدا شہادہ دیں۔

نوٹ: یہ تحریر گاؤں کے دونوں گروہوں کے اطلاق رائے سے تیار ہوئی ہے اور دونوں گروہ اس تحریر کے مطابق موصول جواب پر عمل کریں گے۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ تفصیل کی روشنی میں گاؤں نہ نین وال میں نماز جمعہ اداء کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ جموں کی ادا جمگی کے لیے مصریح مع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور مذکورہ گاؤں نہ مصریح مع یا قریہ کبیرہ ہے، اس ہستی کے لوگ جموں کی بجائے ظہر کی نماز اداء کریں گے اور پیچھے جتنے جتنے چاہے چکے ہیں ان کی جگہ نماز ظہر کی قضاء انہ پر لازم ہے۔

"قوله وفي القهستانى نايين للممن وعبارة القهستانى تقع لرض في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا غلط اذا ان الرالى او القاضي بناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه لا لا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه ولما ذكرنا اشارة الى انه لا تجزى في الصغيرة التي ليس فيها قاضي ومبصر وعطوب كما في المضمرات والمظفر انه ان يذبح الكراهة لكرامة النقل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلو الى القرى ثم هم اداء الظهر"..... (فتاوى حامي: ۱/۵۹۰)

"قوله شرط اذاتها المصراى شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مفازة لقول على رضى الله عنه لا الجمعة ولا شريق ولا صلاة فطر ولا تصحى الا في مصر جماع اولى مدينة عظيمة"..... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

"اما المصراى الجامع بشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اذاتها عبد الصاحبى حتى لا تجب الجمعة الا على اهل المصر ومن كان ساكنا في نواحيه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصر وتواحيه فلا تجب على اهل القرى التي ليست من تواحيه المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها"..... (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

"عن ابى حنيفة انه يذبح كبيرة فيها سكر و اسواق واهار سابق وفيها نال بقدر على مصالح المظلوم من الظالم بحشمت و علمه او علم غيره يرجع

التماس الیہ لیمحلیف من الحوادث و هذا هو الاصح ".... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

حرمی کھار والی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان کرام متعدد ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حرمی کھار والی شہر راجہ جنگ سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جس میں بڑی بڑی دکانیں، کریانہ کی دو تین دکانیں ہیں اور سائیکل موٹر سائیکل کی مرمت کے لیے بھی ایک دکان ہے و نیز ڈاکٹر، درزی، تیل، پان، موہاں کی بھی ایک ایک دکان ہے۔ آٹا پیسنے والی ایک بجلی ہے اور گرتوں کی ذریعہ درخت مثلاً چڑیاں، جوتے وغیرہ بھی دستیاب ہیں، اور اس میں جو بھی نہیں بچیں سال سے ہو رہا ہے۔

دریافت طلب مر یہ ہے کہ جو حکمی صحت ادا کے لیے جو شرائط فقہاء کرام نے ذکر کی ہیں وہ شرائط مذکورہ حرمی پر صحت ملاؤ جو کے لیے کافی ہیں یا نہیں؟ شہر اور قصبہ کبیرہ کے علاوہ عام چھوٹے گاؤں میں صحت صلوٰۃ جملہ عیدین کی جو شرائط ہیں ان سے بھی ہمیں آگاہ کریں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت مومن مذکورہ گاؤں میں جو حکمی نماز شرعاً جائز نہیں، کیونکہ جو حکمی نماز کے لیے مصرعہ مع پاتریہ کبیرہ ہونا شرط ہے، اور ان سے مراد وہ ہیں کہ جس میں بازاریں، دھول اور ان کو اس پاس کے دیہات کے بے تہہ و پناہ مرہیچا و سرگزشت حاصل ہو یا اس میں حاکم بھلا ہو، چنانچہ مذکورہ گاؤں میں یہ شرائط نہیں پائی جہاں انہیں گاؤں میں جو حکمی نماز جائز نہیں ہے اور شرعاً سے جو حکمی نماز میں نہ چکے ہیں ان کی بجائے نماز تمبر کی تعداد پر نماز ہے۔

"قولہ ولی القہستانی لایبذل من وعادة القہستانی تقع امر من فی القہستانی والقری الکبیرة التي فیها اسواق قال ابو القاسم هذا لا خلاف اذا ان الوالی او القاضي بناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجهود فیه لا لاقتصل به الحکم صار مجمعا علیه ولما ذکرنا اشارة الى انه لا تجوز فی التصغيرة التي ليس فیها قاض وعبر وخطيب كما فی المصنوعات والطاهر انه ان يذهب التكرار لتكرار النقل بالجماعة الامر ان فی المصنوعات لو صلو الى القرى ثم هم اداء النظر ".... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"قوله شرط اذاتها المصير اي شرط صحتها ان تؤدي في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مضافة لقول علي رضي الله عنه لا الجمعة ولا الشريق ولا صلاة لغير ولا يصح في الاقصى مصر جامع او في مدينة عظيمة"۔۔۔ (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

"اما المصير الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة اذاتها عند اصحابها حتى لا تصح الجمعة الا على اهل المصر ومن كان ساكنا في توابعه وكذا لا تصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تصح على اهل القرى التي ليست من توابع المصر ولا تصح اداء الجمعة فيها"۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

"عن امي حبيبة انه بلدة كبيرة فيها سبك واسواق ولهاز سائق وفيها نزل بقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث ولهذا هو الاصح"۔۔ (فتاوى شامي: ۱/۵۹۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

20 گھرانوں پر مشتمل ہستی میں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۷۳): حضرات مفتیان کرام عرض ہے کہ ہمارے چند گھر ہیں جو کہیں کے قریب ہیں، یہ گاؤں سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہیں اور گاؤں میں تمام اہل بدعت ہیں جن میں شیعوں، مسک سے بھی کچھ لوگ قتل رکھتے ہیں، ہمارے لیے مسئلہ یہ ہے کہ جبکی نماز تو ہستی والے گاؤں کی کسی مسجد میں ادا کر لیتے ہیں مگر عیدین کے موقع پر یہ ہوتا ہے کہ گاؤں سے باہر بھی عیدین کی نمازیں بعض لوگ ادا کرتے ہیں تو اگر ہم نماز عیدین پڑھنے کے لیے گاؤں جائیں تو راستہ میں ہمیں کچھ حضرات روکے ہیں اور جبراً نماز گاؤں سے باہر ادا کرنا لیتے ہیں۔

اور اگر ہم جبراً گاؤں جائیں تو مسجد والے تمام ہستی والوں سے گاؤں میں عید کی نماز سے قبل 500 یا 1000 روپے ہر فرد سے لیتے ہیں پھر مسجد میں داخل ہونے دیتے ہیں، اور اگر یہ رقم ادا نہ کریں تو وہ مسجد والے ہستی والوں کو دسوا کرتے ہیں جب کہ ہماری ہستی والے غریب لوگ ہیں اور اس رقم کو ادا کرنے سے عاجز ہیں، ہماری ہستی گاؤں سے غسک ہے اور اس کے مضافات میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنی بھتی والے جمع ہو کر عیدین کی نماز بھتی میں باجماعت ادا کر سکتے ہیں؟ شرعی اعتبار سے ہمیں عیدین کی نمازیں گاہوں میں یا اپنی بھتی میں ادا کرنی چاہئیں؟ اور عمار گاہوں تقریباً 2000 گھر پر مشتمل ہے اس میں جمہور عیدین کی تمام شرائط موجود ہیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سہل صورت مسئلہ میں مذکورہ بھتی والوں پر جو فرض نہیں ہے بلکہ وہ اپنی بھتی میں غہری نماز پڑھیں اسی طرح ان پر عیدین کی نماز پڑھنا بھی واجب نہیں ہے لہذا آپ حضرات کے یہ دوسری بھتی میں جانا بھی ضروری نہیں ہے۔

”وفاء المصّر هو الموضع المعد لمصالح المصّر متصل به ومن كان مقيما الى عمران المصّر واطرافه وليس ذلك الموضع وبين المصّر فرجة لعلية الجمعة ولو كان بين ذلك وبين عمران المصّر فرجة من مزارع ومراعي كالقلاع بيحاراً لا جمعة على اهل ذلك الموضع وان سمعوا النداء والخلوة والليل والاميال ليس بشرط“... (خلاصة الفتاوى: ۷۰/۱)

”وكم يحوز أداء الجمعة في المصّر يجوز اذا وافى فناء المصّر وهو الموضع المعد لمصالح المصّر متصلا به ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصّر فرجة من المزارع والمراعي نحو القلاع بيحاراً لا جمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يسمعهم والخلوة والليل والاميال ليس بشيء هكذا في الخلاصة“... (فتاوى الهندية: ۱۱۳۵)

”وتجب صلاة العيد على كل من تجب عليه صلاة الجمعة كذا في الهندية وبشرط للمعيد ما يشترط للجمعة الا الخطبة كذا في الخلاصة“... (فتاوى الهندية: ۱۱۵۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

گاہوں میں یا اپنے بھتی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۵): حضرت مفتی صاحب العلوم شہید رحمۃ اللہ برکات

کیا فرماتے ہیں مفتیین کہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاہوں میں یا اپنے بھتی میں نماز جمعہ کا حکم

میں موجود ہے اس گاؤں میں تقریباً بیس کے گگ بھگ ملے ہیں۔ ہر محلہ کا فاصلہ تقریباً پانچ سے دس سوٹ کی پیدل مسافت ہے۔ یعنی بعض محلے قریب ہیں اور بعض کچھ دور ہیں۔ اس پر رے گاؤں کی آبادی تقریباً تین چار ہزار کے گگ بھگ ہے۔ ان میں آنکھ دوکانیں ہیں جن پر صرف چھوٹی موٹی ضرورت کا سامان ملتا ہے۔ باقی بڑا سامان مثلاً آٹا، بھری وغیرہ خریدنے کے لیے شہر جانا پڑتا ہے۔ اس گاؤں کی دکانیں بھی آنکھیں نہیں ہیں بلکہ بعض محلوں میں دو دوکانیں بعض میں ایک دوکان اور بعض میں کوئی دوکان بھی نہیں ہے۔ دو پرائمری سکول ہیں ایک بچوں کا اور ایک بچیوں کا اور ایک پرائمری کونسل ہے۔ آٹھ مساجد ہیں جن میں سے دو مسجدوں میں ہفتادگی سے جمہور عید کی نماز ہوتی ہے ان دو مسجدوں میں سے ایک میں تیس سال سے جمہور ہوتا ہے اور دوسری مسجد میں دس سال سے جمہور ہوتا ہے ان میں بھی بعض محلوں کے لوگ آتے ہیں۔ اس گاؤں کے قریب ایک اور علاقہ ہے جس کا نام پلیمت ہے۔ وہ تقریباً ڈیڑھ گلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں پر بیس گگیں دوکانیں ہیں سکول بھی ہیں اکثر ضرورت کا سامان وہاں مل جاتا ہے۔ وہاں پر چھ مساجد ہیں جن میں ہر ایک کے اندر جمہور ہوتا ہے۔ اور بڑا شہر جہاں ہر قسم کی ضرورت کا سامان مل سکتا ہے دو سوڑے تین گلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اب گاؤں پھیلا کے اندر جن دو مساجد کے اندر جمہور عید کی نمازیں پوری ہیں کیا یہ شرعی امور منسوبہ کے تحت درست ہیں یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بجز راحت سوال مذکورہ تفصیل کی روشنی میں گاؤں پھیلا میں نماز جمہور اور نماز شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ جمہور اور انگی کے لیے مصر جامع پر قریب کیرہ ہونا شرط ہے اور مذکورہ گاؤں نہ مصر جامع ہے نہ قریب کیرہ ہے۔ اس پٹی کے لوگ جمہور کی بجائے ظہر کی نماز ادا کریں گے اور پہلے چلتے جمہور پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ نماز ظہر کی اقسام ان کے اوپر لازم ہے۔

”قوله وفي القهستانی لا يدل لمن وعارة القهستانی قطع لمرض في القهستانی والقري الكبيره التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا لا تلازم الا ان الوالي او القاضي يناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه لا تلازم اليه بالحكم صار مجمعا عليه ولما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها اذان ومنيرو ومطبخ كما في المحصرات والظاهر انه اراد به الكراهة لكراهة الغل بالجماعة الا ترى ان في الجواب لو وصلوا الى القري لزمهم اداء الظهور“..... (فتاوى شامی: ۱/۵۹۰)

”قوله شرط ادائها بالمصر اي شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مظارة لقول علي رضي الله عنه لا جمعة ولا شريق ولا صلاة فطر

ولا تضحي الا لشي مصر جامع او لشي صائفة عظيمة“
... (البحر الرائق: ۲/۲۳۵)

”امام المصر الجامع بشرط وجوب الجمعة بشرط صحة ائمتها عند صحتها حتى
لا تحجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنا في توابعه وكذا لا يصح اداء
الجمعة الا لشي المصر وتوابعه فلا يجب على اهل القرى التي ليست من توابع
المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها“... (هدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)
”عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها مسكن واسواق ولها مساق ولها مال يفتقر
على اصناف المسقوم من الخاتم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه
فيما يقع من الحوادث ولهذا هو الاصح“... (فتاوى شامی: ۱/۵۹۰)

والله تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

۱۲ گھرانوں پر مشتمل گاہوں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۶): کیا نماز جمعہ میں علائ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں صرف چار سال سے
جمعہ کی نماز ہوا کی جا رہی ہے، جس جگہ جمعہ ہوتا ہے وہاں کی آبادی ۱۲ گھروں پر مشتمل ہے اور ایک دوکان ہے، قبائلی
علاقہ کی حد سے کچی آبادی نہیں ہوتی، اس کے گرد و فروع میں آدھے کلومیٹر دوسری آبادی ہے جس میں تقریباً
15 گھر ہیں اور تین دوکانیں بھی ہیں ایک کلومیٹر پر آبادی ہے اس میں 9 گھر ہیں ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلہ پر آبادی
ہے جہاں تقریباً 50 گھر ہیں، دور دراز نہیں ہیں، یہ علاقہ سب ڈویژن ہے قحطان بھی ہے جس جگہ جمعہ ہوتا ہے وہاں
ڈپٹری لدا B.H. بھی ہے، اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں پر جمعہ نہیں ہوتا، آپ قرآن اور حدیث کی روشنی
میں ہماری رہنمائی فرمائیں کہ ہم جمعہ کی نماز ادا کریں یا نہ کریں، اگر واقعی جمعہ کی جگہ نہیں ہوتا تو پھر پہلے جو چار سال
تک چڑھ چکے ہیں ان کا کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملك الوهاب

جمعہ کے گھج ہونے کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا بھی شرط ہے اور سوال میں ذکر کردہ جگہ کے متعلق جو صورت حال
ذکر کی گئی ہے اس کے مطابق مذکورہ جگہ شرفاً شہر یا قصبہ کے حکم میں نہیں ہے لہذا مذکورہ جگہ پر جمعہ چڑھنا صحیح نہیں ہے،
بلکہ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز چڑھنا لازم ہے، چار سال کی تکبیر کی نماز کا اعادہ ضروری ہے یعنی قضاء کرنا ضروری ہے۔

”وفیما ذکرنا انما اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ ان یمس فیہا فاض
ومیر وعطیب کما فی المضممرات“۔۔۔ (الفاوی شامی: ۳/۱۳۸)
”بشرط لمسہا سبعۃ اشیاء الاول المصرو وهو المایح اکثر مساجدہ اعدہ
المکملین بہا وعلیہ فتویٰ اکثر الفقہاء مجتہدین لظہور الترائی فی الاحکام
وظاہر الملعب انہ کل موضع لہ امیر وفاض یقدر علی الفاعل الحدود کما حروکہ
فیما یقللہ علی الملعب“۔۔۔ (در مختار معش علی الر: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز میں قیام داخل ہے:

مسئلہ نمبر (۵۶۷): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

- (۱) عرض ہے کہ ہمارے امام سجد صاحب نے ہمارا وقت ڈیڑھ بجے سے دو بجے کر دیا ہے، اور فرماتے ہیں کہ شریعت کے مطابق ہے، حالانکہ نماز ہر ایک بجے ہوا ایک بجے اور ڈیڑھ بجے عام طور پر ہوتا ہے شریعت کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟
- (۲) عشاء کی نماز شریعت کے مطابق غروب آفتاب سے کتنے وقت بعد پڑھنی چاہئے؟ ایک گھنٹہ جس وقت بعد یا اس سے کم یا اس سے زیادہ؟

الجواب باسم الملك الوهاب

ہمارا وقت غمیری نماز کا وقت ہے۔ یعنی جب وقت غمیر داخل ہو جائے تو کسی بھی وقت ہمارا نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ اس میں وقت کی کوئی قید اور حد نہیں ہے۔ ہر اس میں قیام داخل ہے کہ اس پر کوئی لا تا جہالت ہے۔
”ومن شر الظہا الوقت لتصبح فی الظہر ولا تصبح بعدہ اذ“
۔۔۔ (ہدایہ: ۱/۱۷۸)

- (۲) جب شفق انہیں غائب ہو جائے تو عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے نیز اس کا مدار بھی شمس کے گم ہونے اور موسم پر ہوتا ہے اس نے گھنٹہ اور وقت کے لحاظ سے اس کے ضابطہ کے طور پر کوئی مخصوص مقدار نہیں بتائی جاسکتی، ہر شمس کی ہر موسم میں مقدار مختلف ہوتی ہے۔

”اول وقت العشاء اذا غاب الشفق و آخر وقتہا ما لم یطلع الفجر“۔۔۔ (ہدایہ

”وقلت المغرب منه الى غروب الشمس وهو الحمرة عندهما وبه قالت
الثلاثة والبه رجع الامام كمالی شروح المجمع وغيرهما وكان هو المذهب
قال ابن عابدين ای الى قولهما الذي هو رواية عنه ايضا وصرح في المجمع
بان عليها القوي ورواه المحقق في التصحیح بانه لا يسمعه رواية ولا قرية وقال
للمبيد الخامس في تصحيح القلوري ان وجوده لم يثبت ... قال العلامة
الخاسم ثبت ان قول الامام هو الاصح ومضى عليه في البحر مزيدا له
بما للمصنف عنه من انه لا يعذر عن قول الامام الا لضرورة من ضعف دليل
اوله بل بخلاله “ - (فتاوى شامی: ۱/۲۶۵)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مرمنڈی ملتان میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶۸): محترم جناب مفتی صاحب امتیاء کا جمہ اسلام ٹیکم، راجہ محمد اللہ برکاتی

آپ سے جسکی نماز کے جواز اور عدم جواز پر ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے اس کی تفصیل، کچھ یوں ہے،

ہمارے ہاں تین گاؤں مرمنڈی ملتان، مرمنڈی عظیم، اور کوئٹہ شادی خان مرمنڈی ہیں، یہ تینوں گاؤں پہلے

آپس میں دوازدہ فاصلے پر تھے، اب ان کی آبادی تقریباً پونے پونے آٹھس میں مل جکی ہے، اور ان میں تقریباً
200 گز کا 66 سلسلہ گیا ہے، ان تینوں گاؤں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مرمنڈی ملتان: یہ پانچواں ہے جس کی آبادی تقریباً 2500 نفوس یا اس سے کچھ زیادہ پر مشتمل ہے
اس میں دس دوکانیں ہیں جن میں ضروریات زندگی یعنی کھانے پینے کی چیزیں، کپڑا، جوتے، پہننے کی ضروریات وغیرہ
دستیاب ہوتی ہیں، گاؤں میں بہت سے گلی محلے اور کوٹے ہیں، مین روڈ سے گاؤں تک کچی سڑک آتی ہے، اس میں
پانچ پر آخری مردانہ اور ایک پر آخری زنانہ سکول ہیں اور ہر ایک میں بچوں کی بڑی تعداد پڑھتی ہے، ایک مردانہ مل
سکول ہے، ایک دینی مدرسہ ہے، اس کے علاوہ چھوٹی بڑی گیارہ مسجدیں ہیں، یہاں کے عرف عام میں مرمنڈی ملتان
کو پانچواں تقریباً کبیرہ تصور کیا جاتا ہے۔

(۲) کوئٹہ شادی خان مرمنڈی: اس کی آبادی تقریباً 500 نفوس پر مشتمل ہے ایک پرائمری سکول ہے اور ایک مسجد ہے۔

(۳) مرمنڈی عظیم: مرمنڈی عظیم کی آبادی تقریباً ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہے ایک پرائمری سکول مردانہ ایک پرائمری سکول زنانہ اور ایک منڈل سکول زنانہ ہے، چار مسجدیں ہیں۔

مرمنڈی عظیم والے لوگ عرصہ پانچ سال سے جموں کی نماز پڑھتے ہیں کیونکہ وہ ان تینوں گاؤں کو ایک ہی گاؤں تصور کرتے ہیں کیونکہ عرف میں یہ لوگ اپنے آپ کو ایک ہی گاؤں کے لوگ سمجھتے ہیں اس لیے کہ تینوں گاؤں والے ایک دوسرے کی شادی اور فتنی میں شریک ہوتے ہیں اور اگر شریک نہ ہو جائیں تو ہمراہی بھی ہو جاتے ہیں، اور تینوں گاؤں والے نہیں نے شروع میں ان گاؤں کو آباد کیا تھا ایک ہی قوم غزنی خیل سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ تینوں گاؤں والوں نے ایک اصلاحی کمیٹی بنائی ہے جس میں ہر مسجد والوں کی نمائندگی موجود ہے یہ کمیٹی ان گاؤں کے چھوٹے بڑے کامزعات کا خود فیصلہ کرتی ہے اور تھانے تک نہیں جانے دیتی۔

ان گاؤں میں بجلی کے کھمبے ایک دوسرے کے گاؤں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو مرمنڈی مٹان کے حدود میں رہتے ہیں اور شافعی کا مذہب مرمنڈی عظیم کا رکھتے ہیں، تینوں گاؤں اسے قریب ہیں کہ ان کے لڑکے ایک دوسرے کے پرائمری سکول میں جاتے ہیں، ایک سرکاری خوب دل ہے جس کے پانچ تینوں گاؤں میں پھیلے ہوئے ہیں علاقے کا یونین کونسل مرمنڈی عظیم کے نام سے موسوم ہے اور ناظم مرمنڈی مٹان سے منتخب ہوا ہے۔

مرمنڈی مٹان اور کوئٹہ شادی خان مرمنڈی، ان کا قبرستان بھی ایک ہے اور مرمنڈی عظیم والے بھی اپنے مردوں کو مرمنڈی مٹان کے قبرستان میں دفن کرتے ہیں، مگر ان تینوں گاؤں کو ایک آبادی تصور کیا جائے تو تعداد 4000 تک پہنچتی ہے، پانچ سال پہلے دارالعلوم حقانیہ اکڑہ ٹنک اور کئی دیگر مقیمین حضرات نے آبادی کے ایک ہونے کی بناء پر جواز کا فتویٰ دیا تھا، مرمنڈی مٹان اور کوئٹہ شادی خان والے جموں کی نماز پڑھتے ہیں اور وہ اس سے بچنے کے لیے تینوں گاؤں آپس میں جدا کر رہے ہیں، حالانکہ ان کے درمیان کوئی قابل ذکر قاصد نہیں ہے، اور کوئٹہ شادی خان کا پرائمری سکول اور دینی مدرسہ جو کوئٹہ شادی خان مرمنڈی کے نام پر ہیں بالکل مرمنڈی مٹان کی حدود میں واقع ہیں، لہذا یہاں کے لوگ حیران ہیں کہ کیا کریں؟

میں مستفتی عز الرحمن ولد عبداللہ جان 1987ء میں جامعہ امدادیہ فیصل آباد سے فاضل ہوں میرا منیر اور معمولی علم یہاں کی آبادی اور حالات کو دیکھ کر جھنجھکی نماز پڑھنا ہے لیکن شروع کرنے کے لیے آپ کے فتویٰ کی ضرورت ہے، لہذا احتراماً ہے کہ اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر جلد از جلد فتویٰ ارسال فرمادیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

عبر کے قطعی فرض کو ایک انتہائی محل کے لیے شواہد کی وجہ سے چھوڑنا مستثنائے شریعت کے خلاف ہے، کیونکہ مصر یا مع یا قرعہ کی صورت میں نماز جمعہ کے جواز میں اختلاف ہے۔

”قطع لفرعنا فی القصبات والقری الکبیرة الی فیہا موثق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا كان الوالی او القاضي یبناء المسجد الجامع واداء الجمعة لانه هذا من جملة ما یصل بہ الحکم صار جمعا علیہ وعلما ذکرنا انما رآه الی انه لا تجوز الی الصغيرة الی لیس فیہا قاض ومبر وعطیب“۔۔۔ (الفتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”ومن لا تجب علیہم الجمعة من اهل القرى والوادى لهم ان یصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان والقاعة“۔۔۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۵)

”لقوله علیہ السلام لا جمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدينة عظيمة ولم یقل عن الصحابة رضى الله عنهم انهم حين فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المسابر والجمع الا فی الامصار دون القرى“۔۔۔ (مرآتی الفلاح شرح نور الایضاح: ۵۰۳)

”شرط ادائها المصر وهو كل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود او مصلاہ فی مصر لا عرفات وتزدی فی مصر فی مواضع والسلطان اونیہ فی البحر قوله شرط ادائها المصر ای شرط صحبتها ان تزدی فی مصر حتی لا تصح فی قرية ولا مغارة لقول علی رضى الله عنه لا جمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدينة عظيمة رواہ ابن ابی شیبہ وصححه ابن حرم وكفی بقوله القدوة واماما واذالم تصح فی غیر المصر فلا تجب علی غیرہ“۔۔۔ (البحر الرائق: ۳/۲۳۵)

”الجمعة شرط فی بعضها فی نفس المصلی وبعضہا فی غیرہ فانی فی غیرہ فستة احدها المصر وهذا مذهبا والقائل الشافعی المصر لیس بشرط وكل قرية

يسكنها الاربعون من الاحرار البالغين لا يظعنون عنها شاء ولا ضيفا نظام
 بها الجمعة ولكنموا الى المصر على اقران وروى عن ابي حنيفة
 ان المصر الجامع ما يجتمع فيه مائة اهلها دينا ودنيا وعن ابي يوسف ثلاث
 روايات وفي رواية قال كل موضع فيه امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم
 الحدود"۔۔ (فتاوى القطار حانية: ۲/۳۹، مكتبة وشهدہ: ۷/۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

تمت المجلد الرابع بحمد الله تعالى وعونه

جلد چہارم ارشاد تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکمل ہوئی، پانچویں جلد انشاء اللہ بہت جلد چھپ کر منظر عام پر آ رہی ہے۔

یہ جلد حاضر خدمت، اگلی جلد بہت جلد

خصوصیات فتاویٰ ارشاد المفتین

(۱) ہر مسئلہ کے ساتھ عربی حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے، تاکہ عربی کتب کی طرف رجوع کا ذوق پیدا ہو اور یہ اب تک کے اردو فتاویٰ میں سے اس فتاویٰ کی انفرادی خصوصیت ہے۔

(۲) اکثر مسائل کے ساتھ متعدد معتبر کتب کے حوالہ جات دیے گئے ہیں تاکہ اگر ایک کتاب دستیاب نہ ہو تو دوسری اصل کتاب کی طرف رجوع ہو سکے۔

(۳) اصول و کلیات کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ہر مسئلہ کے ساتھ صریح جزئیے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(۴) جن مسائل میں ہمارے ائمہ اختلاف سے متعدد اقوال مروی ہیں ان میں رائج اور مرجوح کی نشاندہی کی گئی ہے۔

(۵) ایک حوالہ اگر دوبارہ آیا تو اس کو صراحتاً ذکر کیا گیا، صرف اس کی طرف اشارہ پر اکتفا نہیں کیا گیا، تاکہ ڈھونڈنے میں آسانی ہو۔

(۶) ہر مسئلہ کا حوالہ حاشیہ میں دینے کی بجائے مسئلہ کے جواب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تاکہ دلیل سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۷) اصل مسئلہ سمجھانے کے ساتھ ساتھ شعائر اسلام کا دفاع اور اہل السنۃ والجماعۃ حنفیہ کے مسلک کی صحیح راہنمائی کی گئی ہے۔